تفسیرِ فاضلی

منزل ہفتم

قٓ۔ النّاس

بیان :

امام العارفین ، سراج السالکین ، راحت العاشقین

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تحریر :

ڈاکٹر محمّد اشرف فاضلی

۱۴۱۸ھ

فاضلی فاؤنڈیشن ، لاہور

Tafseer-e-Fazli

Qaf to An-nas
Manzil VII

COMMENTARY:
HAZRAT FAZAL SHAH

WRITTEN BY:
MUHAMMAD ASHRAF FAZLI

1418 A.H.

FAZLI FOUNDATION LAHORE

فہرست

ابتدائی کلمات

ڈاکٹر محمد اشرف فاضلی

ابتدائی کلمات

اس منزل میں پینسٹھ سورتیں ہیں۔

1 سورۃ ق 50 میں 45 آیات ہیں۔
2 سورۃ الذریٰت 51 میں 60 آیات ہیں۔
3 سورۃ الطور 52 میں 49 آیات ہیں۔
4 سورۃ النجم 53 میں 62 آیات ہیں۔
5 سورۃ القمر 54 میں 55 آیات ہیں۔
6 سورۃ الرحمٰن 55 میں 78 آیات ہیں۔
7 سورۃ الواقعہ 56 میں 96 آیات ہیں۔
8 سورۃ الحدید 57 میں 29 آیات ہیں۔
9 سورۃ المجادلہ 58 میں 22 آیات ہیں۔
10 سورۃ الحشر 59 میں 24 آیات ہیں۔
11 سورۃ الممتحنہ 60 میں 13 آیات ہیں۔
12 سورۃ الصف 61 میں 14 آیات ہیں۔
13 سورۃ الجمعہ 62 میں 11 آیات ہیں۔
14 سورۃ المنافقون 63 میں 11 آیات ہیں۔
15 سورۃ التغابن 64 میں 18 آیات ہیں۔
16 سورۃ الطلاق 65 میں 12 آیات ہیں۔
17 سورۃ التحریم 66 میں 12 آیات ہیں۔
18 سورۃ الملک 67 میں 30 آیات ہیں۔
19 سورۃ القلم 68 میں 52 آیات ہیں۔
20 سورۃ الحاقہ 69 میں 52 آیات ہیں۔
21 سورۃ المعارج 70 میں 44 آیات ہیں۔
22 سورۃ نوح 71 میں 28 آیات ہیں۔
23 سورۃ الجن 72 میں 28 آیات ہیں۔
24 سورۃ المزمل 73 میں 20 آیات ہیں۔
25 سورۃ المدثر 74 میں 56 آیات ہیں۔
26 سورۃ القیامہ 75 میں 40 آیات ہیں۔
27 سورۃ الانسان 76 میں 31 آیات ہیں۔
28 سورۃ المرسلت 77 میں 50 آیات ہیں۔
29 سورۃ النباء 78 میں 40 آیات ہیں۔
30 سورۃ النازعات 79 میں 46 آیات ہیں۔
31 سورۃ عبس 80 میں 42 آیات ہیں۔
32 سورۃ التکویر 81 میں 29 آیات ہیں۔
33 سورۃ الانفطار 82 میں 19 آیات ہیں۔
34 سورۃ المطففین 83 میں 36 آیات ہیں۔
35 سورۃ الانشقاق 84 میں 25 آیات ہیں۔
36 سورۃ البروج 85 میں 22 آیات ہیں۔
37 سورۃ الطارق 86 میں 17 آیات ہیں۔
38 سورۃ الاعلیٰ 87 میں 19 آیات ہیں۔
39 سورۃ الغاشیہ 88 میں 26 آیات ہیں۔
40 سورۃ الفجر 89 میں 30 آیات ہیں۔
41 سورۃ البلد 90 میں 20 آیات ہیں۔
42 سورۃ الشمس 91 میں 15 آیات ہیں۔
43 سورۃ الیل 92 میں 21 آیات ہیں۔
44 سورۃ الضحیٰ 93 میں 11 آیات ہیں۔
45 سورۃ الم نشرح 94 میں 8 آیات ہیں۔
46 سورۃ التین 95 میں 8 آیات ہیں۔
47 سورۃ العلق 96 میں 19 آیات ہیں۔
48 سورۃ القدر 97 میں 5 آیات ہیں۔
49 سورۃ البینہ 98 میں 8 آیات ہیں۔
50 سورۃ الزلزلہ 99 میں 8 آیات ہیں۔
51 سورۃ العادیات 100 میں 11 آیات ہیں۔
52 سورۃ القارعہ 101 میں 11 آیات ہیں۔
53 سورۃ التکاثر 102 میں 8 آیات ہیں۔
54 سورۃ العصر 103 میں 3 آیات ہیں۔

55 سورۃ الھمزۃ 104 میں 9 آیات ہیں۔
56 سورۃ الفیل 105 میں 5 آیات ہیں۔
57 سورۃ قریش 106 میں 4 آیات ہیں۔
58 سورۃ الماعون 107 میں 7 آیات ہیں۔
59 سورۃ الکوثر 108 میں 3 آیات ہیں۔
60 سورۃ الکافرون 109 میں 6 آیات ہیں۔

61 سورۃ النصر 110 میں 3 آیات ہیں۔
62 سورۃ اللھب 111 میں 5 آیات ہیں۔
63 سورۃ اخلاص 112 میں 4 آیات ہیں۔
64 سورۃ الفلق 113 میں 5 آیات ہیں۔
65 سورۃ الناس 114 میں 6 آیات ہیں۔

اس منزل میں کل 1606 آیات ہیں۔

یہ منزل چھبیسویں 26 پارے میں سورۃ ق سے شروع ہوتی ہے اور تیسویں 30 پارے کی آخری سورۃ الناس پر ختم ہوتی ہے۔

تفسیر فاضلی کی منزل اول کی تحریر 1968ء میں شروع ہوئی تھی منزل ہفتم کی تکمیل 1998ء میں ہوئی ہے۔ ساتوں
منازل مکتبہ جدید پریس پر چھپی ہیں۔ جلد سازی کا سارا کام شیخ علاؤالدین خلیفہ صاحب کے ہاں ہوا ہے۔ پروف ریڈنگ کرنے
والی جماعت پروفیسر عبدالحفیظ صاحب کی امارت میں کام کرتی رہی ہے۔ کتاب کی تقسیم کا کام عبدالمتین ملک صاحب کے ہاتھ
میں ہے۔

اجر دینے والا، رب العالمین ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ جن حضرات نے اس کام کی تکمیل میں، رضائے الٰہی کے لئے کسی بھی
طریق سے میرا ساتھ دیا ہے، اللہ انہیں شاھدین کے ساتھ لکھ لے، اور دنیا و آخرت میں اُنہیں رحمت و برکات سے نوازتا
رہے۔

اللہ کو معبود اور لاشریک ماننا اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا، دعوئ ایمان ہے۔ ہماری زبان پاک ہو اور
ہمارا ہاتھ امین ہو تو یہ ہماری صداقت کا ثبوت ہوگا۔ اگر ہماری زبان خلاف حق کھلتی رہے اور ہمارے ہاتھ سے دوسروں کے
حقوق تلف ہوتے رہیں، تو کلمہ طیبہ کی تکرار ہمیں کیا فائدہ دے سکتی ہے۔

بنی نوع انسان کی یہ بہت بڑی ضرورت ہے کہ اُس سے بات اچھی کی جائے اور اُس سے معاملہ درست کیا جائے۔ بھلائی
کے دعوے کے ساتھ بھلائی ہوتی نظر بھی آئے، تو لوگ ہم پر اعتماد کریں گے۔

جیسے جیسے یہ دنیا Global Village بنتی جارہی ہے، صداقت و امانت کی ضرورت کا احساس بھی بڑھتا جارہا ہے۔
اکیسویں 21 صدی میں داخل ہونے کے لئے، اپنی اہلیت کو بڑھانے کی خاطر جو تیاریاں بھی کی جائیں، وہ سب بے معنی ہو
جائیں گی اگر ہماری صداقت و امانت شک وشبہے سے بالاتر نہ ہوگی اور ہمارے ہاں ہر فیصلہ کرنے والا اور ہر سطح پر فیصلہ کرنے والا
دیانت دار نہ ہوگا۔

جب اچھا معاشرہ اچھی صفات والے انسانوں سے ہی بنتا ہے، تو پھر اچھی صفات کو اپنی پہچان بنانے میں مزید تاخیر نہیں
کرنی چاہئے۔

اپنے مسائل کا شعور بڑی اہمیت رکھتا ہے، مگر اپنے وسائل کو بھی دیکھنا چاہئے۔ تجربات ہمیں یہی سکھا رہے ہیں کہ ترقی
کے نام پر وقتی فائدے کے لئے، آنے والی نسلوں کو بھاری قرضوں کے بوجھ تلے دبے دینا درست نہیں ہوتا۔ قرض دینے
والے ہماری ترجیحات کا فیصلہ کریں گے، تو بھلا اُن کا ہوگا، ہمارا نہیں ہوگا۔

بڑے فیصلے کرنے کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہوتی ہے، بڑے صبر کی ضرورت ہوتی ہے، لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے فضل کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ کا فضل پاکیزگی کے ساتھ ہی تعلق رکھتا ہے۔

کشف و کرامت سے اگر کچھ مدد ملے تو اس مدد کو بھی باذن اللہ ہی جاننا چاہئے، مگر کشف و کرامت کو مقصود بنالینا کبھی درست نہیں ہوتا۔ کشف و کرامت میں الجھ جانے والے، نہ اپنے قول کی حفاظت کرتے ہیں نہ اصلاح حال پر نظر رکھتے ہیں۔ اپنی خواہشات کا اتباع کرنے والے فلاح پا جائیں یہ ممکن ہی نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سلامتی کی شاہراہ ہیں۔ اس صراطِ مستقیم پر رہ کر ہی اپنے متعلقین کو انعام یافتہ لوگوں کی معیت کا علم سکھایا جا سکتا ہے۔

اگر ہم اپنے پیچھے ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جائیں جو اپنی خواہشات کو حق کے مقابل وقعت نہ دیں تو یقیناً دنیا و آخرت میں ہمیں فلاح حاصل ہوگی۔

خلوت و جلوت میں پاک رہنے والوں کو اپنی پاکیزگی کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اُن کے اعمال اُن کی پاکیزگی کی شہادت دے رہے ہوتے ہیں۔

صاحبِ امر کی طرف سے مشورہ مانگا جائے تو اپنا دیانت دارانہ مشورہ ضرور دیا جائے، مگر فیصلہ یا حکم اُس مشورے کے بالکل خلاف بھی ہو جائے تو امر دینے والے کی اطاعت میں کوتاہی نہ کی جائے، جماعت اسی طرح قائم رہ سکتی ہے۔

اچھی روایات کو بنایئے۔ لوگوں کی قدر و منزلت اخلاق حسنہ کے حوالے سے ہوگی، تو حسن معاشرت بڑھے گا۔ وسعت مال کے حوالے سے ہوگی تو پھر انسان سرمایے کے لئے ہوگا، سرمایہ انسان کے لئے نہیں ہوگا، اور انسان کی اس سے بڑی بے قدری کیا ہو سکتی ہے کہ سرمایہ اُس کا مقصود ہو جائے۔

تفسیر فاضلی کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جائے اور کیا جائے وہ سند کے ساتھ ہو، اس سے نور معرفت بڑھے گا۔

18 جولائی 1978ء کو جس تحریری حکم کے ساتھ مجھے اس تفسیر پاک کی اشاعت کا حق دیا گیا تھا، (منزل اوّل کے ساتھ اُس کا عکس چھپ چکا ہے) اُس حکم کی تعمیل میں آج اِس کام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے فضل سے یہ کام پورا ہوا، اللہ کے رسول ﷺ کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی رحمت ہر مقام پر شامل حال رہی، اور سب بزرگانِ دین کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی مودّت کے سہارے یہ راستہ طے ہوا۔

اشرف فاضلی

محمد اشرف فاضلی

فاضلی فاؤنڈیشن۔ پیکو روڈ،

کوٹ لکھپت۔ لاہور

18-02-1998



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① ق، قرآن مجید کی قسم۔

ق، حروف مقطعات سے ہے۔ حروف مقطعات پر کلام کرنے کے معنی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدم کے ہی ہو سکتے ہیں، اور اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی عظمت کی قسم اٹھانے کا منشاء یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے فیضیاب ہونے میں مدد ملے۔ قسم اٹھانے والا، مالکِ کل ہے۔ اسے نہ کبھی کوئی احتیاج تھی، نہ ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ فلاح کی دعوت کو روشن کرنے کے لئے علیم مطلق نے قسم کھائی ہے۔ فلاح کے حصول کا طریقہ واضح فرمایا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع ہو، اُس ناصح سے محبت ہو، کفر، فسوق اور عصیان سے کراہت ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رشد وہدایت یقیناً عطا ہوگی۔

حاصل: قرآن مجید کی تکریم ہر مقام پر ہونی چاہئے۔ اس کی تلاوت سے بھی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے احکام کو ماننے سے جو سکھ ملتا ہے، وہ انسانی علوم سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ قسم اٹھانے والے کا منشاء حق کو روشن کرنا ہو تو وہ بندہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ② بلکہ اُنہیں تعجب ہوا کہ اُنہی میں سے ڈر سنانے والا ان کے پاس آیا۔ تو کافروں نے کہا، یہ تو عجیب بات ہے۔

حق پہنچانے والے کا منشاء ظلمات کے رخ کو اختیار کرنے کے انجام سے آگاہ کرنا ہوتا ہے، انجام سے آگاہ کرنے والا اگر اُنہی لوگوں میں سے ہو تو اُن کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ کافروں کو یہ بہت عجیب لگتا ہے، کہ بات بھی حق کے حوالے سے ہو، اعمال بھی حق کے حوالے سے ہوں، استکبار کو چھوڑ دیا جائے، اور خلوت وجلوت میں پاکیزگی کو اپنا حال بنایا جائے۔ اُن کے نزدیک یہ زندگی کو راحت سے دور کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ حالانکہ راحت ڈر سنانے والے کے نقوش قدم پر چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، من مانی کرنے سے نہ کسی کا بھلا ہوا ہے نہ کسی کا بھلا ہو سکتا ہے۔

حاصل: حق پہنچانے والے کی اجنبیت یہ ثابت کرتی ہے، کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف آنے میں پوری مدد نہیں دے سکتا۔ کافروں کو یہ بات عجیب لگتی ہے کہ بندہ اس قدر یکسو ہو جائے کہ خلوت وجلوت میں اس کی پسند کا کوئی مقام ہی نہ رہے۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ③ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے۔ یہ لوٹایا جانا تو بہت ہی بعید لگتا ہے۔

جزا کا انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم خاک میں مل کر خاک ہو جائیں گے، تو کیا

دوبارہ ہمیں اٹھایا جائے گا، یہ بات تو بعید از قیاس لگتی ہے۔ جسم کے منتشر ذرات کا اکٹھا کرنا، ان کے اندر سابقہ ربط کو بحال کرنا، جسم کو دوبارہ زندگی دینا، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ منکرینِ حق یہ دیکھتے ہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حال پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی دعوتِ حق دینے والے کے حوالے سے واضح ہے: دعوتِ حق دینے والا اپنی صداقت و امانت میں بڑی شان رکھتا ہے، کسی اجر کا سوال نہیں کرتا اور اُس کی حیاتِ طیبہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ہی مقام باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے مستقبل، منکرین حق اس میں الجھ جاتے ہیں اور جزا کے لئے بندے کے دوبارہ زندہ کیئے جانے کو بعید از فہم قرار دینے لگتے ہیں۔

حاصل: حال کا انکار ممکن نہیں ہوتا، دعوتِ حق دینے والے کی صداقت و امانت مسلّمہ ہوتی ہے۔ منکرین حق اپنی پسند کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس لئے وہ مستقبل سے متعلق دعوتِ حق دینے والے کی باتوں کا انکار کر کے اپنا راستہ اس سے الگ کر لیتے ہیں۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾

ہمیں علم ہے جو کچھ زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے، اور ہمارے پاس کتابِ حفیظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمایا گیا ہے کہ خاک میں جسموں کے مل کر خاک ہو جانے سے جو تبدیلیاں آئی ہیں، علیم مطلق ہی ان کو جانتا ہے۔ ان تبدیلیوں کو لوٹانا قادرِ مطلق کے لئے بالکل مشکل نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پاس بندوں کے قول و فعل کا ریکارڈ بھی محفوظ ہے۔ ہر بندے کا کہا اور کیا، لکھا ہوا اس کے سامنے آجائے گا۔ جسم کے منتشر اجزا کا جمع ہو جانا، جسم کا زندہ ہو جانا اللہ کے امر سے تعلق رکھتا ہے۔ جس نے پہلے نہ ہونے سے ہونا بنایا ہے، اُس کے لئے بندوں کو دوبارہ زندگی دینا کچھ مشکل نہیں ہوگا، اور قول و فعل کا ریکارڈ محفوظ ہو جانے کا انکار تو اب ممکن ہی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی شان تو بہت ہی بلند ہے، انسانی علم سے قول و فعل کو محفوظ کیا جاتا ہے اور ضرورت کے مطابق اُسے دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل: پہلی بار بھی اللہ کے علم سے پیدائش ہوتی ہے، دوسری بار بھی اُس کے علم سے ہو گی۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ موت کے ساتھ جسم میں کیا تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، موت کے بعد کیا تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ جسم دوبارہ زندہ کیئے جائیں گے، ہر ایک کا کہا ہوا اور کیا ہوا بھی اعمال نامے کی صورت میں اس کے سامنے آجائے گا۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿۵﴾

بلکہ انہوں نے حق کی تکذیب کی ہے جب وہ ان کے پاس آچکا ہے، تو وہ تضادِ فکر میں الجھے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید حق ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے واقع ہونے کو نہیں مانتے، وہ اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کا انکار نہیں کرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا انکار کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں رکھتے۔ جب مالکِ یوم الدین نے یہ فرمایا ہے کہ جزا کے دن ہر ایک کو اس کے کیئے کی جزا دی جائے گی، تو کون امر الٰہی میں حائل ہو سکتا ہے۔ جب اس بات کو مان لیا جائے تو پھر استکبار کو ایک طرف رکھ دینا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ کافروں کو پسند نہیں ہوتا، اس لئے وہ تضادِ فکر میں الجھتے چلے جاتے ہیں۔

حاصل: حق کی شان یہ ہے، کہ اس کو جھٹلانے کی جس قدر کوشش کی جائے، جھٹلانے کی کوشش کرنے والوں کا تضادِ فکر بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَہُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰہَا وَ زَیَّنّٰہَا وَ مَا لَہَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿۶﴾

تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر نہیں کی، ہم نے اُسے کیسا بنایا اور اُسے زینت دی، اور اُس میں کوئی رخنہ نہیں۔

اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، کہ اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر کی جائے، اس کی بناوٹ کو دیکھا جائے، اس کی زینت کو دیکھا جائے۔ ستاروں سے سجے ہوئے آسمان سے لوگوں کو بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ رات کو راستے کا تعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اتنے بڑے آسمان میں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا، کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ اتنا بڑا آسمان بنانے والے کی قدرت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ جس کا بنایا ہوا آسمان زمین کے ہر مقام سے بے عیب نظر آتا ہے، یقیناً اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ پھر بندے کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ یہ ہوگا اور یہ نہیں ہوگا۔

حاصل: آسمان کو دیکھنا چاہیے۔ اُس کی بلندی، اُس کی وسعت، اُس کی بناوٹ، اُس کی زینت، اُس کا رنگ اور اُس کا نقص سے پاک ہونا، ایسی نشانیاں ہیں جو اُس کے صانع کی شان کو روشن کرتی ہیں۔

وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَہِیۡجٍ ﴿۷﴾

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر قسم کے خوش منظر جوڑے اگائے۔

آسمان کے بعد زمین کا ذکر فرمایا گیا ہے، کہ زمین کا پھیلانا بہت بڑا کام ہے۔ اس میں پہاڑوں کو میخوں کی صورت سے گاڑ دیا گیا ہے۔ اس کو متوازن رکھنے کا اہتمام بھی اللہ ہی کر سکتا تھا۔ پھر اللہ کی قدرت سے ہی اس میں نباتات کے جوڑے اگتے ہیں۔ نر اور مادہ دونوں پودے الگ الگ بھی ہوتے ہیں، اور ایک ہی پودے پر بھی دونوں قسم کے پھول ہوتے ہیں، اس طرح نباتات کے خوش منظر ہونے سے بھی بندوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سے انہیں خوراک بھی حاصل ہوتی ہے، ان کے جانوروں کی پرورش کا سامان بھی ملتا ہے۔ اللہ کی قدرت کی ان نشانیوں پر غور و فکر کرنے سے بعث بعد الموت کا انکار ممکن نہیں رہتا۔

حاصل: زمین کو پھیلانے والا، اُس میں پہاڑوں کو گاڑنے والا اللہ ہی ہے۔ اُس میں ہر قسم کی نباتات کو پیدا کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ انسان کے وجود کے منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے اُسے زندہ کر دینا اللہ کے لئے آسان ہے کہ پہلے بھی تو اُسی نے نہ ہونے سے ہونا بنایا تھا۔

تَبۡصِرَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ﴿۸﴾

ہر رجوع لانے والے بندے کے لئے بصیرت اور نصیحت۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے بندے تو بصیرت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو

اشیاء کی حقیقت اور منشاء پر نظر ہی نہ کرے، وہ راہ فلاح کو اختیار کرنے کی طرف نہیں آیا کرتا۔ جو طلب ہدایت رکھتا ہو، اُسے نصیحت ضرور فائدہ دیتی ہے۔ انابت کی صفت اللہ نے بندے کے اندر رکھی ہے، اس صفت سے ہی بندہ موجود سے مقصود کی طرف چلتا ہے۔ اس صفت کی بے قدری کی جائے تو پھر نہ نورِ بصیرت اس کے لئے کوئی معنی رکھتا ہے، نہ نصیحت اُسے کوئی فائدہ دیتی ہے۔

حاصل : انابت کی صفت بندے کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے ہی نورِ بصیرت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ﴿٩﴾

اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی نازل فرمایا، تو اس سے باغ اگائے اور اناج بھی جو کاٹا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر اگانے کی قوت رکھی ہے۔ جب زمین کے اندر اگانے کی صفت نہ رہے تو وہ مُردہ ہوتی ہے۔ آسمان سے بابرکت پانی برسا کر اللہ تعالیٰ اس مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اور اُس کے اندر اگانے کی صفت بحال ہو جاتی ہے۔ زندہ زمین کے اندر باغات بھی اگتے ہیں اور اناج کی فصلیں بھی اگتی ہیں۔ باغات کے درخت بڑے بھی ہوتے ہیں، چھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے پھل موسم کے مطابق حاصل ہوتے رہتے ہیں، جو اپنی افادیت کے اعتبار سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ زندہ زمین میں فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں، جو باغات کی طرح نہیں ہوتیں۔ ان فصلوں کو کاٹا جاتا ہے۔ ان سے حاصل ہونے والا اناج اور دوسری چیزیں، انسانوں اور جانوروں کے کام آتی ہیں۔ مبارک پانی سے مُردہ زمین، باغات اور فصلوں کو اگانے کے قابل ہو جاتی ہے، اور حضرت انسان اپنے مشاہدے کے حوالے سے اس بات کو مانتے ہیں تو پھر مُردوں کے زندہ کئے جانے کو کیسے ناممکن کہا جاسکتا ہے۔

حاصل : آسمان سے برسنے والے مبارک پانی سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ باغات سے پھل حاصل ہوتے ہیں جو اپنی افادیت کے حوالے سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ زندہ زمین میں فصلیں بھی اگتی ہیں، جن سے حاصل ہونے والا اناج لوازمات زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿١٠﴾

اور کھجوروں کے بلند قامت درخت، جن پر تہ بہ تہ خوشے لگتے ہیں۔

کھجوروں کے درخت، دوسرے پھل دار درختوں کی نسبت بلند قامت ہوتے ہیں۔ ان پر تہ بہ تہ خوشے لگتے ہیں۔ یہ درخت بھی زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں، اور وہی لیتے ہیں جو ان کو درکار ہوتا ہے۔ خوشے جس خوراک سے بنتے ہیں، وہ بڑا فاصلہ طے کر کے اس مقام پر پہنچتی ہے۔ خوشوں کے تہ بہ تہ ہونے کے باوجود پھل، درخت سے ٹھیک خوراک حاصل کر لیتے ہیں۔ باغات سے حاصل ہونے والے پھل، اناج کی صورت میں حاصل ہونے والی فصلیں اور کھجوروں سے حاصل ہونے والے پھل اپنا الگ الگ مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

حاصل : کھجوروں کے درختوں کا بلند قامت ہونا اور ان کے خوشوں کا تہ بہ تہ ہونا،

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا پتہ لگ جائے تو پھر بعث بعد الموت کا انکار ممکن نہیں رہتا۔

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ﴿١١﴾

بندوں کے لئے رزق، اور ہم نے اس سے مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ مُردوں کو زندہ کرنا بھی اسی طرح ہوگا۔

بندوں کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا اللہ ہی ہے۔ بندوں کی ضروریات کو پورا کرنا بھی اللہ کی شان ہے۔ جو کچھ بھی اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے تو اس سے بندوں کو سکھ ملے گا۔ آسمان سے مبارک پانی برسا کر مُردہ زمین کو زندہ کرنا اللہ کی شان ہے۔ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں، پھر اُسے کسی مُردہ زمین کی طرف چلایا جاتا ہے، اور اُسے برسا کر مُردہ زمین کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔ نشر بھی اسی طرح ہوگا۔ اس نشانی پر غور کرنے سے نشر و خروج کی وضاحت ہو جائے گی۔ جب ایک مقام پر نہ ہونا، ہونے میں بدلتا ہوا دیکھا جارہا ہے، تو دوسرے مقام پر اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

حاصل : بندوں کی ضروریات کو پورا کرنا اللہ کی شان ہے، اور بارش سے مُردہ زمین کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھا جاتا ہے، اسی طرح اللہ لوگوں کو قبروں سے اٹھانے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ﴿١٢﴾

اُن سے قبل قوم نوح اور اصحاب الرّس اور ثمود نے تکذیب کی۔

ماضی میں منکرینِ حق ہلاک کئے جاچکے ہیں، قوم نوح کی مثال موجود ہے۔ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو رذیل کہا کرتے تھے، انہیں بہت حقیر جانتے تھے۔ منکرینِ حق کا انجام عبرتناک ہوا۔ اصحاب الرّس حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ یہ لوگوں کو ان سے معاملہ کرتے وقت گھاٹا دیتے تھے۔ یہ بھی حق کی تکذیب کے نتیجے میں ہلاک ہوئے۔ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ انہوں نے جو نشانی مانگی وہ نشانی ان کو دے دی گئی۔ اس نشانی کو جو اللہ کی اونٹنی تھی، قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہئے تھا۔ اُس کو برائی سے مس کرنے کی اجازت نہ تھی۔ مکذبین حق نے اُس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، اور اللہ کے رسول سے یہ کہا: لے آیئے وہ عذاب جس سے آپ ڈرایا کرتے ہیں۔ ان پر عذاب آیا، اور یہ عبرتناک انجام کو پہنچے۔

حاصل : ماضی کے واقعات سے سبق لینا چاہئے۔ اگر تباہی کے راستے کو اختیار کیا جائے گا، تو انجام وہی ہوگا، جو پہلے ہوتا رہا ہے۔

وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ﴿١٣﴾

اور اسی طرح قوم عاد، فرعون اور لوط کے بھائیوں نے تکذیب کی۔

قوم عاد کی طرف حضرت ھود علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے حق کو واضح کیا، مگر لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کر دیا، اور استکبار کی راہ اختیار کی۔ یہ لوگ اپنی طاقت پر بھی فخر کرتے تھے اور فن تعمیر میں مہارت پر بھی فخر کرتے تھے، ان پر اللہ کا عذاب اور غضب پڑگیا۔ فرعون نے سرکشی کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام کو اُس کی طرف بھیجا

گیا۔ اس نے جادوگروں کو اکٹھا کیا۔ جادوگروں نے خوب کاریگری دکھائی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا مبارک پھینکا اور وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا، تو جادوگر ایمان لے آئے اور انہوں نے حق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے حوالے سے مان لیا۔ فرعون اس مشاہدے کے بعد خرابی کی طرف مزید بڑھ گیا۔ وہ اور اُس کے سب ساتھی ہلاک ہوئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے وہ برائی کی جو اس سے پہلے دیکھی نہیں گئی تھی۔ یہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی طرف شہوت کے لئے دوڑتے تھے۔ اس قوم کو بھی حق پہنچایا گیا۔ مگر انہوں نے بھی حق کا انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ لوگ جو پاکیزگی چاہتے ہیں، انہیں اپنی بستی سے نکال دیا جائے۔ عذابِ الٰہی نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

حاصل: قوم عاد، قوم فرعون اور قوم لوط کا راستہ اختیار کرنے والے، تباہی و بربادی سے بچ جائیں، یہ ممکن نہیں ہے۔

وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾

اور اصحاب الایکہ اور قوم تبّع نے بھی جھٹلایا۔ سب نے رسولوں کی تکذیب کی۔ تو عذاب کی وعید ان کے بارے میں پوری ہو کر رہی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ کا انکار کیا۔ ناپ اور تول کو پورا رکھنا ان لوگوں کو قبول نہ تھا۔ قوم تبّع کو بھی اللہ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، مگر انہوں نے شکر گزاری کرنے کی بجائے، ناشکری کی راہ اختیار کی۔ ان سب لوگوں نے اپنے پاس آئے ہوئے حق کو جھٹلایا۔ ایک رسول کی تکذیب، سب رسولوں کی تکذیب ہوتی ہے، کہ سب رسول حق پہنچانے پر مامور تھے اور حق فرمانِ الٰہی ہے۔ تو جس جس انجام سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا تھا، وہ انجام منکرین حق پر وارد ہو کر رہا۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے آگاہ ضرور کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کے سب رسولوں نے حق پہنچایا، اس لئے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب تھی۔ منکرینِ حق کو جس انجام سے آگاہ کیا گیا تھا، وہ انجام واقع ہو کر رہا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم کبھی سلامتی کے راستے سے نہ ہٹیں۔

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ
۱۵ ع مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾
۱۵

تو کیا ہم خلقِ اوّل سے عاجز رہے ہیں۔ بلکہ انہیں خلقِ جدید میں شبہ ہے۔

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے۔ پہلے بھی حضرت انسان کو اُسی نے پیدا کیا ہے، اور مٹی سے پیدا کیا ہے۔ قادرِ مطلق کے ساتھ عجز کا تصور ہی درست نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ دوبارہ زندہ کئے جانے میں شبہ رکھتے ہیں، وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ خلقِ اوّل کے مقابل خلقِ جدید کو آسان ہونا چاہیے۔ یہ تو صرف اللہ کے امر کی بات ہے، اس میں دیر ہی کیا لگے گی۔ جب حکم ہو گا لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

حاصل: خلقِ اول بھی خالقِ کل کے امر سے ہوئی ہے، خلقِ جدید بھی اسی کے امر سے ہوگی۔ جو دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک رکھتا ہو، اُس کا مشاہدہ ناقص ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو تمہیں حیاتِ دنیا نہ بہکائے، اور نہ تم کو اللہ سے بہکائے وہ دغاباز۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۶

اور بے شک ہم نے انسان کو خلق کیا ہے، اور ہمیں اُس کے نفس کے وسوسوں کا علم ہے، اور ہم اُس کی رگ جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔

خالق کل کی شہادت سب سے بڑی شہادت ہے، کہ اُس سے بہتر جاننے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کا فرمان ہے کہ اُس نے انسان کو خلق کیا ہے، اس لئے یہ گمان کہ موجودہ صورت انسانی مختلف مدارج طے کرنے کے بعد وجود میں آئی ہے بے حقیقت بات ہے۔ نفس کی ذات، خواہش ہے۔ اس کے دو رُخ ہوتے ہیں: ایک دنیاوی مدارج سے تعلق رکھتا ہے ایک روحانی مدارج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر دنیاوی مدارج کی طلب، مقصود ہو جائے تو حق سے دوری ہوتی جائے گی، اور اگر روحانی مدارج کی ترقی کی خواہش رکھی جائے تو بھی مشقت موجود رہے گی۔ بندے کا کام یہ ہے کہ وہ پاک رہے اور اللہ اس سے جو کام لینا چاہے اس کام کو صداقت سے کرتا رہے۔ یہ حال پر رہنے کی صورت ہے۔ جو کسی خواہش میں الجھ جائے گا وہ حال پر حق کو ادا نہیں کر سکے گا، وہ وسوسے میں پڑ جائے گا، اور یہ رُخ دوری کا ہے۔ مقصود تو اللہ کی رضا ہونی چاہئے، اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ بندے کی رگِ جان سے بھی اُس کے زیادہ قریب ہے۔ اقرب سے زیادہ قریب کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ بندے کی بھلائی ہمیشہ اسی میں ہوتی ہے، کہ وہ اپنی پسند کو اور اپنی ناپسند کو معیار نہ ٹھہرائے، اللہ کے علم کو ادب سے مانے اور اپنی لاعلمی اور وسوسے سے بچتا رہے۔

حاصل : انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے، یہ صرف حق کو مان کر ہی ٹھیک رہ سکتا ہے۔ ہمارے وسوسوں کا سب سے بڑا جاننے والا بھی اللہ ہی ہے۔ ہم اُس کو مان لیں جو ہمارے سب سے زیادہ قریب ہے، تو علم الٰہی کی شان ہم پر واضح ہوتی جائے گی، پھر وسوسے ہمیں پریشان نہیں کریں گے۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝۱۷

جب اس سے لیتے رہتے ہیں دو لینے والے، ایک دائیں بیٹھا دوسرا بائیں بیٹھا۔

یہ دھیان رکھنا ضروری ہے کہ نفس کی خواہشات کو انسان کے اندر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے انسان کے قول و فعل کا ریکارڈ تیار کرنے کا پورا اہتمام کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو خلوت و جلوت کا کُلی علم رکھتا ہی ہے، اس نے کراماً کاتبین کو بھی مامور کر رکھا ہے۔ ان فرشتوں کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ جانتے ہیں جو فعل تم کرتے ہو۔ (82:12) جس کام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو لگایا

ہے، یہ اُس کام کو امرِ الٰہی کے مطابق سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ ان کا تیار کردہ اعمال نامہ جب انسان کے سامنے آئے گا، تو ہر نفس کو آگے اور پیچھے کا علم ہو جائے گا۔ (82:5) جو قول و فعل حق کے حوالے سے ہو اُس کو دائیں طرف مامور فرشتہ لکھتا ہے، جو قول و فعل خلافِ حق ہو، اُس کو بائیں طرف مامور فرشتہ لکھتا ہے۔ یہ ریکارڈ جب انسان کے سامنے آئے گا، اور انسان کو اپنا اعمال نامہ پڑھنے کو کہا جائے گا تو انسان اس اعمال نامے کو بالکل مکمل دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائے گا۔

حاصل : ہمیں اپنے قول و فعل کے بارے میں یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ ان کو سنبھالا جا رہا ہے، اور یہ ریکارڈ ایک دن بالکل مکمل ہمارے سامنے آئے گا۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾

وہ کوئی لفظ بھی نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک مستعد رقیب موجود ہوتا ہے۔

قول الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے۔ کبھی ایک لفظ کسی پوری بات کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ انسان کا قول یا حق کے حوالے سے ہوتا ہے، یا اپنی خواہش کے حوالے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کردہ فرشتے اپنے کام کو خوب جانتے ہیں اور رقیب کی حقیقت قریب ہوتی ہے، یہ رقیب کبھی اپنے کام میں کوتاہی نہیں کرتے۔ کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہوتا، جو انسان کی زبان سے نکلا ہو اور اُسے ریکارڈ نہ کیا گیا ہو، کوئی فعل ایسا نہیں ہوتا جس کو ریکارڈ نہ کیا گیا ہو۔ دائیں طرف والا فرشتہ اپنا کام کرتا ہے، بائیں طرف والا اپنا کام کرتا ہے۔

حاصل : ہر ایک کے حال کو لکھنے کے لئے کراماً کاتبین تیار رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انتظام اس قدر پورا ہے، کہ نامہ اعمال کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ ہو جائے گا۔ ہمیں اپنے قول و فعل کو حق کے مطابق رکھنا چاہیے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾

اور سکرات موت حق کے ساتھ آ پہنچی۔ یہ ہے وہ جس سے تو بھاگا کرتا تھا۔

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ منکرِ حق موت سے اس لئے بھاگتا ہے، کہ اس سے نفس کی ذات ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سند نازل فرمائی ہے کہ مسلم اور مجرم مساوی نہیں ہوتے۔ ابرار کے ساتھ وفات نصیب ہو تو یہ بڑی سعادت ہے، اور مجرم کی حیثیت سے اس دنیا سے رخصت ہونا پڑے تو یہ بڑا عذاب ہے۔ موت کی غشی کے ساتھ ہی عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو جائے گا، اور وہ کچھ بچ نظر آنے لگے گا، جس سے تبلیغ حق کرنے والے آگاہ کیا کرتے تھے اور منکرِ حق کا نفس اس سے بھاگا کرتا تھا، کہ حق کو ماننے کی صورت میں خواہش کی پیروی ممکن نہ رہتی تھی، اور نفس اس سے الگ ہونے کو تیار نہ ہوتا تھا۔

حاصل : جو خلافِ حق کرتے کرتے سکرات موت میں مبتلا ہو گا، وہ عذاب میں پکڑا جائے گا، پھر اُسے اپنے انجام کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ پاک لوگوں کے لئے موت، وصال کا دروازہ ہوتی ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾

اور صور پھونکا جائے گا، وہ ہماری وعید کے پورا ہونے کا دن ہو گا۔

جب صور پھونکا جائے گا تو لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ منکرین حق اس وقت پکار رہے ہوں گے :اے خرابی ہماری، ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھایا۔ یہ تو وہی الرحمٰن کا وعدہ ہے، اور مرسلوں نے سچ فرمایا تھا۔ (36:52) اس وقت حق کو ماننے سے اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دیا جا سکے گا، کہ عمل کے لئے مہلت موجود نہ ہو گی۔

حاصل : صور پھونکنے سے یوم جزا شروع ہو جائے گا، یہ اللہ کے وعدے کے پورا ہونے کا دن ہو گا۔ امر الٰہی کے ساتھ ہی اجلِ مسمّیٰ ختم ہو جائے گی، اور یوم الدین شروع ہو جائے گا۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿٢١﴾

اور ہر نفس اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہو گا۔

ہر نفس کو اللہ نے پیدا کیا ہے، ہر نفس کو اللہ نے توفیق بھی دی ہے، ہر نفس کے سامنے معیار ہدایت بھی آتا ہے اور ہر نفس شعور کے ساتھ ایک رُخ بھی اختیار کرتا ہے۔ قیامت کے دن جزا کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا بندوبست ایسا ہے کہ ہر نفس کو عدالتِ الٰہی میں پہنچانے کا پورا انتظام ہے کہ اللہ سے بہتر انتظام کسی کا ہو ہی نہیں سکتا، اور ہر نفس کے ساتھ ایک گواہ بھی ہو گا جو بندے کے رُخ کے بارے میں گواہی دے گا، کہ اس نے حق کو مانا یا وہ حق کے خلاف کرتا رہا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ایسے ہو گی، کہ حاضر کرنے والا بھی موجود ہو گا اور گواہی دینے والا بھی موجود ہو گا۔ نہ فرار کسی کے لئے ممکن ہو گا، نہ کوئی اپنے اعمال سے انکار کر سکے گا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾

تُو اس سے غفلت میں پڑا رہا، اور ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے، تو آج تیری بصارت بہت تیز ہو گئی ہے۔

یوم الدین کے نہ ماننے والے، اس سے غفلت میں پڑے رہتے ہیں، اور خلاف حق کرتے کرتے عمل کے لئے دیا گیا وقت ضائع کر لیتے ہیں۔ جزا کے بارے میں بے یقینی کا پردہ ان پر پڑا رہتا ہے۔ قیامت کے دن وہ پردہ ہٹا دیا جائے گا اور بندے کو وہ سب کچھ نظر آنے لگے گا، جس سے اس کو آگاہ کیا جاتا رہا تھا۔

حاصل : جزا کے بارے میں بے یقینی بندے کو غفلت میں ڈالتی ہے۔ اس بے یقینی سے چھٹکارا ہو، تو اپنے انجام کا پتہ چل جاتا ہے۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾

اور اس کا ساتھی کہے گا، یہ جو میرے پاس ہے، حاضر خدمت ہے۔

سائق مجرم کو دربار الٰہی میں پیش کرنے والا ہے اور شہید اس کے بارے میں نامہ اعمال کے ساتھ گواہی دینے والا ہے۔ جب مجرم دربار الٰہی میں پیش ہو جائے گا تو سائق کا کام عملاً پورا ہو جائے گا، شہید کو وہاں یہ شہادت دینی ہو گی کہ اس کا اعمال نامہ میری تحویل میں تھا اور یہ اللہ کے حکم کے مطابق تیار کر کے حاضر خدمت کیا گیا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اعمال نامے کو بالکل پوری طرح تیار کر کے،

اُس کے ساتھ دربارِ الٰہی میں پیش کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انتظام میں دخل اندازی تو ممکن ہی نہیں، اس لئے اس کو ماننے میں ہی فلاح ہے۔

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾

تم دونوں ہر ناشکرے، ہٹ دھرم کو جہنم میں ڈال دو۔

سائق اور شہید کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کیا گیا ہے، کہ انسان اُسی طرف لوٹ کر جائے گا، جس طرف سے اس کا آنا ہوا ہے، اور اپنے اعمال نامے کے ساتھ جائے گا، جس میں اُس کا کہا ہوا اور کیا ہوا سب درج ہوگا۔ دربارِ الٰہی میں مجرم کی پیشی بمعہ متعلقہ ریکارڈ کے ہوگی۔ انسان کے ناشکرے ہونے کی بنا پر اور حق سے عناد رکھنے کی بنا پر اسے جہنم میں ڈال دینے کا حکم ہوگا۔ ناشکرا، اللہ کی عطا کو خلاف حق استعمال کرتے کرتے بھلائی سے دور ہوتا جاتا ہے، اور عنید دوسروں کو حق کی ادائیگی سے روکنے میں زور لگاتا ہے۔

حاصل: ناشکرے اور حق سے عناد رکھنے والے انسان کا انجام جہنم ہوگا۔ فرشتے جو بھی کرتے ہیں، امرِ الٰہی سے کرتے ہیں۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾

خیر سے بہت منع کرنے والے کو، حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے کو، شک میں پڑے ہوئے کو۔

حق سے عناد رکھنے والے میں یہ صفات پائی جاتی ہیں: وہ دوسروں کو بھلائی سے منع کرنے میں بڑا زور لگاتا ہے، اور اس سے اسے خوشی ہوتی ہے، یہ اللہ کے ساتھ دشمنی کی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے رہنا، اللہ کے دشمن کا مزاج بن جاتا ہے، اور جزا کا یقین تو اُسے ہوتا ہی نہیں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی سے بندے کے اندر یہ اہلیت آتی ہے کہ وہ حقوق العباد کو درستگی کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔

حاصل: خیر سے منع کرنا، حدود اللہ سے متجاوز ہونا، اور شک میں پڑے رہنا، یہ جہنمی لوگوں کی صفات ہیں۔

الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرا لیا ہے، تو اسے عذابِ شدید میں ڈال دو۔

جو اللہ کو مانتا ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتا ہے، ناصحِ امین کی قدر کرتا ہے، اور یک سو رہتا ہے۔ اُس کے قول و فعل میں اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ وہ نفع و ضرر کو باذن اللہ جانتا ہے۔ جو اللہ کو ماننے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر اللہ کی رضا کے علاوہ بھی اُسے کچھ مطلوب ہوتا ہے، پھر وہ اپنی پسند کو حق کے مقابل ترجیح دینے لگتا ہے، تو ایسے مشرک انسان کے بارے میں یہ حکم ہوگا، کہ اسے سخت عذاب میں ڈال دیا جائے۔

حاصل: مشرک کو جہنم میں اسی مقام پر رکھا جائے گا، جس کا وہ اپنے اعمال کے حوالے سے مستحق ہوگا۔

قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾

اور اس کا ہم نشین شیطان کہے گا، اے ہمارے رب، میں نے اسے سرکش نہیں بنایا، بلکہ یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا تھا۔

جب جزا کا منکر، حق سے عناد رکھنے والا، شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا، تو وہ اپنی سرکشی کا سبب شیطان کو ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ شیطان یہ دیکھ کر کہ بات اُس پر پھینکی جارہی ہے کہے گا: اے ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا، یہ تو تھا ہی دور کی گمراہی میں۔ میرا اس پر کوئی زور تو نہیں تھا۔ میں نے برائی کی طرف بلایا، میری دعوت کو مان لیا گیا۔ (14:22) اب اپنی سرکشی کا سبب مجھے نہ کہا جائے، یہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔

حاصل: شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ برائی کی دعوت دیتا ہے، جو شیطان کی دعوت کو مان لیتا ہے وہ سرکشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو نور سے ظلمات کی طرف چل پڑے وہ دور کی گمراہی کی طرف جارہا ہوتا ہے۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾

اللہ فرمائے گا، میرے سامنے مت جھگڑو۔ اور میں تو پہلے ہی تمہاری طرف اپنی وعید بھیج چکا تھا۔

منکر حق اور شیطان کا تعلق حال پر خفی ہوتا ہے۔ جب انسان برائی کی دعوت کو مان لیتا ہے، تو وہ برائی میں پھنس جاتا ہے۔ شیطان اُس کے برے اعمال کو مزین کر کے اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے، اور اُسے برائی اور بے حیائی کا امر کرتا رہتا ہے۔ انسان اور شیطان کا یہ جھگڑا، کہ انسان اپنی سرکشی کا سبب شیطان کو بتائے گا اور شیطان یہ کہے گا، خود کو ملامت کرو، مجھے ملامت نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس جھگڑے کو ناپسند کرے گا، اور فرمائے گا: میری طرف سے تمہیں آگاہ کیا جاچکا تھا۔ یہ بتادیا گیا تھا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا کہ جو شیطان کی پیروی کرے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ حق کا راستہ بھی روشن کر دیا گیا تھا۔ یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ شعور کے ساتھ جو راستہ اختیار کیا جائے گا، اس کی جزا دی جائے گی۔ عمل کے لئے دیے گئے وقت میں ہی اصلاح کو اختیار کیا جاسکتا تھا، جو گزر چکا ہے، اب جھگڑا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

حاصل: اصلاح کو اختیار کرنے کا وقت گزر جائے تو جھگڑے کا محل ختم ہو جاتا ہے۔ جب حق اور ناحق کو واضح کر دیا گیا ہو تو ناحق کرنے والے کو نقص اپنے اندر دیکھنا چاہئے۔ اتمام حجت اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

۱۴ ع مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ ع
۱۶

میرے ہاں بات بدلتی نہیں۔ اور میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم بھی نہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا علم، علم مطلق ہے، ہر شے پر محیط ہے، اس لئے اللہ کی ہر بات پوری ہے۔ اللہ کے فرمان میں نہ کبھی تضاد تھا، نہ ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ اللہ نے توفیق دی، مہلت دی، معیار سامنے رکھا۔ جس نے شعور کے ساتھ حق کو مانا وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا، جس نے شعور کے ساتھ حق کا انکار کیا، وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم

کرے۔ جس انجام سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا، وہ بشارت کے حوالے سے تھا تو بھی پورا ہوگا، انذار کے حوالے سے تھا تو بھی پورا ہوگا۔ اس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی، ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوگی، اللہ کا وعدہ قطعاً پورا ہوگا۔

حاصل: اللہ کی ہر بات علم مطلق سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے اس میں تغیر کا مقام آ ہی نہیں سکتا۔ بشارت و انذار کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل پورا ہوگا۔ اس میں قطعاً تبدیلی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم (14) میں فرمایا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۲۷

اللہ ایمان والوں کو ثابت رکھتا ہے، کہ وہ قول ثابت پر ایمان لائے ہیں، حیات دنیا میں اور آخرت میں۔ اور ظالموں کو اللہ گمراہ کرتا ہے۔ اور اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۳۰

جس دن ہم جہنّم سے پوچھیں گے، کیا تو بھر گئی، اور وہ جواب دے گی، کیا کچھ مزید ہے۔

جن وانس کو یہ توفیق دی گئی ہے کہ وہ شعور کے ساتھ حق کو مانیں یا نہ مانیں۔ اسی توفیق کی بدولت حق کو ماننے کی فضیلت بھی رکھی گئی ہے۔ منکرین حق کے بارے میں یہ فرمانِ الٰہی موجود ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور آدمیوں سے بھر دوں گا۔ (32:13) اس وعدے کے مطابق اس سے پوچھا جائے گا: کیا تو بھر گئی۔ خالقِ کل جس شے کو بلائے، اس کو صامت سے ناطق ہونے میں قطعاً دیر نہیں لگتی۔ جہنم یہ جواب دے گی: اللہ نے مجھے جس مقصد کے لئے بنایا ہے، وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ میرے لئے جو کام رکھا گیا ہے، میں اس کے لئے امرِ الٰہی کے مطابق تیار ہوں۔ مالکِ کل ہی جانتا ہے کہ جو کچھ میرے اندر آنا چاہئے تھا وہ آچکا ہے یا کچھ مزید بھی ہے جو آئے گا، میں امرِ الٰہی کی تعمیل کے لئے بالکل تیار ہوں۔

حاصل: قیامت کے دن، جب منکرین حق کو جہنم میں ڈالا جائے گا، تو جہنّم سب کا احاطہ کرے گی، اور وہاں ہر منکرِ حق کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۳۱

اور جنّت متّقیوں کے قریب لائی جائے گی، کہ وہ دور نہ ہوگی۔

جہنم کی طرف، منکرین حق کو چلایا جائے گا، اور جنت کو متقیوں کے قریب لایا جائے گا۔ اللہ کے ساتھ رہنے والوں کو اس شان سے نوازا جائے گا، کہ جنت انہیں پیش کی جائے گی۔ وہ ان سے دور تو پہلے بھی نہ ہوگی، مگر متقی حضرات کی یک سوئی کا انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیا جائے گا، کہ جنت انہیں پیش کی جائے گی۔

حاصل: متقی حضرات، اللہ کی رضا کے حوالے سے یک سو ہوتے ہیں، انہیں اس طرح نوازا جائے گا کہ جنت انہیں پیش کی جائے گی۔

هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِکُلِّ اَوَّابٍ حَفِیۡظٍ ﴿۳۲﴾

یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، ہر رجوع لانے والے، حفاظت کرنے والے کے لئے۔

جنت کو متقیوں کے قریب کر کے ان سے فرمایا جائے گا: جس انجام کی تم کو بشارت دی جاتی تھی، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ دیکھ لو۔ متقی میں دو صفات کا ہونا لازم ہے: وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی حفاظت کرتا ہے، کوتاہی ہو جائے تو وہ رجوع لانے میں اپنی خامی کو جان لیتا ہے اور اپنی حفاظت میں مزید احتیاط کرتا ہے۔

حاصل: متقی کے لئے لازم ہے کہ وہ رجوع الی اللہ رہے اور اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہ ہو۔ کہیں اپنے قول و فعل کی حفاظت میں کوتاہی ہو جائے تو توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِۣ ﴿۳۳﴾

جو الرّحمٰن سے بن دیکھے ڈرے، اور رجوع لانے والے قلب کے ساتھ حاضر ہو۔

جس علم کا حاصل خوف خدا ہے، وہ علم، علم حقیقی ہے، اور اللہ کے پاک بندے سے حاصل ہوتا ہے۔ جسے الرحمٰن کا ساتھ حاصل ہے، اس سے محبت ہو جائے تو الرحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے کی حقیقت روشن ہوتی ہے۔ الرحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے والا، خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہتا ہے، جلوت میں شاہد کے ساتھ باوضو رہتا ہے۔ خوف خدا موجود ہو تو اپنے حال پر نظر رہتی ہے، اور اپنے حال پر نظر ہو تو قلب شاہد کے اتباع سے غافل نہیں ہوتا۔ جو دل، دلبر کے حوالے نہ ہو، وہ خرابی سے بچ جائے یہ ممکن ہی نہیں۔ رجوع الی اللہ رہنے والے کبھی من مانی نہیں کرتے۔

حاصل: الرّحمٰن سے بن دیکھے ڈرنا، ایک علم ہے اور اللہ کے محبوب سے عطا ہوتا ہے۔ عطا اسے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے کے دعوے کو شاہد کے اتباع سے سچا ثابت کرے۔ اللہ کے محبوب سے محبت ہو تو دل پاک ہوتا ہے، دل پاک ہو، تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔

اۨدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ﴿۳۴﴾

اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہے ہمیشگی کا دن۔

متقی حضرات کے سامنے، جنت کو پیش کیا جائے گا، اور فرمایا جائے گا: اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا یہ انعام ہے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، یہ جنت مع اپنی سب نعمتوں کے ہمیشہ رہنے والی ہے۔ دائمی پاک دامنی کا انعام، دائمی رحمت ہے، جو اللہ تعالیٰ ہی عطا کر سکتا ہے۔ بندے کو جو وقت دیا جاتا ہے وہ بھی محدود ہوتا ہے، جو توفیق دی جاتی ہے، وہ بھی ایک وقت کے لئے ہوتی ہے اور فانی ہوتی ہے۔ اگر اسے حق کے مطابق استعمال نہ کیا جائے تو وہ ضرور خلاف حق استعمال ہوتی ہے۔ ایسی توفیق کو حق کے مطابق استعمال کرنے میں بندے کو دائمی انعامات سے نوازنا اللہ کی شان ہے۔

حاصل : جو حال پر اسلام میں داخل ہے وہی قیامت کے دن سلامتی میں داخل ہوگا۔ دائی پاک دامنی کا انعام دائمی نعمتوں کی صورت میں ملے گا۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

اُن کے لئے اس میں ہے جو وہ چاہیں، اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔

متقی حضرات کو جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے، کہ خدائی مہمان سے بڑی شان اور کس بندے کی ہو سکتی ہے۔ مالک کل میزبان ہو تو اس سے بڑی عزت ہو بھی کیا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی حضرات کو جو وہ چاہیں گے، عطا کر دے گا۔ مگر اس کے پاس نعمتوں کے خزانے ہیں، جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ پاک بندوں کو وہ بھی عطا ہو گا جو وہ چاہیں گے، اور وہ بھی عطا ہو گا، جو اللہ عطا کرنا چاہے گا۔

حاصل : خدائی مہمانوں کی پسند کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ میزبان کو اپنے علم کے حوالے سے بھی اپنے پاک مہمانوں کی عزت افزائی کرنی چاہیے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٦﴾

اور ان سے قبل ہم نے کئی قرن ہلاک کر دیئے کہ پکڑ میں ان سے اشدّ تھے، تو شہروں میں اُنھوں نے نقب لگائی۔ اور عذاب کے وقت یہ کہا، ہے کوئی جائے فرار۔

عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ماضی کے واقعات سے سبق سیکھا جائے۔ جس راستے پر ہم سے زیادہ قوت والے لوگ تباہ و برباد ہو چکے ہوں، اس راستے کو چھوڑ دیا جائے۔ وہ لوگ جو بڑی قوت والے تھے، وہ جو بڑی سخت گرفت والے تھے، وہ جنھوں نے شہروں کو اپنے زیر اثر لانے کے لئے نقب لگائی، اور اپنا رنگ جمانے کی کوشش کی، جب انہیں دی گئی مہلت ختم ہو گئی اور وہ اللہ کے عذاب کی گرفت میں آ گئے، تو وہ کوئی جائے فرار نہ پا سکے۔ وہ ندا کرتے رہے اور وہ وقت چھوٹنے کا نہیں تھا۔ (38:3) قادرِ مطلق کے سامنے اسباب کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔

حاصل : ماضی کے واقعات سے سبق سیکھنا چاہیے۔ بڑی قوت والے، بڑی جبروت والے، جس راستے پر تباہی سے ہمکنار ہو چکے ہوں اس راستے کو چھوڑ دینا چاہیے۔ وقتِ عذاب جائے فرار نہ کسی کو ملی ہے، نہ کسی کو ملے گی۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾

بے شک اس میں بڑی نصیحت ہے، اس کے لئے جو قلب رکھتا ہو یا کان لگائے اور حاضر رہے۔

قرآن شریف میں یقیناً بڑی نصیحت ہے۔ یہ نصیحت بھیجنے والا، سب سے بڑے علم والا ہے۔ جس نصیحت کی قرآن پاک سے تصدیق نہ ہوتی ہو، اس کو ماننے سے کبھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس مبارک نصیحت سے استفادہ وہی کر سکتا ہے، جو

نصیحت سنانے والے سے دلی تعلق رکھتا ہو، اور ناصح کے فرمان کے مقابل اپنے گمان کو وقعت نہ دے۔ باحقیقت زندہ ہوتا ہے، بے حقیقت مُردہ ہوتا ہے۔ اگر نصیحت سنانے والے سے دلی تعلق نہ ہو، تو محض توجہ سے سننے اور حاضر رہنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ توجہ سے سننا یہ ہے کہ خاموشی کے ساتھ سنا جائے، منشاء کلام کو دیکھا جائے، جو اسناد بیان ہوں ان کو دیکھا جائے، حاضر رہنا یہ ہے کہ اپنے حق پر نظر رہے اور مفروضات اور ممکنات کے بیان میں نفس کو الجھنے کا موقع نہ دیا جائے۔

حاصل : ناصح سے دلی تعلق ہو تو نصیحت بہت فائدہ دیتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر توجہ سے سننا اور حاضر رہنا ضروری ہوتا ہے، کہ اس کے بغیر بندہ لینے کے مقام پر ہوتا ہی نہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، چھ دن میں خلق فرمایا، اور ہمیں تھکان نے مس نہیں کیا۔

جلوت میں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے، یہ پہلے خلوت کے درجے میں تھا۔ احدیت کے مقام پر تعین ممکن نہیں۔ سورج کے ظہور سے پہلے بھی خلوت میں دن کا مقام تھا۔ چھ دنوں میں خلق فرمانے کا ذکر کر کے اللہ نے ایک علم عطا فرمایا ہے، کہ ہمارا تعلق حیاتِ دنیا میں ہفتے کے دنوں سے ہوتا ہے، ورنہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ چھ دن ہمیشہ ساکن ہوتے ہیں، ساتواں متحرک ہوتا ہے، اور جب متحرک دن کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو وہ ساکن ہو جاتا ہے، اور اس سے اگلا دن متحرک ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح تا قیامت جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی بنایا ہے، بڑی محبت سے بنایا ہے، اور محبت سے تھکان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اللہ کی قدرت کا احاطہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا۔ جس نے پہلے خلق فرمایا ہے، وہ دوبارہ بھی بنا سکتا ہے، اور جنت میں پاک لوگوں کا یہ قول ہوگا: ہمیں اس میں تکلیف مَس نہیں کرتی اور ہمیں اس میں تھکان مُس نہیں کرتی۔(35:35)

حاصل : اللہ کی ہر بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ چھ دن ساکن ہوتے ہیں، حال کا دن ساتواں ہوتا ہے اور متحرک ہوتا ہے۔ اللہ متحرک کو ساکن کر دیتا ہے، اور ساکن کو متحرک کر دیتا ہے۔ اللہ نے جو کچھ بنایا ہے، بڑی محبت سے بنایا ہے، تھکان کا وہاں کوئی مقام ہی نہیں۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾

تو ان کی باتوں پر صبر کیجئے، اور حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کیجئے طلوع شمس سے قبل اور غروب سے قبل۔

قرآن پاک کو توجہ سے نہ سننے والے اور حاضر نہ رہنے والے، اپنے گمان کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ حق کے انکار کی کوئی سند ان کے پاس نہیں ہوتی۔ ان کی باتیں تبلیغ حق کرنے والے کے لئے، بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ ایسی باتوں پر صبر کرتے کا حکم دیا گیا ہے۔ صبر کرنے سے جو فائدہ پہنچتا ہے، اس کی دوسری کوئی صورت ہوتی ہی نہیں۔ حق ماننے والے اہل ذکر سے فائدہ اٹھاتے ہیں، حق کا انکار کرنے والوں کے ساتھ صبر کا رویہ رکھنے والے اہل ذکر، ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ صبر کرنے والے کو اوقات تغیر میں حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرنی چاہئے۔ طلوع شمس سے پہلے نماز فجر کا وقت ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب رات ختم ہو رہی ہوتی ہے، اور دن طلوع ہونے والا ہوتا ہے۔ جس قادرِ مطلق کی قدرت سے یہ ہو رہا ہوتا ہے، اس کی تسبیح کرنا بندے کو بہت تقویت دیتا ہے۔ غروب سے قبل بھی رات کی آمد کے آثار نظر آنے لگتے ہیں، یہ وقت بھی تسبیح کے

لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

حاصل: جاہل لوگوں کی باتوں پر صبر کرنا حق ہے۔ صبر کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرے۔ نماز فجر اور نماز عصر کے ساتھ تسبیح کرنا حکم الٰہی ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

اور کچھ رات گئے بھی اس کی تسبیح کیجئے، اور سجود کے پیچھے بھی۔

کچھ رات گئے نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی اپنے ربّ کی تسبیح کرنی چاہئے۔ سورج کے ڈھلنے کے بعد بھی تسبیح کرنی چاہئے، یہ ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی تسبیح کرنی چاہئے، یہ مغرب کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ کائنات میں اوقات تغیر مشاہدے میں آتے ہیں، ان اوقات میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنا، بندے کے لئے قطعاً ضروری ہے۔ اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، وہ محسوس تو کیا جاسکتا ہے، بیان میں نہیں آسکتا۔

حاصل: نماز عشاء کچھ رات گئے ہوتی ہے، نماز ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد ہے، اور نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔ حق کو ماننے والے کے لئے لازم ہے، کہ وہ صبر کرے اور نمازوں کی حفاظت کرے۔ اللہ نے نمازوں کے جو اوقات رکھے ہیں، ان اوقات پر نمازوں کی ادائیگی ہونی چاہئے کہ حکم الٰہی کو ماننا ضروری ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾

اور کان لگائے رکھو، جس دن ندا کرنے والا، مکانِ قریب سے ندا کرے گا۔

اللہ تعالٰی نے اجل مسمّٰی تک جو مہلت دے رکھی ہے، اس کے خاتمے کا اعلان ہوتے ہی، عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہو جائے گی اور منادی کی آواز قریب سے ہی آئے گی۔ قیامت کے وقوع کو منکرین حق بہت دور کی بات سمجھتے ہیں۔ رخ حق کے انکار کا ہو تو آواز حق بہت دور سے آتی معلوم ہوتی ہے۔ جب حق کے انکار کی توفیق ہی نہ ہوگی تو یہ آواز حق بہت قریب سے آئے گی۔

حاصل: عمل کے لئے دی گئی مہلت کے خاتمے کا اعلان ہوتے ہی یہ جلوت، خلوت ہو جائے گی اور خلوت جلوت ہو جائے گی۔ جب حق کا انکار ممکن نہ ہوگا تو وہ آواز حق قریب جگہ سے آئے گی۔

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

جس دن چیخ سنیں گے حق کے ساتھ، وہ دن خروج کا دن ہوگا۔

بعث بعد الموت میں دیر نہیں لگے گی، ایک چیخ کے ساتھ ہی سب اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ وہی خروج کا دن ہوگا۔ منکرین حق اس دن کو دیکھتے ہی یہ کہیں گے: یہ ہے وہ جس کا الرحمٰن نے وعدہ دیا تھا، اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔ جو لوگ یومِ خروج کو ناممکن کہتے ہوئے، متاعِ حیاتِ دنیا کو خلاف حق استعمال کرتے رہتے ہیں، وہ خسارے میں جا پڑیں گے۔

حاصل: ایک آواز کے ساتھ ہی، اللہ کے حضور، حاضری ہو جائے گی، اور قیامت برپا ہو

جائے گی۔

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ وَاِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۳﴾

ہم ہی حیات دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

زندگی، اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ کسی دوسرے کو یہ دعویٰ ہی زیب نہیں دیتا۔ موت بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ حیات و موت وہ حقائق ہیں، جو انسان کے مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ ان کا انکار ممکن نہیں۔ جس نے زندگی دی ہے، جس نے توفیق دی ہے، جو موت دیتا ہے، اسی کے حضور لوٹ کر جانا ہے۔ حیات و موت کے حوالے سے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنا عجز نظر آنا چاہیے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کو ناممکن کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حاصل : حیات و موت دینے والا ہی قادر مطلق ہے۔ اسی کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اللہ کی قدرت کے حوالے سے اپنی حیثیت کو دیکھنا ضروری ہے۔

یَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشۡرٌ عَلَیۡنَا یَسِیۡرٌ ﴿۴۴﴾

جس دن زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی، تو وہ سرعت کے ساتھ نکلیں گے۔ یہ حشر ہم پر آسان ہے۔

جب صور پھونکا جائے گا، تو مُردوں کے اوپر زمین کی تہہ کو پھٹنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ایک ہی آواز کے ساتھ لوگ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، اور اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے اکٹھا کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

حاصل : لوگوں کو زمین میں پھیلانے والا بھی اللہ ہے، وہی ان کو اکٹھا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۟ فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ یَّخَافُ وَعِیۡدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳/۱۷

ہمیں بڑا علم ہے جو وہ کہتے ہیں، اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ تو قرآن سے نصیحت کیجئے جنہیں میری وعید کا خوف ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے منکرین حق کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تو کچھ مخفی نہیں ہے، وہ سینوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ منکرین حق جو کچھ کہتے ہیں، اللہ ہی اس کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ ان لوگوں نے جو رخ اختیار کیا ہے، اسی کی جزا پائیں گے، اور تبلیغ حق کرنے والے صاحب پر یہ ذمہ داری نہیں رکھی گئی کہ وہ لوگوں پر جبر کر کے انہیں بھلائی کی طرف لائے۔ جو تبدیلی جبر سے آئے گی، اس میں تبدیلی کو قبول کرنے والے کی نیت کو دخل نہ ہوگا، اس لئے اس کی کوئی حقیقت بھی نہ ہوگی۔ قرآن پاک سے نصیحت کرنے کا حکم ہے، کہ اس سے بہتر کوئی نصیحت ہو

ہی نہیں سکتی۔ مگر یہ نصیحت انہی لوگوں کو فائدہ دیتی ہے جو طلب ہدایت رکھتے ہیں اور جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزا کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ جبر کے ساتھ کسی کو فلاح کی طرف لایا نہیں جا سکتا۔ قرآن پاک سے نصیحت کرنا بہت بڑی شان ہے، ایسے ناصح سے محبت رکھنی چاہیے۔ نصیحت اسے فائدہ دیتی ہے جو نص پر نظر رکھتا ہو اور نتائج کا یقین رکھتا ہو۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذریٰت (51) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾

اور نصیحت کیجئے کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ قسم ان ہواؤں کی جو بکھیر کر اُڑاتی ہیں۔

قسم حال کو روشن کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ حیات دنیا کی مثال ایسی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، تو اس سے زمین کی نبات گھنی ہو کر نکلی، پھر سوکھی گھاس ہو گئی، جسے ہوائیں اُڑا دیتی ہیں۔ (18:45) یہ ہوائیں جو ذرّات کو منتشر کر کے اُڑا دیتی ہیں، اللہ کے حکم سے چلتی ہیں۔ اللہ کے حکم سے نہ ہونا، ہونا بنتا ہے اور ہونا، نہ ہونا بنتا ہے۔ اللہ کے حکم سے ذرّات منتشر ہوتے ہیں، اُس کے حکم سے دوبارہ صورت پذیر ہو جائیں گے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے مزاحمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : قسم حال کو روشن کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے، قسم کھانے والے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر حال کا انکار ممکن نہیں تو مستقبل کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ پھر بوجھ اٹھا لیتی ہیں۔

وہ ہوائیں جو تند و تیز ہوتی ہیں، وہ ذرّات کو منتشر کر کے بکھیر دیتی ہیں۔ پھر اللہ کی قدرت سے ان ہواؤں میں آبی بخارات شامل ہوتے ہیں، اور ہوائیں اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پانی کی صورت ضرور بدل جاتی ہے، مگر اس کی موجودگی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کی قدرت سے ہی ان ہواؤں کو ایک خاص درجے کی ٹھنڈک ملتی ہے اور ہوا کے اندر آبی بخارات، بارش کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جس قادر مطلق کے حکم سے یہ تغیرات ہوتے ہیں، وہ بعث بعد الموت پر قادر ہے۔

حاصل : ہواؤں کے اندر بوجھ اٹھانے کی اہلیت اللہ نے پیدا کی ہے۔ اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾ پھر نرمی سے چلتی ہیں۔

آبی بخارات کا بوجھ اٹھا کر چلنے والی ہوائیں، اللہ کے حکم سے چلتی ہیں، اور آہستہ چلتے ہوئے بار امانت کو اس مقام تک لے جاتی ہیں، جہاں بارش برسانے کا حکم ہوتا ہے۔ ہواؤں کی تیزی اور تندی بھی اللہ کے حکم سے ہوتی ہیں، بوجھ اٹھانے کی اہلیت بھی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے، نرمی کے ساتھ چلنے کی اہلیت بھی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔

حاصل: بوجھ کو اٹھا کر نرمی سے چلنا، بوجھ کے متحمل ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ اللہ کے علم کو مان لیا جائے، اس کی قدرت کو مان لیا جائے تو پھر اس کے فرمان کو ماننے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ پھر امر سے تقسیم کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو بھیجتا ہے، کہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر اس سے مُردہ زمین کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔(35:9) بارش کی تقسیم امرالٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔ جہاں جس قدر حکم ہو اسی قدر ہوتی ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ باعث قرب الٰہی ہوتا ہے، مگر انہی کے لئے جو طلب ہدایت رکھتے ہوں۔

حاصل: بارش کی تقسیم، امر الٰہی سے ہوتی ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ، طلب ہدایت رکھنے والوں کے لئے باعث قرب الٰہی ہوتا ہے۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ جو وعدہ تمہیں دیا گیا ہے وہ سچ ہے۔

ہواؤں کا ذکر کر کے، ان کے تصرفات کو بیان کر کے، یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ یوم الدین کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ مُردہ زمین کو بارش سے زندہ ہوتے ہوئے دیکھنے والے، یقین رکھیں کہ انہیں بھی جزا کے لئے اٹھایا جائے گا، اور انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ جو اس وعدے کو سچ مان لے، اس کے قول کو حق کے مطابق ہو جانا چاہئے، اسے لغو گوئی سے اعراض کرنا چاہیے، اس کے اعمال کو بھی حق کے مطابق ہو جانا چاہئے کہ آخرت کے یقین کی اعمال میں جلوہ گری بندے کو سچا ثابت کرتی ہے۔

حاصل: قسم جس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کھائی گئی ہو، اس کو بیان کرنا ضروری ہے۔ آخرت کا یقین، بندے کے قول و فعل میں جلوہ گر ہو تو بندہ سچا ہوتا ہے۔

وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٦﴾ بے شک دین ضرور واقع ہوگا۔

دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا اتباع کرنے والوں کے نقوش قدم صراط مستقیم کو روشن کرتے ہیں۔ جزا کا یقین رکھنے والے قیامت کے دن سرفراز ہوں گے اور خلاف حق کرنے والے خسارے میں پڑیں گے۔ یوم الدین ضرور واقع ہوگا، کہ اللہ تعالیٰ نے جزا دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔

حاصل: جزا کے دن کا یقین ہو جائے، تو من مانی کرنے کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿٧﴾ اور آرائش و زیبائش والے آسمان کی قسم۔

آسمان دنیا کو اللہ نے زینت دی ہے۔ اس زینت کی صورت اوقات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ شمس و قمر اپنے

اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ستاروں نے کبھی ان کاموں کو سرانجام دینے میں کوتاہی نہیں کی جو اللہ نے انہیں سونپے ہیں۔ جب کوئی شے بے مقصد نہیں ہے، تو حضرت انسان کی زندگی کے بے مقصد ہونے کا جواز کہاں سے لایا جائے گا۔

حاصل : ہر تخلیق کا ایک منشاء ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے منشاء تخلیق کو پانا چاہئے۔

اِنَّكُمْ لَفِىْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ بے شک تم اختلاف میں الجھے ہوئے ہو۔

قول میں اختلاف ہو، تو یہ یکسوئی کے نہ ہونے کا ثبوت ہے، تضاد فکر کا ثبوت ہے، عملاً اپنی صداقت کا ثبوت دینے سے گریز کرنے کی صورت ہے، ہدایت سے دوری کی راہ ہے۔ کافر کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، ہم کو دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا۔ کبھی کہتے ہیں، ہمیں اس میں شک اور تردد ہے۔ کبھی کہتے ہیں ہمارے شرکاء ہماری شفاعت کریں گے۔ کبھی کہتے ہیں ہم یہاں بھی آسودہ ہیں، آگے بھی آسودہ ہوں گے۔ قول میں اس قدر اختلاف ہی ان لوگوں کے راہ حق پر نہ ہونے کا ثبوت ہے۔

حاصل : جو قول کے اختلاف میں الجھا ہوا ہو وہ طلب ہدایت نہیں رکھتا۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾ اس سے منحرف وہی ہوتے ہیں، جو حق کو ماننے سے منہ پھیرتے ہیں۔

قیامت کو ماننے سے انحراف کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو عقل کی راہ کو چھوڑ دیتے ہیں، حق کو ماننے سے منہ پھیر لیتے ہیں، بے سند باتوں میں الجھتے چلے جاتے ہیں۔

حاصل : جو قیامت کو نہ مانتا ہو، اس کے نزدیک سنجیدگی فکر کا کوئی مقام ہوتا ہی نہیں۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ مارے جائیں اٹکلیں دوڑانے والے۔

جو لوگ اپنے گمان کا اتباع کرتے ہیں، یہی اٹکلیں دوڑانے والے لوگ ہیں۔(6:117) اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کا بھی سب سے بڑا علم رکھتا ہے، اور ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔(6:118) ظن کسی کو حق سے مستغنی تو نہیں کر سکتا۔ جو علم حقیقی کے مقابل اپنے گمان کو اہمیت دے اس نے اپنا ایسا نقصان کیا جس کی تلافی ممکن نہیں۔ وہ یقیناً مارا گیا۔

حاصل : علم حقیقی کے ساتھ ہمیشہ سند موجود ہوتی ہے، اٹکل ہمیشہ بے سند ہوتی ہے۔ جو علم حقیقی کے مقابل اٹکلیں دوڑاتا ہے، وہ یقیناً اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتا ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ جو غفلت میں مدہوش ہیں۔

اٹکلیں دوڑانے والے، غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ اپنے منشاء حیات کو بھی نہیں دیکھتے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کے محدود ہونے کو بھی نہیں دیکھتے۔ اٹکل کے تیر تکے چلاتے والوں کا انجام پہلے کیا ہوتا رہا ہے اس کو بھی یاد نہیں رکھتے۔ حق کو سن کر اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتے ہیں۔(23:66) جزا کا انکار کر دینے سے اس کا مقام ختم تو ہوتا نہیں۔ غفلت میں ڈوبے رہنے والے اس وقت کو ضائع کر لیتے ہیں، جو اُن کو اُن کی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے دیا گیا ہوتا ہے۔

حاصل : غفلت میں مدہوش رہنے والے راہ ہلاکت پر ہوتے ہیں۔ جزا کا یقین رکھنے والوں کے لئے ان کا طریق زندگی قابل نفرت ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٢﴾ سوال کرتے ہیں، یوم الدین کب آئے گا۔

جب سوال طلب ہدایت کے حوالے سے ہو، تو اس کا منشاء اپنے رخ کو درست کرنا ہوتا ہے۔ جب سوال استہزاء کے لئے ہو، تو اس کا منشاء اپنے رخ کو درست ثابت کرنا ہوتا ہے۔ منکرین قیامت کو اگر یوم الدین کے دن کا تعین کر کے بھی بتا دیا جائے تو اس سے ان کی غفلت ہی بڑھے گی، ان کا انکار ہی بڑھے گا۔

حاصل : سوال، علم والوں کے سامنے ہونا چاہئے اور طلب ہدایت کے لئے ہونا چاہئے۔

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿١٣﴾ جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دن کا تعین کرنے کی بجائے، اس کی صفت بیان فرمائی گئی ہے، کہ اس جواب سے سوال کرنے والوں کا بھلا ہو سکتا ہے، اس جواب میں ان کے لئے دعوت اصلاح ہے۔

حاصل : حق کا استہزاء کرنے کے لئے جو لوگ سوال کرتے ہیں، جواب میں اُن کو اُن کے انجام سے آگاہ کرنا چاہئے۔

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٤﴾ اپنے فتنے کو چکھو، یہ وہی ہے جس کے لئے تم عجلت کرتے تھے۔

قیامت کے دن، انسان اپنے اعمال کی جزا پائے گا۔ جزا کا انکار کرنے والے، اپنے ساتھ اپنے جلانے کا سامان لے کر جاتے ہیں۔ اس دن منکرین قیامت سے کہا جائے گا: اپنے فتنے کو چکھو، یہ وہی ہے جس کے لئے تم بہت جلدی مچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق یہ دیکھنے کے لئے ہوتی ہے کہ کون اس کو مالک یوم الدین کی رضا کے مطابق استعمال کرتا ہے، اور کون من مانی کرتے ہوئے خلافِ حق کرتا ہے۔ خلافِ حق کرنے کی جزا جہنم کی آگ ہے۔ قیامت کے دن کافر کو اس کے کئے کا حاصل دے کر اس سے یہ کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم کہتے تھے، وہ قیامت ہو گی کب۔

حاصل : جو خلافِ حق کرتا ہے وہ اپنے کئے کے حاصل سے بچ نہیں سکتا۔ منکر حق کو اس کے اعمال کی جزا بصورت آگ گھیرے گی۔ اس وقت اسے کہا جائے گا یہ وہی قیامت ہے جس کے بارے میں تم کہتے تھے وہ آئے گی کب۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ بے شک متّقین باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

متقی وہ لوگ ہیں، جو جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ یوم الدین کے مالک کی رضا کا علم ہو جائے تو اپنی پسند کو اس پر قربان کر دیتے ہیں۔ اللہ کی عطا کردہ توفیق پر اتراتے نہیں، اس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ خلوت میں بھی پاک رہتے ہیں، جلوت میں بھی پاک رہتے ہیں۔ جزا کا یقین ان کے قول وفعل میں نظر آتا ہے۔ قیامت

کے دن یہ لوگ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ راحت ان لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہو گی۔ وہ باغات جن کی شادابی چشموں سے ہو بہترین ہوتے ہیں، کہ اُن میں مشقت کوئی نہیں ہوتی۔

حاصل: متقی حضرات کے قول و فعل میں جزا کا یقین نظر آتا ہے۔ ان کا انجام اللہ کے انعامات کی صورت سے ہو گا، راحت ان کا احاطہ کئے ہوئے ہو گی۔

اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ؕ﴿۱۶﴾ اپنے ربّ کی عطائیں لیتے ہوں گے، بیشک وہ اس سے قبل محسنین تھے۔

باغات اور چشموں میں اپنے رب کی عنایات سے فیض یاب ہونے والے متقی حضرات، خدا کی مہمان ہوں گے۔ یوم الدین کا مالک جو کچھ عطا کرے گا، اس سے بہتر کچھ ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے جو راحت وہاں حاصل ہو گی وہ بھی انتہائی ہو گی۔ متقی حضرات، حیاتِ دنیا میں احسان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو توفیق دی ہے، اس توفیق کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ اس سے دوسروں کو حق کی ادائیگی میں آسانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ محسن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کو دیکھتا ہے اور اپنے عمل کو لوگوں کے عمل کے ساتھ مشروط نہیں کرتا۔

حاصل: متقی حضرات کو خدا کی مہمان ہونے کا شرف ہو گا۔ احسان کرنے والے، اللہ کے محبوب بندے ہوتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہ دیکھتے ہیں اللہ کی رضا کے حوالے سے انہیں کیا کرنا چاہئے۔

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وہ راتوں میں قلیل ہی سوتے تھے۔

اللہ سے ڈرنے والے، احسان کرنے والے حضرات کا طریق زندگی روشن کیا جا رہا ہے۔ اوقات مقررہ پر نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ، رات میں ان کا سونا بھی کم ہی ہوتا ہے۔ وہ نماز عشاء کے بعد تہجد کی نیت رکھتے ہیں۔ وہ مزکی ہوتے ہیں، اس لئے ظاہری وضو بھی قائم رکھتے ہیں۔ جو سوتے وقت اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھے اور اٹھتے وقت بھی اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھے، اس کا سونا، قلیل سونا ہے۔ ایسا سونا بھی بندے کی عبادت ہو جاتا ہے، کہ یہ سونا بھی حکم الٰہی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ قلیل سونے والے، بستر سے الگ ہوتے وقت تساہل نہیں کرتے۔

حاصل: متقی اور محسن حضرات نماز عشاء کے بعد تہجد کی نیت کر کے سوتے ہیں اور باوضو ہو کر سوتے ہیں، ان کا سونا قلیل ہی ہوتا ہے۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ اور اسحار میں استغفار کرتے تھے۔

راتوں کو قلیل سونے والے بندے سحر کے وقت اپنی عبادت کو اس طرح پورا کرتے ہیں کہ تلاوت الوجود کے ساتھ اپنے رب سے بخشش طلب کرتے ہیں، نام و نمود سے توبہ کرتے ہیں۔ وہ دانستہ استکبار کو تو شیطانی صفت جانتے ہیں، نادانستہ طور پر کوئی کلمہ زبان سے نکل جائے تو اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔ ریاکاری پاک لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتی، مگر وہ اس میں بھی اللہ سے بخشش مانگتے ہیں کہ نادانستہ طور پر کوئی کام دکھاوے کے لئے ہو گیا ہو۔ وہ خواہش کی پیروی نہیں کرتے، مگر اللہ سے بخشش مانگتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ یا اللہ خواہش کی پیروی سے بچنے میں کوتاہی ہوئی ہو تو ہمیں معاف کر دینا۔ اللہ سے بخشش مانگتے

وقت، اپنے ذاتی مخالفوں کو معاف کرنے میں اور ان کے لئے دعاءِ خیر کرنے میں انہیں دیر نہیں لگتی۔
حاصل : وقت سحر اپنے رب کے حضور استغفار کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے۔ وہ بندگی قطعاً بے حقیقت ہے، جس کے بعد بندہ اپنے آپ کو کسی مقام کا اور شان کا مستحق جاننے لگے۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ اور اُن کے اموال میں سائل و محروم کا حق تھا۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کی صفات بیان ہو رہی ہیں : وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور یہ جانتے ہیں کہ مال اللہ کی راہ میں وہی لگایا جا سکتا ہے، جس میں سے زکوٰۃ دی گئی ہو۔ جو مال حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے حاصل کیا جائے وہ ناپاک ہے، اسے اللہ کا دیا ہوا کہنا قطعاً غلط ہے، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پاک لوگوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ سائل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا آتا ہے، اس لئے جس چیز کا وہ سوال کرتا ہے وہ اس بندے کے پاس ہوتی ہے، جس کے پاس سائل سوال لے کر آتا ہے۔ سائل اپنی ضرورت کو بیان کرتا ہے، اس کی ضرورت کو پورا کرتے وقت اس کی توقیر کو بڑھانا بہت ضروری ہوتا ہے کہ معاملہ اللہ کے لئے ہو رہا ہوتا ہے۔ محروم وہ نادار ہے جو سوال نہ کرے مگر اسے سہارا درکار ہو۔ پاک لوگوں کو سائل اور محروم کا حق اپنے اموال میں معلوم ہوتا ہے، اور وہ اس حق کو ادا کرنے کے بعد حق لینے والے کا بھی شکر ادا کرتے ہیں، اور معطی مطلق کا بھی شکر ادا کرتے ہیں۔
حاصل : محسنین سائل اور محروم کے حق کو ادا کر کے، حق لینے والے کا بھی شکر ادا کرتے ہیں، معطی مطلق کا بھی شکر ادا کرتے ہیں۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

آخرت پر یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں نشانیاں ہیں۔ جو ان کے ساتھ ہو جائے گا، اس کا مشاہدہ درست ہو جائے گا۔ یقین والے بارانِ رحمت سے مُردہ زمین کے زندہ ہونے کو دیکھتے ہیں تو انہیں بعث بعد الموت کا پتہ لگتا ہے۔ عالمین کی ربوبیت، زمین میں اس طرح نظر آتی ہے، کہ اللہ کی شان ہر مقام پر نظر آتی ہے۔ ہر شے کا با مقصد ہونا، اس کی ضروریات کا پورا کرنا، دوسری اشیاء سے اس کا ربط رکھنا، کائنات کے نظام کو مربوط رکھنا، اللہ کی شان ہے۔ اللہ کا فرمان لوگوں کی بھلائی کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اس کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے والے خسارے میں پڑتے رہے ہیں۔ آثار اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ زمین میں خلافِ حق کرنے والوں کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوا ہے۔
حاصل : آخرت کا یقین رکھنے والے جو کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں، وہ دوسروں کو نظر نہیں آتا۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ اور تمہارے انفس میں بھی۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

زمین کی نشانیوں کے ذکر کے بعد، انفس کی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فرمایا گیا ہے : اے لوگو! تمہاری بغاوت و زیادتی تمہاری جانوں کا وبال ہے، اور یہ حقیقت لوگوں کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ نفس کی تخلیق، اس کا مزاج، اس کی

ضروریات، اس کی خوشی اور ناخوشی، اس کا نفع اور ضرر، اس کا راحت پانا اور مصائب میں پھنس جانا، دکھ کے وقت لمبی چوڑی دعائیں کرنا اور دکھ سے وقتی نجات کے بعد اس کو بھول جانا، انفس میں اتنی نشانیاں ہیں کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ دیکھنے والے کو ضرور نظر آتی ہیں، جو دیکھنے سے ہی انکار کر دے اسے دکھانا کب ممکن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احاطہ باہر بھی نظر آتا ہے، اندر بھی نظر آتا ہے، مگر دیکھنے والوں کو نظر آتا ہے۔

حاصل: انفس میں بے شمار نشانیاں ہیں۔ نتائج پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنے اندر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری پسند اور ناپسند کی حیثیت کیا ہے اور نتائج پر قدرت کا دعویٰ صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ وہ ہر شے کی ہر ضرورت کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ عالمین کی ربوبیت اسی کی شان ہے۔ آسمان سے رزق کے ملنے کی صورتیں اسی نے رکھی ہیں۔ جس کا جو کچھ ہوتا ہے، وہی اس کو ملتا ہے، کوئی پاک ہاتھ سے لیتا ہے، کوئی ناپاک ہاتھ سے لیتا ہے۔ جو رزق کو عطاء الٰہی جانتا ہے اور اپنے حق کو اللہ کی رضا کے مطابق ادا کرنے میں لگا رہتا ہے وہ سکھی رہتا ہے، جو رزق کو اپنی تجاویز کی بدولت جانتا ہے اور من مانی کرتے ہوئے حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے، وہ دکھی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سند نازل فرمائی ہے: اگر تم بھلا کرو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے، اور اگر تم برا کرو گے تو اپنا ہی برا کرو گے۔ (17:7) آسمان سے رزق دینے والا، آسمان سے عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ ہمیشہ اتمام حجت کے بعد ہوتا ہے۔ منکرین حق کے لئے عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ جانا نہ کبھی ممکن ہوا، نہ یہ ہو سکتا ہے۔

حاصل: رزق دینا اللہ کی شان ہے، ہمارا کام حق کی احسن ادائیگی ہے۔ ہمیں پالنے والا، ہمیں جزا دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع ۲۳ ۱۸

تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم یہ ضرور حق ہے اس کی مثل جو تم بولتے ہو۔

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت کو روشن کرتی ہے، اللہ کے علم کو روشن کرتی ہے۔ ان کی ترتیب اور افادیت میں اللہ کا علم ہی جلوہ گر ہے۔ یہ اللہ کے حکم سے ہی قائم ہیں، اور جب تک اللہ چاہے گا، یہ اپنے اپنے کام سر انجام دیتے رہیں گے۔ زمین پر رہنا اور زمین کے رب کی حکم عدولی کرنا، آسمان سے رزق پانا اور آسمان کے رب کی حکم عدولی کرنا، جہالت ہے۔ قسم حق کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ جزا کا واقع ہونا، یقینی ہے، اور اس کے وقوع میں صرف امر الٰہی کی دیر ہے۔ جب اللہ کا امر ہو جائے گا، تو پلک جھپکنے میں قیامت آ جائے گی۔ ہمارا نطق، ضرورت کے حوالے سے ہوتا ہے، اپنے علم سے ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ ہمیں بولنے کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے تو ہم بولتے ہیں، اپنے علم کے یقینی ہونے کا پتہ ہوتا ہے تو ہم بولتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے بولنے کی استعداد دی ہے تو ہم بولتے ہیں۔ بولنے میں ہماری ذاتی اہلیت کس قدر ہے اس کو نظر میں رکھا جائے تو اللہ کی قدرت کا پتہ چلتا ہے اور جزا کا انکار کرنا ممکن نہیں رہتا۔

حاصل: آسمان اور زمین کے رب کی شان بے انتہا ہے، اس کے حکم سے قیامت کے واقع

ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہمارا بولنا، ہماری ضرورت، ہمارے علم اور ہماری استعداد کے مطابق ہوتا ہے، اللہ کی شان تو سب سے بڑی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ (2) میں ارشاد فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

یہ اس لئے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔ اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے، پرلے درجے کے جھگڑالو ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾

تو کیا تمہارے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے مکرم مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔

سورۃ الحجر میں حکم ہے : اور ان کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر سنایئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی بات میں لوگوں کے لئے نصیحت ہے اس لئے یہ خطاب عام ہے اور ہر فرد سے ہے جو حق میں غور و فکر کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہ مہمان مکرم تھے، کہ اُن کا لباس، اُن کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے کا طریقہ، اور اُن کی حرکات و سکنات سے اُن کی پاکیزگی ظاہر ہوتی تھی۔

حاصل : مہمان کی صورت و لباس، تشریف آوری کا طریقہ، اور حرکات و سکنات سب اسکی پاکیزگی کا پتہ دیں تو وہ مہمان مکرم ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت آسمانوں میں نظر آتی ہے، زمین میں نظر آتی ہے، اپنے اندر نظر آتی ہے اور ماضی کے واقعات میں بھی نظر آتی ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو انہوں نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے بھی جواباً سلام کہا۔ یہ اوپرے لوگ ہیں۔

مکرم مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ کر آپ کو السلام علیکم کہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو ان مکرم مہمانوں کی صورت، لباس، تشریف آوری کا طریقہ بہت بھایا۔ آپ کے ساتھیوں نے ان مہمانوں کے بارے میں ان کے قریب آنے سے کچھ پہلے آپ سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں، تو آپ نے یہ بتایا کہ یہ لوگ اجنبی نظر آتے ہیں۔

حاصل : مہمان کا حق ہے وہ میزبان کو السلام علیکم کہے، میزبان کا حق ہے کہ وہ جواب میں وعلیکم السلام کہے۔ مہمان کی تشریف آوری کا راستہ صاف اور متعین ہونا چاہئے اور مہمان کو دور سے آتے ہوئے نظر آنا چاہئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ۙ

پھر چپکے سے اپنے اہل کی طرف گئے، تو

موٹا تازہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمان خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ مہمانوں کی تشریف آوری کے بعد آپ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور انہیں مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام کرنے کے لئے مختلف کام سپرد کئے۔ ایک ہی وقت میں بہت سے لوگ، حکم دینے والے کی اطاعت کرتے ہوئے مختلف کاموں میں لگ جائیں، تو اہتمام جلد ہو جاتا ہے۔ مہمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جاننا حق ہے۔ جو حال پر میسر ہو وہی پیش کرنا چاہئے، تکلف تو پاک لوگوں کی شان کے لائق ہی نہیں۔ حسن اہتمام اللہ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے۔ مہمان سے کھانے کی طلب کے بارے میں پوچھنا، نفس کا کارن ہے اور یہ پاک لوگوں کی طریقت نہیں ہے۔

حاصل : مہمان خانہ، گھر سے کچھ فاصلے پر ہونا چاہئے۔ بہتر جاننے والے صاحب کے حکم کی تعمیل میں ایک ہی وقت پر کئی لوگ لگ جائیں تو کام جلد بھی ہو جاتا ہے، خوب بھی ہو جاتا ہے۔

فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾

پھر ان کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا آپ کھا نہیں رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے کھانا رکھنے سے پہلے، ان سے کھانے کی طلب کے بارے میں پوچھا نہیں تھا۔ اللہ کے عطا کردہ علم کے مطابق مہمانوں کی تکریم کرنی چاہئے تھی، وہ آپ نے کی۔ آپ نے مہمانوں کی تکریم کے لئے یہ بھی کہا کہ آپ حضرات کھا نہیں رہے۔ جو اہتمام اللہ کی رضا کے لئے ہو، اس کی طرف مہمان کی رغبت میں کمی نظر آئے تو احتراماً یہ کہنا بھی حق ہے، آپ کھا نہیں رہے۔

حاصل : کھانا پیش کرنے سے پہلے، مہمانوں سے کھانے کی طلب کے بارے میں پوچھنا درست نہیں ہوتا۔ حسن اہتمام میں تکلف کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ کھانے کی طرف مہمان کی رغبت نظر نہ آئے تو احتراماً کہنا چاہئے : آپ کھا نہیں رہے۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾

پھر ان کی آمد باعث خوف ہوئی۔ فرشتوں نے کہا، آپ خائف نہ ہوں، اور آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے دوست تھے۔ (4:125) آپ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب حجت پوری ہو جاتی ہے تو کسی قوم پر اللہ کو عذاب بھیجنے میں دیر نہیں لگتی، اور ملائکہ کا اس طرح آنا سلامتی کی نشانی نہیں ہے۔ فرشتوں نے جب آپ کے خوف کو محسوس کیا تو یہ کہا : آپ خائف نہ ہوں، ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (11:70) حضرت ابراہیم علیہ السلام جن لوگوں کی طرف شاہد بنا کر بھیجے گئے تھے، اور جن کو آپ ان کے انجام سے ڈراتے تھے، ان پر بھی عذاب الٰہی آسکتا تھا، یہ خوف بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ لوگوں کی بھلائی عزیز ہو تو ایسے خوف کا طبعی طور پر ایک مقام ہوتا ہے۔ فرشتوں نے کہا : ہم کو قوم لوط پر عذاب ڈالنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آپ کے پاس ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے حوالے سے خوف دور ہوا، آپ کو

بیٹے کی بشارت بھی ملی، مگر قوم لوط کے بارے میں گزارشات کرنے سے آپ کو منع کر دیا گیا۔

حاصل : خوف خدا رکھنے والے، لوگوں کی بڑی پرواہ رکھتے ہیں۔ علم الٰہی رکھنے والے بیٹے کی بشارت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے انعام تھا۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾

پھر آپ کی زوجہ محترمہ حیرت سے بڑھیں، اور اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا، اور کہنے لگیں میں بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں۔

علم والے بیٹے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ خاتون کو اس خبر سے حیرت بھی ہوئی، خوشی بھی ہوئی۔ خاتون خبر دینے والوں کے مرتبے کے بارے میں بھی آگاہ تھی، اللہ تعالیٰ کی شان کا ذکر خیر تو خلیل اللہ کے رحمت خانہ پر ہوتا ہی رہتا تھا، حیرت کا یہ اظہار، اپنے حال کے حوالے سے تھا اور اللہ تعالیٰ کی شان کو بیان کرنے کے لئے تھا۔ عورتیں اپنے تعجب کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر بات کرتی ہیں۔

حاصل : بشارت سے جو اثرات کسی پر مرتب ہوتے ہیں، ان کا اظہار اس سے ضرور ہوتا ہے۔ عورتیں اپنے تعجب کو ظاہر کرتے وقت ماتھے پر ہاتھ مار کر بات کرتی ہیں۔

قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

انہوں نے کہا، آپ کے ربّ نے ایسے ہی فرمایا ہے، وہ بڑا ہی حکیم و علیم ہے۔

فرشتوں نے مائی صاحبہ کو جواب دیا ہے: یہ آپ کے رب کا امر ہے، اور اللہ کا امر ہو کر رہتا ہے۔ سب سے بڑا حکیم و علیم اللہ ہی ہے۔ اسباب ہمیشہ اللہ کے امر کے تابع ہوتے ہیں۔ بچے کی پیدائش سے متعلق ظاہری اعتبار سے اور باطنی اعتبار سے جو کچھ بھی درکار ہے اللہ کے امر سے اس کے موجود ہونے میں دیر ہی کیا لگے گی۔

حاصل : فرمان الٰہی کی شان اتنی بلند ہے کہ اسباب فوراً اس کے مطابق رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ اللہ سب سے بڑا حکیم و علیم ہے، وہ نہ ہونے کو ہونا بنانے پر قدرت رکھتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾

آپ نے کہا، اے فرشتو تم کس کام کے لئے بھیجے گئے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم تھا، کہ محض بیٹے کی بشارت دینے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرشتے نہیں بھیجے گئے۔ قوم لوط کے حالات بھی آپ جانتے تھے، مگر آپ نے کسی گمان کو بیان نہیں کیا، فرشتوں سے یہ پوچھا کہ آپ کس بڑے کام کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

حاصل : بھیجے گئے بڑی شان والے ہوں تو وہ کسی بڑے کام کے لئے ہی بھیجے گئے ہوتے ہیں۔

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾

انہوں نے کہا، ہمیں قوم مجرمین کی طرف بھیجا گیا ہے۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ ہمیں قومِ مجرمین کی طرف بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، قوم مجرمین کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کی حکم عدولی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں، جہاں ان کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ان کو عذاب الٰہی پکڑے گا۔ فرشتوں کا کام وہی ہوتا ہے جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔

حاصل : جواب کو سوال کے مطابق ہونا چاہئے، عنوان کا ذکر پہلے ہونا چاہئے۔

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿٣٣﴾ کہ ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔

قوم مجرمین کے حوالے سے فرشتوں نے اپنا کام بھی بیان کیا۔ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگاتار پتھر برسائے گئے۔ (11:82) عذاب الٰہی، اللہ کے علم سے آتا ہے، اس لئے ہمیشہ حسب حال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو کسی پر ظلم ہوتا ہی نہیں، لوگ خود خلافِ حق کرتے ہوئے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

حاصل : عذابِ الٰہی، اللہ کے حکم سے آتا ہے اور یہ ہمیشہ خلاف حق کرنے کا انجام ہوتا ہے۔

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ جو آپ کے ربّ کے پاس مسرفین کے لئے نشان کئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر حال کا علم رکھتا ہے۔ اعمال کی جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ اللہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔ جس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا دی جاتی ہے وہ علم اللہ کو ہی ہوتا ہے۔ اللہ جب کسی کے ظلم کے حاصل کو اس پر ڈال دیتا ہے تو پھر وہ ظالم کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتا۔ ظالم کے ظلم کا حاصل اللہ تعالیٰ کے ہاں نشان زدہ ہوتا ہے، اور ہر ظالم کو اسی کے اعمال کا حاصل ملتا ہے۔ اسراف کرنے والوں کو اپنی خواہشات کی پیروی کے مقابل کچھ عزیز نہیں ہوتا۔

حاصل : ہر مسرف کے اعمال کا حاصل ہی اس پر ڈال دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ آسان ہے۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ پھر مومنین کو ہم نے وہاں سے نکال لیا۔

جس مقام پر عذاب الٰہی کو آنا تھا، وہاں سے مومنین کو نکال لیا گیا، اور جب تک مومنین کو محفوظ مقام پر پہنچا نہیں دیا گیا، تب تک عذاب الٰہی نہیں آیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی معیت میں رہنے والوں کے مسرفین سے الگ ہو جانے کے بعد عذاب الٰہی کے آنے میں دیر نہیں لگی۔

حاصل : عذاب کے آنے سے پہلے مومنین کو مسرفین سے دور کر دیا جاتا ہے۔ جب تک مومنین محفوظ مقام پر نہ پہنچ جائیں، مسرفین پر عذاب نہیں آتا۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر ماننے والوں کا پایا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا گھر ہی اس بستی میں حق کو ماننے والوں کا گھر تھا، باقی ساری قوم ناپاکی کی دلدادہ تھی۔ حضرت

لوط علیہ السلام کی بیوی بھی حق کو ماننے والوں میں شامل نہ تھی۔ جن لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ اس بستی سے محفوظ مقام پر چلے جانے کا حکم دیا گیا، انہیں یہ بھی بتا دیا گیا کہ پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔ شانِ الٰہی دیکھیے، کہ ایک گھر کی بدولت پوری بستی کو رعایت دی جاتی رہی اور اس گھر کے اہل کو وہاں سے نکال لینے کے بعد اس بستی پر عذاب لایا گیا۔

حاصل : پاک گھر کسی آبادی میں اللہ کے نزدیک قابل قدر ہوتے ہیں، اس لئے پاک گھروں کی قدر کرنی چاہئے۔

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

اور ہم نے اس میں عذاب الیم سے خوف کھانے والوں کے لئے نشانی باقی رکھی۔

زمین میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں، جزا کا یقین رکھنے والے ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ نے قوم لوط پر جو المناک عذاب بھیجا، اس کے آثار اب بھی باقی ہیں کہ اللہ نے اس المناک عذاب کے آثار کو باقی رکھا ہے۔ خلاف حق کرنے کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ قومِ لوط پر المناک عذاب بھیجا گیا۔ اس عذاب کے آثار کو دیکھ کر راہِ حق کو اختیار کرنا عقل مندی ہے۔

حاصل : اسراف کرنے والوں کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔ اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے انجام سے بے پرواہ رہنا عقل مندی نہیں ہے۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) میں بھی، جب ہم نے آپ کو روشن سند کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔

اللہ کے المناک عذاب سے ڈرنا بڑی عقل مندی ہے۔ قوم لوط کی بربادی کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روشن سند کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ روشن سند وہ حقیت ہوتی ہے، جس کا انکار ممکن نہ ہو اور جس سے کسی کے دعوے کی صداقت واضح ہو جائے۔ فرعون کو راہ راست پر آنے میں جس مدد کی ضرورت تھی، جس روشنی کی ضرورت تھی، اللہ ہی اس کا سب سے بڑا علم رکھنے والا تھا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ کچھ دے کر بھیجا، جو فرعون کو راہ راست پر آنے میں درکار تھا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس صاحب کو بھی تبلیغ حق کے لئے بھیجا گیا، اس حال کی ضرورت کو اس نے بڑی خوبی سے پورا کیا۔ حق کا انکار کرنے والے کبھی یہ نہیں کہہ سکے کہ جو کچھ انہیں درکار تھا اور جسے دیکھ کر وہ حق کو مان سکتے تھے، وہ انہیں ملا نہیں۔

فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾

پھر اس نے غرور کے ساتھ منہ پھیر لیا اور کہا، یہ ساحر یا مجنون ہے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کو سنا کہ وہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ اس دعوے کی صداقت کی سند بھی اس نے مانگی۔ آپ نے وہ روشن سند دکھائی، جس سے آپ کی صداقت کا ثبوت مل گیا۔ فرعون نے یہ دیکھا کہ حق کو ماننے میں اس کی فضیلت کی نفی ہو جائے گی، اس نے غرور کے ساتھ حق سے منہ پھیر لیا، اور کہا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے، یہ

ان صاحب کے ساحر ہونے کا ثبوت بھی ہو سکتا ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ ان کے جنون کا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ یہ اپنی شان و شوکت سے غافل رہتے ہوئے، علم کی اس بلندی پر پہنچ گئے ہیں۔

حاصل : راہ راست پر آنے کے لئے جو کچھ درکار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا اہتمام ضرور کر دیا جاتا ہے۔ جو حدود عبدیت کے اندر رہنا پسند نہ کرے وہ غرور کے ساتھ منہ پھیر لیتا ہے، اور حق پہنچانے والے کی عظمت کو دیکھ کر اسے ساحر یا مجنون کہہ کر اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتا ہے۔

فَأَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا، پھر ہم نے انہیں دریا میں ڈال دیا، اور وہ خود کو ملامت کرتا تھا۔

فرعون اور آل فرعون کو یہ احساس ہی نہ رہا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر بھی جانا ہے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا مشاہدہ ہر مقام پر کیا، مگر کبھی ان کو مانا نہیں۔ حق کا انکار کرتے کرتے یہ لوگ، اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اپنے قہر کا نشانہ بنانے کے لئے یہ لوگ بالکل پوری تیاری کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام امر الٰہی کے مطابق، بنی اسرائیل کو دریا سے پار لے جا چکے تھے، اور آپ نے دریا کو اسی حالت پر چھوڑا ہوا تھا۔ فرعون نے اور اس کے لشکروں نے یہ دیکھا کہ پانی دو حصوں میں بٹا ہوا ہے، اور بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستہ بنا ہوا ہے۔ اللہ کی قدرت کے اس مشاہدے کے بعد بھی فرعون نے اپنی حیثیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا، اور وہ اس راستے پر چل پڑا جو اسے دریا میں نظر آیا۔ جب وہ اور اس کے لشکر پانی کے اندر راستے پر آگئے تو پانی نے ان کو ڈھانپ لیا۔ اس وقت فرعون نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمان ہوتا ہوں۔ تب فرمایا گیا: اب کیا ایمان لاتا ہے، عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں تو تُو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرتا رہا۔ اس وقت وہ خود کو ملامت ہی کر سکتا تھا۔

حاصل : جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ کا مقام آجائے تو اس کے سامنے کسی قوت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ منکرین حق خود کو ملامت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

وَفِىْ عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾

اور عاد میں بھی، جب ہم نے اُن پر خیر سے خالی آندھی بھیجی۔

قوم عاد کے ذکر میں بھی، اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ عاد بہت مضبوط اور طاقت ور لوگ تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان پر واضح کر دیا کہ اللہ کے احسانات کو یاد رکھو، اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ (7:69) قوم نے آپ کا انکار کیا، تو اللہ نے ایک ہوا بھیج کر اس قوم کی جڑ کاٹ دی، ان پر ایسی آندھی آئی، جس میں نہ بارش تھی، نہ راحت تھی۔ یہ آندھی یقیناً عذاب تھی، مگر اس قوم کے اعمال کا حاصل تھی۔

حاصل : اللہ کی قدرت سے اگر قوم عاد جیسی طاقت ور قوم کو آندھی سے ہلاک کیا جا چکا ہے، تو جان لینا چاہیے کہ احسان فراموشی کا انجام ہلاکت ہی ہوا کرتا ہے۔

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾

وہ جس شے پر سے گزرتی اسے گلی ہوئی کر چھوڑتی۔

عاد وہ لوگ تھے، جو بڑے جسیم اور صحت مند تھے۔ حق کے انکار کی بدولت جب ان پر عذاب آیا تو وہ ایک آندھی کی صورت میں تھا۔ یہ آندھی ایسی تھی کہ جس شے پر سے گزرتی تھی، اسے گلی سڑی اور بوسیدہ بنا کر چھوڑتی تھی۔ ان لوگوں کی طاقت اور مہارت، اللہ کی بھیجی ہوئی آندھی کے سامنے ان کے کسی کام نہ آئی۔

حاصل: اللہ ہوا کو عذاب بنا کر بھیج دے تو اس کے سامنے بڑے طاقت ور لوگوں کا انجام بھی اسی طرح کا ہو سکتا ہے، جس طرح قوم عاد کا ہوا۔

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾

اور ثمود میں بھی، جب ان سے فرمایا گیا، تھوڑی دیر برت لو۔

ثمود کی سرگزشت میں بھی درس عبرت ہے۔ ان لوگوں کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی نشانی، تمہارے رب کی طرف سے اس اونٹنی کی شکل میں تمہارے پاس پہنچ چکی ہے۔ اسے برائی سے مس نہ کرنا ورنہ المناک عذاب تمہیں پکڑے گا۔ آپ نے بھی قوم کو اللہ کے احسانات یاد رکھنے کی راہ دکھائی اور ان لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے منع کیا، مگر ان لوگوں نے اپنے رب کے امر کا انکار کیا، اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، اور کہنے لگے آپ اللہ کے رسول ہیں تو وہ عذاب لا کر دکھائیے جس سے آپ ڈرایا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین دن اپنے گھروں میں بس لو اور جو کچھ تمہیں ملا ہے اسے برت لو، اس کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ (11:65)

حاصل: اتمامِ حجت، اللہ کی سنت ہے اور اللہ کی سنت کبھی بدلتی نہیں۔ اللہ کے احسانات کو یاد رکھنے والے، زمین میں فساد نہیں کرتے۔

فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٤٤﴾

تو انہوں نے اپنے رب کے امر سے سرتابی کی، اُنہیں کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے حکم کو ماننے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ اب آپ کی صداقت کا ثبوت وہ عذاب ہی ہو سکتا ہے، جس سے آپ ڈرایا کرتے ہیں۔ اسے لے آئیے ہم آپ کو مان لیں گے، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے انہیں تین دن برت لینے کو کہا تھا۔ اس قوم پر جو تعمیرات کے فن میں بڑی مہارت رکھتی تھی، اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتی تھی، عذاب آیا، جو ایک کڑک کی صورت سے تھا۔ یہ عذاب اُن پر اُن کی آنکھوں کے سامنے آیا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ اپنی طاقت کو ناقابلِ تسخیر جاننے والے، عذابِ الٰہی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ ایک ہی کڑک نے اُن کو بجھا کر رکھ دیا اور اگلی صبح وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔

حاصل: حق کے حوالے سے نصیحت کرنے والوں کی حکم عدولی، امرِ ربی سے سرتابی کا درجہ رکھتی ہے۔ عذابِ الٰہی کے سامنے کسی طاقت کا ٹھہرنا ممکن ہی نہیں۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿۴۵﴾

پھر انہیں قیام کی استطاعت نہ ہوئی، نہ وہ کسی سے مدد ہی طلب کر سکے۔

ثمود کو اپنی طاقت کا بڑا زعم تھا، انہیں اپنی تعمیرات پر بڑا فخر تھا، ایک ہی کڑک کے ساتھ وہ لوگ منہ کے بل گرے پھر انہیں اٹھ کھڑے ہونے کی استطاعت نہ ہوئی۔ نہ وہ اس وقت کسی کو مدد کے لئے ہی بلا سکے، نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔

حاصل: قادرِ مطلق کے سامنے کسی قوت کا ٹھہرنا نہ کبھی ممکن ہوا، نہ کبھی ممکن ہو گا۔ جس طاقت پر فخر کیا جاتا ہے، اس کے عطا کرنے والے معطی مطلق کو مان لینے میں ہی بندے کی بھلائی ہوتی ہے۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۴۶﴾ ع ۲۲

اور اُن سے قبل قوم نوح کو۔ یہ بھی فاسق لوگ تھے۔

عاد و ثمود سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم گزر چکی ہے۔ ان کی سرگزشت میں بھی درس عبرت ہے۔ اس قوم کو حضرت نوح علیہ السلام نے حق پہنچانے میں عرصہ دراز تک کوشش کی مگر ان لوگوں نے آپ کے بارے میں یہی کہا کہ یہ صاحب ہم سے اپنی فضیلت منوانا چاہتے ہیں۔ فاسق لوگ، اپنی خواہشات کی پیروی کے مقابل کسی بات کو اہمیت نہیں دیتے۔ جس قوم میں، اس اندھی قوم کی خصلتیں موجود ہوں گی، اس کا انجام بھی ہلاکت ہی ہو گا۔

حاصل: فسق باعثِ ہلاکت ہوتا ہے۔ حق کو شاہد کے حوالے سے مانا جائے تو ہدایت ملتی ہے۔ اصلاح کو اختیار کرنا حال پر ہی ممکن ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر (15) میں فرمایا ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۴۹﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿۵۰﴾

خبر دو میرے بندوں کو کہ میں غفور الرحیم ہوں۔ اور میرا عذاب ہی المناک عذاب بھی ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۴۷﴾

اور آسمان کو ہم نے قدرت سے بنایا اور ہم ہی وسعت دینے والے ہیں۔

آسمانوں کی تخلیق کا دعویٰ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ جو لوگ تخلیق کے ساتھ مقصدیت کو نہیں مانتے، انہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے بے مقصد نہیں بنایا۔ کافر یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہ سب بے مقصد ہے اور یہ گمان اپنی خواہشات کی پیروی میں اُنہیں مدد دیتا ہے۔ آسمان کو بنانے والے خالق کل کی وسعت کا تعین ممکن نہیں، اس کی قدرت کا احاطہ ممکن نہیں۔ آسمان، اللہ کی قدرت کا اتنا بڑا مظہر ہے کہ ہم کسی بھی مقام پر اپنی حیثیت کو جان سکتے ہیں اور اس کا تعین کر سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو پہچانا جائے گا، تو اپنے رب کو پہچاننا ممکن ہو گا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احاطہ ممکن نہیں۔ آسمان کو بنانے والا جو وسعت دے سکتا ہے، وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ اپنی حیثیت کو دیکھنا چاہئے، یہ اپنے رب کو پہچاننے کے لئے

ضروری ہے۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور زمین کو ہم نے فرش کیا، تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں۔

آسمان کو دیکھنے کے بعد نظر کا نیچے آنا ضروری ہے۔ جس زمین پر ہم کھڑے ہیں، اس کا خالق بھی وہی ہے جس نے آسمان کو بنایا ہے۔ ہر تخلیق اپنے خالق کا پتہ دیتی ہے۔ یہ فرش اللہ نے اپنے علم سے بچھایا ہے۔ بندوں کی ضروریات کا جتنا علم رب العالمین کو ہے وہ کسی دوسرے کو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس فرش میں بندوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا جو اہتمام کیا گیا ہے، وہ ایسا ہے کہ اس پر نظر کرتے سے سر ادب سے جھک جاتا ہے۔ اس فرش پر چلنے کے بھی آداب ہیں، اس سے استفادہ کرنے کے بھی آداب ہیں۔ اس کو عطاء الٰہی جاننے والے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس پر خلافِ حق حرکات کرے۔

حاصل: زمین کو اللہ نے ہمارے لئے فرش بنایا ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے، اور اس فرش کے خوب بچھانے والے سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔ بندگی کا حق تبھی ادا ہو سکتا ہے جب یہ تعلق ٹھیک ہو۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور ہم نے ہر شے کے زوجین بنائے تاکہ تم دھیان کرو۔

حضرت انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہئے، کہ اللہ نے ہر شے کے جوڑے بنائے ہیں۔ زوجین کا مشاہدہ حیوانات میں بھی ہوتا ہے، نباتات میں بھی ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار کلام میں بھی ہوتا ہے، جیسے زندگی کے ساتھ موت لازم ہے، آنے کے ساتھ جانا لازم ہے، حرکات کے ساتھ سکنات لازم ہیں۔ اسی طرح دنیا کے ساتھ آخرت بھی لازم ہے، اور آخرت کا یقین ہو جانے کے بعد بندہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جس معصومیت کے ساتھ بندے کو بھیجا گیا تھا اس معصومیت کو دنیا میں ضائع کر دینے والا یقیناً خسارے میں رہے گا۔

حاصل: جب اللہ نے ہر شے کا جوڑا بنایا ہے، جیسے آسمان و زمین، زندگی اور موت، آنا اور جانا، حرکات و سکنات، مذکر و مونث، اسی طرح اس دنیا کے ساتھ آخرت کا جوڑا بنتا ہے، اور آخرت کا یقین ہو تو پھر غفلت کا کوئی مقام نہیں رہ جاتا۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ۚ

تو اللہ کی طرف بھاگو، کہ میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریحاً ڈر سنانے والا ہوں۔

آخرت کا یقین رکھنے والے کو من مانی کرنے سے اجتناب لازم ہے۔ انسان کا آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے، کہ اسے جانا بھی ہے۔ شعوری کوشش کے ساتھ فلاح کے رخ کو اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا ہے، اور اس سلسلے میں معیار مطلق ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ان کے اتباع میں اللہ کی طرف بھاگے گا، اس کی سعی مشکور ہو گی۔ بھاگنے والے کے اوپر بوجھ جتنا کم ہو، اتنا ہی اس کے لئے بھاگنا آسان ہو گا۔ بوجھ اسی صورت میں کم ہو سکتا ہے، جب نذیر مبین کی ذات پاک کی

طریقت کو دیکھا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شے کو اپنی ذات کے لئے مخصوص نہیں کیا، اللہ کی عطا کو، اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کیا ہے اور اللہ کی رضا کا جو علم آپ کو ملا، دائرۂ عبدیت میں وہ علم کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ اس لئے بہترین طریق زندگی وہی ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہو اور آپ کے ساتھیوں کا اتباع بھی آپ کا ہی اتباع ہے۔

حاصل : شعوری کوشش کے ساتھ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقت کو اختیار کرکے، اللہ کی طرف بھاگنا ہے۔ نذیر مبین کا اتباع کرنے والوں کا اتباع بھی نذیر مبین کا اتباع ہے۔

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

اور اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہراؤ، میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریحاً ڈر سنانے والا ہوں۔

اللہ کو معبود ماننا، اور اسے لاشریک ماننا ایک دعویٰ ہے۔ اس دعوے کے ساتھ عملاً شہادت پیش کی جائے تو یہ دعویٰ سچا ثابت ہوگا۔ نذیر مبین کا اتباع ہی وہ طریقہ ہے، جس سے اللہ کو معبود اور لاشریک ماننے کا ثبوت مل سکتا ہے۔ یک سوئی کے حوالے سے بھی معیارِ مطلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ آپؐ کا اتباع کرنے والوں کا اتباع بھی آپؐ کا ہی اتباع ہوگا، رضائے الٰہی کے حصول کے لئے یہی صراطِ مستقیم ہے۔

حاصل : اللہ کو معبود اور لاشریک ماننے کا دعویٰ تبھی درست ہوگا، جب نذیر مبین کا اتباع ہمارا حال ہوگا۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾

اسی طرح ان سے قبل والوں کے پاس جو رسول بھی تشریف لائے، تو انہوں نے یہی کہا کہ وہ ساحر ہے یا مجنون ہے۔

اللہ کے رسول ہمیشہ حق کے ساتھ تشریف لاتے رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حکمت وعلم کو تقسیم کرتے رہے ہیں۔ جب لوگوں نے ان کے اندر کسی تضاد کو نہ پایا، تو ذاتی تضاد میں الجھے ہوئے لوگوں نے ان کی عظمت کو تسلیم کرنے کی بجائے، انہیں ساحر کہا، یا مجنون کہا۔ رسولوں نے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے جو نشانیاں اپنی اپنی قوم کو دکھائیں، اسے منکرین حق نے جادو قرار دیا۔ حق کو ماننے والوں کو ان کے انجام کی بشارت میں اور حق کو نہ ماننے والوں کے انجام سے ان کو ڈرانے میں جو تواتر رسولوں نے دکھایا، اسے منکرین حق نے جنون قرار دیا۔ منکرین حق اپنے گمان کے دائرے سے نکلتے تو ان کو حقیقت کا پتہ چلتا۔

حاصل : منکرین حق اللہ کے رسولوں کی عظمت کو دیکھ کر انہیں جادوگر کہتے رہے ہیں، یا دیوانہ کہتے رہے ہیں۔

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

کیا ایک دوسرے کو یہی وصیت کی ہے۔ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔

منکرین حق کے اندر، رسولوں کی تکذیب کے انداز کا تسلسل نظر آتا ہے۔ وہ اللہ کے رسولوں کو جادوگر یا دیوانہ ہی ٹھہراتے رہے ہیں۔ تو کیا دنیا سے جانے والوں نے اپنے بعد آنے والوں کو یہ وصیت کی تھی کہ رسولوں کی تکذیب کے اس انداز کو جاری رکھنا۔ ایسا نہیں ہے۔ منکرین حق تو ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے رہے ہیں۔ منکرین حق کے اندر سرکشی قدر مشترک ہے۔ شیطان دوستی ان کے اندر قدر مشترک ہے۔ (2:257) حکم الٰہی کی مخالفت ان کے اندر قدر مشترک ہے۔ (16:36)

حاصل : سرکش لوگ، پیغام حق پہنچانے والے پاک لوگوں کو جادوگر یا دیوانہ قرار دیتے رہے ہیں۔ تکذیب حق کے اس تواتر کا سبب ان کی سرکشی، شیطان دوستی اور حکم الٰہی کی مخالفت ہے۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ أَنتَ بِمَلُومٍ ﴿٥٤﴾

تو ان سے منہ پھیر لیجیے، آپ لائق ملامت نہیں ہیں۔

سرکش لوگوں کا رخ خلافِ حق کرنے کا ہوتا ہے۔ پیغام حق پہنچانے والے کو یہ بات بہت عزیز ہوتی ہے کہ لوگ فلاح کی طرف آئیں۔ مگر جو لوگ سرکشی کو اپنا امتیاز بنالیں، ان سے منہ پھیر لینا امر الٰہی ہے۔ اس مقام پر ان سے منہ پھیر لینے میں، منہ پھیرنے والے صاحب کی کوئی چاہت نہیں ہوگی، اس لئے اس پر ملامت کا بھی کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔

حاصل : طاغوت سے محبت رکھنے والے سرکش لوگوں سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ جہاں اپنی پسند کو حق کے مقابل اہمیت نہ دی جائے وہاں ملامت کا مقام آتا ہی نہیں۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾

اور نصیحت کیجئے کہ نصیحت کرنا مومنین کو نفع دیتا ہے۔

نصیحت کرنا، ناصح امین کی شان ہے۔ نصیحت حق کو روشن کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ خواہشات کے دائرے سے نکلنے میں مدد دیتی ہے۔ ماننے والے لوگوں کے لئے باعث رحمت ہوتی ہے۔ انہیں خوف و حزن سے نجات کا راستہ دکھاتی ہے۔

حاصل : نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہیں ہوتا۔ یہ حق کو روشن کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں، جو ایمان رکھتے ہوں، اور ناصح سے انہیں محبت ہو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

اور میں نے جنّ و انس کو اپنی بندگی کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

منشاء تخلیق، خالق ہی بتا سکتا ہے۔ توفیق کے مطابق اپنے منشاء تخلیق کو پورا کرنے والا خوب ہوتا ہے اور اس کے خلاف کرنے والا ناخوب ہوتا ہے۔ بندہ اللہ کا ہو جائے تو بندگی کا حق ادا ہوگا، اور اللہ کا ہو جانا اسی طرح ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوں کہ دائمی پاک دامنی کا مقام اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اپنی سمجھ کو حق کے تابع نہ رکھا جائے تو ماننے کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : اپنے منشاء تخلیق کے حوالے سے اپنے رخ کو دیکھنا چاہئے۔ یہ درست ہو تو شکر کرنا

چاہیے، ورنہ عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں ہی اصلاح کی طرف آنا ممکن ہوتا ہے۔

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾

میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے طعام دیں۔

اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے۔ کوئی حکم اس کی طرف سے ایسا نہیں دیا گیا، جس میں بندوں کا بھلا نہ ہو۔ پیغام حق پہنچانے والے بھی کسی اجر کا سوال نہیں کرتے۔ جو لوگ محبت کے ساتھ حق کو ادا کرتے ہیں، انہیں اللہ سے محبت ہوتی ہے، اللہ کو ان سے محبت ہوتی ہے۔ جس سے محبت ہو، اس کے لئے کسی شے کا قربان کرنا باعث راحت ہوتا ہے۔ اللہ کے دیے ہوئے رزق سے اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے تو عطاء الٰہی کا شکر ادا ہو جاتا ہے، اور شکر ادا کیا جائے تو عطاء الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے کسی کو طعام دیا جائے تو اس سے آسائش بڑھتی ہے، اس میں بھی فائدہ بندوں کا ہی ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کی رضا کے لئے رزق سے انفاق کرنے کی سعادت نصیب ہو، یا مستحقین کو طعام دینے کی سعادت نصیب ہو تو یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کا مقام ہوتا ہے۔ اللہ پر احسان جتانا قطعاً بے ادبی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

بے شک اللہ ہی رزاق، بڑی قوت والا، متین ہے۔

رب العالمین ہی سب کو رزق دیتا ہے۔ کچھ رزق پانے والوں کا بندوں کو علم ہے، کچھ رزق پانے والوں کا بندوں کو علم نہیں ہے۔ علیم مطلق ہر ایک کو رزق دیتا ہے، اور اپنے علم سے دیتا ہے۔ اس کی قوت تمام قوتوں پر حاوی ہے۔ کوئی قوت اس کے مقابل آکر اپنی حیثیت قائم نہیں رکھ سکتی۔ وہ کسی کو گرفت میں لانا چاہے تو اس کی قدرت کے احاطے سے باہر کچھ نہیں ہے۔ سلامتی صرف اسی میں ہے، کہ حق کو بطریق احسن ادا کرتے ہوئے اللہ کی بندگی کی جائے، اس کے عطا کردہ رزق کو پورا بلکہ زیادہ جانا جائے، اپنی قوت، اللہ کے ساتھ میں دیکھی جائے اور طاغوت کے سامنے کبھی کمزوری نہ دکھائی جائے کہ بندے کا مقام عبدالمتین ہے۔

حاصل : رزق اللہ ہی دیتا ہے، قوت اسی کے ساتھ سے حاصل ہوتی ہے، بندے کو کبھی طاغوت کے سامنے جھکنا نہیں چاہئے کہ اللہ متین ہے اور اس کا بندہ عبدالمتین ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

تو ان ظالموں کا ڈول بھی بھر چکا ہے، جیسے ان کے ساتھیوں کا بھرا تھا، تو مجھ سے تعجیل نہ کریں۔

ظالم اپنے ظرف کے مطابق خلاف حق کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے رزق کو اپنی کاوش کا نتیجہ جانتے ہیں۔ طاغوت کے ساتھ سے اپنی قوت کا اظہار کرتے ہیں اور خلاف حق کرنے پر اتراتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں وہ عذاب جس کی ہمیں ایک عرصے سے وعید سنائی جارہی ہے، وہ آکیوں نہیں جاتا۔ اللہ اتمام حجت کے بغیر کسی کو ہلاک نہیں کرتا۔ جو قوم اپنی تباہی کا سامان کر لیتی ہے، جیسے پہلی قوموں نے کیا تھا، وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ اللہ کو کسی قوم پر عذاب لانے کے لئے کسی تیاری کی ضرورت تو

ہوتی ہی نہیں، اس کے امر کی دیر ہوتی ہے، اور منکرین حق اس طرح مٹ جاتے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔
حاصل: بندگی کا حق ادا نہ کرنا ظلم ہے، ظلم ہی کسی قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ عذاب کے لئے جلدی مچانا بڑی جہالت ہے، جو ماضی میں تباہی سے ہمکنار ہونے والوں کے اندر بھی نظر آتی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾
تو کافروں کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے، جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے۔

جس دن کافروں کو عمل کے لئے دی گئی مہلت پوری ہو جائے گی، ان پر گرفت کا مقام آجائے گا۔ وہ یہ دیکھ لیں گے، کہ انہیں حق کے حوالے سے جو دعوت خیر دی گئی تھی، فلاح اس کو مان لینے میں ہی تھی، اور یہ عذاب جس کو ہم طلب کرتے رہے، اور جسے حق کو مان لینے کے لئے ہم شرط ٹھہراتے رہے، اس سے بچ جانا ممکن نہیں اور یہاں سے نجات کی کوئی صورت موجود نہیں۔ دائمی خسارے میں مبتلا ہو جانے کا احساس، بہت بڑی خرابی ہے، اور کافروں سے یہ وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا ہے۔
حاصل: عمل کے لئے دی گئی مہلت کے خاتمے کے ساتھ ہی، دائمی خسارے میں پڑ جانے کا احساس کافروں کے لئے، بہت بڑی خرابی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔
شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل (16) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٣﴾

اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کے منکر ہو جاتے ہیں، اور وہ اکثر کافر ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَالطُّورِ ﴿١﴾
اور طور کی قسم۔

قسم ہمیشہ حق کو روشن کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ کوہ طور وہ مقام ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور الٰہی کی تجلی کے مشاہدے کا شرف ہوا، جہاں وادی طویٰ کے تقدس کا لحاظ رکھنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتار دینے کا حکم ہوا۔ یہیں انہیں معجزات سے نوازا گیا، انہیں رسالت کا مرتبہ دیا گیا، فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا۔ بنی اسرائیل جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاق کے لئے حاضر ہوئے تو وہ یہی مقام تھا، اور اسی طور کو ان پر بلند کیا گیا تھا، اور فرمایا گیا تھا: کہ قوت کے ساتھ اس کو پکڑو جو تمہیں عطا کیا گیا ہے، اور اس کتاب میں جو کچھ ہے اسے یاد رکھو، تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ (2:63)
حاصل: قسم حق کو روشن کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے اور اللہ کا قسم کھانا بھی اس کی رافت ورحمت کا ثبوت ہے۔

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ اور لکھی ہوئی کتاب کی۔

یہ کتاب مسطور تورات شریف ہے، جس کے متعلق قرآن پاک میں سند نازل فرمائی گئی ہے، کہ ہم نے آپ کے لئے الواح میں ہر شے کا وعظ لکھ دیا اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی اور حکم دیا کہ اسے قوت سے پکڑیئے اور اپنی قوم کو اس کے بطریق احسن ماننے کا امر دیجئے۔ یہ کتاب مسطور، کوہ طور پر عطا ہوئی۔ اس کتاب میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی۔ جن لوگوں نے اس کتاب کے احکامات کو نہ مانا، وہ اپنے کئے کے انجام کو پہنچے۔ یہ کتاب گواہی دیتی ہے کہ اللہ کا فرمان پورا ہو کر رہتا ہے۔

حاصل : تورات شریف، الواح پر لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی۔ اس کے ماننے والوں کو فلاح نصیب ہوئی ہے، اس کو نہ ماننے والے خسارے میں پڑے ہیں۔ ماضی سے سبق لینا چاہیے۔

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ کشادہ دفتر میں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا وعظ روشنی کو پھیلانے کے لئے ہے۔ حق کو چھپانے کی کوشش کی جائے تو یہ روشنی کو ڈھانپنے والی بات ہوگی۔ خواہشات کی پیروی میں الجھے ہوئے لوگ سبیل الرشد کو دیکھیں تو اس پر چلنا پسند نہیں کرتے، اور گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس پر چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ آیاتِ خداوندی کی تکذیب کرنے والے اپنے انجام سے غافل ہیں، حق کی روشنی کو پھیلانے والے فلاح پا چکے ہیں، اسے چھپانے کی کوشش کرنے والے خسارے میں پڑ چکے ہیں۔

حاصل : حق کو روشن کرنا، اور اس کی روشنی کو پھیلانا اللہ کو پسند ہے۔ حق کو پانے کے لئے علم والوں سے سوال کیا جائے تو اس سے بھی یہ روشنی پھیلتی ہے۔

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ اور بیت المعمور کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو مصر میں آباد کریں، اور اپنے گھروں کو قبلہ ٹھہرائیں، اور نماز قائم کریں، اور مومنین کو بشارت دیں۔ (10:87) بیت المعمور کی حقیقت پاک گھر ہے۔ حق ہمیشہ موجود رہتا ہے، کبھی جلوت میں ہوتا ہے، کبھی خلوت میں ہوتا ہے۔ خلوت میں ہو تو جلوت میں آنے والا ہوتا ہے۔ زمین میں ان مقامات کو قدر کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے، جہاں اللہ کی رضا کے حصول کو مقصود بناتے ہوئے لوگ امر الٰہی کی ادب سے تعمیل کریں۔

حاصل : پاک گھر میں اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ مقصود نہ ہونا چاہیے۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵ اور بلند چھت کی۔

زمین کو اللہ نے فرش بنایا ہے، اور آسمان کو چھت بنایا ہے۔ زمین کے نیچے اللہ نے جو کچھ رکھا ہے، اس کا آسمان سے تعلق ہے۔ اللہ نے یہ سند نازل فرمائی ہے، کہ رزق آسمان سے دیا جاتا ہے۔ (51:22) آسمان کو اللہ نے محفوظ چھت بنایا ہے۔ سب سے بڑی چھت یہی ہے، جو پوری زمین کو گھیرے ہوئے ہے، جس کے نیچے کوئی ستون نہیں ہیں، جو بلند ترین ہے، اور جو اپنے خالق کا پتہ دینے والی وسیع ترین شے ہے۔ بندہ کسی بھی مقام پر ہو آسمان کو بصورت چھت اپنے اوپر پاتا ہے۔

حاصل : آسمان کی بلندی کو دیکھنا چاہیے، اس کی وسعت کو دیکھنا چاہیے، اس کے خالق کی

قدرت کو دیکھنا چاہئے، اور قادر مطلق کے سامنے اپنی حیثیت کو بھی دیکھنا چاہیے۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اور ابلتے ہوئے دریا کی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر دریا کے کنارے پر پہنچ گئے، تو آپ کو حکم ملا، کہ دریا پر اپنے عصا سے ضرب لگایئے۔ آپ نے امر الٰہی کے مطابق ضرب لگائی تو جبھی دریا پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک عظیم تودے کی صورت اختیار کر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی سب دریا سے سلامتی کے ساتھ گزر گئے کہ دریا میں ان کی گزرگاہ بنا دی گئی تھی۔ جب فرعون بھی بنی اسرائیل پر قہر ڈھانے کی نیت سے اس راستے پر آیا، تو دریا اس پر ابل پڑا، اور فرعون اور اس کے لشکروں کو ڈھانپ لینے میں دیر نہیں کی۔ (20:78)

حاصل: پاک اور ناپاک کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ان کی جزا بھی کبھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ بے شک تیرے ربّ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔

جس بات کو واضح کرنے کے لئے مذکورہ قسمیں کھائی گئی ہیں، وہ یہ ہے کہ عذاب الٰہی واقع ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق بے انتہا نہیں ہوتی۔ اتمام حجت کے بعد گرفت کا مقام آتا ہے۔ ماضی میں ایسے ہوتا رہا ہے۔ کیا پہلے خلافِ حق کرنے والے عبرتناک انجام کو نہیں پہنچتے رہے۔ جب اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے تو پھر خلافِ حق کرنے والے آئندہ بھی عذاب میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ پوری جزا تو قیامت کے دن ملے گی، مگر قیامت سے پہلے بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں اللہ کے حکم سے ظاہر ہوتی رہیں گی۔

حاصل: جو لوگ خلافِ حق کرتے کرتے چھ طرف سے گھر جاتے ہیں، وہ مصائب میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے، اس لئے اس کے عذاب کو واقع ہونے سے روکنا نہ کبھی ممکن تھا، نہ کبھی ممکن ہوگا۔

مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ کوئی اسے دفع کرنے والا نہ ہوگا۔

قادرِ مطلق کی طرف سے آنے والا عذاب، کسی قوت سے دفع نہیں کیا جا سکتا۔ ڈر سنانے والے اس انجام سے پہلے ہی آگاہ کر چکے ہوتے ہیں۔ جب وہ انجام بصورت عذاب سامنے آتا ہے، تو تمام اسباب جن پر انحصار کرتے ہوئے خلافِ حق کیا جاتا تھا، ساکن ہو جاتے ہیں، اور منکرین حق کی بے بسی ان پر کھل جاتی ہے۔

حاصل: عذاب الٰہی کو دفع کرنے والی قوت کا وجود ہی ممکن نہیں۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاۗءُ مَوْرًا ۝۹ جس دن آسمان کپکپا کر لرزیں گے۔

اللہ کا فرمان ماضی میں بھی حق تھا، حال پر بھی حق ہے، اور مستقبل میں بھی یہی حق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو زمین پر بطور چھت بنایا ہے، جب اس کی تخلیق کا منشاء پورا ہو جائیگا تو آسمان بادلوں کی طرح پھٹ جائے گا۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت بھی ختم ہو جائے گی۔ اس وقت اصلاح کو قبول کرنا کسی کی صداقت کا ثبوت نہیں ہوگا۔

حاصل : آسمان کا منشاء تخلیق جب پورا ہو جائے گا، تو وہ بادلوں کی طرح پھٹ جائے گا۔ ہمیں بھی اپنے منشاء تخلیق کو دیکھنا چاہئے۔

وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔

پہاڑوں کو بھی ایک وقت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جب یہ وقت پورا ہو جائے گا، تو یہ ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور چلنے لگیں گے، اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس تغیر کو روکنا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ حضرت انسان کو بھی اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہئے، انجام سے غفلت میں تو خسارہ ہی خسارہ ہو گا۔

حاصل : انسان کا آنا ہی اس کے جانے کی سند ہے۔ منشاء تخلیق کے پورا ہو جانے کے بعد پہاڑ بھی روئی کے گالوں کی طرح چلنے لگیں گے۔ انجام سے غفلت میں خسارہ ہی خسارہ ہو گا۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ تو اس دن مکذّبین کی خرابی ہے۔

حق کی تکذیب کرنے والے، حال پر اپنے انجام سے غافل ہوتے ہیں۔ وہ ڈر سنانے والوں کی باتوں کو سُن کر اَن سنا کر دیتے ہیں۔ من مانی کرنے سے حاصل ہونے والی فرحت اُنہیں اس قدر عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے لئے حق کی تکذیب کو اپنا طریق زندگی بنا لیتے ہیں۔ جب حق کی تکذیب ممکن نہ ہو گی، اور اصلاح کو قبول کرنا نافع نہ رہے گا، اس دن حق کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہو گی۔

حاصل : تکذیب حق کا انجام خرابی ہے۔ اس خرابی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے والے کا اتباع کیا جائے۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں۔

جزا کے دن جن لوگوں کو بڑی خرابی کا سامنا ہو گا، وہ اب مشغلہ میں پڑے کھیل رہے ہیں۔ ناعاقبت اندیشی کی حد ہے، کہ یہ لوگ کہتے ہیں، کہ بس حیاتِ دنیا ہی ہے اور ہمیں موت کے بعد جزا کے لئے اٹھنا نہیں ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہئے ہمارا بھیجنے والا کون ہے، ہم یہاں کس کام سے آئے ہیں، ہمیں کیا دے کر بھیجا گیا ہے۔ جب کسی چیز کا بے مقصد ہونا ممکن نہیں، تو ہمارا بھی ایک مقصدِ حیات ہے۔ اگر ان امور کو نظر انداز کر دیا جائے گا، تو پھر کھیل تماشے کے دائرے سے نکلنا ممکن نہ ہو گا۔

حاصل : جب حق سے منہ پھیر لیا جائے گا، تو پھر ظن کا اتباع ہو گا، اور اس کے معنی کھیل تماشے میں پڑنا ہے۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ جس دن جہنّم کی طرف دھکے کے ساتھ دھکیلے جائیں گے۔

منکرین حق کا رخ دنیا میں اتباعِ شیطان کا ہوتا ہے، آخرت میں انہیں ان کے اعمال کی جزا کی طرف ہانکا جائے گا۔ نفس کو خسارے کا یقین ہو تو وہ اس طرف جانے کو تیار نہیں ہوتا۔ جس نے حیاتِ دنیا میں شیطان کی پیروی کی ہو گی اسے آخرت میں جہنم کی طرف دھکے دے دے کر چلایا جائے گا۔

حاصل : جو لوگ حیات دنیا کو کھیل تماشے میں ضائع کر لیتے ہیں، انہیں جزا کے دن جہنم کی طرف دھکے دے دے کر لے جایا جائے گا۔

هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٤﴾ یہ ہے وہ آگ جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

آخرت کا انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں، کہ ہمیں زمانہ ہی مارتا ہے اور موت کے بعد اٹھنا ممکن نہیں، اس لئے کیسی جزا اور کیسی آگ، یہ جہان میٹھا ہے اور اگلا تو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ قیامت کے دن جب ان لوگوں کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جایا جائے گا، تو وہاں پہنچ کر ان سے یہ کہا جائے گا: یہ ہے وہ آگ، جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا، اور تم اس کا انکار کرتے تھے۔ یہ آگ منکرین حق کے اعمال کا انجام ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔

حاصل : اپنے انجام سے آگاہ ہو جانے کے بعد منکرین حق اس کو جھٹلاتے ہیں، جس انجام کا وہ انکار کرتے ہیں وہی ان کے سامنے آئے گا۔

أَفَسِحْرٌ هٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿١٥﴾ تو کیا یہ سحر ہے، یا تم دیکھ نہیں رہے۔

حیاتِ دنیا میں حق پہنچانے والوں کی صداقت کی روشن اسناد کو دیکھ کر منکرین حق اسے جادو کہہ دیا کرتے تھے، جہنم کی آگ کے سامنے لے جا کر منکرین حق سے پوچھا جائے گا: کیا یہ جادو ہے، جو تم دیکھ رہے ہو، یا تم دیکھ ہی نہیں رہے ہو۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول تشریف نہ لائے تھے، جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت فرماتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ (39:71) منکرین حق کہیں گے: یقیناً ایسا ہی ہوا ہے۔

حاصل : منکرین حق کو ان کا انجام دکھا کر ان سے پوچھا جائے گا: کیا یہ جادو ہے یا تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو۔ وہ عرض کریں گے: یہ وہی ہے جس سے ہم کو آگاہ کیا گیا تھا۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْا أَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ اس میں جاؤ، تو صبر کرو یا صبر نہ کرو تم پر برابر ہے۔ تمہیں اسی کی جزا دی جائے گی، جو عمل تم کرتے تھے۔

منکرین حق کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا، اور یہ فرمایا جائے گا، کہ اس دکھ کو بغیر چیخے چلائے برداشت کرو گے یا چیخ چلا کر برداشت کرو گے، یہ تمہارے لئے یکساں ہوگا۔ تمہیں تمہارے ہی اعمال کا صلہ دیا جائے گا، یوم الدین کے مالک کی طرف سے کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے جن بھلائیوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کے کرنے میں بندوں کا بھلا ہوتا ہے، جن برائیوں سے اس نے منع فرمایا ہے ان کے نہ کرنے میں بندوں کو سکھ ملتا ہے۔

حاصل : جہنم میں داخل ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ وہاں چیخ چلا کر دکھ جھیلنا یا بغیر چیخے چلائے دکھ جھیلنا برابر ہوگا۔ بندوں کو انہی کے اعمال کی جزا دی جائے گی، اور اعمال کی پوری پوری جزا اللہ کے علم سے ہی دی جا سکتی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ بے شک متقین جنتوں اور نعمتوں میں

ہوں گے۔

حق کو جھٹلانے والوں کا انجام بیان کرنے کے بعد، حق کو ماننے والے پاک لوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ شاہدین کے حوالے سے اپنے قول و فعل کو دیکھتے رہتے ہیں۔ انھیں خلافِ حق کرنے سے کراہت ہوتی ہے۔ اللہ کی رضا ان کو بہر حال عزیز ہوتی ہے۔ ان کو آخرت میں باغات اور نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے متقین کو ان کے اعمال کی جزا، باغات اور نعمتوں کی صورت میں دی جائے گی۔

فَٰكِهِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَىٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ ﴿١٨﴾

وہ اُس پر مسرور ہوں گے جو ان کے ربّ نے انہیں عطا فرمایا اور اس پر کہ انہیں ان کے ربّ نے جلنے کے عذاب سے بچایا۔

متقین عطائے الٰہی کو محض اپنے لئے نہیں جانتے، اور دل کو کسی شے سے نہیں لگاتے۔ نعمتوں کو اللہ کی عطا جانتے ہوئے شاہدین کی طریقت کے مطابق استعمال کرتے ہیں، اور اللہ کا احسان مانتے ہیں کہ اللہ نے انھیں ایمان کی ہدایت دی ہے۔ (49:17) اللہ کے اس احسان کی بدولت انھیں جلنے کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کا یقین ہوتا ہے۔

حاصل : عطائے الٰہی پر مسرور ہونا اور جلنے کے عذاب سے بچائے جانے کا شکریہ ادا کرنا متقین کے اوصاف حمیدہ ہیں۔

كُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ هَنِيٓـًٔۢا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

کھاؤ اور پیو، خوشگواری سے، صلہ اس کا جو عمل تم کرتے تھے۔

متقین سے یہ فرمایا جائے گا، کہ تمہارا کھانا، پینا اور خوش رہنا اللہ کو پسند ہے، اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے یہ اس کا صلہ ہے جو عمل تم کرتے تھے۔ متقین حیاتِ دنیا میں حق داروں کو کھلاتے پلاتے ہیں، کسی وقت بھی سائل کو رد نہیں کرتے، عطائے الٰہی کو پورا جاننے کا اظہار ان کے عمل سے ہوتا رہتا ہے، جنت کی نعمتیں اس کا صلہ ہوں گی۔

حاصل : عطائے الٰہی کو پورا جاننے والے حق داروں کو کھلاتے پلاتے ہیں، اس کے صلے میں انہیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

مُتَّكِـِٔينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَٰهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾

صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، اور ہم ان کی ترویج حور عین سے کریں گے۔

متقین کو اللہ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ وہ پاک لوگوں کی صف میں شمار ہونے کے دعوے کو عملاً سچا ثابت کرتے ہیں۔ یہ حضرات صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جلوت میں ان کی راحت کا سامان پاک لوگوں کے سامنے بیٹھنا ہے، خلوت میں ان کی راحت کا سامان حور عین ہوگا۔

حاصل : جلوت میں متقین کے لئے راحت یہ ہے کہ وہ پاک لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوں
خلوت میں ان کے لئے راحت یہ ہے کہ ان کی زوجیت میں پاک بیوی ہو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے، اور ان کے عمل سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر ایک اپنے کسب کے بدلے میں رہن ہو گا۔

ایمان والے حضرات فلاح پائیں گے۔ ان کی نمازوں میں خشوع ہوتا ہے، یہ لغو سے اعراض کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اپنی فروج کی حفاظت کرتے ہیں، اور حق پر قائم رہتے ہیں۔ ان صاحبان کی اولاد جو ان سے محبت رکھتی ہو، اور ادب سے اپنے بزرگوں کا اتباع کرتی ہو، وہ بھی اپنے بزرگوں سے ملا دی جائے گی، اور اس الحاق کے لئے بزرگوں کے عمل میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ اگر اولاد حق کو بہتر طور پر ماننے والی ہو گی، اور ان کے والدین بھی ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے ہوں گے، تو اولاد کی بدولت والدین کے مرتبے کو رفعت دی جائے گی۔ جس نے خیر کا رخ اختیار کیا وہ اس کی جزا پائے گا، جس نے خلافِ حق کیا وہ بھی اپنے کیے کی جزا پائے گا۔ رخ خیر کا ہو، اللہ کی رضا مطلوب ہو، تو نسبی تعلق کا فائدہ بھی پہنچے گا۔ خلافِ حق کرنے والے محض نسبی تعلق کی بنا پر اپنے بزرگوں سے کچھ فیض نہیں لے سکتے۔

حاصل : بزرگ والدین کی وہی اولاد ان سے مل پائے گی، جو بھلائی کے رخ پر ہو گی۔ اللہ کی رضا مطلوب ہو تو نسبی تعلق کا فائدہ پہنچے گا۔ جو خلافِ حق کرے گا، وہ بھی اپنے کسب کی جزا پائے گا۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور ہم ان کے پسندیدہ پھل اور گوشت ان کو دیتے رہیں گے۔

متقین کو جنت میں اس شرف سے نوازا جائے گا، کہ جو وہ پسند کریں گے، چاہے وہ پھلوں کی شکل میں ہو یا غذا کی شکل میں ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوتا رہے گا۔ حیاتِ دنیا میں عطائے الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کرنے کا اور دائمی پاک دامنی کے مقام پر رہنے کا یہ انعام ہو گا۔

حاصل : جس کی صداقت کا ثبوت مل جائے، اس کی پسند، نوازنے والے کو عزیز ہو جاتی ہے، مالک کل کی شان تو سب سے اعلیٰ ہے۔

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ایک دوسرے سے وہ کاسہ لیتے ہوں گے، جس میں نہ لغو ہو گا اور نہ گناہ ہو گا۔

متقین کے لین دین میں حال پر بھی لغو سے اور گناہ سے اجتناب کیا جاتا ہے، آخرت میں بھی یہ لوگ ایسی شراب سے

توازے جائیں گے، جس میں نہ لغو گوئی کا مقام آئے گا، نہ گناہ کی کوئی صورت ہوگی۔ دنیا کی شراب ان نقائص سے کبھی الگ نہیں ہوتی۔ جنت میں پاک شراب کا ایک دوسرے کو پیش کرنا، اظہارِ محبت کے لئے ہوگا، اور تکریم کے لئے ہوگا۔

حاصل: جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی شراب ایسی نعمت ہوگی، جس میں لغویت اور گناہ کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ جو خوراک ہمیں لغویت اور گناہ کی طرف لے جانے والی ہو اس سے اجتناب لازم ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ اور غلمان ان پر طواف کریں گے، گویا موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر۔

متقین کی خدمت کے لئے نوجوان لڑکے اس طرح حاضر رہیں گے، کہ ان پاک لوگوں کو ان خدمت گاروں سے بہت سکھ ملے گا۔ یہ خدمت گار اپنے مقصدِ حیات کو بصد ادب پورا کریں گے۔ صدف کے اندر موتی پاکیزگی کو واضح کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے۔

حاصل: پاک نوجوان خدمت کا حق بہتر طور پر ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ کے پاک بندوں کی خدمت کا شرف نصیب ہو تو اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال کریں گے۔

فلاح نصیب ہو جانے کے بعد متقین اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ کریں گے، ان کی قدر و منزلت کریں گے، اور ان کی ذات میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرنے کے لئے ان سے حال احوال پوچھیں گے۔

حاصل: انعام یافتہ حضرات سے ان کا حال احوال معلوم کرنا پاک لوگوں کی طریقت ہے۔

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ کہیں گے، ہم اس سے قبل اپنے اہل میں ڈرتے رہے ہیں۔

پوچھنے والوں نے حال احوال معلوم کرنے کے لئے جو کچھ کہا یہ اس کا جواب ہوگا۔ اس سے روشن ہوتا ہے کہ اہل کے ساتھ فلاح نصیب ہونے کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے، کہ ہم نے اپنے اہل کو ہمیشہ خوف خدا کا احساس دلایا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو، اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرنے کی تاکید کی ہے، جزا کا یقین رکھنے کی ہدایت کی ہے، مروت کا درس دیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کرتے رہے ہیں: یا اللہ ہمارے اعمال کی طرف نہ دیکھیو اپنے فضل کی طرف دیکھیو۔

حاصل: اپنے اہل کو دائرۂ عبدیت میں رہنے کا علم سکھانا چاہئے، اور ان کے لئے دعاء خیر بھی کرتے رہنا چاہئے۔

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں عذاب سموم

سے بچالیا۔

متقین یہ کہیں گے، کہ ہمیں اللہ نے بڑے احسان سے نوازا ہے۔ حسن عمل کے حوالے سے جو معیار اللہ کے نزدیک سند کا درجہ رکھتا ہے، اس معیار سے ہمیں صرف یہی نسبت تھی کہ ہمارا رخ وہی تھا، اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمارے تھوڑے عمل کو قبول کرلیا ہے اور ہمیں جلنے کے عذاب سے بچالیا ہے۔

حاصل : اللہ کے احسان کا ذکر کرنا اور جلنے کے عذاب سے بچائے جانے کا شکر کرنا، متقی لوگوں کا کام ہے۔

۲۸ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ ع

ہم اس سے قبل اسی کو پکارتے رہے، بیشک وہ بڑا احسان کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ حضرات کہیں گے کہ اپنے اہل کو خوفِ خدا کے مقام پر رکھنے کے ساتھ، ہم اللہ ہی کی بندگی کرتے رہے۔ ہم صبر کے مقام پر بھی اللہ ہی کو پکارتے رہے، اور شاہدین کی تعلیم کے مطابق مصائب و آلام کو باذن اللہ جانتے رہے، شکر کے مقام پر بھی ہم اللہ ہی کو پکارتے رہے۔ ہمیں ہمیشہ یہ احساس رہا کہ اللہ بڑا احسان کرنے والا ہے، اور وہ احسان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے رحم سے مزید بھی نوازتا ہے۔

حاصل : اللہ کو ہی پکارنا حق ہے، مقام صبر ہو یا مقام شکر ہو۔ ہمیں بھی اللہ کی بندگی کا ثبوت، مخلوق کے ساتھ احسان کرنے سے، اور رحم کرنے سے دینا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿١﴾

لوگوں کا حساب قریب ہے، اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کر رہے ہیں۔

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾

تو نصیحت کرتے رہیے، آپ اپنے ربّ کی نعمت سے نوازے گئے ہیں، نہ آپ کاہن ہیں نہ آپ مجنون ہیں۔

اللہ نے اپنے رسول کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد کا کام ہے کہ وہ حق کو ماننے والوں کو ان کے انجام کی بشارت دے اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرائے، کتاب و حکمت کی تعلیم کے ساتھ دعوت اتباع دے، اور اجر کا سوال نہ کرے۔ ناصح امین کی اپنی تو کوئی بات ہوتی ہی نہیں، وہ اپنے رب کی عطا کردہ نعمت کا قاسم ہوتا ہے، اور قطعاً یقین سے بات کرتا ہے۔ کاہن کی باتیں یقین سے خالی ہوتی ہیں، شیاطین کے اتباع سے تعلق رکھتی ہیں، اور ان میں اجر کا سوال بھی ہوتا ہے۔ مجنون کی باتیں بے ربط ہوتی ہیں۔ کتاب و حکمت کی تعلیم، مجنون کا کام نہیں۔ مشکل مقامات پر پورا رہ کر دکھانا اور ساتھیوں کو وہاں سے سلامتی کے ساتھ گزرنے کا راستہ دکھانا مجنون کا کام نہیں۔ یہ نہ دیکھنا لوگ میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں، یہ دیکھنا کہ مجھے لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے، مجنون کا کام نہیں۔

حاصل : ناصح امین کی بات، نعمت کا درجہ رکھتی ہے، اللہ کی نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔ کاہن اور مجنون لوگوں کو اللہ کی نعمت کبھی عطا نہیں ہوتی۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ ﴿۳۰﴾

کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں، ہم ان پر حوادث زمانہ کے منتظر ہیں۔

منکرین حق، قرآن پاک کی مثل پیش کرنے سے عاجز تھے، عاجز ہیں اور عاجز ہی رہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہہ کر منکرین آپ کے حسن کلام کو شعراء کے حسن کلام سے نسبت دیتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ ایک وقت کے بعد حوادث زمانہ سے شعراء اور ان کے اشعار مٹ ہی جایا کرتے ہیں، ہم حوادث زمانہ کے منتظر ہیں جو اس کلام کے اثر کو زائل کر دیں گے۔

حاصل : فرمانِ الٰہی کا انکار کرنے والے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حوادث زمانہ سے دوسرے شعراء کی طرح یہ بھی مٹ جائیں گے۔

قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِیۡنَ ﴿۳۱﴾

فرما دیجیے، تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

جب منکرین حق، تبلیغ حق کرنے والے صاحب کو شاعر کہہ دیں اور حق کو ماننے والوں کی صورت سے جو معاشرتی تبدیلی وجود پا رہی ہوتی ہے، اس کو حوادث زمانہ سے مٹتے ہوئے دیکھنے کے منتظر ہوں، تو ان سے یہ کہہ دینا ضروری ہوتا ہے کہ تم اپنے زاویہ نگاہ سے انتظار کرو، میں امر الٰہی کا انتظار کرتا ہوں۔ حق کی تکذیب کرنے والوں پر پہلے بھی عذاب الٰہی آتا رہا ہے، اب بھی اللہ اتمام حجت کے بعد عذاب لائے گا تو کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔

حاصل : ایک وقت کے بعد حق کی تکذیب کرنے والوں سے یہ کہہ دینا ضروری ہو جاتا ہے کہ تم اپنی سوچ کے مطابق انتظار کرو، ہم اس انتظار میں ہیں کہ اتمام حجت کے بعد اللہ کو تبدیلی لانے میں دیر نہیں لگے گی اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے۔

اَمۡ تَاۡمُرُہُمۡ اَحۡلَامُہُمۡ بِہٰذَاۤ اَمۡ ہُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ ﴿۳۲﴾

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں، یا وہ ہیں ہی سرکش لوگ۔

اپنے مشاہدے کے حوالے سے نتائج کو اخذ کرنا طبعی بات ہے۔ منکرین حق کو اپنی عقل مندی کا دعویٰ ضرور ہوتا ہے، اس عقل مندی کا اظہار بھی تو ہونا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں کہنا جو قطعاً غلط ہیں، یقیناً خلافِ عقل ہے۔ آپ کو شاعر کہنا قطعاً غلط ہے، آپ کو مجنون کہنا قطعاً غلط ہے۔ جن کے اتباع سے لوگوں کو خوف و حزن سے نجات نصیب ہوئی، ان کے بارے میں محض قیاس کی بنا پر کچھ کہنا کبھی درست نہیں ہوگا۔ اگر انکار کا تسلسل جاری رہے تو پھر ایک ہی بات رہ جاتی ہے، کہ آپ کا انکار کرنے والے ہیں ہی سرکش لوگ۔ جو قوم حق کے انکار کو اپنا امتیاز بنا لے وہ یقیناً سرکش قوم ہوتی ہے۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۳﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہ ماننے کے رخ پر نہیں ہیں۔

قرآن پاک کے بارے میں کافروں نے یہ کہا کہ یہ حضرت نے خود ہی گھڑ لیا ہے، اللہ نے یہ نازل نہیں فرمایا۔ رخ ماننے کا ہو تو بات سمجھ میں آتی ہے، سرکشی سے عقل معطل ہو جاتی ہے۔ ماننے والے کو پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ کہنے والا کون ہے۔ اگر اس کی صداقت کا اعتراف ہے اگر اس کی امانت کا اعتراف ہے، اگر اس کے بارے میں یہ علم ہے کہ اس نے کبھی بے سند بات نہیں کی، اگر اس کا حال یہ بتاتا ہے کہ اسے ہماری بھلائی بہت عزیز ہے، اگر وہ کبھی اجر کا سوال نہیں کرتا، تو پھر اس سے محبت رکھنی چاہئے، اس کی اطاعت کرنی چاہئے، اپنی پسند کے دائرے سے نکلنے کی کوشش میں اس کا سہارا لینا چاہئے۔ یقیناً ہم ظلمات سے نور کی طرف چل پڑیں گے۔

حاصل : بے سند بات کرنا سرکش لوگوں کا کام ہے۔ رخ حق کو ماننے کا ہو تو بات سمجھ میں آنے لگتی ہے۔

فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ کَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۴﴾ تو اس کی مثل کوئی کلام لائیں اگر وہ سچے ہیں۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ قرآن، فرمان الٰہی نہیں ہے، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھڑا ہوا ہے، ان سے یہ فرمایا گیا کہ اس کلام کو انسانی تجویز کا حاصل بتانے والے، اس کی مثل کوئی کلام لے آئیں، یہی ان کی صداقت کا ثبوت بن سکتا ہے۔ قرآن پاک کی ایک سورۃ کی مثل بھی پیش کرنا نہ کبھی ممکن ہوا، نہ کبھی ممکن ہوگا۔

حاصل : فرمانِ الٰہی کا بے مثل ہونا ثابت تھا، ثابت ہے اور ثابت رہے گا۔ اس کے انکار کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔

اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾ کیا وہ بغیر کسی شے کے خلق کیے گئے یا وہی خالق ہیں۔

انسان کو اپنی تخلیق پر نظر رکھنی چاہئے۔ یہ تخلیق ایک پانی سے ہوئی ہے جو جست کرتا ہے اور پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے نکلتا ہے۔ (86:7) عورت اور مرد کے جواہر حیات سے بقاء نسل انسانی پہلے جوڑے سے شروع ہوئی۔ پہلے جوڑے کی تخلیق اس طریق سے یقیناً الگ ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق الگ طریق سے ہوئی۔ خالق کل ہی بتا سکتا ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کیسے ہوئی۔ جن اشیاء کو اللہ نے تخلیق آدم کے لئے استعمال کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تھیں، ہمارا تو کوئی دخل ہماری تخلیق میں ہوتا ہی نہیں۔

حاصل : ہماری تخلیق، اللہ کی قدرت کا روشن ثبوت ہے۔ ہماری تخلیق میں ہمارا تو کوئی دخل ہوتا ہی نہیں۔

اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳۶﴾ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے خلق کیا ہے۔ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

آسمانوں اور زمین سے اپنے تعلق پر نظر ہو تو ان کے خالق کا شکر گزار ہونا طبعی بات ہے۔ زمین ہمارے لئے فرش ہے، آسمان ہمارے لئے چھت ہے۔ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آسمان سے بھی زمین کو ماء مبارک کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ آسمانوں اور زمین سے اتنی نعمتیں عطا کرنے والا اللہ ہی ہے اور اس نے کسی شے کو بے مقصد بھی نہیں بنایا۔ اتنا وسیع بندوبست کرنے والے سے اپنا تعلق استوار نہ ہو تو یہ کس بات کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اسی بات کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو معطیٔ مطلق نہیں مانتے، اس کے خالق کل ہونے کا یقین نہیں رکھتے، اور پوری زندگی کے نتائج کے یک جا ہونے کو محال جانتے ہیں۔

حاصل : آسمانوں اور زمین کا خالق ہی خالق کل ہے۔ معطیٔ مطلق کو ماننے کا ثبوت عمل سے ہی دیا جاسکتا ہے۔

اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ ؕ﴿۳۷﴾

یا اُن کے پاس آپ کے ربّ کے خزانے ہیں، یا داروغہ وہی ہیں۔

حق کو نہ ماننے والے، زمین سے بھی نہیں نکل سکتے، آسمان کے نیچے سے بھی نہیں نکل سکتے۔ جن نعمتوں سے وہ استفادہ کر رہے ہیں، ان کے خزانے بھی ان کے پاس نہیں ہیں، اور ان خزانوں کی تقسیم پر بھی ان کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دائرے سے باہر تو کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ جو بھی کرتا ہے اپنے علم سے کرتا ہے۔ جس کی نعمتیں بندہ استعمال کرتا ہے، اس کی طرف سے اس کے عبد اور رسول کی حیات طیبہ کو نمونہ فرمایا گیا ہے، تاکہ بندہ اپنے رخ کی صحت کو دیکھ لے اور اپنے انجام کو بھی جان لے۔

حاصل : ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے خزانوں سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ ربّ العالمین کے خزانوں کی تقسیم اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ اللہ نے حق کو پہنچانے کے لئے جس ذات بابرکات کا انتخاب کیا ہے، بندوں میں وہی بہترین ہیں، اس لئے کہ آپ کا انتخاب علیم مطلق نے کیا ہے۔

اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ‌ۚ فَلۡيَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍؕ﴿۳۸﴾

یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے، جس پر چڑھ کر سن لیتے ہیں۔ پھر ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے۔

خالق کل نے حضرت انسان کو بنایا ہے۔ اس کے لئے ضابطہ حیات بھی اسی کے علم سے ہو تو توازن درست رہ سکتا ہے۔ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا وہ حق ہے اور اس کے ماننے والے مسلم ہیں۔ اس حق کا انکار کرنے والے مجرم ہیں۔ مجرم یہ بتائیں ان کے پاس ذریعہ ہدایت کیا ہے۔ وہ کیسے مسلم اور مجرم کو مساوی ٹھہرا دیتے ہیں۔ ان میں سے کون یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے اوپر سے یہ سنا ہے۔ اگر کوئی دعویٰ کرے تو اس کی صداقت کا ثبوت بھی پیش کرے۔ (68:40)

حاصل : منکرین حق کے پاس ان کی بات کے درست ہونے کی اور حتمی طور پر نتیجہ خیز ہونے کی، کوئی سند موجود نہیں ہوتی۔

اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ یا اس کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں۔

منکرین حق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے، حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کے ہاں بیٹی ہو، تو اس کی خبر سے ہی دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم کھاتا ہے۔ فرشتوں کو عورتیں کہنے والے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ ان کی تخلیق کے وقت شاہد تھے۔ (43:19) کیا یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہیں ہے کہ جو کچھ ہمیں اپنے لئے ناپسند ہو اسے ہم اللہ کے لئے پسند کریں۔ گستاخی اور تسلیم کو تو کبھی یکجا نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل: جس کی بات کا تضاد اس پر واضح ہو جائے اس کو ساکن ہو جانا چاہئے، اپنے رخ کو درست کرنے کے لئے سعی کرنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کرنا چاہئے۔ ہمارا رویہ ہماری گستاخی کا ثبوت نہ بنے ورنہ ہدایت نہیں ہو سکتی۔

اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿۴۰﴾ کیا آپ ان سے اجر کا سوال کرتے ہیں کہ وہ اس کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔

حق فرمان الٰہی ہے۔ اس کی تنزیل رب العالمین کی طرف سے ہوئی ہے، جو سب کو دیتا ہے۔ حق کی تبلیغ کرنے والے کبھی اجر کا سوال نہیں کرتے، ان کا اجر تو رب العالمین پر ہوتا ہے۔ سلیم الطبع لوگوں کو حق کا قدردان ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کا ایسا استعمال جس سے حال بھی اچھا ہو جائے، اور مستقبل میں بھی راحت نصیب ہو، اس کا سیکھنا تو ہر صاحبِ شعور کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والا اور بے بدل علم عطا کرنے والا کبھی فیس کا مطالبہ نہیں کرتا، کہ بندہ اس فیس کو ناقابل ادائیگی بوجھ جانتے ہوئے علمِ حقیقی سیکھنے سے رہ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری نہ ہو۔

حاصل: حق پہنچانے والے کبھی اجر کا سوال نہیں کرتے، کہ کوئی طلب ہدایت رکھنے والا امراد پانے سے رہ نہ جائے۔

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۱﴾ یا ان کے پاس غیب ہے پھر وہ لکھ لیتے ہیں۔

خالق کل کے عطا کردہ علم سے ہی انسانی زندگی میں توازن قائم رکھا جاسکتا ہے۔ اس علم کا کوئی بدل بھی ممکن نہیں، اس کے عطا ہونے کی صورت بھی ایک ہی رہی ہے، کہ اللہ اپنے رسولوں کے ذریعے سے یہ علم لوگوں کو پہنچاتا رہا ہے۔ منکرین حق اگر کسی گمان میں الجھے ہوئے ہیں، تو ان کا گمان حق کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔

حاصل: منکرین حق کا غیب سے مطلع ہونا ممکن نہیں، وہ محض گمان کے پیچھے لگتے ہیں۔

اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ﴿۴۲﴾ کیا وہ کوئی داؤ لگانا چاہتے ہیں۔ تو کافر اپنے ہی داؤ میں پھنس جائیں گے۔

جب حق کی صداقت کا ثبوت واضح ہو جائے، اس کے مقابل کسی سند کو پیش کرنا ممکن نہ ہو، حق کی اہمیت کا پتہ ہو اور حق

پہنچانے والے کی طرف سے کسی اجر کا سوال بھی نہ ہو، پھر حق کے انکار کے معنی اللہ سے مقابلہ کرنا ہی ہو گا۔ قادر مطلق کی قدرت ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ کافروں پر ان ہی کے داؤ کو ڈال دیتا ہے، اور وہ اپنے ہی شیطانی منصوبے میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک وقت کے بعد جب حجت پوری ہو جاتی ہے تو ان سے توفیق چھن جاتی ہے، پھر وہ توبہ تو کرتے ہیں مگر عمل کے لئے دیا گیا وقت گزر جانے کی وجہ سے ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

حاصل : حق کو جانتے ہوئے اس کے انکار کے معنی اللہ سے مقابلہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس طرح کے شیطانی منصوبوں میں ہمیشہ کافر ہی پھنستے رہے ہیں اور وہی پھنستے رہیں گے۔

أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

کافروں کا داؤ انہی پر پڑتا رہا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اللہ کو عاجز کر سکے ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی اور معبود تو ہو ہی نہیں سکتا، جو ان کو ان کے انجام سے بچا سکتا ہو۔ جن اشیاء کو کافر اللہ کا شریک گردانتے ہیں وہ سب اشیاء فانی ہیں اور فنا اللہ کی شان کے منافی ہے۔ اللہ خالق کل ہے، قادر مطلق ہے، علیم مطلق ہے اور وہی صفات رکھتا ہے جو اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے لوگوں کو بتائی ہیں۔ علم الٰہی کے ساتھ انسانی گمان کا جوڑ لگایا ہی نہیں جا سکتا، اس لئے اللہ کی صفات وہی ہیں جو اللہ نے بیان فرمائی ہیں اور جن کی اس نے سند نازل فرمائی ہے۔

حاصل : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کی صفات وہی ہیں جو اس نے بیان فرمائی ہیں۔ علم الٰہی کے ساتھ انسانی گمان کا جوڑ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾

اور اگر یہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے، یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

حق کی تکذیب کرنے والے جہالت کی حد پر پہنچ چکے ہوں، تو تبلیغ کرنے والے صاحب سے یہ کہتے ہیں: اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیجئے۔ (26:187) اور اگر یہ آسمان سے اپنا مطلوبہ عذاب بھی نازل ہوتا ہوا دیکھ لیں، تو اسے تہ بہ تہ بادل ہی کہیں گے۔ جو لوگ طلب ہدایت نہ رکھتے ہوں، ان کے سوالات، شبہات کے ازالے کے لئے نہیں ہوتے، بلکہ ان کا منشاء حق کا صریحاً انکار ہوتا ہے۔

حاصل : جو لوگ ہدایت کی طلب نہ رکھتے ہوں، ان کے سوالات کا منشاء حق کا انکار ہی ہوتا ہے۔

فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾

تو انہیں چھوڑیے، حتیٰ کہ وہ اپنے اُس دن سے ملیں، جس دن اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔

حق کی تکذیب کرنے والوں کی طرف سے جہالت کی حد ہو جائے، تو حکم الٰہی یہی ہے کہ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، حتیٰ کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو جائے، اور یہ وہ دن دیکھیں، جس کے انکار میں یہ اپنا سب کچھ لگا رہے ہیں۔

اس دن ان کے اوپر عذاب الٰہی کی شدت کا ایسا اثر ہو گا، کہ ان کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔

حاصل : ہدایت کبھی زبردستی نہیں دی جاسکتی۔ حق کو جھٹلانیوالے، یوم الدین کو دیکھ کر ہی مدہوش ہو جائیں گے۔ جزا کے انکار میں سب کچھ لگا دینے والے جزا سے بچ تو نہیں سکتے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۴۶﴾

جس دن ان کا داؤ ان کے کچھ کام نہ آئے گا، نہ ان کی نصرت ہی ہو گی۔

خلاف حق کرنے کی توفیق ہی موجود نہ ہو اور اپنے اعمال کا انجام بصورت خسارہ نظر آرہا ہو، تو حق کی مخالفت سے ندامت ہی ہو سکتی ہے۔ جن کے سہارے کی وجہ سے بندے نے حق کی خلاف ورزی کی ہو گی، وہ قیامت کے دن اس کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے، اس طرح بندے کو اپنی بے بسی کا پتہ لگ جائے گا۔ مگر اس وقت حق کو مان لینا بھی نفع نہ دے گا، کہ عملاً سچا ثابت ہونے کے لئے مہلت ہی موجود نہ ہو گی۔

حاصل : اللہ کی عطا کردہ توفیق کو خلافِ حق استعمال کرنا اور کسی کے سہارے خلافِ حق کرنا بڑی جہالت ہے۔

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

اور ظالموں کے لئے اس کے سوا بھی ایک عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

عذابِ آخرت تو جزا کے دن ہو گا، اس سے پہلے حیاتِ دنیا میں بھی خلاف حق کرنے والوں کو ایک عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حق کا انکار کرتے چلے جانے سے ایک مقام ایسا آجاتا ہے، جہاں حق کو جھٹلانے والے اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں۔ جس استعداد کو خلاف حق استعمال کیا جارہا ہے، اس کے بارے میں یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ تو اللہ نے دے رکھی ہے، اور وہ اسے واپس لینے کی قدرت رکھتا ہے، تو پھر غفلت کے دائرے سے نکلنے کا مقام آنا چاہئے۔

حاصل : حیاتِ دنیا میں بھی خلافِ حق کرنے والوں پر ایک وقت کے بعد ان کی بے بسی واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ کا عذاب، اللہ کے امر سے آتا ہے، اس کے آنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾

تو صبر کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی طرف دیکھو۔ بے شک تم ہماری آنکھوں میں ہو۔ اور حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرو، جب تم اٹھتے ہو۔

یہ حکم فرد کی صورت سے دیا گیا ہے۔ حق کا انکار کرنے والوں سے اپنا معاملہ پورا کرنے کے بعد، صبر کے ساتھ حکم الٰہی کا انتظار کرنا لازم ہے۔ فیصلے کا لمحہ اللہ کے علم سے آتا ہے، اللہ کے حکم سے آتا ہے۔ اس کے آنے سے پہلے صبر کے ساتھ ذکر کرتے رہنے کا حکم ہے۔ منکرین حق کی کوئی بھی چال، اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جہاں حفاظت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہو، وہاں خدشات کا مقام ہو تا ہی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، اس لئے دائرہ عبدیت میں آپ کی شان سب سے بلند ہے۔ وہاں کسی ایسی بات کا تصور بھی مناسب نہیں جو منشاء الٰہی کے مطابق نہ ہو۔ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرنے والا، ہمیشہ اللہ کے فضل کا شکر گزار ہوتا ہے۔ تہجد کے لئے اٹھنا نفس پر بھاری ہوتا ہے، رات کو جاگنے والوں سے تعلق ہو جائے تو رات کو جاگنا آسان ہو جاتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار کرنے والوں کے ساتھ اپنا معاملہ پورا کرنے کے بعد، صبر کے ساتھ حکم الٰہی کا انتظار کرنا لازم ہے۔ حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہو تو خدشات کا کوئی مقام نہیں رہتا، کہ جب توفیق دینے والا، منکرین حق سے توفیق ہی چھین لے تو وہ کیا کر سکتے ہیں۔ حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرنا، اللہ کے فضل کا شکر گزار ہونا ہے۔ تہجد کے لئے اٹھنا پاک لوگوں کی طریقت رہی ہے، اور رہے گی۔

وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کرو، اور ستاروں کے پیٹھ پھیرتے وقت بھی۔

کچھ رات گئے تسبیح نماز عشاء کی صورت ہے، اور ستاروں کے پیٹھ پھیرتے وقت تسبیح نماز فجر کی صورت ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد، صبح وقت پر اٹھنے کی نیت کر کے سونا، بندگی میں سنجیدگی کا ثبوت ہوگا۔ رات کو باوضو سونا اور صبح ضروریات سے فراغت کے بعد وضو کی تجدید کرنا باعث راحت ہوتا ہے۔ تہجد کے لئے اٹھنے والے یقیناً نماز فجر کو جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے، وقت پر ادا کر لیتے ہیں۔ اللہ کے بندے کو رات کی ابتدا کے ساتھ بھی اپنے حال کو اور اللہ کے فضل کی طرف دیکھنا چاہئے، اور دن کی ابتدا سے پہلے بھی اپنے حال اور اللہ کے فضل کو دیکھنا چاہئے۔ خلوت کی پاکیزگی سے مکاشفہ عطا ہو جاتا ہے، جلوت کی پاکیزگی سے مشاہدہ عطا ہو جاتا ہے۔

حاصل : نماز عشاء اور نماز فجر کے تعلق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ رات کی ابتدا بھی حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح سے ہو، دن کی ابتداء سے پہلے بھی حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کی جائے۔ اللہ کے فضل کا شکریہ ادا کرتے رہنا حسن عبادت ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (9) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۷۲﴾

اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے، یہی عظیم مراد پانا ہے۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ غروب ہوتے ہوئے ستارے کی قسم۔

پچھلی سورۃ کی آخری آیت میں حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہاں دو اوقات کا ذکر تھا: کچھ رات گئے

اور ستاروں کے پیٹھ پھیرتے وقت کہ ان اوقات میں قادرِ مطلق کی شان کو ہر مقام پر دیکھا جاسکتا ہے۔ ستاروں کا غروب ہونا طلوعِ آفتاب کا پتہ دیتا ہے۔ منکرین حق یہ چاہتے ہیں، کہ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں، اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے، اگرچہ کافروں کو اس سے کراہت ہو۔ (9:32) اللہ نے ہی اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرکوں کو اس سے کراہت ہو۔

حاصل : قسم سے حق کی وضاحت میں مدد لی جاسکتی ہے۔ اللہ کی قدرت کو ہر مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ اللہ کو ماننے کا راستہ دکھاتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿٢﴾ تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے۔

رحمتہ اللعالمین کو 'صاحب' فرمایا گیا ہے۔ یہ ہمارے صاحب ہیں، یہ عالمین کے صاحب ہیں۔ ان کو ہماری بھلائی عزیز ہے۔ ان کو ہمارا مشقت میں پڑنا اچھا نہیں لگتا۔ جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ رکھے وہ اپنی صداقت کے مطابق انعام پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر کرم کرنا چاہے اسے اس کے قریب کردیتا ہے جس پر پہلے کرم ہو رہا ہوتا ہے۔ جس کا کسی حال پر بھٹکنا ثابت ہو اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ جس کا کسی حال پر بے راہ ہونا ثابت ہو اس کا اتباع، معیارِ حق نہیں ہو سکتا۔ بھٹکنے کے لئے خواہشات کا اتباع ضروری ہوتا ہے، اور بے راہ ہونے کے لئے سبیل الرشد کو چھوڑ کر من مانی کی راہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے، اور یہ دونوں مقامات ہمارے صاحب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہیں رکھتے۔

حاصل : رحمتہ اللعالمین ہمارے صاحب ہیں، ہمیں اپنے صاحب کا ساتھ رکھنا چاہئے۔ جن کے نہ بھٹکنے کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے، جن کے بے راہ نہ ہونے کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے، ان کو ماننا ہی اللہ کو ماننے کا ثبوت ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اور وہ ہوائے نفس سے بات نہیں کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ آپ کا بولنا خواہش کے تحت نہیں ہوتا۔ جو لوگ اپنی خواہشات کے حوالے سے ہی بولتے ہیں وہ کچھ وقت کے لئے اپنے آپ کو ساکن کر لیں، تو انہیں اس شان کا علم ہو، جو اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمائی ہے۔

حاصل : ہوائے نفس کے تحت نہ بولنا بہت بڑی شان ہے، یہ شان بندے کے واجب التکریم ہونے کا ثبوت ہوتی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ﴿٤﴾ وہ تو وہی ہے جو آپ کو وحی کی جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق کا خواہش سے پاک ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کی بات کسی گمان سے تعلق نہیں رکھتی، آپ کی بات کسی اندازے قیافے سے تعلق نہیں رکھتی، آپ وہی کہتے ہیں، جس کے کہنے کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا ہے۔ سننے والے اگر آپ کی بات کو، اللہ کا فرمان جان کر سنیں تو وہ اپنی خواہش کے دائرے سے نکل سکیں گے، اور علم الٰہی سے فیوض و برکات حاصل کر سکیں گے۔

حاصل : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو اللہ کی بات ماننا لازم ہے، ہماری یہ تسلیم

ہمارے ہر عمل میں جلوہ گر ہونی چاہئے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ ۝۵ اُنہیں شدید القویٰ نے تعلیم دی۔

انبیاء کرام کا معلم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح علم عطا فرمایا گیا، اللہ نے اس کے متعلق یہ واضح فرمایا ہے، کہ اس علم پر اثر انداز ہونا کسی قوت کے بس میں نہیں ہے۔ معلم حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، ذریعہ بھی اللہ کے علم سے بنا ہے، اور یہ ذریعہ ایسا نہیں ہے، جس سے بڑے اور بہتر ذریعے کا تصور بھی کیا جا سکے، کہ یہ ذریعہ علیم مطلق کا بنایا ہوا ہے۔

حاصل: اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ذریعے سے علم عطا فرمایا، اس پر کسی قوت کا اثر انداز ہونا ممکن ہی نہیں۔ اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت قطعاً حفاظت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور اللہ نے ہی اس کی حفاظت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰىۙ ۝۶ زور آور۔ پھر وہ پورا نظر آیا۔

شدید القویٰ کی صفت بیان فرمائی گئی ہے، کہ وہ بہت زور آور تھا۔ جس ذریعے سے اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت، ناصح امین تک پہنچائی گئی، وہ بہت زور آور تھا، کہ اس نصیحت کی شان کے لائق یہی اہتمام تھا جو اللہ نے پسند کیا۔ پھر وہ ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا بھی گیا۔ دکھانے کا منشاء یہ تھا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیں، کہ جس حفاظت اور اہتمام کے ساتھ آپ کے پاس ذکر الٰہی پہنچایا گیا ہے، وہ قطعاً اور ہر لحاظ سے بہترین ہے۔

حاصل: خدائی اہتمام اللہ کے علم سے ہوتا ہے، اس لئے ہر لحاظ سے بہترین ہوتا ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىؕ ۝۷ اور وہ افق اعلیٰ میں تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ذریعہ سے اللہ کی نصیحت پہنچائی گئی، اس ذریعہ کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ وہ آپ کے مشاہدے میں آیا، اور وہ اس قدر روشن اور پورا نظر آیا، کہ اس سے بہتر کا تصور بھی ممکن نہیں۔ یہ مشاہدہ انتہائی مشرق یا انتہائی مغرب سے وابستہ نہیں تھا، بلکہ افق اعلیٰ سے تعلق رکھتا تھا، دکھانا یہ مقصود تھا کہ علم الٰہی کی شان سب سے بلند ہے، اور پوری کائنات میں اس ذریعے کے بہترین ہونے کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ ذریعہ اللہ کا فرشتہ تھا۔

حاصل: جو مشاہدہ افق اعلیٰ سے تعلق رکھتا ہو، اس کے بارے میں کوئی ابہام ممکن ہی نہیں رہتا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ ۝۸ پھر قریب ہوا، اور نزدیک آ گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس فرشتے کا مشاہدہ کرایا گیا، اس کی صفات کو روشن کرنے کے بعد، اس کے مقام کو واضح کرنے کے بعد، اسے آپ کے قریب ہونے کا امر دیا گیا۔ یہ قریب ہونا آپ کے لئے باعثِ راحت تھا، اس لئے اس قرب کو مزید بڑھایا گیا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ جو کچھ کر سکتا ہے وہ اسی کی شان کے لائق ہے۔ جس کا قرب باعث راحت ہو، اللہ اس کو قریب کر کے بھی اپنے بندے پر مہربانی کرتا ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ⑨ تو دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مشاہدے سے اتنی راحت ہوئی، کہ آپ نے اس ذریعے کو بھی قدر کی نظر سے دیکھا، جو اللہ نے اپنی عطائے بے بہا کے کرنے کے لئے بنایا تھا۔ قریب ہوتے ہوتے یہ فرشتہ حضور سے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر آگیا، اور فرشتے کا اس قدر قریب آنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث راحت ہوا۔

حاصل: قرب کا اظہار کرنے کے لئے کسی معیار کی نسبت سے بات کرنی چاہئے۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ⑩ تو اللہ نے اپنے عبد کی طرف وحی فرمائی، جو وحی فرمائی۔

فرشتے کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ وہی کرتا ہے، جس کا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوتا ہے۔ من مانی کرنا فرشتے کا درجہ کبھی نہیں ہوا۔ قرب کے اس مقام پر، اللہ نے اپنے عبد اور رسول کی طرف وحی فرمائی، جو اللہ نے پسند فرمائی۔ جو عطا کرنے والے سے کلی تعلق رکھتا ہو، اس پر عطا ہمیشہ کل کی صورت سے ہوتی ہے۔ اللہ کی عطا ہمیشہ اللہ کے علم سے ہی ہوتی ہے، اس عطا میں اس قدر رجت تھی کہ سارے عالمین اس سے فیض حاصل کر سکتے تھے۔ وہ بندہ جس کو اللہ نے اپنی وحی سے نوازا، بنی نوع انسان میں بہترین بندہ ہے، وہ علم جس سے اللہ نے اپنے بندے کو نوازا، سب سے بڑا علم ہے، اور وہ ذریعہ جو اللہ نے اس وحی کے لئے پسند فرمایا، بہترین ذریعہ ہے۔

حاصل: اللہ کی وحی کی قدر کی جائے گی تو بندوں کا بھلا ہوگا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ⑪ جو کچھ آپ نے دیکھا، دل نے اس کی نفی نہیں کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا، دل نے اس کو محبت کے ساتھ تسلیم کیا۔ وہاں کسی گمان کا مقام تو تھا ہی نہیں، اس لئے کسی منفی خیال کا آنا بھی ممکن نہ تھا۔ مشاہدے کو دل سے مان لیا جائے اور یہ باعث راحت ہو تو وجود میں راحت کی ایسی کیفیت آتی ہے، کہ سب اعضاء ذکر کرنے لگتے ہیں۔

حاصل: جس مشاہدے کو دل مان لے، اس کے بارے میں کسی گمان کا اظہار ممکن ہی نہیں رہتا۔

أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ⑫ کیا تم آپ کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ اللہ نے آپ کو جس علم سے نوازا ہے، اس سے بہتر ساری کائنات میں کہیں موجود نہیں ہے، اور اسی کو ماننے سے فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔ اس مشاہدے کے ساتھ ہی آپ حق کو ماننے والوں کو ان کے انجام کے اچھے ہونے کی بشارت دے سکتے تھے، اور حق کا انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرا سکتے تھے، اور آپ کے مقابل بات کرنے والے، محض اپنے گمان سے ہی بات کرتے تھے۔

حاصل: اپنا مشاہدہ بیان کرنے والے کے سامنے، گمان کے تحت جھگڑا کرنے والوں کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ اور آپ نے اُس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجنے کے لئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خدمت سپرد کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت اور قدرت کے حوالے سے ان کا مشاہدہ کرنا، حضور کے لئے باعث راحت ہوا، اس لئے اللہ نے یہ پسند کیا کہ اس مشاہدے کو پھر کرایا جائے۔ اس مشاہدے سے اللہ تعالیٰ کے علم کے اعلیٰ ترین ہونے کا مقام روشن ہوا، اس علم کے ساتھ کسی دوسرے علم کا ملنا بھی ناممکن نظر آیا۔ وہ ذریعہ جس سے اس علم کو بحفاظت تمام حضور تک پہنچایا گیا، اس کے دیکھنے سے بھی حضور کو بڑی راحت ہوئی۔

حاصل: حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و قدرت کے حوالے سے دیکھنا، حضور کے لئے باعث راحت ہوا، اس لئے یہ مشاہدہ پھر بھی کرایا گیا۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک۔

عالم اسباب کا انتہائی بلند مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس عالم میں ہونا اور نہ ہونا جاری رہتا ہے۔ اللہ کی مشیت کا غلبہ ہر مقام پر رہتا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی قوت و قدرت کے حوالے سے دکھانا، عالم ناسوت میں ان کے مقام کو روشن کرنے کے لئے تھا۔ حضور نے یہ دیکھا کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اللہ کو عاجز کرنا نہ کسی کے بس میں ہوا ہے، نہ کبھی ہوگا۔

حاصل: عالم ناسوت کے بلند ترین مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و قدرت کے حوالے سے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو راحت ہوئی اسے الفاظ میں کب بیان کیا جاسکتا ہے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اس کے پاس جنّت الماویٰ ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ وہ جنت الماویٰ کے پاس ہے۔ عالم ناسوت کی حد جہاں ختم ہوتی ہے، وہیں سے عالم لاہوت کی حد شروع ہوتی ہے، وہیں جنت الماویٰ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس مقام پر دیکھا، انسانی گمان کی وہاں تک رسائی ہی ممکن نہیں۔

حاصل: عالم ناسوت جہاں ختم ہوتا ہے، وہیں جنّت الماویٰ ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر محیط ہے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشاہدہ کروایا گیا، تو سدرۃ المنتہیٰ پر انوار کے عالم کی ایسی کیفیت تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ دکھایا، اس سے اللہ کی قدرت کا مشاہدہ ہوا۔ اس سے آپ کو اللہ کی محبت بصورت حسن اہتمام نظر آئی۔ آپ کو علم الٰہی کی شان دکھائی گئی اور اس علم کے عالمین پر غالب ہونے کا مقام بھی آپ نے دیکھا۔

حاصل: محبت کے ساتھ جو اہتمام کیا جائے، اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ جہاں اظہار

محبت کرنے والا مالک کل ہو وہاں حسن اہتمام کی کیفیت، بیان میں آ ہی نہیں سکتی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ نگاہ نہ بھٹکی نہ حد سے بڑھی۔

خوف خدا، علم حقیقی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ اس کی موجودگی میں نگاہ کا بھٹکنا محال ہو جاتا ہے، حد سے بڑھنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم اعتدال ہے، جہاں خیال ماضی کی طرف بھی نہیں جاتا، مستقبل کی طرف بھی نہیں جاتا، ہر آن نظر حال پر رہتی ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا جائے، اسی کو دیکھا جاتا ہے۔

حاصل : حال اور حق پر نظر رہے تو مشاہدہ پورا ہوتا ہے، ماضی کا خیال آئے تو نگاہ بھٹک جاتی ہے، مستقبل کا خیال آئے تو حد سے بڑھ جاتی ہے۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ بے شک آپ نے اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔

وہ تمام مشاہدات جو رحمۃ اللعالمین کے مرتبے کے حوالے سے، اللہ تعالیٰ نے پسند کیے، اللہ تعالیٰ نے کروا دیئے۔ یہ سب مشاہدات بڑی نشانیوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ حق کو ماننے والے اپنے انجام کے ساتھ دکھائے گئے، حق کا انکار کرنے والے، اپنے انجام کے ساتھ دکھائے گئے، دین اسلام کا دوسرے ادیان پر غلبہ دکھایا گیا، اور وہ سب کچھ دکھایا گیا، جو اللہ نے دکھانا پسند کیا۔

حاصل : اللہ کی بڑی نشانیوں کو دیکھنے والے کی بات کا مقام بہت بلند ہے۔ وہاں اندازے، قیافے کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ تو کیا تم نے لات اور عزیٰ پر غور کیا ہے۔

یہ بتوں کے نام ہیں، اور کافر لوگ ان کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں، اور اللہ کی بیٹیاں ہیں، اور ان کی بات اللہ کے ہاں مان لی جاتی ہے، ان کی پوجا کی جائے تو برکات حاصل ہوتی ہیں اور عزت نصیب ہوتی ہے۔ ان بتوں کی حقیقت پر غور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ ان کی حیثیت کیا ہے، ان کی تخلیق کیسے ہوئی، یہ کر کیا سکتے ہیں، ان بتوں کے بارے میں جو کچھ بھی کہا جاتا ہے، اس کے ساتھ کبھی کسی سند کا ذکر ہوا ہے۔

حاصل : اپنے عقائد کے درست ہونے پر غور کرنا چاہئے۔ ان اسناد کو دیکھنا چاہئے جو ہمارے عقائد کے درست ہونے کا ثبوت ہیں۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اور تیسری منات کو۔

وہ دیوی جس سے یہ لوگ مرادیں مانگتے تھے، اس کو منات کہتے تھے۔ اُن کے نزدیک برکات دینے والا معبود اور ہے، عزت دینے والا معبود اور ہے، اور مرادیں پوری کرنے والا معبود اور ہے۔ یہ بت کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ حق کے مقابلے میں ان کو ماننا کافروں کی جہالت اور ضد کا ثبوت ہے۔ ان کی درجہ بندی ان کے جھوٹ کو واضح کر دیتی ہے۔ جس معبود کا دائرہ کار اس کی پرستش کرنے والے، متعین کریں وہ معبود کیا حیثیت رکھتا ہے۔

حاصل : معبود کی شان ہے کہ وہ عبد کے دائرہ کار کا تعین کرے۔ کافر اپنے معبودوں کو خود بناتے ہیں اور ان کے اختیارات کے بارے میں بے سند باتیں گھڑتے ہیں۔

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تمہارے لئے تو بیٹا ہو اور اس کے لئے بیٹی۔

جو لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، اور ان کے بت بنا کر پوجتے تھے، ان پر ان کے عقیدے کے نقص کو واضح کیا گیا ہے، کہ معبود سے تو عبد کا تعلق انتہائی ادب کا ہوتا ہے۔ عبد کو تو اپنے معبود کی خوشی کے مقابل کچھ عزیز نہیں ہونا چاہئے۔ تم عجیب بندے ہو، کہ اپنے لئے تو بیٹا پسند کرتے ہو، اور معبود کے لئے بیٹی پسند کرتے ہو، یہ تو اپنے معبود کی شان میں بڑی گستاخی کی بات ہوئی۔ معبود کی شان تو یہ ہے کہ وہ مالک کل ہے، خالق کل ہے، تعین سے پاک ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ وہ یوم الدین کا مالک ہے، وہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دے گا۔ اس کے احاطہ قدرت سے باہر کچھ نہیں ہے۔

حاصل : کسی کے عقیدے کا نقص اس پر واضح کرنے کے لئے، اس کے عقیدے کا تضاد اس کے سامنے رکھنا چاہئے۔

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ یہ تو سخت بھونڈی تقسیم ہوئی۔

دعویٰ تو معبود کی انتہائی تعظیم و تکریم کا ہو، اور شہادت اس کے ساتھ یہ پیش کی جائے، کہ جو کچھ اپنے لئے ناپسند ہو، وہ معبود کے لئے پسند کیا جائے، تو اس کو سخت بھونڈی تقسیم ہی کہا جائے گا۔

حاصل : جو تقسیم ہمارے دعویٰ بندگی کو باطل کر کے رکھ دے، اس کو بھونڈی تقسیم ہی کہنا چاہئے۔

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ ؕ

یہ تو محض نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے آباء نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف ظن اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

کافر جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان کی حقیقت پر غور کرو: ان کے نام تمہارے اپنے تجویز کردہ ہیں، یا تمہارے باپ دادوں کے تجویز کردہ ہیں، ان ناموں کے ساتھ کوئی حقیقت تو موجود ہی نہیں ہے۔ یہ کبھی نہیں تھے، پھر وجود میں آئے، اور یہ بات معبود کی شان کے خلاف ہے۔ معبود وہ ہے، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ نام کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جب اللہ نے ان کے لئے کوئی سند ہی نازل نہیں فرمائی، تو ان ناموں سے کسی ہدایت کا حصول ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ اپنے گمان اور خواہشاتِ نفس کا اتباع کرنے کے لئے حق کے مقابل ایک راہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ہدایت ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آچکی ہے، اور اسی ہدایت کے حوالے سے ان لوگوں

پر حق بھی عائد ہوتا ہے، اور اسی حق کے مطابق یہ قیامت کے دن اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہوں گے۔
حاصل : ہمارے عقیدے کے درست ہونے کی سند موجود ہونی چاہئے۔ ظن اور خواہشات نفس کا اتباع ہمیشہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہمیشہ موجود ہوتی ہے، اور اسی کے حوالے سے بندہ اللہ کے حضور جواب دہ ہوگا۔

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ کیا انسان اپنی تمنا کے مطابق پالیتا ہے۔

نتائج انسانی تمنا سے مرتب نہیں ہوتے، اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ جب اللہ کی قدرت کے احاطے کا انکار حال پر ممکن نہیں ہے، تو اللہ کی قدرت کا انکار مستقبل میں بھی ممکن نہیں ہے۔
حاصل : اپنی تمنا کو حق کے تابع رکھنا چاہئے، اور خلوت و جلوت میں پاک رہنا چاہئے۔

۲۵ ع فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ تو آخرت واولیٰ پر اللہ ہی کا اختیار ہے۔

آخرت پر بھی اللہ کا اختیار ہے، دنیا پر بھی اللہ کا اختیار ہے۔ اس اختیار میں کسی کی مداخلت ممکن ہی نہیں۔ دنیا میں یہ دیکھا جاسکتا ہے، کہ معطی مطلق اللہ ہی ہے۔ سب ارکان اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ ضروریات زندگی کا احساس بھی اسی کی عطا کردہ فراست سے ہوتا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ توفیق سے ہی سہولتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ کی قدرت کے احاطے کو ہر مقام پر دیکھا جاسکتا ہے، آخرت تو ہوگا ہی جزا کا مقام، وہاں تو کسی کو اللہ کی قدرت میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔
حاصل : آخرت کا مالک بھی اللہ ہے، دنیا کا مالک بھی اللہ ہے۔ اللہ کو مالکِ کل ماننے والے پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی مقام پر من مانی نہ کرے۔
شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں فرمایا ہے۔
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾
اور اللہ وہ نہیں، جسے کوئی شے، آسمانوں اور زمین میں عاجز کر سکے۔ بے شک وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾

اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی شفاعت کام نہیں آتی، مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کو چاہے اذن دے، اور جس کے لئے وہ راضی ہو۔

اللہ کے فرشتوں کے بارے میں جو لوگ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ فرشتوں کی شفاعت سے استفادہ کرسکیں گے، ان پر واضح فرمادیا گیا ہے، کہ فرشتوں کے بارے میں ایسا گمان رکھنا بے معنی بات ہے۔ جس فرشتے کو اللہ نے اذن دیا وہی فرشتہ شفاعت کرسکے گا، اور جس کے لئے اللہ پسند کرے گا، اس کی شفاعت کی جاسکے گی۔ حق کی تکذیب کرنے والے، فرشتوں کی

شفاعت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں، اس کے درست ہونے کی کوئی سند ہی موجود نہیں۔

حاصل : فرشتے صرف اللہ کے اذن سے ہی شفاعت کریں گے، اور جس کے لئے اللہ چاہے گا، اسی کے لئے شفاعت کریں گے۔ من مانی کرنے والوں کی شفاعت قطعاً نہیں ہوگی کہ یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۷﴾

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ ملائکہ کے نام رکھتے ہیں، عورتوں کے سے نام۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، یوم آخرت پر ایمان لانا، ملائکہ پر ایمان لانا، کتاب اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے نبیوں پر ایمان لانا حق ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اصلاح حال کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ وہ ملائکہ کے نام، عورتوں جیسے رکھ لیتے ہیں، اور ان ناموں پر بت بناتے رہتے ہیں۔ بتوں کو بناتے تو وہ خود ہیں، اور کسی کو بھی وہ کافی نہیں جانتے، اس سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے وہ ان کے نام عورتوں جیسے رکھ لیتے ہیں۔

حاصل : آخرت پر ایمان نہ رکھنا کفر ہے۔ ملائکہ کے نام عورتوں جیسے رکھنا اور ان ناموں کے بت بنا کر پوجنا مشرکین کا طریق زندگی ہے۔

وَ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿ۚ۲۸﴾

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ تو محض ظنّ کا اتباع کرتے ہیں اور ظنّ کسی کو حق سے مستغنی نہیں کر سکتا۔

جو لوگ ملائکہ کے نام عورتوں جیسے رکھ لیتے ہیں، وہ ملائکہ کی تخلیق کے حوالے سے شاہد ہونے کا دعویٰ تو کر ہی نہیں سکتے۔ تذکیر و تانیث جہاں بھی ہے، اللہ کے علم سے ہے، اور اللہ نے بقاءِ نسل کے لئے یہ صورت رکھی ہے۔ فرشتے اللہ کی جماعت ہیں، امر الٰہی کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں، اور شہوات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، منکرین حق محض اپنے گمان سے فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھ لیتے ہیں۔ ظن کا اتباع کسی کو حق سے بے نیاز تو نہیں کر سکتا۔ ظن، خواہشات نفس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، حق، فرمان الٰہی ہے۔ ظن کے اتباع کا نتیجہ شرک ہے، حق کو ماننے سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ ظن کا تعلق تضاد اور فساد سے ہوتا ہے، حق کو ماننے والا تضاد اور فساد سے نجات پا لیتا ہے۔ قیامت کے دن بندے سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ یہ پوچھ اس حق کے حوالے سے ہوگی، جو کسی پر عائد ہوتا ہے۔

حاصل : ظنّ کے اتباع سے علم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ کسی کا ظنّ اسے کبھی حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ ظنّ اور حق کو مساوی قرار دینا قطعاً جہالت ہے۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿ؕ۲۹﴾

تو تم ان لوگوں سے اعراض کرو، جنہوں نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہے اور جو محض حیاتِ دنیا کے ہی طالب ہیں۔

فرمانِ الٰہی ذکر ہے، نصیحت ہے۔ جو لوگ اس سے منہ پھیر لیں، وہ جاہل ہیں۔ وہ صرف حیاتِ دنیا کے ہی طالب ہوتے ہیں۔ زینت حیاتِ دنیا میں وہ اس طرح الجھ جاتے ہیں، کہ اپنے منشاء حیات کو دیکھتے ہی نہیں۔ اللہ نے تو کسی شے کو بے مقصد بنایا ہی نہیں۔ یہ من مانی کرنے والے جاہل، آخرت کا انکار کر کے اپنے آپ کو ہی خسارے میں ڈالتے ہیں۔ اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا تو ممکن ہی نہیں۔ یہ اب بھی قادرِ مطلق کے احاطہ قدرت میں ہیں، مستقبل میں بھی قادرِ مطلق کے احاطہ قدرت میں ہوں گے۔

حاصل : جو لوگ فرمانِ الٰہی سے منہ پھیرتے ہیں، ان سے منہ پھیر لینا حکمِ الٰہی ہے۔ جو لوگ محض حیاتِ دنیا کے طالب ہیں، ان سے منہ پھیر لینا ہی راہِ راست پر ہونے کا ثبوت ہے۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

ان کے علم کی پہنچ یہیں تک ہے۔ تمہارے رب کو خوب علم ہے کون اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، اور اسے ہدایت پانے والوں کا بھی بڑا علم ہے۔

جو لوگ حیاتِ دنیا کی طلب میں ہی پھنس کے رہ جاتے ہیں، ان کے حال اور اعمال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ آخرت کے منکر ہیں۔ وہ بھی اپنے طریق زندگی کو خوب کہتے ہیں۔ وہ اپنے بنائے معیاروں کے حوالے سے ہی اپنی کارکردگی کو دیکھتے ہیں۔ زینت حیاتِ دنیا سے آگے تو ان کی نظر جاتی ہی نہیں، ان کی پہنچ بس یہیں تک ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے بنائے ہوئے معیار، اللہ کے نزدیک تو کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جزا دینے والا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ جو لوگ اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، ان کو بھی وہ خوب پہچانتا ہے اور جو لوگ راہِ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کر رہے ہیں، ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔

حاصل : حیاتِ دنیا کی طلب میں پھنسے ہوئے لوگوں کی بات کو بھی سند نہیں ماننا چاہیے۔ جزا دینے والا، ہر ایک کو ہر حال میں دیکھتا ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہوتا۔ کسی کے گمراہ ہونے کا یا ہدایت یافتہ ہونے کا سب سے بڑا علم اللہ کو ہی ہوتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ جس دعوے کے ساتھ شہادت موجود نہ ہو وہ دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ وہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کی جزا دے، اور نیکی کرنے والوں کو ان کے کیے کی اچھی جزا دے۔

مالکِ کل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، سب اللہ کا ہے۔ یہ اسی کی شان کے لائق ہے کہ وہ اپنی رضا کو واضح کرے اور اپنی ناپسند کو بھی بیان کرے تاکہ شعور کے ساتھ جس نے جو رخ اختیار کرنا ہو، وہ کرے۔ برائی کرنے

والوں کو ان کے کئے کی جزا ہی دی جائے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر ظلم نہ ہو گا۔ جو لوگ حق کو مانتے ہیں اور صالح عمل کرتے ہیں، وہ نیک لوگ ہیں، ان کو ان کی نیکی کی اللہ خوب جزا دے گا۔ زینت زمین کو اسی لئے ٹھہرایا گیا ہے کہ حسن عمل کو دیکھا جائے۔(18:7) اور یہ زینت زمین ایک دن ہٹا دی جائے گی۔(18:8)

حاصل : جو کچھ بھی ہمارے استعمال میں ہے، اور ہم اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں، سب اللہ کا ہے۔ عطائے الٰہی کو خلاف حق استعمال کرنا گناہ ہے، اور عطائے الٰہی کو حق کے مطابق استعمال کرنا نیکی ہے۔ اللہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ہی دے گا۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ
الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ
الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ
مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ
اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾ ع

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں، مگر یہ کہ پاس گئے اور رک گئے، بے شک تمہارے ربّ کی مغفرت وسیع ہے۔ تمہارے بارے میں سب سے بڑا علم اسی کو ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا، اور جب تم اپنی ماؤں کے بطون میں بصورت جنین تھے۔ تو خود ستائی نہ کرو، اللہ تقویٰ کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

جن کاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ اپنی ناپسندیدگی کا ذکر کیا ہے، ان کا کرنا کبیرہ گناہ ہے اور جن کاموں سے بے حیائی بڑھتی ہے وہ فواحش ہیں۔ کبیرہ گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرنا بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔ بھول چوک بندے سے ہو جاتی ہے، مگر اس کا احساس ہوتے ہی فوراً رک جانا چاہئے، توبہ کرنی چاہئے، اصلاح کو اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ کی مغفرت وسیع ہے، وہ بخش دیتا ہے۔ اللہ سے بخشش طلب کرنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے حوالے سے لوگوں کے قصور معاف کرنے میں اڑ نہ جائے اور یہ یاد رکھے، کہ معاف کرنے والوں کو ہی معاف کیا جاتا ہے۔ اللہ نے بندے کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر اسی نے بقاء نسل کی صورت رکھی ہے۔ ماؤں کے بطون میں صورتیں بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ ہماری ضروریات کا سب سے بڑا علم اسی کو ہے۔ ہماری استعداد و استطاعت کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اس لئے اپنی ستائش کرنا اور اپنی پاک دامنی کی حکایات کو بڑھانا ہماری بے علمی کا ہی ثبوت ہو گا۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اللہ تقویٰ کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حاصل : کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ کوتاہی ہو جائے تو تائب ہونے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ معاف کرنے والوں کو ہی معاف کیا جاتا ہے۔ ہماری ضروریات کا سب سے بڑا علم اللہ ہی کو ہے اور وہی ان ضروریات کو پورا کرتا رہا ہے، پورا کر رہا ہے اور پورا کرتا رہے گا۔ ہمیں اپنی پاک دامنی کی حکایات کو بڑھانا نہیں چاہئے، اللہ ہمارے تقویٰ کو خوب جانتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۶﴾

تمہیں جو کچھ عطا ہوا ہے، وہ متاعِ حیاتِ دنیا ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے، ان کے لئے جو ایمان لائے، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِى تَوَلَّىٰ ﴿۳۳﴾ کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا۔

حکم الٰہی یہ ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ کبھی کنجوسی انسان کے لئے بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ جب انسان یہ دیکھتا ہے کہ دین اسلام اس سے بہت کچھ لینا چاہتا ہے، اور وہ اللہ کی عطا کردہ توفیق کو اپنی کاوش کی بدولت جانتا ہے، تو اسے انفاق فی سبیل اللہ میں اپنی معاشی ابتری نظر آنے لگتی ہے اور وہ حق کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے بعد پھر جاتا ہے۔

حاصل : حق کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنی خواہشات کو معیار بنانے والے حق سے پھر جایا کرتے ہیں۔ شاہد سے محبت ہو تو دین اسلام پر استقامت سے رہنا ممکن ہوتا ہے۔

وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿۳۴﴾ اور قلیل دیا پھر رُک گیا۔

انفاق فی سبیل اللہ میں جس کا رخ درست نہ ہو، وہ قلیل ہی دیتا ہے پھر رُک جاتا ہے۔ جہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کام تقویٰ اور توکل سے تعلق نہ رکھتا ہو، وہاں بندہ تھوڑا سا مال راہ حق پر لگانے کے بعد رُک جاتا ہے۔ دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ وہ حق کو مانتا ہے اور عملاً وہ ماضی کے علم میں الجھا رہتا ہے۔

حاصل : جسے یہ یقین ہو کہ انفاق فی سبیل اللہ اس کے لئے باعث فلاح دارین ہے، وہ عطائے الٰہی کا شکریہ ادا کر کے خوش ہوتا ہے۔ جس کے اندر تقویٰ اور توکل نہ ہو اس کا رویہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں قلیل خرچ کرنے کے بعد رُک جاتا ہے۔

أَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰٓ ﴿۳۵﴾ کیا اس کے پاس علم غیب ہے اور وہ دیکھ رہا ہے۔

جو حق کو ماننے کے بعد بخل کرتا ہے، اس پر واضح کیا گیا ہے، کیا وہ غیب کا علم رکھتا ہے کہ وہ نتائج کو جانتا ہے اور نتائج کو جاننے کی وجہ سے وہ اپنے عمل میں تبدیلی لا رہا ہے، یا وہ دیکھ رہا ہے کہ بخل میں ہی اس کی سلامتی ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ نصیحت حق سے اعراض کرنے کی ترغیب تو عدو مبین کی طرف سے دی جاتی ہے۔

حاصل : نتائج منجانب اللہ ہوتے ہیں، حق سے اعراض کرنے والا نہ ان کا علم رکھتا ہے، نہ وہ انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے، وہ تو شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہوتا ہے۔

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِى صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿۳۶﴾ کیا اُسے اُس کی خبر نہ ملی جو صحف موسیٰ (علیہ السلام) میں ہے۔

ماضی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والے علم کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات قطعاً واضح تھیں۔ آپ نے حق کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا تھا بیان کیا اور عملاً وہ کر کے بھی دکھایا جو کیا جانا چاہئے تھا۔ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طریقت کے خلاف، بخل کا راستہ اختیار کیا، وہ عبرتناک انجام کو پہنچے۔

حاصل: حق ہمیشہ حق کا مصدق ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا، اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حق کو ماننے والوں کا بھلا ہوتا ہے، اور حق کا انکار کرنے والے مشقت میں پڑ جاتے ہیں۔

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اور صحف ابراہیم (علیہ السلام) میں ہے، جنہوں نے وفا کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رُشد عطا فرمایا گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کا امام ٹھہرایا گیا۔ لوگوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو علم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا، آپ نے اُس علم کو لوگوں کے سامنے اس طرح سے رکھا کہ لوگ حسن عمل کے اس معیار کو دیکھ کر اپنا احتساب کرتے رہیں، اس طرح راہِ وفا اُن پر روشن ہوتی رہے گی۔

حاصل: خلوت و جلوت میں پاک رہنے کے عہد کو صداقت کے ساتھ پورا کرنے والے وفادار ہیں۔ وفادار اور بے وفا کبھی برابر نہیں ہوتے۔ جو وفادار نہیں ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھی ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات سے تو یہی واضح ہوا تھا کہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دی جائے گی، اور کوئی جان کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر نہ لے گی، جو حق کو نہ مانے گا وہ ناحق کو ضرور مانے گا، اعمال کا انحصار نیتوں پر ہوگا۔ کسی کو سزا دینے کے لئے اہتمام کرنا اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کے لائق نہیں۔ جس نے خلافِ حق کیا ہے، وہ اپنے کئے کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ یہ بوجھ حال پر مخفی ہوتا ہے، قیامت کے دن جلی ہو جائے گا۔ یہی بوجھ منکرین حق کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوگا۔

حاصل: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں سے قرآن پاک کے علوم کی تصدیق ہوتی ہے۔ کوئی جان کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دے گا۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ اور انسان کو اُس کی سعی ہی ملے گی۔

شعور کے ساتھ انسان حق کو مانتا ہے، یا اس کا انکار کرتا ہے۔ جس کا رخ حق کے مطابق ہے، وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا، جس کا رُخ حق کے خلاف ہے وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا۔ جس نے خیر کا بیج بویا وہ اس خیر کے جاری رہنے تک اس کار خیر میں

بالواسطہ شامل ہے۔ جس نے برائی کا بیج بویا، وہ بھی اس کارِ بد میں بالواسطہ شامل رہے گا۔ رُخ کا تعلق نیت سے ہوتا ہے، نیت درست ہو گی تو عقیدہ درست ہو گا، اور عقیدہ درست ہو گا تو مقصود اللہ کی رضا ہو گی اور سعی مشکور ہو جائے گی۔

حاصل: جزا کے یقین کے ساتھ کئے گئے اعمال اور جزا کے عدم یقین کے ساتھ کئے گئے اعمال کبھی مساوی نہیں ہوتے۔ ہر ایک کو اس کی سعی کے مطابق ہی جزا ملے گی۔

وَاَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ اور یہ کہ اس کی سعی جلد ہی دیکھی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے، اسے اپنے علم سے توفیق دی ہے، اسی توفیق کے حوالے سے اس پر حق عائد ہوتا ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہونے کی دیر ہے، اور اس مہلت میں یہ سعی محفوظ ہوتی جارہی ہے۔ یہ ریکارڈ عنقریب دیکھا جائے گا۔ انسان کے بنائے ہوئے آلات اگر آواز کو من وعن محفوظ کر سکتے ہیں، حرکات و سکنات کو من وعن محفوظ کر سکتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے انتظام کی شان اعلیٰ کو بصد ادب مان لینا چاہئے، اور ہمارے قول و فعل میں جزا کا یقین نظر آنا چاہئے۔ جب یہ یقین ہو کہ ہماری سعی دیکھی جائے گی اور عنقریب دیکھی جائے گی، تو پھر غفلت کا امکان ہی کہاں رہ جاتا ہے۔

حاصل: یہ یقین موجود رہے کہ ہماری سعی عنقریب دیکھی جائے گی، تو پھر حق سے غفلت کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔ اس معاشرے کی شان پر غور کیجئے جس کے افراد یہ یقین رکھتے ہوں کہ ہماری سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔

ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ﴿۴۱﴾ پھر اُسے پوری پوری جزا دی جائے گی۔

اللہ نے ہی بندے کو پیدا کیا ہے۔ اُسی نے اس کو توفیق دی ہے۔ وہی اُس حق کا سب سے بڑا جاننے والا ہے جو کسی بندے پر عائد ہوتا ہے۔ وہی پوری پوری جزا دینے کا علم رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کے اعمال کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ وہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ کسی پر ظلم کرنا اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

حاصل: اللہ ہی بندے کو اُس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے سکتا ہے، کہ حق بندے پر اُسی کی طرف سے عائد ہوتا ہے۔

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی ﴿۴۲﴾ اور یہ کہ منتہیٰ تمہارے ربّ ہی کی طرف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ابتدا ہوئی ہے، اُسی کی طرف انتہا ہو گی۔ وہی ہمارا رب ہے۔ اُسی نے پیدا کیا ہے وہی پالتا ہے، اُسی کی طرف سے حق عائد ہوتا ہے، وہی ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے، وہی ہمیں موت دیتا ہے، وہی ہمیں قیامت کے دن اٹھائے گا، اُسی کے دربار میں حاضری ہو گی، وہی یوم الدین کا مالک ہو گا، اس کے فیصلے علم مطلق سے ہوں گے۔

حاصل: اللہ کی طرف سے ابتدا ہوئی ہے، اُسی کی طرف انتہا ہو گی۔ اللہ کے دربار میں پیشی کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر شاہد کے اتباع میں ہی اپنی فلاح نظر آنی چاہئے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَکَ وَاَبۡکٰی ﴿۴۳﴾ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے، وہی رُلاتا ہے۔

آسانیاں عطا فرمانے والا بھی اللہ ہے، مصائب و آلام بھی باذن اللہ ہوتے ہیں۔ دونوں مقامات اللہ کے علم سے ہوتے ہیں۔ خوشی کو منجانب اللہ جانا جائے، تو کسی حق دار کی حق تلفی نہیں ہوتی، غمی کو باذن اللہ جانا جائے تو کسی صورت سے ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ قادرِ مطلق وحدہ لاشریک ہے اس لئے خوشی کے ساتھ ہنساتا بھی وہی ہے، اور غمی کے ساتھ رُلاتا بھی وہی ہے۔

حاصل: خوشی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، غمی بھی باذن اللہ ہے۔ خوشی مقام شکر ہے، غمی مقام صبر ہے۔ شکر اور صبر کے مقامات پر پورا رہنے والا اللہ کو ماننے کے دعوے میں سچا ثابت ہو جاتا ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾ اور یہ کہ وہی موت دیتا ہے اور وہی حیات دیتا ہے۔

موت و حیات کو حسن عمل کے دیکھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ موت و حیات پر معبود لاشریک قادر ہے۔ دائرہ عبدیت میں بندے کو اس حقیقت کے ماننے سے بڑی تقویت ملتی ہے، اور وہ محسنین کی طریقت کے مطابق حق کو بڑے حوصلے کے ساتھ ادا کرتا رہتا ہے۔

حاصل: موت و حیات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاننا، بندے کو ایسی تقویت دیتا ہے، کہ وہ حق کو بڑے حوصلے کے ساتھ ادا کرتا رہتا ہے۔

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ اور یہ کہ وہی جوڑے بناتا ہے، مذکر و مونث۔

بقاء نسل کے لئے اللہ نے مذکر و مونث کے جوڑے بنائے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں بھی اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو ماننے سے ہی حسن معاشرت کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ انسانی گمان سے پیدا ہونے والے علوم سے ازدواجی زندگی کا توازن کبھی درست نہیں رہ سکتا، اور ازدواجی زندگی کے بگڑنے سے بہت کچھ بگڑ جاتا ہے۔

حاصل: مذکر و مونث اللہ کے علم سے بنتے ہیں، اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو ماننے سے ہی ازدواجی زندگی کا توازن درست رہ سکتا ہے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ نطفہ سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے۔

بقاء نسل کے لئے اللہ نے مذکر و مونث کی صورت رکھی ہے۔ نطفہ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ جب نطفہ کو حکم الٰہی کے مطابق ٹپکایا جاتا ہے، تو اس کا استقرار بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اس کی افزائش بھی اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ نطفہ کے ٹپکائے جانے سے لے کر وضع حمل تک جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ کے علم سے ہوتا ہے، کسی کی تجویز کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ کے مقابل کسی کو معبود ماننے سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل: جب ہر صورت کو بنانے والا، اللہ ہی ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں، تو پھر کسی صورت کو اچھا کہنا اور کسی کو نظر تحقیر سے دیکھنا، قطعاً بے ادبی ہے اور علم الٰہی کے مقابل اپنی جہالت کا اظہار ہے۔

وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ اور یہ کہ دوسری اٹھان بھی اُسی پر ہے۔

نطفے کا خالق بھی اللہ ہے، نطفے سے صورتیں بنانے والا بھی اللہ ہے، عدم سے وجود کو نکالنا اور وجود کو عدم کر دینا قادر مطلق کی شان ہے۔ جس کے حکم سے پہلی بار تخلیق ہوئی ہے، اُسی کے حکم سے دوسری بار بھی ہوگی، اور ہر ایک کو اس کے رخ کے مطابق جزا دی جائے گی۔ مسلمین اور مجرمین کبھی مساوی نہیں ہوسکتے۔

حاصل : جس نے پہلے پیدا کیا ہے، اُس کے لئے دوسری بار پیدا کرنا کیا کام ہے۔ اللہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دے گا۔ مسلمین اور مجرمین کو مساوی قرار دینا ممکن ہی نہیں۔

وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ اور وہی غنا دیتا ہے اور وہی بے بہا دیتا ہے۔

رزق کی تنگی اور کشادگی بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔ وہی جس کو تنگی کے دائرے سے نکال دے، اسے آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ وہ چاہے تو بہت سامال بھی دے دیتا ہے۔ اللہ کا کوئی کام علم وحکمت سے خالی نہیں، جو جس مقام پر ہے، وہ یقیناً وہاں حق کو ادا کر سکتا ہے، اور جس کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے، اُسی کے حوالے سے ہی اس سے پوچھ بھی ہوگی۔

حاصل : کسی کی معاشی حالت کبھی اُس پر عائد ہونے والے حق کی ادائیگی میں حائل نہیں ہوتی۔ جس کو جو کچھ دیا گیا ہے، اُسی کے حوالے سے ہی اُس سے پوچھ بھی ہوگی۔

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ اور یہ کہ شعریٰ کا ربّ بھی وہی ہے۔

شعریٰ ایک ستارہ ہے، اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، اس کا ایک غشاء تخلیق ہے۔ شعریٰ کی ربوبیت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو رہی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے، کہ انسان ستارے کے لئے نہیں ہے، ستارہ انسان کے لئے ہے، اس لئے ستارہ انسان پر غالب نہیں ہو سکتا۔ تمام اشیاء انسان کی طالب ہیں، انسان طالب مولیٰ ہو تو وہ راہ راست پر ہے، اور اگر انسان اشیاء کو مطلوب بنالے تو پھر وہ راہ راست پر رہ نہیں سکتا۔

حاصل : رب العالمین ہی معبود ہے۔ تمام اشیاء ہمارے لئے ہیں، ہم اللہ کے لئے ہیں، یہ راہِ راست ہے۔

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ اور یہ کہ اُسی نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا۔

قومِ عاد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دی۔ جب اللہ کے نبی نے ان کو حق سنایا اور ان پر واضح کیا، کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں، انہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے، شرک سے بچنا چاہئے اور جزا کا یقین رکھنا چاہئے، قوم نے حضرت ھود علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم محض ایک اللہ کی عبادت کریں، اور انہیں چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء عبادت کرتے تھے، تو لے آیئے وہ عذاب جس کا آپ ہمیں وعدہ دیتے ہیں، اگر آپ سچے ہیں۔ (7:70) اللہ نے عاد کو عذاب کی گرفت میں لے لیا، اور ان کی جڑ کاٹ دی۔

حاصل : طاقت کے زعم میں خلافِ حق کرنے والوں کو قوم عاد کے انجام سے سبق لینا چاہئے۔ شرک کرنے والے ہمیشہ خسارے میں پڑتے ہیں۔

وَثَمُودَاْ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ اور ثمود کو بھی، تو کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ قوم نے آپ سے آپ کی صداقت کی سند بصورت معجزہ طلب کی۔ اللہ نے ان لوگوں کی مطلوبہ نشانی پیدا کر دی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے، اسے برائی سے مس نہ کرنا ورنہ تمہیں المناک عذاب پکڑ لے گا۔ مجرمین نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور یہ کہا کہ اے صالح (علیہ السلام) اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو وہ عذاب لے کیوں نہیں آتے جس کا آپ وعدہ دیتے ہیں۔ (7:77) پھر عذاب الٰہی آیا اور اگلی صبح منکرین حق اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ کر نہ جا سکا۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے، عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ کر کہاں جائیں گے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ اور ان سے قبل قوم نوح کو بھی۔ بے شک وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے۔

قومِ نوح بھی ماضی میں ہلاک کی جا چکی ہے۔ سنت الٰہی کے مطابق ان پر حجت پوری کی گئی تھی۔ ان لوگوں نے خلافِ حق کرنے کو اپنا امتیاز بنا لیا، یہ حد درجے کا ظلم ہے اور طاغوت کے غلبے کے لئے زور لگانا حد درجے کی سرکشی ہے۔ ظلم و سرکشی سے استکبار کا اظہار ہوتا ہے، اور استکبار کرنے والے ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

حاصل: ظلم و سرکشی کو تقویت دینے والے بڑے مجرم ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کئے کے انجام سے نہ کبھی بچ سکے ہیں، نہ کبھی بچ سکیں گے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ اور اس نے الٹی ہوئی بستیوں کو زمین پر دے مارا۔

یہ قومِ لوط کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ ان لوگوں نے فحاشی کی وہ راہ اختیار کی جو اس سے قبل عالمین میں موجود نہیں تھی۔ ان لوگوں کی بدکرداری پر وہ فوراً نہیں ہلاک کئے گئے، ان پر حجت پوری کی گئی، اور جب ان پر عذاب آیا تو ان کی بستیوں کو تلپٹ کر دیا گیا پھر ان میں سے کوئی بچ کر نہ گیا۔

حاصل: عذاب الٰہی، اللہ کے حکم سے آتا ہے اور ناپاکی کے خاتمے کے لئے ہوتا ہے۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ تو اُن پر چھایا جو کچھ چھایا۔

اس بدکردار قوم کے جرم کے مطابق ان کو عذاب الٰہی نے ڈھانک لیا۔ ان پر پتھروں کی بارش کی گئی، اور ان ناپاک بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ڈھانپنا چاہا، ڈھانپ دیا۔

حاصل: ناپاکی کے نشانات کو مٹانے میں اللہ تعالیٰ کو دیر نہیں لگتی۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ تو تم اپنے رب کی کن کن عنایات میں شک کرو گے۔

یہ خطاب عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قدرت کی نشانیاں مقام شکر پر بھی مشاہدے میں آتی ہیں، مقام صبر پر

بھی مشاہدے میں آتی ہیں، اور بندہ اپنے ظرف کے مطابق سیکھتا ہے۔ قدرتِ الٰہی کے سامنے بندے کو اپنی حیثیت کے جاننے میں دیر نہیں لگتی۔ عرفانِ نفس میں بندے کو مدد دینے کے لئے وہ کچھ کیا جاتا ہے، جس سے بہتر بھی کچھ نہیں ہو سکتا، جس سے زیادہ بھی کچھ نہیں ہو سکتا، کہ اللہ سے بڑا مہربان اور رحم کرنے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: اپنے رب کی عنایات کو دیکھنا چاہئے۔ جس مقام سے بھی گزارا جائے، علم عطا کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔

هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿۵۶﴾ یہ ایک نذیر ہیں، پہلے نذیروں کی طرح۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ڈر سنانے والے ہیں۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والے بھیجے جاتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ حجت کو پورا کیا جاتا ہے، اور اتمامِ حجت کے بعد منکرینِ حق کو پکڑ لیا جاتا ہے۔

حاصل: سنت الٰہی کو دیکھنا چاہئے۔ جس کو انجام سے آگاہ کر دیا جائے، وہ غفلت برتے تو وہ خسارے میں ہی پڑتا ہے۔

أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿۵۷﴾ آپہنچی ہے، آپہنچنے والی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعمال کے لئے دی گئی توفیق کا وقت محدود ہوتا ہے۔ منکرینِ حق پر اس توفیق کے خاتمے کے ساتھ ہی گرفت کا مقام آجاتا ہے۔ پھر وہ حق کو ماننے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں، مگر جب اپنے آپ کو عملاً سچا ثابت کرنا ممکن ہی نہ رہے تو تسلیم کوئی معنی نہیں رکھتی۔

حاصل: اصلاحِ حال میں دیر نہیں کرنی چاہئے، ورنہ انجام ہمیشہ عبرتناک ہی ہوتا ہے۔

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اللہ کے سوا کوئی اُس کو کھول نہیں سکتا۔

جب توفیق چھن جائے گی، اور عذابِ الٰہی احاطہ کرے گا، تو پھر اس گرفت سے نجات صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اس عذاب کو ٹال نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت تو معلوم ہو جائے گی، مگر اس کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے، جب عذابِ الٰہی کے بعد عملاً اپنی صداقت کا ثبوت پیش کیا جا سکے، اور یہ مہلت صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

حاصل: عذابِ الٰہی کو ٹالنے کی قدرت صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔ وقتِ عذاب، حق کو ماننے کا دعویٰ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿۵۹﴾ کیا تم اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہو۔

منکرینِ حق کو یہ بات عجیب لگتی ہے، کہ ان پر گرفت کا مقام بھی آسکتا ہے۔ ماضی میں ایسے ہی ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے احاطے سے باہر پہلے بھی کچھ نہ تھا، اب بھی اس کی قدرت ہر جگہ محیط ہے، اور وہی یوم الدین کا مالک ہے۔

حاصل: منکرینِ حق پر گرفت کا مقام پہلے بھی آتا رہا ہے۔ اس بات پر تعجب کا اظہار، عقلمندی نہیں ہے۔

وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿۶۰﴾ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔

منکرین حق کو جب ان کے انجام سے آگاہ کیا جاتا ہے، تو وہ اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں، اور اس پر ہنسنے لگتے ہیں۔ اس ہنسنے کے معنی اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ اپنی حیثیت کو دیکھا جائے، ماضی میں منکرین حق کی حیثیت سے اس کا موازنہ کیا جائے، اور اس حوالے سے اپنے انجام کو دیکھا جائے۔ عمل کے لئے دیئے گئے وقت کا محدود ہونا بھی نظر آنا چاہئے۔ اس میں سے کچھ وقت گزرا ہوا بھی نظر آنا چاہئے۔ باقی وقت کو طویل بھی نہیں کہا جاسکتا۔ جس نے توفیق دی ہے، وہ پوچھے گا ضرور۔ کسی کا گمان اسے حق سے بے نیاز تو نہیں کر سکتا۔ یہ تو رونے کا مقام ہے۔ اس مقام پر تو یہ کہنا چاہئے: یا اللہ تیری طرف سے جو توفیق دی گئی ہے، اس کو تیری رضا کے مطابق استعمال کرنے میں ہم سے بڑی کوتاہیاں ہوئی ہیں، تو ہمیں معاف فرمادے، ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما، انعام یافتہ حضرات کا ساتھ عطا کردے اور خلافِ حق کرنے والے لوگوں کے ساتھ سے ہمیں بچالے۔

حاصل: انذار کی بات کو سن کر ہنسنا بے عقلی ہے اور انجام سے آگاہی پر رونا عقل مندی ہے۔

وَاَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اور تم ہوس رانی میں مدہوش ہو۔

عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں، جب اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے میں غفلت برتی جائے، تو یہ ہوس رانی میں مدہوش ہونے کی صورت ہوگی۔

حاصل: جو لوگ ہوس رانی میں مدہوش ہوں، ان کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔

فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ وَاعۡبُدُوۡا ﴿۶۲﴾ع تو اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ ٣٠ ع ٣

امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم کو خم کیا جائے اور عملاً ماتھے کو زمین پر رکھ کر اللہ کی تسبیح کی جائے تو سجدے کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ اللہ کی عبادت، اللہ کے عبد اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع ہے۔ من مانی کرنے کی کسی بھی صورت کو اللہ کی عبادت کہنا درست نہیں ہوگا۔

حاصل: اللہ کو سجدہ کیا جائے اور اس کی بندگی کی جائے تو رُخ درست ہو جاتا ہے۔ رُخ درست ہو تو فلاح دارین حاصل ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص (38) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ ﴿۸۸﴾

یہ تو نصیحت ہے عالمین کے لئے، اور تمہیں کچھ وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴿۱﴾ ساعت قریب آئی اور قمر شق ہوا۔

حق کو انبیاء کرام کی زبان پاک سے سن کر لوگ یہ کہتے رہے ہیں، کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائیے، جیسے پہلے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ (21:5) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ فکر و نظر کے ساتھ یہ فرمایا گیا ہے: کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں نظر نہ کی اور جو شے اللہ نے خلق فرمائی ہے، اور قریب ہے کہ ان کی اجل نزدیک آگئی ہو، تو اس کے بعد اور کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ (7:185) حق کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آفاق و انفس میں بہت سی نشانیاں رکھی ہیں۔ خصوصی طور پر جب بھی کوئی نشانی دکھائی گئی ہے، تو نشانی طلب کرنے والوں کو ظلمات سے نور کی طرف آنے میں مدد دینے کے لئے دکھائی گئی ہے۔ طلب ہدایت رکھنے والے اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں، خواہشات کی پیروی کرنے والوں نے اس سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ نشانی طلب کرنے والوں نے شق قمر کو ناقابل تردید صورت میں دیکھا۔ طلب ہدایت رکھنے والوں نے اس سے راہ پائی، جن لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کو اہمیت دی، انہوں نے اس کی تکذیب کر دی۔

حاصل: مطلوبہ نشانی کو دیکھ لینے کے بعد عمل کے لئے دی گئی مہلت طویل نہیں ہوتی۔

وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾

اور اگر کوئی نشانی دیکھیں تو اعراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں یہ سحر ہے جو پیچھے سے چلا آرہا ہے۔

حق کی تکذیب کرنے والے، نشانی مانگتے بھی ہیں، اور اس کو دیکھ کر اعراض بھی کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں، کہ جادو پہلے بھی تھا، اب بھی ہے، اور جو نشانی ہم دیکھ رہے ہیں، یہ جادو ہی ہے، اور جادو کو دیکھ کر ہم اپنا طریق زندگی کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

حاصل: حق کی نشانی کو دیکھ کر وہی مانتا ہے، جو اپنے ساتھ سچا ہو۔ ماننے کی راہ بھی ایک ہے، انکار کی راہ بھی ایک ہے۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾

اور انہوں نے تکذیب کی اور اپنی خواہشات کا اتّباع کیا، اور ہر امر کے لئے قرار گاہ ہے۔

جو خواہشات کا اتباع کرے، وہ حق کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ قول سے چاہے حق کو ماننے کا دعویٰ کرے، عملاً اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے۔ انسان کی پسند اس کے لئے شر ہو سکتی ہے، اور اس کی ناپسند اس کے لئے خیر ہو سکتی ہے۔ ہدایت کا اتباع کرنے والا، خوف و حزن سے نجات پا لیتا ہے، خواہشات کا اتباع کرنے والا گمراہ ہو جاتا ہے۔ یہ وضاحت اس لئے فرمادی گئی ہے کہ جو ہلاک ہو روشن نشانی سے ہلاک ہو اور جو حیات پائے روشن نشانی سے حیات پائے۔ (8:42)

حاصل: اتباعِ ہدایت سے خوف و حزن کا خاتمہ ہو جاتا ہے، خواہشات کے اتباع سے گمراہی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا رخ درست ہو گا، اس کا انجام درست ہو گا، جس کا رخ درست نہ ہو گا، وہ خسارے میں پڑے گا۔

وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّنَ الْأَنبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾

اور انہیں وہ خبریں پہنچ چکی ہیں، جن میں

درسِ عبرت موجود ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے، کیا تمہیں ان کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے تم سے قبل کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے المناک عذاب ہے۔(64:5) یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لائے، تو انہوں نے کہا کیا ہمیں بشر ہدایت دیں گے، تو کافر ہوئے اور پھر گئے۔ ماضی میں ہم سے بڑی قوت والے، ہم سے زیادہ استطاعت رکھنے والے، اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کی بدولت عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں، ماضی کے واقعات میں ہمارے لئے درس عبرت موجود ہے۔

حاصل : ماضی کے واقعات میں، حال پر طلب ہدایت رکھنے والوں کے لئے درس عبرت موجود ہوتا ہے۔

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥

یہ حکمتِ بالغہ ہے، لیکن یہ تنبیہات منکرین کے لئے مفید نہیں ہو رہیں۔

ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس ہدایت کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا گیا، اس وعدے کو ہر فرد اور ہر قوم کے ساتھ پورا کیا جاتا رہا ہے، اور پورا کیا جاتا رہے گا، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ آیات قرآن پاک، اپنے اندر بڑی دلنشین حکمت رکھتی ہیں، مگر اس حکمت بالغہ کا پتہ اسے لگتا ہے جو ڈر سنانے والے کو اپنا محسن اعظم مان لے۔ اسے یہ نظر آئے، کہ ڈر سنانے والا کسی خواہش اور غرض وغایت کے تحت بات نہیں کر رہا، وہ کسی اجر کا سوال نہیں کر رہا، اور کتاب وحکمت کی تعلیم پانے والے کو دیکھ کر اسے بڑی راحت ہوتی ہے۔ جو لوگ حق کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں، ان کے لئے تنبیہات مفید نہیں ہوتیں۔ وہ خواہش کے دائرے سے نکلیں تو انہیں حکمت بالغہ کا پتہ چلے۔ جو اپنے راستے میں خود حائل ہو رہے ہوں، انہیں حقائق کا پتہ نہیں چل سکتا۔

حاصل : حکمت بالغہ وہ دل نشین حکمت ہے، جو ناصح سے محبت رکھنے والے کو ملا کرتی ہے۔ جو لوگ اپنے راستے میں خود حائل ہوں انہیں تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦

تو ان سے منہ پھیر لیجئے۔ اس دن کو دیکھئے، جس دن بلانے والا ان کو بڑی ناگوار شے کی طرف بلائے گا۔

جو اپنی بھلائی کی بات کو نہ سنے، اس سے منہ پھیر لینے کا حکم ہے۔ ڈر سنانے والے کو پتہ ہوتا ہے کہ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہوتے ہی ان لوگوں پر وہ سب کچھ واضح ہو جائے گا، جس کا انکار کیا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن انہیں قریب کی جگہ سے پکارا جائے گا، اور وہ پکار بڑی ہولناک ہوگی مگر اسی کی طرف جانا پڑے گا، اور اس سے گریز کرنا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل : جو اپنی بھلائی کی بات کو سننے سے انکار کر دے، اس سے منہ پھیر لینا حق ہے۔ یوم الدین منکرین حق کے لئے بڑا بھاری ہوگا۔ جب صور اسرافیل پھونکا جائے گا، تو اس دن بڑی ہولناک آواز کو سن کر اس طرف جانا پڑے گا، جس طرف بلایا جائے گا۔

خُشَّعًا اَبۡصَارُهُمۡ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌۙ ۝۷

آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے نکلیں گے جیسے منتشر ٹڈی دل۔

بعث بعد الموت کو واضح فرمایا گیا ہے، کہ صور اسرافیل کو سنتے ہی لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، اور وہ منتشر ٹڈی دل کی طرح نظر آئیں گے۔ انھیں اپنی اپنی پڑی ہو گی۔ قبروں سے اٹھتے ہوئے منکرین حق یہ کہیں گے، یہ تو وہی دن ہے جس کا الرحمٰن نے وعدہ فرمایا تھا اور مرسلین صادق تھے۔

حاصل: قدرت الٰہی کے سامنے اپنی حیثیت کو دیکھنے کی وجہ سے منکرین حق کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، اور انہیں اپنی اپنی پڑی ہو گی۔

مُّهۡطِعِيۡنَ اِلَى الدَّاعِؕ يَقُوۡلُ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا يَوۡمٌ عَسِرٌ ۝۸

بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے، کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔

جب صور اسرافیل پھونکا جائے گا تو اس آواز کو ہولناک جاننے کے باوجود لوگ اس طرف لپکتے ہوئے جائیں گے، کہ خالق کل نے یہی چاہا ہو گا۔ ہماری حرکات و سکنات، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کی بدولت ہوتی ہیں۔ اللہ خلق ثانی کے ساتھ جو توفیق دے گا، وہاں اس کے مطابق کام ہو گا۔ منکرین حق پر ان کی عاجزی بالکل واضح ہو جائے گی، اصلاح حال کا امکان نہ ہو گا، سزا کا یقینی ہونا بھی نظر آئے گا، اس لئے کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔

حاصل: صور اسرافیل کو سن کر لپکتے ہوئے بلانے والے کی طرف جانا ضروری ہو گا، کہ توفیق ہی یہی ہو گی۔ اپنا عجز واضح ہو، اصلاح حال ممکن نہ ہو، سزا سامنے نظر آئے، بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو، تو وہ دن یقیناً بڑا سخت ہوتا ہے۔

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ فَكَذَّبُوۡا عَبۡدَنَا وَقَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ ۝۹

ان سے قبل قوم نوح نے تکذیب کی۔ انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور آپ کو مجنون کہتے ہوئے جھڑکا گیا۔

مغضوب اور ضالین لوگوں کی راہ سے بچنے والے ہی خسارے سے بچ سکتے ہیں، اس لئے ماضی میں عبرتناک انجام کو پہنچنے والے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو پاکیزگی اور قرب الٰہی کے حوالے سے جو مقام حاصل تھا، اسے دیکھا جانا چاہئے تھا۔ آپ کی شان کو پہچاننے میں اور آپ کی قدر کرنے میں قوم کی بھلائی تھی۔ مگر ان لوگوں نے آپ کی بے قدری کی، آپ کو جھٹلایا، اور آپ کو مجنون کہنے لگے۔ ان لوگوں نے آپ سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے ہمیں ہمارے انجام سے ڈرانے کی یہ روش ترک نہ کی تو آپ کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

حاصل: بھلائی کی طرف بلانے والے کو جھٹلانا، اس کو مجنون کہنا اور اس کی شان میں گستاخی کرنا، منکرین حق کا طریق زندگی رہا ہے۔ پاک لوگوں کو شاہدین کی معیت میں اپنی شان نظر آتی ہے۔

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾

تو آپ نے اپنے ربّ سے دعا کی، میں مغلوب ہوں، اب توان سے بدلہ لے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے حق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے مطابق پوری قوت لگائی۔ اپنی قوم کو اس کے انجام سے ڈرانے کے لئے جو کچھ علم الٰہی کے مطابق کیا جانا چاہئے تھا وہ آپ نے کیا۔ قوم نے آپ کو مجنون کہا، آپ کو جھڑکا اور آپ کو سنگسار کر دینے کی دھمکی دی۔ ان لوگوں کے حد اصلاح سے گزر جانے کی شہادت دیتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے میرے رب یہ لوگ سرکشی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں، میں مغلوب ہوں، کوئی کام میرے کرنے کا باقی نہیں رہ گیا، اب تو ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔

حاصل: کسی قوم کی نامرادی کی یہ انتہا ہے کہ اسے بھلائی کی طرف بلانے والا، اس قدر دکھی ہو جائے کہ وہ اپنے رب سے یہ دعا کرے کہ اے میرے رب میں مغلوب ہوں تو ان لوگوں سے بدلہ لے۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾

تو ہم نے آسمان کے دروازے مسلسل موسلا دھار بارش کے لئے کھول دیئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اس شہادت کے بعد کہ یہ لوگ جن کی طرف مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے، قطعاً نا قابل اصلاح ہیں اور ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہی ہوگی، اللہ نے اس قوم پر عذاب بھیجا۔ یہ عذاب مسلسل بارش کی صورت میں شروع ہوا، اور اس موسلا دھار اور مسلسل بارش کو ان لوگوں کا احاطہ کرتے میں کچھ دیر بھی نہیں لگی۔ جب اللہ عذاب کرنا چاہے تو صرف اس کے امر کی دیر ہوتی ہے، اور وہ کچھ ہونے لگتا ہے، کہ انسانوں کی حیثیت ان پر بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

حاصل: عذاب الٰہی، اللہ کے حکم سے آتا ہے۔ مسلسل موسلا دھار بارش سے زندگی کے معمولات کو متاثر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

اور زمین کو ہم نے چشموں سے شگافتہ کر دیا، اور پانی اس حد تک جا پہنچا جو ٹھہرائی گئی تھی۔

آسمان سے مسلسل موسلا دھار بارش نے ان لوگوں کی حرکات کو ناممکن کر دیا، اور زمین سے ابلتے ہوئے پانی نے ان کی پناہ گاہوں کو برباد کر دیا۔ اس قوم کے پھیلائے ہوئے گند کو صاف کرنے کے لئے کس قدر پانی ضروری تھا، علیم مطلق نے اس کا تعین کر دیا تھا۔ پانی کو اس حد تک پہنچنے میں اتنی ہی دیر لگی، جتنی اللہ نے چاہی۔ ہر شے امرِ الٰہی کی تعمیل کے لئے مستعد ہوتی ہے۔

حاصل: جب پناہ گاہ کے اندر سے پانی ابلنے لگے تو اس دکھ کو الفاظ میں کب بیان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے، وہ برائی کو ہمیشہ اپنے علم سے مٹاتا ہے۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍۙ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے آپ کو ایک تختوں اور میخوں والی سواری پر سوار کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی، امر الٰہی کے مطابق بنائی تھی۔ اس میں جو کچھ ہونا چاہئے تھا، اللہ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تھا۔ یہ لکڑی کے تختوں کی کشتی تھی، جن کو میخوں سے جوڑا گیا تھا۔ اللہ کی قدرت یہ شان رکھتی ہے، کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام کے لئے اور آپ کے ساتھیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سواری تھی، اس لئے یہ بڑی خوب سواری تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے سب ساتھی وجود واحد کی حیثیت رکھتے تھے، کہ ان کا مقصود ایک تھا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سواری ہی ہر لحاظ سے پوری ہوتی ہے، کہ معطیٔ مطلق سے بڑا علم رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾

یہ کشتی ہمارے سامنے چلتی رہی۔ یہ ہم نے بدلہ لیا، کہ آپ کا انکار کیا گیا تھا۔

جو کشتی، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے بنائی گئی ہو، جس پر سوار کرانے والا قادرِ مطلق ہو، جس کی حفاظت کرنے والا بھی اللہ ہو، وہ بڑی شان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انتقام لے سکتا ہے، وہ کسی دوسرے کے بس کا کام ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کا جو بدلہ اللہ تعالیٰ نے لیا، اس میں قیامت تک لوگوں کے لئے درسِ عبرت موجود ہے۔

حاصل: جب حفاظت کرنے والا اللہ ہو تو خدشات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ جو بدلہ لے سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے بس کا کام نہیں ہوتا۔ اللہ کے پاک بندوں کی تکذیب سے بچنا چاہئے۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

تو ہم نے اسے نشانِ عبرت بنا چھوڑا۔ تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔

یہ پورا واقعہ اپنے اندر ہمارے لئے بڑا سبق رکھتا ہے۔ قوم نوح کی حیثیت، ان لوگوں کی قوت، حق کے مقابل اپنی بنائی ہوئی رسوم کی قدر و منزلت، حق پہنچانے والے کی صداقت کی اسناد کو دیکھنے کے باوجود اس کو مجنون کہنا اور اس کی شان میں گستاخی کا ارتکاب، اور بہت سی دوسری باتیں اس قوم کے عبرتناک انجام کا باعث ہوئیں۔ جو بھی اس واقعہ کو سنے اسے دھیان کرنا چاہئے۔ دھیان کرنے والے کو یہ دیکھنا چاہئے، کہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دیتا ہے، وہی متاع دیتا ہے، وہی ہر شے کا مالک ہے۔ اسی کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ اس کی دی ہوئی توفیق پر اکڑنا، اور اس کے فرمان کو ماننے کی بجائے من مانی کرنے پر اصرار کرنا، ہمیشہ بندے کو خسارے میں ڈالتا ہے۔

حاصل: نشانِ عبرت کا باقی رکھنا، اللہ کا کام ہے، دھیان کرنا بندے کے ذمے ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

دیکھ لو، میرا عذاب کیسا ہوا اور میرا ڈر سنانا کیسا ہوا۔

دھیان کرنے والے کو نظر آنے لگتا ہے۔ وہ قدرتِ الٰہی کے احاطے کو دیکھتا ہے، تو اسے پتہ چلتا ہے، کہ اس کے سامنے بندے کی حیثیت ہیچ ہے۔ عذاب الٰہی بد کردار لوگوں کو مٹا کر رکھ دیتا ہے، اور اس سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ بد کردار لوگوں کو جو کچھ حق پہنچانے والوں کی طرف سے سنایا جاتا ہے، وہ سب باتیں، اللہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو بات سامعین کی بھلائی کے لئے کی جائے اور بات کرنے والے کی طرف سے کسی اجر کا سوال نہ ہو، اس بات کو اللہ کی بات مان لینا چاہئے۔

حاصل: دھیان کرنے والے کو جو کچھ نظر آتا ہے، غافل کو وہ نظر نہیں آتا۔ جس کی بات ہماری بھلائی کے لئے ہے، اور اس کے درست ہونے کی سند موجود ہے، اور اس کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہے، اس کی بات کو اللہ کی بات جاننا چاہئے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

اور ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان بنا دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت پانے والا۔

قرآن پاک کو طلب ہدایت رکھنے والوں کے لئے آسان بنانا، اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے۔ قرآن پاک شک سے پاک ہے، یہ فصیح عربی زبان میں ہے، اس میں کوئی کجی نہیں۔ اس کو شاہد کے حوالے سے سکھا جاتا ہے۔ حکم الٰہی کو ماننے کا عملی نمونہ سامنے ہو تو اس سے بڑی آسانی حاصل ہوتی ہے۔ طلب ہدایت رکھنے والوں کو جن جن مقامات سے گزرنا پڑتا ہے، ان سب کو قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تصریف آیات کی بدولت ایک مقام پر دعویٰ ہے تو دوسرے مقام پر اس کی شہادت ہے۔ نصیحت کا طالب اس کی طرف رجوع تو کرے، اسے وہ کچھ ملے گا، جس سے اسے اطمینان قلب حاصل ہوگا، فلاح دارین نصیب ہوگی۔

حاصل: قرآن پاک کے حوالے سے لوگوں کی تعلیم و تربیت کو آسان بنانا چاہئے، تاکہ اس کے فیوض و برکات عام ہوں۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾

عاد نے بھی تکذیب کی تو کیسا ہوا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈراوا۔

عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے حق کو سنا، آپ کی صداقت کی اسناد کو دیکھا، پھر آپ کی تکذیب کی، آپ کو بے وقوف کہا، اور یہ بھی کہا کہ وہ عذاب لاکر دکھائیے جس کا آپ ڈراوا دیتے رہتے ہیں ورنہ ہم آپ کی صداقت کو ماننے والے نہیں ہیں۔ عذاب الٰہی آیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ پھر وہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود اور اپنی تمام تر مہارت کے باوجود خود کو بچا نہ سکے، اور انجام وہی ہوا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

حاصل: حق کی تکذیب کرنے والوں پر عذاب الٰہی کا مقام ضرور آتا ہے۔ ہمیں سابقہ واقعات سے سبق لینا چاہئے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾

ہم نے ان پر سخت آندھی مسلط کر دی، ایسے دن میں جس کی نحوست اُن پر رہی۔

عاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب بصورتِ آندھی بھیجا گیا۔ اس دن اس قوم کی جڑ کٹ گئی، اور اپنی حیثیت اور طاقت کا

زعم رکھنے والے یہ لوگ اپنی مدافعت میں کچھ بھی نہ کر سکے۔ جس دن قدرت الٰہی کے سامنے ان کی حیثیت ہیچ ثابت ہو گئی، حق کو ماننا ان کے لئے نافع نہ رہا، اس دن کی نحوست سے سبق لینا چاہئے اور عذاب الٰہی سے بچنے کی راہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

حاصل : اللہ کا عذاب بڑے علم سے ہوتا ہے، اس کے سامنے کسی طاقت کا ٹھہر جانا ممکن ہی نہیں۔ جس دن کسی قوم کی حیثیت ختم ہو جائے اور وہ عبر تناک انجام کو پہنچ جائے، اس دن کی نحوست کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ جو لوگوں کو دے مارتی تھی جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔

عاد بڑے قوی الجثہ لوگ تھے، مگر عذاب الٰہی کے سامنے ٹھہرنا تو ممکن ہی نہیں۔ جو آندھی ان پر بھیجی گئی وہ اتنی شدید تھی، کہ اس نے اس قوم کو تس نس کر کے رکھ دیا، اور یہ آندھی ان کو ایسے دے مارتی تھی کہ جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔

حاصل : تباہی کا راستہ اختیار کرنے والے لوگ، چاہے جتنے بھی طاقتور ہوں، انجام ان کا عبرت ناک ہی ہوتا ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ تو کیسا ہوا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈراوا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بات اللہ کی بات تھی۔ آپ نے قوم کو جس انجام سے آگاہ کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈراوا تھا۔ قوم نے عذاب الٰہی کو دیکھے بغیر حق کو ماننے سے انکار کر دیا تو ان پر عذاب الٰہی آیا، اور وہ لوگ عبر تناک انجام کو پہنچے۔ ان کے ساتھ وہی ہوا، جس سے حضرت ہود علیہ السلام انہیں آگاہ کرتے رہے تھے۔

حاصل : جس کی بات اللہ کی بات ہو، اس کا ڈر سنانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانا ہے۔ اس کا انکار کیا جائے تو خسارے سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت لینے والا۔

ع ۸

طلب ہدایت ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے، اس سے محبت رکھی جائے، حقائق کا علم اس سے سیکھا جائے، حکم الٰہی کو ماننے کا عملی نمونہ سامنے رہے، بھلائیوں میں سبقت کی جائے، قرآن پاک میں بیان کردہ واقعات کے حوالے سے اپنے مقام کو دیکھا جائے، اور اپنی اختیار کردہ راہ کے انجام کو دیکھا جائے، تو قرآن سے بہتر نصیحت ہمارے لئے کوئی نہیں ہو سکتی۔

حاصل : قرآن پاک، نصیحت لینے والوں کے لئے یقیناً آسان ہے، کہ انہیں حق کے مطابق ہونے میں راحت ہوتی ہے۔ نصیحت سے استفادہ کرنا ہر فرد پر لازم ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف (43) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸﴾

تو ہم نے اُن سے زیادہ زور والے ہلاک کر ڈالے، اور چلی آتی ہے مثال پہلوں کی۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾

ثمود نے بھی انذار کی تکذیب کی۔

ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے اُن لوگوں کو حق پہنچایا، اور انہیں بتایا کہ جو طریق زندگی تم لوگوں نے اپنا لیا ہے، اس کا انجام عبرتناک ہوگا۔ مگر انہوں نے آپ کی تنبیہات کو جھٹلایا اور اپنی روش سے نہ ہٹے۔

حاصل : تنبیہات کو جھٹلانے والوں کا راستہ اختیار کرنا، خسارے کو اپنے لئے مقدر کرنا ہے۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾

اُنہوں نے کہا، کیا ہم اپنے ہی جیسے ایک بشر کا اتباع کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم گمراہ ہوئے اور بھاڑ میں گئے۔

خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈراتے ہوئے یہ بتایا جاتا ہے کہ مجرمین جہنم میں جائیں گے، اور گمراہی سے بچنے والے ہی جہنم سے بچیں گے۔ ثمود نے تنبیہات کو سن کر بڑے غرور سے یہ کہا کہ اپنے ہی جیسے بشر کی پیروی کیا معنی رکھتی ہے، من مانی کرنے کی بجائے، اپنے جیسے بشر کے پیچھے لگنا گمراہی ہے اور یہ جہنم میں پڑنے والی بات ہے۔

حاصل : مغرور لوگ تنبیہات کو سن کر ایسے بھی کہہ دیتے ہیں کہ ان کو ماننا تو گمراہی ہے اور اس کا انجام جہنم ہوگا۔

ءَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾

کیا ہم میں سے اسی شخص پر نصیحت نازل فرمائی گئی ہے۔ بلکہ وہ کذاب ہے، شیخی باز ہے۔

حق کی تکذیب کرنے والوں نے یہ کہا کہ پہلے تو بشر کا رسول ہونا بڑا عجیب لگتا ہے، چلئے اس کو مان بھی لیا جائے تو پھر وہ بشر تو ایسا ہو جس کو لوگ مانتے ہوں، جس کی سرداری کو تسلیم کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو، اور یہ صاحب تو اس معیار پر پورے نہیں ہیں، پھر ان کو صرف جھوٹا اور شیخی باز ہی کہا جا سکتا ہے۔ باپ دادا کے عقائد کو غلط ثابت کرنے والا اور دعوتِ حق کے نام پر اپنی پیروی کا حکم دینے والا، ان لوگوں کی نظر میں جھوٹا اور شیخی باز تھا۔

حاصل : جب اپنی پسند کو صداقت کے دیکھنے کے لئے معیار ٹھہرا لیا جائے تو پھر جو عند اللہ اکرم ہے، اُس کی فضیلت کا علم نہیں ہو سکتا۔

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾

جلد ہی اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون کذاب اور شیخی باز ہے۔

عمل کے لئے دیا گیا وقت ہمیشہ محدود ہوتا ہے۔ اُس میں سے کچھ گزر بھی چکا ہو تو باقی کو طویل کہنا درست نہیں ہوتا۔ اس وقت کے پورا ہوتے ہی یہ معلوم ہو جائے گا، کہ جھوٹا کون تھا اور شیخی باز کون تھا۔ جس نے اپنی پسند کو فرمانِ الٰہی کے مقابل

اہمیت دی وہ یقیناً جھوٹا ہے، اور جس نے لوگوں کو صراط مستقیم پر جانے سے روکتے ہوئے اپنی خواہشات میں الجھادیا وہ شیخی باز ہے۔ جھوٹا ہونا اور شیخی باز ہونا بری صفات ہیں، مگر یہ علم ان لوگوں کو تب ہوگا، جب عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو چکے گا۔

حاصل: عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے ختم ہوتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے، کہ حق کو جھٹلانے والا اور شیخی باز کون ہے، اور ماننے والا کون ہے۔

إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾

ہم ناقہ بھیجتے ہیں ان کو دیکھنے کے لئے تو آپ دیکھتے رہیں اور سہتے رہیں۔

ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی صداقت کی نشانی بصورت معجزہ طلب کی تھی، اس کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ ان لوگوں کی مطلوبہ نشانی ان کو دے دی جائے گی، اور پھر یہ دیکھا جائے گا کہ یہ اپنی مطلوبہ نشانی کی قدر کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ حضرت صالح علیہ السلام پر یہ روشن فرمادیا گیا کہ آپ دیکھتے رہیں گے اور ان لوگوں کے تکلیف دہ رویے کو صبر کے ساتھ سہتے رہیں گے۔

حاصل: نشانی عطا ہو جانے کے بعد شاہد کے لئے دیکھتے رہنے اور سہنے کا مقام آجاتا ہے۔

وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾

اور انہیں بتادیجئے کہ پانی اب ان میں تقسیم ہے، ہر ایک کو اپنی باری پر حاضر ہونا ہے۔

ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کی سند بصورتِ ناقہ دے دی گئی، اور اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا گیا، کہ اب پانی پینے کے گھاٹ پر باری باری آنا ہوگا۔ جب ناقہ کی باری ہوگی، تو سب لوگ اپنے جانوروں کو پانی کے گھاٹ کے قریب بھی نہیں لائیں گے، اور جب باقی جانوروں کی باری ہوگی، تو ناقہ پانی کے گھاٹ پر نہیں آئے گی۔ اس تقسیم کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے، اور اس کی خلاف ورزی کے معنی عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے ہوں گے۔

حاصل: مطلوبہ نشانی کی قدر کرنا ہی نشانی طلب کرنے والوں کی صداقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ خواہشات کی پیروی میں الجھے ہوئے لوگ امر الٰہی کے مطابق تقسیم کو کب مانتے ہیں۔

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

تو اُنہوں نے اپنے سردار کو ندا دی، پھر اس نے بڑھ کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

اللہ کی اونٹنی اپنی باری پر ہی پانی کے گھاٹ پر آتی تھی، اور جب وہ پانی کے گھاٹ پر ہوتی تھی، دوسرے جانور اُدھر کو جاتے ہی نہیں تھے۔ جب ثمود اپنی مطلوبہ نشانی کی بے قدری کے مرتکب ہوئے، اور انہیں پانی کی باری کا حکم ماننا قبول نہ ہوا تو انہوں نے اپنے سردار کو پکارا اور یہ کہا کہ اس اونٹنی کے ہوتے ہوئے ہمارے جانور پیاسے ہی رہیں گے، اس مشکل کو حل ہونا چاہئے۔ ان سب لوگوں کو پتہ تھا کہ اللہ کی اونٹنی کو برائی کے ساتھ مس کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اس حرکت کے انجام سے بھی وہ آگاہ تھے، سردار نے خودسری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کی مقرر کی ہوئی حد کو نظر انداز کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والوں کا سردار وہی ہوتا ہے جو خواہشات کی پیروی میں بہت بڑھا

ہوا ہو۔ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے والے اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے ہیں۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈراوا۔

جب ثمود کے سردار نے، اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، اور اپنے گمان کے مطابق اپنے جانوروں کے لئے پانی پینے کی آسانی مہیا کر دی، تو پھر عذاب الٰہی کو واقع ہونے میں دیر نہیں لگی۔ عذاب الٰہی نے ان لوگوں کو اسی انجام پر پہنچایا، جس سے ان لوگوں کو ڈرایا گیا تھا۔ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کا اعتراف، جب عذاب الٰہی نے منکرین حق کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا، انہیں کیا فائدہ دے سکتا تھا۔

حاصل : عذاب الٰہی ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔ جس کی بات اللہ کی بات ہو، اس کی مخالفت بھی، اللہ کی مخالفت ہوتی ہے۔ اللہ کی مخالفت کا انجام اچھا ہو ہی نہیں سکتا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ ہم نے ان پر ایک ہی چنگھاڑ بھیجی پھر وہ روندی ہوئی کانٹوں کی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے۔

ثمود جو اپنی طاقت کا بڑا زعم رکھتے تھے، اور حضرت صالح علیہ السلام سے یہ کہتے تھے، کہ لے آیئے وہ عذاب جس کا آپ وعدہ دیتے ہیں، اب اللہ کا عذاب ہی آپ کی صداقت کا ثبوت مانا جا سکتا ہے، اس قوم پر عذاب ایک خوفناک آواز کی صورت میں آیا، اور یہ قوم تہس نہس ہو گئی، جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ ہو، اللہ کی قدرت کے سامنے ان کی حیثیت ہی کیا تھی۔

حاصل : اپنی طاقت کا بڑا زعم رکھنے والی قوم، ایک چنگھاڑ کے ساتھ ہی قصہ ماضی ہو گئی، اور اس کے آثار ٹوٹی پھوٹی باڑ کی طرح باقی رہ گئے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ اور ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا، تو ہے کوئی نصیحت لینے والا۔

ہدایت مطلوب ہو، تو ناصح سے محبت ضرور ہوتی ہے۔ قرآن پاک علیم مطلق کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اس لئے انسانی معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے والی صرف یہی کتاب مقدس ہے۔ نصیحت لینے والا جب اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے یہی معلوم ہوتا ہے، کہ بے بہا نعمتیں اس کے انتظار میں تھیں۔

حاصل : قرآن پاک سے نصیحت لینی چاہئے، کہ اس سے بہتر نصیحت کا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ قوم لوط نے تنبیہات کی تکذیب کی۔

قوم لوط کو جب ان کی بدعملی کے انجام سے آگاہ کیا گیا، تو انہوں نے یہ کہا کہ آپ لوگ تو صرف طہارت ہی چاہتے ہیں، اگر آپ اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو اپنے قریے سے نکال باہر کریں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پاک ساتھیوں نے حق کو روشن کرنے میں پوری قوت لگائی، مگر قوم نے اپنی خواہشات کی پیروی کے ناپاک راستے کو چھوڑنے

سے انکار ہی کیا۔

حاصل : تنبیہات کرنے والے کو اپنا محسن ماننا چاہئے۔ ڈر سنانے والے ہمیشہ فلاح کی طرف بلاتے ہیں، ان کا انکار کرنے والے ہمیشہ خسارے میں پڑتے ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾

ہم نے ان پر پتھراؤ کیا، سوائے آلِ لوط کے۔ انہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دی۔

آلِ لوط میں وہ سب لوگ شامل تھے، جو آپ پر ایمان رکھتے تھے اور عملاً آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنی آل کو ساتھ لے کر بستی سے نکل جایئے اور سحر کے وقت نکلئے تب مجرم لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ نجات پانے والوں میں اس حال پر سب پاک لوگ شامل تھے۔ جب یہ لوگ بستی سے اس مقام پر پہنچ گئے جس کا انہیں امر دیا گیا تھا تو اللہ نے منکرین حق پر ایسا عذاب بھیجا جو اس سے پہلے کسی قوم پر نہیں بھیجا گیا تھا۔ اس قوم کا جرم بھی ایسا تھا جو اس سے پہلے کہیں نہیں تھا۔ اس بستی کو الٹ دیا گیا، اور اس پر پتھراؤ کیا گیا، اور اس گند کو مٹی سے ڈھانپ دیا گیا۔

حاصل : عذاب الٰہی، کسی قوم کے جرم کے مطابق ہی ہوا ہے۔ سحر کا وقت پاک لوگوں کے جاگنے کا وقت ہے، مجرموں کے سونے کا وقت ہے۔ پاک لوگوں کو محفوظ مقام پر پہنچا کر مجرموں کو عذاب کی گرفت میں لیا گیا۔

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾

یہ ہماری طرف سے نعمت تھی۔ شکر گزار کو ہم ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی آل پر اللہ کا فضل ہوا، اللہ نے انہیں بڑی سلامتی کے ساتھ محفوظ مقام پر پہنچا دیا، اور یہ لوگ صبح سے پہلے پہلے اس مقام سے دور کر دیے گئے جہاں عذابِ الٰہی آنے والا تھا۔ شکر گزاری بندے کا کام ہے، جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ بندہ اللہ کی عطا کو، اس کے احکام کے مطابق استعمال کرتا رہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو شکر گزاری کا صلہ ضرور دیا جاتا ہے۔

حاصل : دکھ سے نجات اللہ ہی دیتا ہے۔ شکر گزاری بندے کا کام ہے، جزا دینا اللہ کی شان ہے۔

وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾

اور آپ نے ان لوگوں کو ہماری پکڑ سے ڈرایا تو وہ ہماری تنبیہات میں شک ہی کرتے رہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا، اور آپ ان لوگوں کو ان کے عبرتناک انجام سے آگاہ کرتے رہے، مگر وہ لوگ خباثت کے اس قدر دلدادہ تھے کہ ہماری تنبیہات کو سن کر وہ ان میں شک ہی کرتے رہے، اور اس مسلسل شک نے ان کو برے انجام تک پہنچا دیا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے انجام سے ضرور آگاہ کیا جاتا ہے۔ اپنی خواہشات

میں الجھے ہوئے لوگ تنبیہات کو سن کر شک ہی کرتے چلے جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾

اور آپ سے آپ کے مہمانوں کا مطالبہ کیا، تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹادیں، تو چکھو میرا عذاب اور میرا اڈرانا۔

خباثت میں پھنسے ہوئے لوگ، حضرت لوط علیہ السلام کے خوب رو مہمانوں کو دیکھتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آپ سے یہ مطالبہ کیا، کہ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا، مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ (11:78) مگر وہ لوگ بے حیائی کا اظہار کرنے سے باز نہ آئے۔ ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام پر واضح فرمادیا، آپ اطمینان رکھیں یہ لوگ آپ تک پہنچ نہ پائیں گے۔(11:81) اس وقت جو لوگ بھی آپ کے پاس آئے، ان پر یہ عذاب آیا کہ ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور انہیں اپنی پڑ گئی اور یہ حالت عذاب میں ہی حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں سے لوٹ کر گئے اور ان سے یہ فرمایا گیا: اللہ کا عذاب چکھو اور غور کرو کیا وہی کچھ نہیں ہوا جس سے تمہیں ڈرایا جاتا رہا۔

حاصل: جہاں بے حیائی معمولات کا درجہ پالے وہاں حسن معاشرت کا تصور ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ عذاب الٰہی سے پہلے آگاہی کا مقام ضرور آتا ہے، اور عذاب الٰہی اسی آگاہی کے مطابق ہوتا ہے۔ پاک اور ناپاک کے درمیان وقف کو ضرور قائم رکھا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾

اور صبح کے وقت ان پر ٹھہرنے والا عذاب آگیا۔

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی آل کو سحر کے وقت اس قریے سے نکال کر بڑی سلامتی کے ساتھ محفوظ مقام پر پہنچایا گیا، اور صبح سے پہلے آپ اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں آپ کو پہنچنے کا حکم تھا۔ صبح کے وقت قوم لوط پر عذاب آیا، یہ بستی تلپٹ کر دی گئی، اس پر پتھراؤ کیا گیا، اور وہ عذاب ایسا نہیں تھا کہ آیا اور گزر گیا، یہ عذاب ان لوگوں پر ٹکا رہا، اور ان کے خاتمے تک ٹکا رہا۔

حاصل: عذاب ہمیشہ اتمام حجت کے بعد آتا ہے، اور اللہ کے حکم سے آتا ہے۔ عذاب الٰہی کے سامنے کسی طاقت کی حیثیت ہو ہی کیا سکتی ہے۔

فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾

تو میرے عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو۔

قوم لوط پر جو عذاب آیا، وہ ان پر ٹکا رہا۔ اس عذاب سے ان کو آگاہ کر دیا گیا تھا، اور برے انجام سے بچ جانے کے لئے جو مدد بھی ان کو دی جاسکتی تھی وہ دی جاچکی تھی۔ مگر ناپاکی کو مقصد حیات بنالینے والے یہ لوگ خرابی سے باز نہ آئے تو وہی ہوا جس سے ان کو آگاہ کیا جاچکا تھا۔ خلاف حق کرنے والوں سے یہ کہا گیا، کہ اب تم مانتے ہو کہ اللہ کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا فرمان درست تھا، اب یہ تسلیم تمہیں نفع نہیں دے سکتی، اب تم میرے عذاب کا مزہ چکھو، اب تم میرے ڈراوے کے معنی دیکھو۔

حاصل : عذاب کے وقت ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دیتا۔ عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو ہیچ جاننا چاہیے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ ۱۸ ع

تو ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

جو لوگ صراطِ مستقیم پر رہنا چاہتے ہوں، ان کے لئے قرآن پاک کو بصورت نصیحت آسان کر دیا گیا ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس کی حفاظت بھی اُسی کے ذمے ہے۔ معلم قرآن سے محبت ہو تو اس نصیحت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ جسے اس نصیحت کی قدر معلوم ہو جائے، اس کا اپنے صاحب سے میل جول بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح اس کا قول پاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اپنے صاحب کی محبت سے اس کے اعمال صالح ہونے لگتے ہیں۔ اعمال کی اصلاح کے بعد اسے علم حقیقی عطا ہوتا ہے، اور بندہ اس عطا کو اللہ کے بندوں کی بھلائی پر لگاتا ہے۔ پھر اس پر اخلاص، حسن کی صورت سے برسنے لگ جاتا ہے۔ تبدیلی کے یہ مقامات ہر صادق بندے کی زندگی میں آتے ہیں، اس لئے دعوت ہی فرد کی صورت سے دی گئی ہے۔

حاصل : یہ کہنا چاہیے یا اللہ میں قرآن پاک کی قدر کرتا ہوں اور میں اس سے نصیحت حاصل کرنے کی طلب رکھتا ہوں تو میری مدد فرما اور میری طلب کو سچا ثابت کر دے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا (33) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾

اور جنہیں علم عطا ہوا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کے پاس سے نازل ہوا ہے وہی حق ہے اور وہ عزت والے، حمد والے کی راہ دکھاتا ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾

اور آلِ فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئیں۔

آل فرعون میں وہ سب لوگ شامل ہیں، جو عملاً فرعون کے ساتھی تھے۔ ان کے پاس تنبیہات بھیج کر ان کو ان کے انجام سے آگاہ کرنا، اللہ کا کام تھا، اور اللہ کا کام ہمیشہ بڑے علم سے ہوتا ہے۔ آل فرعون کو یہ بتانے کے لئے کہ وہ خسارے کی راہ پر چلے جا رہے ہیں، انہیں طرح طرح سے ڈر سنایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات اپنے ساتھ صداقت کی سند رکھتی تھی، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

حاصل : تنبیہات پر نظر کرنا اصل کام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہات آتی ہی رہتی ہیں۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾

انہوں نے ہماری سب نشانیوں کی تکذیب کی، تو ہم نے انہیں پکڑا، جیسے عزت والا،

مقتدر پکڑتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانی جب بھی آلِ فرعون کے سامنے آتی تو وہ کہتے، آپ اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے، ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ جانے کی آزادی بھی دے دیں گے۔ جب وہ عذاب ختم ہوتا تو آلِ فرعون اپنے عہد سے پھر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ضرور پوری کی جاتی ہے۔ اتمامِ حجت کے بعد پکڑ کا جو مقام آتا ہے، اس کے ساتھ مہلت موجود نہیں ہوتی۔ عزت سب اللہ کے لئے ہے۔ مقتدر بھی وہی ہے۔ اس کے اقتدار کا دوام، اس کے ایک اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔ جو عزیز مقتدر کی گرفت میں آجائے، اس کی غلط فہمی کو دور ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

حاصل : اتمامِ حجت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور کیا جاتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کے انکار کے معنی، عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے ہوتے ہیں۔ جو عزیز مقتدر کی گرفت میں آجائے اسے اپنی حیثیت کا پتہ فوراً لگ جاتا ہے، پھر بڑائی کا دعویٰ اس کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾

کیا تمہارے کفار ان سے بہتر ہیں، یا آسمانی صحیفوں میں تمہاری براءت لکھی ہوئی ہے۔

فرعون اور اس کے سرداروں کو حیاتِ دنیا میں زینت و اموال، بہت دیئے گئے تھے۔ (10:88) اور آلِ فرعون اللہ کی عطا کو، لوگوں کے راہِ راست سے بہکانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ان کے گناہوں کی بنا پر غرق کر دیا گیا۔ جو کچھ ان لوگوں کے پاس تھا، اس سے تقابل کر کے اپنی حیثیت دیکھ لو۔ کسی بھی لحاظ سے حال پر موجود کفار، ماضی کے کفار سے بہتر نہیں ہیں۔ تو جو ظلم کے راستے کو اختیار کرے گا، وہ اس انجام کو بھی پہنچے گا، جو اس راستے پر چلنے والوں کا ہوتا رہا ہے، اور اللہ نے یہ تو کہیں فرمایا نہیں ہے کہ حال پر موجود کفار اپنے کئے کے انجام کو نہ پائیں گے۔

حاصل : ظلم کے راستے کو اختیار کرنے کا جو انجام ہوتا چلا آرہا ہے، وہ قانونِ الٰہی ہے جو بدلتا نہیں۔ کوئی یہ تو کہہ ہی نہیں سکتا، کہ آسمانی صحیفوں میں اس کے لئے براءت لکھی ہوئی ہے، اس لئے یہ قانون اس پر لاگو نہیں ہوگا۔

اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾

یا یہ کہتے ہیں کہ ہم وہ جمعیت ہیں، جو مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔

خلافِ حق کرنے والے کبھی بے کبھی کی وجہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے افراد کے مابین ربط بہت اعلیٰ درجے کا ہے، سامانِ حرب کے استعمال کی مہارت بھی ان کو حاصل ہے، اور جدید علوم سے استفادہ کرنا بھی ان کے لئے آسان ہے، اس لئے حال پر موجود کفار وہ جمعیت ہیں جن کو کسی انجام سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، کہ یہ لوگ بڑی سے بڑی قوت کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حاصل : کفار کا یہ زعم کہ وہ قدرتِ الٰہی کے سامنے ٹھہرنے کی ہمت رکھتے ہیں، ہمیشہ غلط ثابت ہوا ہے۔ قدرتِ الٰہی سے مقابلہ کسی قوت کے بس کی بات ہی نہیں۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

عنقریب ان کی جمعیت ہزیمت اٹھائے گی، اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

کفار یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی جمعیت بڑی قوت رکھتی ہے، سامانِ حرب بھی ان کے پاس بہتر ہے۔ مومنین کی جماعت، انہیں تعداد اور تیاری دونوں اعتبار سے کم نظر آتی ہے۔ مگر یہ بھی تو یاد رکھنا ضروری ہے، کہ بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ چھوٹی جماعت، بڑی جماعت پر باذن اللہ غالب آئی ہے، اور یہ ہی اب بھی ہوگا، کافروں کا زعم ٹوٹ جائے گا، اور ان کی جمعیت کو ایسی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا، جو ان کے تصور میں بھی نہ ہوگی۔

حاصل: باحقیقت جماعت کے مقابل بے حقیقت جمعیت کو کبھی ثبات ہو ہی نہیں سکتا۔ بے حقیقت جمعیت کو ہمیشہ ہزیمت ہوتی ہے، اور وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگا کرتے ہیں۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

بلکہ اُن سے وعدہ ساعت کا ہے، جو بڑی آفت ہے اور سخت تلخ ہے۔

حال پر بھی کفار کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر ان کو ان کے کئے کی پوری جزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کا دن ان پر بہت بھاری ہوگا، بڑا تلخ ہوگا، اور قدرت الٰہی کے سامنے یہ اپنے آپ کو قطعاً بے بس پائیں گے۔

حاصل: پوری جزا اللہ ہی دے سکتا ہے اور یہ وعدہ قیامت کے دن پورا ہوگا۔ قیامت کی سختی اور تلخی انتہا درجے کی ہوگی، کہ اصلاح بھی ممکن نہ ہوگی اور اس کو ٹالا بھی نہ جاسکے گا۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾

بے شک مجرمین گمراہی میں ہیں، آگ میں ہیں۔

قیامت کے دن منکرین حق کو جب وہ دوزخ کی طرف جارہے ہوں گے، ٹھہرا کر پوچھا جائے گا، تمہیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کر رہے۔ (37:25) آج یہ لوگ گردنیں ڈالے ہوئے ہیں۔ اب ان کی گمراہی بھی ان پر واضح ہے، اور اس گمراہی کے نتیجے میں ہونے والا عذاب بھی ان پر واضح ہے۔

حاصل: مجرمین حال پر گمراہی میں ہیں، مستقبل میں ان کا ٹھکانا آگ ہے۔

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

جس دن آگ میں مونہوں کے بل جائیں گے، چکھو آگ کا مزا۔

مجرمین کو ان کی گمراہی کے نتیجے میں جہنم میں ڈالا جائے گا، اور وہاں ان کی تذلیل کی حد ہو گی کہ ان کو اس آگ پر مونہوں کے بل گھسیٹا جائے گا جس کا یہ حال پر مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ وہاں ان سے یہ فرمایا جائے گا، اس آگ کا مزہ چکھو، جس کا انکار کرتے تم تھکتے نہیں تھے۔

حاصل: آگ کی سزا دینا صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔ مجرمین اپنے کئے کا مزا چکھیں گے، ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾

ہم نے ہر شے کو ایک مقدار کے ساتھ خلق کیا ہے۔

ہر شے کو بامقصد خلق کیا گیا ہے۔ جس منشاء کے تحت کسی شے کو وجود دیا گیا ہے، اس منشاء کے پورا کرنے کے لئے اس شے کی ضروری مقدار بھی اللہ نے معین فرمادی ہے، اور اس میں کسی دوسرے کے علم کو دخل ہو ہی نہیں سکتا۔ لوگ عذاب الٰہی کو مانگتے ہوئے، جلدبازی کرتے رہے ہیں، مگر اللہ نے ہمیشہ حجت کو پورا کرنے کے بعد ہی عذاب بھیجا ہے۔ اللہ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے۔ جب وہ عذاب بھیجنا چاہے تو صرف اس کے امر کی دیر ہوتی ہے، اور عذاب واقع ہو جاتا ہے، پھر اس عذاب کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوا کرتا۔

حاصل: ہر شے بامقصد پیدا کی گئی ہے، اور اس مقدار میں پیدا کی گئی ہے جس مقدار میں اسے ہونا چاہئے۔

وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ ﴿٥٠﴾

اور ہمارا امر تو ایک لمحے کی بات ہے، جیسے پلک جھپکنا۔

امر ربی ہر حال پر محیط ہو جاتا ہے، اور امر ربی کے ہونے میں نہ تو کسی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اللہ کو کسی مجبوری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بس چشم زدن میں اللہ کا امر نافذ ہو جاتا ہے، اور حالات وہ صورت اختیار کر لیتے ہیں، جو اللہ چاہتا ہے۔ پھر بندوں کے پاس خلافِ حق کرنے کی توفیق ہی باقی نہیں رہتی۔

حاصل: امر الٰہی کے آنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے، اور امر الٰہی کے آتے ہی وہ سب کچھ ہونے لگتا ہے، جس کو کافر پہلے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر حق کو ماننا کسی کو نفع نہیں دیتا۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَآ أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾

ہم ان لوگوں کو جو تمہاری طرح تھے، ہلاک کر چکے ہیں، تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

راہ ہلاکت کو اختیار کرنے والے اسی منزل کو پہنچ کر رہتے ہیں، جو منزل ان کی ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہو چکا ہے، اب ہو رہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔ عقل مندی یہ ہے کہ اب اپنے مقام کو دیکھا جائے، اور ماضی میں عذاب پانے والوں سے اس کا تقابل کیا جائے۔ جب اپنا انجام نظر آنے لگے، تو فوراً رک کر خرابی کے راستے کو چھوڑ دیا جائے، اور قرآن پاک کو بصورت نصیحت مان لیا جائے۔

حاصل: ہم پر اللہ کی قدرت اسی طرح محیط ہے، جیسے پہلے لوگوں پر تھی۔ نصیحت کو ماننے سے، ماننے والے کا ہی بھلا ہوتا ہے۔ قرآن پاک، قادرِ مطلق کی طرف سے بھیجی ہوئی نصیحت ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ اور جو کچھ انھوں نے کیا، سب اعمال ناموں میں درج ہے۔

قول و فعل کا ریکارڈ اب حضرت انسان کے مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔ علیم مطلق نے جو اہتمام کر رکھا ہے، اس کی شان کا اندازہ لگانا اب مشکل نہیں ہونا چاہئے۔ اعمال ناموں میں وہ سب کچھ درج ہوتا ہے، جس کی بندوں کو جزا دی جائے گی۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ جزا کا یقین ہمارے اعمال میں جلوہ گر ہو۔

حاصل: اعمال کا اندراج یقیناً ہو رہا ہے اور جزا کے لئے ہو رہا ہے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ اور ہر چھوٹا بڑا کام لکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ اس کی طرف سے ہر بندے کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے۔ وہ کام جس کو نفس آسانی سے مان لے چھوٹا کام ہوتا ہے، اور وہ کام جس کو نفس آسانی سے نہ مانے بڑا کام ہوتا ہے۔ بندے کا اپنا اعمال نامہ جب اس کے سامنے آئے گا تو وہ اسے حیرت میں ڈال دے گا۔

حاصل: اگر یہ یقین ہو کہ ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے فعل کو لکھا جا رہا ہے، ریکارڈ کیا جا رہا ہے، تو پھر پاکیزگی کو بہر طور ہمارا حال ہونا چاہئے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ بے شک متّقین جنّتوں اور نہروں میں سکھ پائیں گے۔

جو لوگ جزا کے یقین کے ساتھ عمل کرتے ہیں، اور شاہد کے اسوۂ حسنہ کو معیار جانتے ہیں، وہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں: یا الٰہ العالمین، ہمارے اعمال کی طرف نہ دیکھیو، اپنے کرم کی طرف ہی دیکھیو، ہمارے اعمال کو ہمارے شاہد کے اعمال سے وہ نسبت نہیں ہے، جو ہونی چاہئے تھی۔ متقی حضرات کو باغات نصیب ہوں گے۔ باغات زیرِ زمین پانی کے ایک مقام پر رہنے سے آباد ہوتے ہیں۔ پانی ایک حد سے اوپر آجائے تو وہ سیم زدہ ہو جاتے ہیں، اور ایک حد سے نیچے چلا جائے تو پھر شادابی خواب ہو جاتی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو راحت نصیب ہوگی۔

حاصل: متقی حضرات حال پر بھی راحت پاتے ہیں، آخرت میں بھی راحت پائیں گے۔

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ع ابدی سکھ میں، مالک و مقتدر، خدا کے پاس۔

متقین کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ ان پاک لوگوں کو دائمی سکھ نصیب ہوگا۔ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کے دعوے کو سچا ثابت کیا ہوگا، آپ کی معیت میں رہے ہوں گے۔ ان کو حیاتِ دنیا میں عزت کا مقام صرف حضور کی معیت میں نظر آتا ہے۔ یہ لوگ حضور کے قربیٰ سے دوستی رکھتے ہیں۔ ان کو قیامت کے دن، مالک کل کا قرب نصیب ہوگا، سب سے بڑے اقتدار والے کا قرب نصیب ہوگا۔ الفاظ میں اس راحت کو کب بیان کیا جا سکتا ہے۔

حاصل: جو حال پر اللہ سے ڈرتے ہیں اور شاہدین کے ساتھ ہیں، وہ آخرت میں ابدی سکھ پائیں گے۔ مالک یوم الدین کا قرب، سب سے بڑے اقتدار والے کا قرب، وہ شان ہے جس کو

الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

شہادت : منکرین حق کو، عذاب دیتے وقت یہ فرمایا جائے گا۔

إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِۦ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

بیشک یہ ہے وہ جس میں تم شک کرتے تھے۔

اور متقین کے انعامات کے متعلق یہ ارشاد ہو گا۔

فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾

یہ تمہارے ربّ کے فضل سے ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الرَّحْمَٰنُ ﴿١﴾ خدائے رحمٰن نے۔

اللہ تعالٰی کی شان ہے کہ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے، لوگوں کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے، جو کچھ عطا کرتا ہے اپنے علم مطلق سے عطا کرتا ہے، جس مقام سے گزارتا ہے علم عطا کرنے کے لئے گزارتا ہے۔ الرحمٰن سے تعلق استوار کرنے کے لئے اس وسیلے کو تلاش کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لاتا ہو، مثلاً حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ فرمایا: بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے، تو میرا اتباع کرو اور میرے امر کی اطاعت کرو۔ (20:90) رب رحمٰن کو ماننے کا دعویٰ تبھی سچا ثابت ہوتا ہے، جب حال پر اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کیا جائے، اور اس کے امر کی ادب سے اطاعت کی جائے۔

حاصل : الرحمٰن کو ماننے کا دعویٰ تبھی سچا ثابت ہوتا ہے، جب شاہد کا اتباع ہو اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔

عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿٢﴾ قرآن کی تعلیم دی۔

قرآن پاک کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہوا ہے۔ اس کی تعلیم دینے کے لئے، معلّم کتاب و حکمت کو بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اس علم کا کوئی بدل موجود نہیں ہے۔ اس نصیحت کی قدر و منزلت سے ہی بندوں کا بھلا ہو سکتا ہے۔ لوگوں کی اپنی چاہت اور کراہت سے انہیں کبھی حقائق کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک کی تعلیم سے استفادہ کرنے کی استعداد بھی اللہ نے دی ہے، قرآن پاک کا قول بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا، حال اور اعمال کی طریقت بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہوئی۔ اس طرح آپ نے جو چراغ روشن کئے، ان سے آگے چراغ روشن

ہوئے، اور یہ سلسلہ نور و ہدایت تا قیامت جاری رہے گا۔

حاصل : قرآن پاک کی تعلیم، الرحمٰن کی طرف سے دی جاتی ہے، معلّم قرآن کی قدر و منزلت کو اس حوالے سے دیکھنا چاہئے۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۟ۙ﴿۳﴾ اسی نے انسان کو خلق کیا۔

حضرت انسان کو خلق کرنے والا ہی اس کے منشاء تخلیق کا سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ اس کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا سب سے بڑا علم بھی اسی کو ہے۔ اس وحدہ لاشریک کی نصیحت سے ہی انسان راہ راست پر رہ سکتا ہے۔ خالق کل کی شان یہ ہے کہ وہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

حاصل : خالق انسان کو ہی یہ حق ہے کہ وہ انسان کو اپنی نصیحت سے نوازے۔ جب انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علم کو، اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کے برابر اہمیت دی جائے گی، تو اس سے بڑا فساد پیدا ہوگا، یہی عملاً شرک ہے اور ظلم عظیم ہے۔

عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ اور اُسے بیان کی تعلیم دی۔

بیان کرنے کی اہلیت اللہ تعالیٰ کی وہ عطا ہے، جس کی بدولت افراد کے مابین ربط پیدا ہوتا ہے۔ گویائی کے بغیر اس کائنات کا تصور کیجئے، آپ کو وہ کچھ معلوم ہوگا، جو پہلے معلوم نہیں۔ گویائی کی تعلیم انسان کو دی جاتی ہے، اور وہ اپنے آپ کو تضاد سے پاک رکھنے کی سعی کرتا ہے، جس بات کو حق مانتا ہے اس پر پورا رہتا ہے، علم کی روشنی کو پھیلاتا ہے اور حسن بیان کی بڑی قدر کرتا ہے۔ اس طرح بیان کرنے کی تعلیم دینے والے کی شان کو دیکھنا چاہئے، اس کا مشاہدہ ہر مقام پر ہو رہا ہے۔

حاصل : ہمارے بیان کو حق کے حوالے سے ہونا چاہئے، اور جس کا بیان حق کے حوالے سے ہو اس کی قدر کرنی چاہئے۔

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾ شمس و قمر حساب سے جاری ہیں۔

شمس و قمر اجل مسمّی تک جاری ہیں۔ یہ اللہ کے حکم سے اپنے اپنے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ ان دونوں کی حرکات سے وہ حالات حاصل ہوتے ہیں، جو حیاتِ دنیا میں اجل مسمّی تک درکار ہیں۔ خالق کل کے حساب میں کسی کا دخل ممکن ہی نہیں۔ نظام الاوقات پر نظر رکھنے والے یہ دیکھتے ہیں، کہ سال کے بعد دس دن کا فرق پڑ جاتا ہے، اس طرح اگر 36 برس کے موسمی تغیرات کا ریکارڈ رکھ لیا جائے تو موسمیات کے حوالے سے بہتر بات کی جا سکتی ہے۔ شمس و قمر ایک وقت رُک جائیں گے۔ اس وقت سے ہمارا تعلق کیا ہوگا، اس پر بھی نظر ہونی چاہئے۔

حاصل : شمس و قمر جس کے حساب سے جاری ہیں، اُس سے اپنے تعلق کو بھولنا نہیں چاہئے۔ ہم اُس کے عبد ہیں وہ ہمارا معبود ہے۔

وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾ اور ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

ہر شے کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ ہر شے اپنے مقصد تخلیق کے حوالے سے وہی کچھ کر رہی ہے جس کے

کرنے کا اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ ستاروں کی روشنی، درختوں کی پیدائش وافزائش کے لئے بے بدل نعمت ہے۔ ستارے اپنے کام کو انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔ درختوں کو جس جس منشاء کے تحت پیدا کیا گیا ہے وہ بھی اپنے اپنے منشاء تخلیق کے مطابق اپنے اپنے دائروں میں کام کر رہے ہیں۔ حضرت انسان کی زندگی میں ستاروں اور درختوں کی اہمیت واضح ہے۔ ستارے بھی انسان کے لئے بنائے گئے ہیں، درخت بھی انسان کے لئے بنائے گئے ہیں۔ انسان کو ان کے لئے نہیں بنایا گیا۔ اس لئے ستاروں کو انسان پر غالب ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

حاصل : ستارے اور درخت اپنے اپنے منشاء تخلیق کے مطابق کام سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ یہ حضرت انسان کے لئے ہیں، اس لئے ان کا انسان پر غلبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اور اُس نے آسمان کو رفعت دی اور میزان رکھی۔

آسمان کی بلندی، اس کی وسعت، اس کا بغیر ستونوں کے قائم ہونا، اللہ کی قدرت کی بڑی روشن نشانیاں ہیں۔ آسمان کو رفعت دینے کے بعد، اسے اپنے افعال انجام دینے کے لئے جس توازن کی ضرورت تھی، وہ توازن صرف اللہ ہی قائم کر سکتا تھا، اور اللہ نے وہ توازن اس طرح قائم کیا ہے، کہ اس میں کسی نقص کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : آسمان کی رفعت اور اس کے توازن میں اللہ کی شان کو دیکھنا چاہئے۔ یقیناً اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے۔ رفعت، توازن کے ساتھ قائم رہتی ہے۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ کہ میزان میں زیادتی نہ کرو۔

حکم الٰہی یہی ہے کہ طیبات سے کھاؤ، جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اور زیادتی نہ کرو کہ پھر تم پر میرا غضب پڑے گا۔ میزان میں زیادتی یہ ہے کہ حق کے مقابل کوئی دوسرا معیار بنالیا جائے۔ جب حق کے مقابل کوئی دوسرا معیار بنانے کی راہ لی جائے گی تو توازن بگڑ جائے گا، پھر رفعت کو قائم رکھنا ممکن نہ ہوگا اور فساد بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ میزان میں طاغوت کی راہ اختیار کرنے والے، ہر زمانے میں عبرتناک انجام کو پہنچتے رہے ہیں۔

حاصل : حق کے مقابل کسی دوسرے نظامِ حیات کو قائم کرنے کی کوشش، زیادتی ہے، اور اس سے بڑا فساد پیدا ہوتا ہے، جس کا انجام عبرتناک ہی ہوتا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ اور عدل کے ساتھ وزن کو قائم کرو، اور تول میں کمی نہ کرو۔

اللہ، مقسطین سے محبت رکھتا ہے۔ یہ لوگ عدل کے ساتھ وزن کو قائم رکھتے ہیں، اپنا حق، اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کرتے ہیں اور نتائج کو باذن اللہ جانتے ہیں۔ یہی حضرات ہر مقام پر پورے رہتے ہیں۔ تول میں کمی کرنے والے، زبان سے جو دعوے بھی کرتے رہیں، علاوہ اللہ تعالیٰ کی عطا کو، اور طیبات کی صورت سے حاصل ہونے والے رزق کو پورا نہیں مانتے۔ نہ ان کے اندر توکل موجود ہوتا ہے، نہ انہیں جزا کا یقین ہوتا ہے۔ تول میں کمی کرنے سے جو فساد پیدا ہوتا ہے، اس سے افراد کے مابین شکوک وشبہات کا اندھیرا بڑھتا جاتا ہے، حفاظتی تدابیر کے اخراجات بڑھنے لگتے ہیں، سکھ گھٹنے لگتا ہے اور بالآخر وہ

انجام واقع ہو جاتا ہے، جس سے آگاہ کیا جا چکا تھا۔

حاصل : عدل کے ساتھ وزن کو قائم کرنے سے سکھ بڑھتا ہے، قدر و منزلت بڑھتی ہے، تول میں کمی کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہے، اور یہ فساد عبرتناک انجام تک پہنچا دیتا ہے۔

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ⑩ اور زمین کو اُس نے خلق کے لئے بچھایا۔

زمین کو خلق کی ضروریات کے حوالے سے بچھانا، اللہ کی شان ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ زمین کے بچھونے کو پاک رکھا جائے، اس میں فساد نہ کیا جائے، تو اس میں خلق کا بھلا ہے۔ زمین کو اللہ نے بچھایا ہے، اس پر اُسی کی قدرت کا احاطہ ہے، جو خلافِ حق کرے گا وہ اپنے کئے کے انجام سے بچ کر کہاں جائے گا۔

حاصل : زمین کو خلق کے لئے بچھانے والے کی شانِ ربوبیت کو دیکھنا چاہئے، اور اپنے آپ کو پہچاننا چاہئے۔

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ⑪ اس میں پھل ہیں اور کھجوریں ہیں غلافوں میں لپٹی ہوئیں۔

زمین کے مکینوں کو جن نعمتوں سے نوازا جاتا ہے، یہ ان کا ذکر ہے۔ انہیں پھل دیئے جاتے ہیں۔ ان پھلوں کی ایسی حفاظت کی جاتی ہے، جو ان کی افادیت کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہوتی ہے، ان کی طبعی خوشبو اور رنگت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ کھجوروں کو دیکھئے، ایک غلاف گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے اور ایک غلاف گودے کے اوپر ہوتا ہے۔ جس کے لئے یہ حسنِ اہتمام ہے، وہ اس کو بامقصد ماننے سے انکار کردے، تو یہ کتنی بڑی بے سمجھی ہوگی۔

حاصل : حسنِ اہتمام میں رب العالمین خلق کی جتنی پرواہ کرتا ہے، خدمت خلق کرنے والے اس سے ہدایت لیتے ہیں۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ اور اُس میں بُھس والے اناج اور خوشبودار پھول بھی ہیں۔

اناج کی حفاظت کے لئے، اللہ تعالیٰ نے جو اہتمام کیا ہے، وہ اناج کی پختگی کے بعد بھس کی صورت میں آجاتا ہے، اور جانوروں کے لئے اور بہت سے دوسرے مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ بھس کا محل استعمال معلوم ہو تو اس کی قدر بھی یقیناً ہوگی۔ خوشبودار پھول بھی اپنی افادیت رکھتے ہیں۔ قوت شامہ پر اثرانداز ہو کر جسم کے اندر راحت کو بڑھاتے ہیں، دوائے بھی استعمال ہوتے ہیں، اور فضا کو خلق کے لئے سازگار بھی بناتے ہیں۔

حاصل : کسی شے کو ضائع کرنا، ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ علم والوں سے سیکھنا چاہئے کہ اللہ کی عنایات کی قدر کیسے کی جائے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ⑬ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کون کون سی عنایات کو جھٹلاؤ گے۔

جن وانس کو جو توفیق دی گئی ہے، وہ ان کو باقی مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ اللہ کی عنایات سے استفادہ کرنے والوں کو شکر گزار ہونا چاہئے۔ ہر عطاء الٰہی یقیناً بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ عطا کی قدر ہو تو معطی کی بڑی قدر ہونی چاہئے۔ معطی مطلق اپنے علم سے عطا کرتا ہے اور اس کا علم سب سے بڑا ہے۔ ہماری ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا بھی وہی ہے، وہی مالکِ کل ہے، ربوبیت اسی کے علم سے ہوتی رہی ہے، ہو رہی ہے، اور ہوتی رہے گی۔

حاصل : اللہ کی عنایات کو دیکھنا چاہئے، اور یہ کہنا چاہئے، یا اللہ ہم تیری عنایات کی قدر کرتے ہیں اور تجھ سے تیرا فضل مانگتے ہیں۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾

اُس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے بنایا۔

یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پہلے انسان کی حیثیت سے پیدائش کا ذکر ہے۔ جن ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بنایا، وہ اللہ کے ہاتھ ہیں اور اتنے پاک ہیں کہ ان ہاتھوں نے اپنے لئے کسی شے کو بنانا پسند نہیں کیا۔ انسان اگر اپنی ابتدا کو یاد رکھے تو خودسری اور تکبر سے ضرور بچے گا، ورنہ خواہشات کے اتباع سے بچنا ممکن نہ ہوگا، اور اس کے متعلق دونوں جہان کا خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل : انسان کی اپنی ابتدا پر نظر رہے تو خودسری اور تکبر سے بچنا اس کی پاکیزگی کا ثبوت ہوگا۔

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

جنوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں نارِ سموم سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان کو بھی اپنی ابتدا کو یاد رکھنا چاہئے۔ آگ کا شعلہ ہمیشہ اوپر کی طرف ہی اٹھتا ہے۔ جن اسی صورت میں اپنے مقام کو پہنچانے والے ہوں گے، جب وہ اپنے مقصد تخلیق کو دیکھیں گے، ورنہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کو خلاف حق استعمال کرنے سے انہیں دونوں جہان کا خسارہ ہی مل سکتا ہے۔

حاصل : جو جن اپنی ابتداء کو بھول جائے وہ دونوں جہان کے خسارے میں پڑے گا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۱۶﴾

تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

انسان کی پیدائش بھی اللہ کے علم سے ہوئی ہے، جنوں کی پیدائش بھی اللہ کے علم سے ہوئی ہے، اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر رہنے سے ہی منشاء تخلیق کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ انسان کو ہر مقام پر نظر آتا ہے، جن کو بھی اللہ کی قدرت کا احاطہ نظر آتا ہے۔ اللہ کی قدرت کو دیکھتے ہوئے، اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو بڑے ادب سے ماننا چاہئے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے احاطے کو دیکھنا چاہئے، اور یہ کہنا چاہئے : یا اللہ تو قادرِ مطلق ہے، ہم تیری قدرت کو مانتے ہیں، تو ہماری بھول کو معاف فرمادے کہ ہم سے بھول ہو جاتی ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾

وہی مشرقین و مغربین کا رب ہے۔

طلوعِ شمس کے دو انتہائی مقامات مشرقین ہیں۔ ربوبیت کا تعلق، سورج کی روشنی اور حرارت سے، بڑا روشن ہے۔ غروب شمس کے دو انتہائی مقامات مغربین ہیں۔ سورج کی روشنی اور حرارت سے جو کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کے بعد چاند کی روشنی کے اثرات کا مقام آتا ہے۔ موسموں کے تغیر و تبدل کا زندگی پر اثر معلوم حقیقتوں میں سے ہے۔ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد بھی رب العالمین کے حکم سے تعلق رکھتے ہیں۔

حاصل : مشرق ہو یا مغرب، ربوبیت ہر مقام پر اللہ کے علم سے ہو رہی ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ — تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس شان کو جھٹلاؤ گے۔

جس کی نظر ربوبیت پر ہوگی، اسے یہ ضرور نظر آئے گا، کہ پالنے والا، سارے جہانوں کا ایک ہی ہے، اور وہ ہر ایک کو بڑے علم سے پال رہا ہے۔ جو اپنے پالنے والے کی شان کا معترف ہو، اس کے اعمال میں شکر گزاری نظر آنی چاہیے۔

حاصل : ہمیں حال پر اللہ کی شان ربوبیت کو دیکھنا چاہیے اور شکر گزار رہنا چاہیے۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ — دو بحر جاری کیے ملے ہوئے۔

میٹھے اور کھاری پانی کے جاری اور متصل سلسلے آپس میں اختلاط کی بجائے اپنی حیثیت کو قائم رکھتے ہیں۔ ان دونوں پانیوں میں سے بہت سی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان دونوں کی انفرادی حیثیت تو واضح ہے، مگر اتصال کے باوجود ان کی انفرادیت کو قائم رکھنا، اللہ کی شان ہے، اس کی قدرت ہے۔

حاصل : اللہ کی شان اور قدرت کا مشاہدہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مقام کو بھی دیکھیں اور مقصدِ حیات کے حوالے سے اپنی کارکردگی کو بھی دیکھیں۔

بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ — ان کے مابین پردہ ہے کہ وہ ایک دوسرے پر نہ بڑھیں۔

میٹھے اور کھاری پانی کے دو متصل اور جاری سلسلوں کا آپس میں نہ ملنا اور اپنی انفرادیت پر قائم رہنا، ایک غیر مرئی پردے کی بدولت ہوتا ہے جو اللہ نے ان کے درمیان رکھا ہوا ہے۔ اس پردے کا منشاء یہ ہے کہ اتصال کے باوجود یہ دونوں طرح کے بحر آپس میں نہ ملیں۔

حاصل : اللہ کی قدرت کا مشاہدہ یہ روشن کرتا ہے کہ جو اللہ میٹھے اور کھاری پانی کے درمیان غیر مرئی پردہ رکھ کر انہیں آپس میں ملنے نہیں دیتا، وہ کبھی حق میں ناحق کو بھی ملنے نہ دے گا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ — تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

جنّ و انس کو دائرۂ عبدیت میں یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ کی قدرت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اور انہیں جو جو توفیق دی گئی ہے، اسی کے حوالے سے ان سے پوچھ بھی ہوگی۔

حاصل : ہمیں اپنے رب کی شان کو دیکھنا چاہئے اور جزا کے یقین کے ساتھ بندگی کا حق ادا کرنا چاہئے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ ان دونوں میں سے مروارید اور مرجان نکلتے ہیں۔

مروارید اور مرجان کا استعمال زمانہ قدیم سے ہو رہا ہے۔ مروارید میٹھے پانی سے نکلتے ہیں، یہ سیپ کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور موتیوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ مرجان سمندر کے پانی میں شاخ در شاخ ملتا ہے اور کھارے پانی میں ہوتا ہے۔ مروارید کا دواءً استعمال گرمی سے تعلق رکھنے والے امراض میں بہت معروف ہے، مثلاً تپ محرقہ میں اس کو بہت مفید دوا مانا گیا ہے۔ مرجان بھی دواءً استعمال ہوتا ہے، اور عورتوں کے امراض میں اس کا استعمال زمانہ قدیم سے ہے۔ جہاں یہ نعمتیں استعمال ہوتی ہیں، وہاں ان کے عطا کرنے والے کی طرف بھی نظر جانی چاہئے کہ اس کی محبت مخلوق سے کس قدر ہے۔

حاصل : مروارید اور مرجان بہت ہی مفید دوائیں ہیں، ان سے استفادہ کرنا چاہئے، اور معطی مطلق کی محبت کو سلام کرنا چاہئے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۳﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

مروارید اور مرجان یقیناً نعمت ہیں، اور ان سے فائدہ اٹھانے والے ان کی قدر بھی کرتے ہیں۔ نعمت اگر قابل قدر ہے، تو عطا کرنے والے کی شان بھی ارفع ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ بھی سب نعمتیں رب العالمین ہی کی عطا کردہ ہیں۔ نعمتوں کا استعمال بھی ہو اور عطا کرنے والے کے ساتھ بے پرواہی بھی روا رکھی جائے تو پھر عبدیت کا دعویٰ بے معنی ہو جائے گا۔

حاصل : نعمت کی قدر ہو تو رب العالمین کی نصیحت کو ادب سے ماننا، قدر دان ہونے کا ثبوت ہوگا۔

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ اور اُسی کی ہیں وہ چلنے والی کشتیاں جو بحر میں پہاڑ کی طرح اٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔

عجائبات قدرتِ الٰہی میں سے وہ بڑی بڑی کشتیاں بھی ہیں، جو بڑا بڑا سامان اٹھائے سمندر میں چلتی ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے فوائد تو معروف حقیقت ہیں، یہ بھی تو دیکھنا چاہئے، کہ پانی کے اندر، اپنے مساوی الحجم جسم کو جو وزن میں کم ہو، اللہ نے تیرانے کی صفت رکھی ہے۔ پھر ان کشتیوں کے لئے جو کچھ بھی درکار ہوتا ہے، اللہ نے ہی اسے بنایا ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور فاعلِ حقیقی کی طرف نہ دیکھنا عقل مندی نہیں ہے۔

حاصل : نعمتوں سے استفادہ کرنے والوں کو فاعلِ حقیقی کی طرف بھی دیکھنا چاہئے، کہ یہی عقل مندی ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۲۵﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کو

جھٹلاؤ گے۔

جن مقاصد کے لئے کشتیاں اور جہاز استعمال ہوتے ہیں، ان کی اہمیت تو واضح ہے۔ سمندروں کا خالق اللہ ہے۔ پانی میں، اپنے مساوی الحجم جسم کو، جو وزن میں کم ہو، تیرانے کی صفت اللہ نے رکھی ہے۔ ہوائیں اللہ کی ہیں، مالکِ کل اللہ ہے۔ نعمتوں سے استفادہ تو بہر حال ہوتا ہے، نعمتوں کے مالکِ حقیقی کا شکر گزار ہونا بھی ضروری ہے۔

حاصل : نعمتوں سے استفادہ تو بہر حال ہوتا ہی رہتا ہے، مالکِ حقیقی کی شکر گزاری میں بھی بندوں کا ہی بھلا ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکھف (18) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾

بے شک ہم نے زمین کی زینت ٹھہرائی ہے جو بھی اس پر ہے، کہ اُنہیں دیکھیں اُن میں سے کس کے عمل احسن ہیں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ جو کوئی اُس پر ہے، سب کو فنا ہے۔

زینت زمین رکھی ہی اس لئے گئی ہے کہ یہ دیکھا جائے، کس نے حسنِ عمل کا راستہ اختیار کیا ہے، اور کس نے خلافِ حق کیا ہے، اور ایک دن ایسا آئے گا، کہ زمین کو چٹیل میدان کر دیا جائے گا۔ جو جزا کا یقین رکھتے ہوئے یہاں سے رخصت ہو گا، اسے دائمی پاک دامنی کا مقام حاصل ہو گا، اور جو جزا کے انکار کی راہ لے گا، اس کا سب کچھ اکارت ہو جائے گا۔ یہاں جو آیا ہے، جائے گا ضرور۔

حاصل : زمین پر قیام محدود وقت کے لئے ہے۔ یہاں سے حق کو ماننے والے کی حیثیت سے رخصت ہونے والے فلاح پاتے ہیں، حق کا انکار کرنے والے خسارے میں پڑتے ہیں۔

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ اور تمہارے رب کی وجہ باقی رہے گی جو بڑے جلال واکرام والا ہے۔

حکم الٰہی ہے کہ خرچ نہ کرو مگر اللہ کی وجہ چاہنے کے لئے۔ (2:272) یہ اللہ کی وجہ، اللہ کی رضا ہے۔ جو وجہُ اللہ کے لئے خرچ کرے گا وہ نفس کی شح سے بچے گا، اُسے شاہدین کی معیت نصیب ہو گی، اُسے اللہ کا ساتھ حاصل ہو گا، جو بڑے جلال والا ہے، بڑی عزت والا ہے۔ ہونے کے مقام پر شکر گزاری سے اللہ کا ساتھ حاصل ہوتا ہے، نہ ہونے کے مقام پر صبر سے اللہ کا ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ ہی مالکِ کل ہے۔ جو مومنین کی صف میں شمار ہو جائے وہی باعزت ہو گا، کہ عزت اللہ کی ہے، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور مومنین کی ہے۔

حاصل : مومن کی حیثیت سے اپنے رب کی رضا کو پانے والے، عزت والے ہوتے ہیں، وہی فلاح پاتے ہیں۔ دائرہ عبدیت میں یہ انتہائی شان ہے کہ عبد کو معبود کی معیت حاصل ہو جائے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٨﴾ تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس شان کو

جھٹلاؤ گے۔

عبد کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا معبود ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ ان ضروریات کو احسن طریق سے پورا کرنے والا بھی معبود ہی ہے، اور عبد کو جو کچھ معبود کے ہاں سے عطا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے، وہ نہ کہیں اور سے ہوتا ہے اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔ اپنے معبود کی شان کو دیکھنا چاہئے اور بندگی کا حق بڑے ادب سے ادا کرنا چاہئے۔

حاصل : اپنے معبود کی شان کو دیکھنا چاہئے اور بندگی کا حق بڑے ادب سے ادا کرنا چاہئے۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾

اُسی سے سوال کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اُس کی جلوہ گری ہر روز نئی شان میں ہوتی ہے۔

اللہ مالکِ کل ہے، رب العالمین ہے، آسمانوں اور زمین میں طوعاً و کرھاً سب اسی کو مانتے ہیں، مراجعت بھی اسی کی طرف ہوگی۔ (3:83) خلق کی طرف سے اپنی احتیاج کے حوالے سے سوال کا ہونا ضروری ہے۔ خالق کل ہی ہر احتیاج کو پورا کرنے کی شان کا مالک ہے، اس لئے آسمانوں اور زمین میں اُسی کے حضور احتیاج کو پیش کیا جاتا ہے۔ تخلیق کے بعد اُس کا کام ختم نہیں ہوگیا، عبد کو اپنے معبود کے عرفان کے لئے جو کچھ حال پر درکار ہوتا ہے، معبود کی جلوہ گری اسی شان میں ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو تو اتمامِ حجت ہو ہی نہیں سکتا، اور اتمامِ حجت، اللہ کی سنت ہے۔

حاصل : اللہ سے اس کے فضل کو مانگنا بندگی کا حصہ ہے۔ رجوع الی اللہ ہونے کے لئے حال پر جو کچھ درکار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔

فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس عطا کو جھٹلاؤ گے۔

عبد کے ساتھ احتیاج کا ہونا طبعی ہے۔ ہر احتیاج رب العالمین ہی پوری کرتا ہے۔ جس کی عطا کے بغیر لمحہ گزارنا بھی ممکن نہ ہو، اس کی کس کس عطا کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔

حاصل : عبد، معبود کی شان سے بے پرواہ ہو تو یہ بڑی ناشکری ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾

ہم تمہارے لئے فارغ ہوا ہی چاہتے ہیں اے دو بھاری گروہو۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت میں، عبد کو اس کے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے معرفت کی توفیق دینا، اللہ کا کام ہے۔ عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے کلی طور پر ختم ہوتے ہی احتساب کا کام شروع ہو جائے گا، جزا کا مقام آجائے گا۔ تب ہر ایک کو اس کے کئے کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ جن و انس کے گروہ جس قدر بھی بڑے ہوں، اللہ کو انہیں جزا دینے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی، کہ اللہ کا بنایا ہوا ریکارڈ قطعاً درست ہوگا، اور بالکل پورا ہوگا۔

حاصل : اتمامِ حجت کا کام کلی طور پر ختم ہوتے ہی جزا کا مقام آجائے گا، اور یوم الدین کے

مالک کو جزا دینے میں، بلکہ جن وانس کے بھاری گروہوں کے ہر ہر فرد کو اس کے کیے کی پوری پوری جزا دینے میں، کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

پھر تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے۔

عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں حق کے مطابق کرنے کی یا حق کے خلاف کرنے کی توفیق موجود ہے۔ اس وقت کے بعد یہ توفیق ختم ہو جائے گی۔ پھر ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔ تب کسی کی یہ مجال نہ ہو گی کہ وہ اپنے کیے کے انجام سے بھاگ سکے۔

حاصل: اپنے کیے کے انجام کو ضرور دیکھنا چاہیے، کہ جزا کا انکار کسی کو جزا سے بچا نہیں سکتا۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

اے جنّ و انس کے گروہ، اگر تمہیں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگنے کی استطاعت ہو تو نکل بھاگو، نکل نہیں سکو گے مگر سند کے ساتھ۔

خالق کل نے آسمانوں اور زمین کو جنّ وانس کی ضروریات کے حوالے سے خوب بنایا ہے۔ اگر انہیں اپنی قدرت کا زعم ہو، اور یہ اپنی استطاعت کو محدود نہ مانتے ہوں تو پھر اللہ نے عمل کے لئے جو دائرہ رکھا ہے، اس سے نکل کر بھاگ جائیں۔ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے کہیں بھاگ کر جانا ممکن نہیں ہے، اور یہاں پر تو گرفت کا مقام ماضی میں ہو تا رہا ہے، اب اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اللہ اگر کسی کو اس دائرے سے باہر لے جانا چاہے تو اللہ کو کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔

حاصل: دائرۂ عبدیت میں اپنی حیثیت اور استطاعت کو دیکھنا چاہیے۔ مقام کوئی ہو ہم اللہ کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

تو تم دونوں اللہ کی کس کس قوت کو جھٹلاؤ گے۔

عبد کو ہر مقام پر اللہ کی قوت کے سامنے اپنی استطاعت کو ہیچ جاننا چاہیے۔ عبد وہی کر سکتا ہے جو اللہ چاہے۔ عبد کے لئے پرواز کا دائرہ بھی اللہ نے رکھا ہے، قوت پرواز بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ عبد کو جب اپنی حیثیت معلوم ہو جائے تو اسے رب کو پہچاننے میں دیر نہیں لگتی۔

حاصل: عبد کو اپنی حیثیت معلوم ہو جائے تو اسے رب کو پہچاننے میں دیر نہیں لگتی۔

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

وہ تم پر آگ کے شعلے اور تانبے کی لپٹ بھیجے گا، اور اس سے بچ جانا تمہارے لئے ممکن نہ ہو گا۔

آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگنے کی کوشش ہوگی، تو جن وانس کو اس دائرے میں رکھنے کے لئے خدائی بندوبست کا ذکر کیا گیا ہے۔ قوتِ پرواز کا زعم رکھنے والوں کو آگ کے شعلوں سے مارا جائے گا، اور تانبے کی لپٹ سے مارا جائیگا۔ شہاب ثاقب کا مشاہدہ یہی ثابت کرتا ہے، کہ اللہ کی مار سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ کی مار کبھی خطا نہیں ہوتی، ہمیشہ اپنے نشانے پر پڑتی ہے، اور اتنی بڑی ہوتی ہے کہ جس پر پڑتی ہے اسے عبرتناک بنا دیتی ہے۔

حاصل: اللہ نے عبد کی پرواز کی جو حدود رکھی ہیں، ان سے تجاوز کرنے کی کوشش کرنے والوں کو بڑی سزا بھی دی جاتی ہے، اور اس سزا سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٦﴾ تو تم اپنے رب کی کس کس طاقت کو جھٹلاؤ گے۔

رب العالمین کی طاقت کا پتہ روزمرہ زندگی میں لگتا رہتا ہے۔ یہ طاقت کسی سبب سے تعلق نہیں رکھتی، ہر طاقت کو مغلوب کر سکتی ہے۔ کوئی بھی طاقت، رب العالمین کے سامنے ٹھہرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔

حاصل: اپنی طاقت کو رب العالمین کے تابع رکھنے میں ہی بندے کا بھلا ہوتا ہے۔

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ پھر جب آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔

قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا، اور سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا، تب حق کو ماننا قطعاً مشکل نہ ہوگا۔ اس دن اللہ کے دربار میں پیشی ہوگی، اور کوئی چھپ نہ سکے گا۔ (69:18) مگر اس دن حق کو تسلیم کر لینے کا دعویٰ کسی کو فائدہ نہ دے گا، کہ عملاً سچا ثابت ہونے کا وقت گزر چکا ہوگا۔

حاصل: آسمان کے پھٹ کر سرخ ہو جانے کے وقت کا پتہ اللہ ہی دے سکتا ہے، جو خالقِ کل ہے۔ جب جزا سے بچ جانا ممکن ہی نہیں تو پھر جزا کے انکار سے بچنا چاہیے، کہ خسارے سے بچنے کی راہ صرف یہی ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس آگاہی کو جھٹلاؤ گے۔

گزشتہ آیت میں آسمان کے پھٹ جانے اور سرخ ہو جانے کا ذکر ہے، اس آگاہی کے علاوہ آگاہی کی بے شمار صورتوں سے بندے کا واسطہ پڑتا ہے۔ غفلت میں ہر آگاہی کو نظرانداز کرتے چلے جانا عقل مندی نہیں ہے۔

حاصل: اپنے رب کی آگاہی کی قدر کرنی چاہئے، اور بھلائی کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ اُس دن کسی انسان اور جنّ سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔

مجرم تو اپنے چہرے سے پہچان لئے جائیں گے۔ جو کچھ اب خلوت میں ریکارڈ ہو رہا ہے، یہ قیامت کے دن جلوت میں

آجائے گا۔ مسلم و مجرم تو مساوی ہوتے ہی نہیں، قیامت کے دن تو ان کے مابین فرق انتہا کو پہنچا ہوا ہوگا۔ جب مجرم عذاب میں مبتلا ہوں گے اور چلائیں گے، تو فرشتے ان سے پوچھیں گے، کیا تمہیں اس انجام سے ڈرایا نہیں گیا تھا۔ یہ پوچھنا مجرم کی پہچان کے لئے نہیں ہوگا، بلکہ اس کو اس کا ماضی یاد کرانے کے لئے ہوگا۔

حاصل : گناہ گار بندے اپنے چہرے سے ہی پہچان لئے جائیں گے۔ تعین جرم کے لئے ان سے کسی پوچھ گچھ کی ضرورت نہ ہوگی۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۰

تو تم دونوں اپنے رب کے کس کس علم کو جھٹلاؤ گے۔

عبد کے وجود میں ہی اس کے مسلم یا مجرم ہونے کا مقام واضح ہوگا۔ جو کچھ اب خلوت میں ہے، یہ جزا کے وقت جلوت میں ہوگا۔ رب العالمین کے علم کی بے شمار صورتوں سے بندے کو واسطہ پڑتا ہے۔ رب العالمین کے علم کی ہر صورت اپنی ایک شان رکھتی ہے، اس شان کو نظر انداز کرتے چلے جانا، عقل مندی نہیں ہے۔

حاصل : رب العالمین کے علم سے ہی ربوبیت ہو رہی ہے، اس علم کا انکار بندے کو دائمی خسارے میں ڈال دیتا ہے۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝۴۱

مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے، پھر انہیں پیشانی کے بالوں سے اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔

جس پاکیزگی اور جس معصومیت کے ساتھ بندے کو دنیا میں بھیجا گیا ہے، یہ پاکیزگی اگر موت کے وقت موجود ہوگی تو بندہ اس دنیا سے مسلم کی حیثیت سے رخصت ہوگا، اور اگر بندہ اس پاکیزگی کو ضائع کرلے گا تو پھر اسے مسلمان کی حیثیت سے موت نہیں آئے گی، وہ مجرم کی حیثیت سے لے جایا جائے گا۔ قیامت کے دن اس کے چہرے پر اس کے جرم کی نشانی ہوگی، اور فرشتے مجرموں کو پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

حاصل : فرشتے، مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے، اور انہیں پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ کر جہنم رسید کر دیں گے۔ فرشتے وہی کرتے ہیں، جس کا اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے۔ رُخ اور قدم کو درست رکھنا بندے پر لازم ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲

تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

جن کا رُخ خلافِ حق ہوگا، ان کے چہرے کی سیاہی ان کے جرم کا پتہ دے گی۔ جن کے قدم خلافِ حق اٹھتے رہے ہوں گے، ان کے قدم طاغوت سے اپنے تعلق کا پتہ دیں گے۔ فرشتے اللہ کے حکم سے مجرموں کو پکڑ کر جہنم رسید کر دیں گے۔ اللہ کی قدرت سے بندے کا واسطہ بے شمار صورتوں سے ہوتا ہے، اللہ کی قدرت کو بہر حال غالب مان لیا جائے تبھی بندے کا بھلا ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کو بہر حال غالب ماننا چاہیے، یہی بھلائی کی راہ ہے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم جھٹلاتے ہیں۔

مجرمین کو جہنم رسید کرنے کے بعد یہ کہا جائے گا، جس انجام سے تم کو آگاہ کیا جاتا رہا، اور جس کے انکار کو تم نے اپنا طریق زندگی بنائے رکھا، یہ وہی انجام ہے جس میں تم مبتلا ہو۔

حاصل : انجام کو جھٹلانے سے اس کا واقع ہونا، ناممکن نہیں ہو جاتا۔

یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ پھریں گے اُس میں اور کھولتے ہوئے پانی میں۔

مجرموں کو جہنم میں پھینکا جائے گا، تو پیاس کی شدت انتہا کو پہنچ جائے گی، اور اس پیاس کو بجھانے کا سامان انتہائی گرم پانی ہوگا، جو اندر سے جلادے گا۔ مجرم اسی دائرے میں پھر سکیں گے، کہ اللہ نے ان کے لئے یہی دائرہ رکھا ہوگا۔

حاصل : مجرم اپنے انجام کے حوالے سے جس دائرے میں رکھے جائیں گے، وہ اس دائرے سے باہر نہیں جا سکیں گے۔

ع ۱۲ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس آگاہی کو جھٹلاؤ گے۔

جزا دینے والے، مالکِ کل نے بندوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے جو کچھ کیا ہے، وہ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے۔ آگاہی کی اتنی صورتوں کو نظر انداز کرنا عقل مندی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت کو ضرور پورا کیا جاتا ہے اور احتیاج تو اللہ کو ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی کو قابلِ قدر جاننا چاہیے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ق (50) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ﴿۷﴾ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۸﴾

کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے، ہم نے اُسے کیسا بنایا اور اُسے زینت دی، اور اُس میں کوئی سوراخ نہیں، اور زمین کو پھیلایا اور اُس میں بوجھ ڈالے اور اُس میں ہر ہر قسم کی رونق کی چیز اگائی، دکھانے کے لئے اور نصیحت کے لئے، اُس بندے کے واسطے جو رجوع لائے۔

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ اور جو اپنے ربّ کے حضور پیشی کا خوف رکھے، اس کے لئے دو جنت ہیں۔

جزا کا یقین رکھنے والا بندہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہتا ہے، جلوت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ معاملہ

درست رکھتا ہے۔ یوم الدین کے مالک کے حضور پیشی کا ڈر بندے کو اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی خلوت کو، اللہ کے بھیجے ہوئے شاہد کی خلوت سے نسبت ہو، اور اس کی جلوت کو، اللہ کے بھیجے ہوئے شاہد کی جلوت سے نسبت ہو۔ ماننے کے دعوے کی تکرار تو ماننے کا ثبوت نہیں ہوتا، اور بندے سے کوتاہی دانستہ طور پر بھی ہو جاتی ہے، نادانستہ طور پر بھی ہو جاتی ہے۔ خلوت کی پاکیزگی کا بھی انعام دیا جائے گا، جلوت کی پاکیزگی کا بھی انعام دیا جائے گا، اور یہ دو جنتوں کی صورت میں ہوگا۔

حاصل : اپنے رب کے حضور پیشی کا یقین ہو تو ہماری خلوت کو بھی پاک ہونا چاہئے، جلوت کو بھی پاک ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزگی قابل قدر ہے اور لائق انعام ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس عطا کو جھٹلاؤ گے۔

بندے کو اللہ تعالیٰ کی عطاؤں سے خلوت میں بھی واسطہ ہوتا ہے، جلوت میں بھی واسطہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر عطا کو بے بدل نعمت ماننا، انعام یافتہ لوگوں کا طریق زندگی رہا ہے، اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہے گا۔

حاصل : خلوت ہو یا جلوت اللہ تعالیٰ کی ہر ہر عطا بے بدل نعمت ہوتی ہے، اگر یہ نظر نہ آئے تو مقامِ معرفت پر ہونے کا دعویٰ بے معنی ہوگا۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ دونوں بہت کثیر شاخیں رکھتے ہوں گے۔

اللہ کے حضور، پیشی کا یقین رکھنے والے، اس طرح نوازے جاتے ہیں کہ ان کی خلوت بھی راحت سے تعلق رکھتی ہے، جلوت بھی راحت سے تعلق رکھتی ہے۔ اُن کے ہر ہر عمل میں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے، اس طرح وہاں رحمت کی شاخیں بڑھتی رہتی ہیں۔ وہ باغ جن کو اللہ شاداب رکھے سرسبز رکھے، اُن میں خزاں نہ آئے گی۔

حاصل : جس بندے کے اعمال میں تضاد نہ ہو، اس کی خلوت و جلوت میں رحمت کی بہت سی شاخیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس رحمت کو جھٹلاؤ گے۔

بندہ حال پر حق کی ادائیگی سے راحت پاتا ہے۔ اس راحت سے جب بھی کوئی فیض پاتا ہے، اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ خیر جاری رہتا ہے، اور فیض یاب ہونے والے پاک لوگ جڑتے چلے جاتے ہیں۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والا ہر انعام اور اس کی ہر ہر شاخ عجیب شان رکھتی ہے۔

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ ان میں دو چشمے جاری ہوں گے۔

باغوں کو سیراب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو چشموں کا ذکر کیا ہے، یہ چشمے ان باغوں کو سدا بہار رکھیں گے۔ خلوت کی راحت میں چشم کے پانی کی بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ اس کے بغیر اعمال باحقیقت نہیں ہوتے، جلوت کی راحت میں چشمے کے

پانی کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، اور زیرِ زمین پانی کا ایک مقام پر ہونا باغ کو زندہ اور پر رونق رکھتا ہے۔
حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والا انعام دائمی ہوتا ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾
تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

بندہ اللہ کی عنایات کے بغیر کر ہی کیا سکتا ہے۔ جس جس نعمت سے استفادہ کرنے کی سعادت نصیب ہو، اس نعمت کی قدر کرنا حسنِ عبادت ہے۔
حاصل : اللہ کی عنایات کے بغیر بندہ کر ہی کیا سکتا ہے۔ اللہ کی عنایات کی قدر کرنے والا ہی راہ راست پر رہ سکتا ہے۔

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾
ان میں قسم قسم کا میوہ ہوگا۔

نہ ہونے کے مقام پر یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم عطا ہونے والا ہے، اس کے لئے حالات بھی اللہ کے علم سے بنائے گئے ہیں، عسر کے ساتھ ہی اللہ نے یسر کا مقام بھی رکھا ہے، یہ صبر ہے، اس کا میوہ اپنی خصوصیات رکھتا ہے۔ ہونے کے مقام پر یہ یقین رکھنا کہ جو کچھ اللہ نے دیا ہے، اس کو حق کے مطابق استعمال کرنا شکر ہے، اور شکر سے برکات میں اضافہ ہوتا ہے۔ شکر کا میوہ اپنی خصوصیات رکھتا ہے۔ آخرت میں صبر و شکر کا اجر بہ یک وقت عطا ہوگا۔
حاصل : صبر و شکر کے ساتھ بندگی کا حق ادا کرنے والے، قسم قسم کے میوے سے نوازے جائیں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾
تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس عطا کو جھٹلاؤ گے۔

بندے کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا، اللہ ہی ہے جو رب العالمین ہے۔ وہی بندے کی ضروریات کو پورا کرتا ہے، اور اپنے علم سے پورا کرتا ہے۔ بندے کو اپنے تجربات اور مشاہدات کے حوالے سے یہ مان لینا چاہیے کہ رب العالمین بندے کی ضروریات کا سب سے بڑا جاننے والا ہے اور بندہ اپنی ضروریات کا حقیقی علم نہیں رکھتا۔ بندہ ایک شے سے کراہت کرتا ہے اور وہ اس کے لئے بہتر ہوتی ہے، اور ایک شے کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے لئے شر ہوتی ہے۔
حاصل : اللہ کے علم کے سامنے اپنی بے علمی کا اعتراف، بندے کو سکھ دیتا ہے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾
تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، بچھونوں پر جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور اُن باغوں کا میوہ جھکا ہوا ہوگا۔

اہل جنت کی آسائشوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور ان کے بچھونے نہایت ہی اعلیٰ قسم کے موٹے ریشم کے ہوں گے۔ ان بچھونوں پر بیٹھنا ان کے لئے باعث راحت ہوگا، اور ان باغوں کا پھل ان پر جھکا ہوا ہوگا۔

کسی پھل کے حصول میں کوئی مشقت نہیں ہوگی۔

حاصل : مہمانوں کی عزت افزائی کرنی چاہیے، بچھونے کو آرام دہ ہونا چاہیے، اور تکیے بھی ہونے چاہئیں۔ جو حق کی طرف جھک جاتا ہے، اللہ کی نعمتیں اُس پر جھک جاتی ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ توتم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

خالقِ کل ہی رب العالمین ہے۔ وہ ہر ایک کو اپنے علم سے پالتا ہے۔ جو بھلائی کی راہ کو اختیار کر لیتا ہے، اسے خوف و حزن سے بچاتا ہے، راحتوں سے نوازتا ہے، اور اللہ کی نعمتیں اس پر جھکی رہتی ہیں۔

حاصل : اپنے ربّ کی ہر ہر نعمت کو عطاءِ الٰہی جاننا چاہیے اور اسے حق کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ ان میں نیچی نگاہ والی خواتین ہوں گی، انہیں اس سے قبل کسی جنّ وانس نے چھوا بھی نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے مرغوب ترین شے بندے کے لئے وہ باحیا خاتون ہوگی، جس کو حور بھی فرمایا گیا ہے، اور اس مرغوب ترین شے کو بندے کے لئے اس قدر محفوظ رکھا گیا ہوگا، کہ اس کو جس کے لئے بنایا گیا ہوگا، وہی اس کا مطلوب ہوگا، وہی اس کو چھونے والا ہوگا۔ اس خاتون کی نگاہ نیچی ہوگی، اپنے شوہر سے آگے اسے کچھ دیکھنا پسند ہی نہ ہوگا۔

حاصل : کسی خاتون کا نیچی نگاہ والا ہونا اور محفوظ ہونا بڑی قابل قدر صفات ہیں، کہ ان صفات کے بغیر کسی خاتون کے لئے اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرنا ممکن ہی نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ توتم اپنے ربّ کی کس کس عنایت کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر عنایت قابل قدر ہوتی ہے۔ معطی مطلق کی عطا بڑے علم سے ہوتی ہے۔ عنایاتِ الٰہی کی قدر کرنا حسن عبادت ہے۔

حاصل : عنایاتِ الٰہی کی قدر کرنا حسن عبادت ہے۔

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ وہ یاقوت و مرجان کی طرح ہیں۔

یاقوت کی رنگت اور اس کا شفاف ہونا، نظر پر خوب اثر رکھتا ہے۔ مرجان کی سفیدی بھی نظر پر خوب اثر رکھتی ہے۔ اور ان دونوں رنگوں کا امتزاج کس قدر راحت افزا ہوگا، الفاظ میں اس راحت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل : حسن سیرت کا ذکر پہلے ہونا چاہیے، حسن صورت کا ذکر بعد میں ہونا چاہیے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس نوازش کو جھٹلاؤ گے۔

اللہ سے بڑا کوئی نوازشات کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ دیتا ہے، اور جو کچھ دے سکتا ہے اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔ بندے کو رب سے بڑھ کر سکھ دے بھی کون سکتا ہے۔

حاصل: رب سے بڑھ کر بندے کو کوئی سکھ دے ہی نہیں سکتا۔ یہ مان لیا جائے تو پھر عبد، معبود سے دور نہیں رہ سکتا۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ احسان کی جزا احسان ہی ہے۔

اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ احسان کا علم، محسنین سے ہی عطا ہوتا ہے۔ جو بھلائی کا رُخ اختیار کرے گا، اسے اس کے رُخ کے مطابق جزا دی جائے گی۔ جو خلافِ حق کرے گا، وہ بھی اپنے کئے کا بدلہ پائے گا۔ احسان کرنے سے اللہ کبھی ناراض نہ ہو گا، اور خلافِ حق کرنے سے اللہ کبھی راضی نہ ہو گا۔

حاصل: ہمارا رُخ ہمیشہ درست ہونا چاہئے، کہ یہی راہ فلاح ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ تو تم اپنے رب کے کس کس احسان کو جھٹلاؤ گے۔

محسنین کبھی احسان کو بھولتے نہیں۔ یہ نہیں دیکھتے ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے، یہی دیکھتے ہیں کہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں دوسروں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ اللہ کی شان تو سب سے بلند ہے۔ اللہ بندوں کو بڑے علم سے پالتا ہے، اور وہ کچھ عطا کرتا رہتا ہے جو اتمامِ حجت کے حوالے سے انہیں ملنا چاہئے۔ اللہ کے احسانات کے سامنے بندہ جب بھی اپنے حال اور اعمال کو دیکھے اس کا سر ادب کے ساتھ جھک جاتا ہے۔

حاصل: اپنے رب کے احسانات کو دیکھنا چاہئے۔ محسنین کبھی یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے بندگی کا حق، خوب ادا کر دیا ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ اور ان دو کے مقابل دو باغ اور ہیں۔

اللہ، بھلائی کا رخ اختیار کرنے والوں کی قدر کرتا ہے، خیرات میں سبقت کرنے والوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔ احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینے والوں کے ذکر کے بعد بھلائی میں سبقت کرتے والے مقرب لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، کہ یہ حضرات مخالف کے بھی مطابق رہتے ہیں۔ یہ دکھ کو باذن اللہ جانتے ہوئے مروت کی شمعیں جلاتے چلے جاتے ہیں۔ کتاب اور شنید ان کا راستہ ہوتا ہے۔ اللہ کا محبوب ہر مقام پر ان کا مقصود ہوتا ہے۔ ان حضرات کو ان کی سعی کے حوالے سے نوازا جائے گا۔

حاصل: بھلائی میں سبقت کرنے والوں کو ان کی سعی کے حوالے سے نوازنا، اللہ کی شان کے لائق ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نوازش کو جھٹلاؤ گے۔

بندہ بھلائی کی راہ کو نہ بھی اختیار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ربوبیت ہوتی رہتی ہے۔ بھلائی کا رخ اختیار کرے تو اسے بھلائی سے نوازا جاتا ہے۔ وہ صاحب مروت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے بے حساب ہو جائے تو اللہ بھی اس سے حساب نہیں کرتا۔ اللہ کی نوازشوں سے واسطہ تو ہر ایک کو ہوتا ہے، بات تو عطاء الٰہی کے حوالے سے اپنے حال پر نظر کرنے کی ہے۔

حاصل: عطاء الٰہی کے حوالے سے اپنے حال پر نظر کرنی چاہئے، اللہ کی نوازشات کی قدر کرنی چاہئے۔

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ دونوں نہایت ہی سرسبز ہیں۔

سابقون کو جو جنتیں عطا ہوں گی، وہ نہایت ہی سرسبز ہوں گی۔ ان لوگوں کی یہ طریقت ہوتی ہے، کہ یہ معاملات میں ہر مقام پر اللہ کے محبوب کو دیکھتے ہیں۔ ان سے معاملہ کرنے والوں کو بڑی عافیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی شان کے لائق انعامات انہیں عطا ہوں گے۔

حاصل: بھلائی میں سبقت کرنے والوں کی شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس قدر و منزلت کو جھٹلاؤ گے۔

بھلائی میں سبقت کرنے والوں کی عظمت کا اعتراف، حسن معاشرت کی سند ہے۔ معاملات میں پورا رہنے والوں سے ہی پورا رہنے کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ حسن عمل کی قدر کرتا ہے۔ اللہ اپنے نور کا اتمام کرتا ہے، جو اس سے کراہت کریں ان کا مستقبل تاریک ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل: حسن عمل کی قدر کرنی چاہئے، اس سے خوبیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ ان میں دو چشمے ہیں، ابلتے ہوئے۔

سابقون کو ابلتے ہوئے چشموں سے نوازا جائے گا۔ حال پر ان کی خلوت میں شکریے کا چشمہ ابلتا رہتا ہے، جلوت میں ان کے علم کا چشمہ ابلتا رہتا ہے اور طلب ہدایت رکھنے والے وہاں سے فیض پاتے رہتے ہیں۔

حاصل: جن کا درجہ، اللہ کے نزدیک بڑا ہے، ان کی عظمت کو ادب سے ماننا چاہئے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس عطا کو جھٹلاؤ گے۔

عطاء الٰہی کو اپنے حوالے سے دیکھنا چاہئے، اس کی ہر ہر صورت قابل قدر ہوتی ہے، اور بندے کو اپنے رب کے قریب ہونے میں مدد دیتی ہے۔

حاصل : عطاء الٰہی سے ہر ایک کو واسطہ ہوتا ہے، اس کی قدر کرنے سے بندہ اللہ کے قریب ہوتا رہتا ہے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ ان میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ہیں۔

پھلوں کے ذکر کے ساتھ، کھجوروں اور انار کا ذکر ان کی بڑی افادیت کے حوالے سے ہے۔ کھجور اور انار کو صحت کی بحالی کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، اور صحت کو قائم رکھنے کے لئے بھی بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

حاصل : کھجور اور انار کے استعمال کا علم سیکھنا چاہئے، اور ان کو گھر میں رکھنا چاہئے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۶۹﴾ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

جسمانی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں اپنی اپنی افادیت رکھتی ہیں، اور جسمانی صحت کے ساتھ روحانی صحت بھی گہرا تعلق رکھتی ہے۔ نعمتوں کا استعمال تو بہر حال ہوتا ہی ہے، عطا کرنے والے مالکِ کل کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی دیکھنا چاہئے۔

حاصل : کسی نعمت کو معطی مطلق کی منشا کے مطابق استعمال کرنے سے جو راحت ملتی ہے، اس کو صرف محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ اُن میں اچھی صورت والیاں ہیں۔

وہ خواتین جو اپنے منشاء تخلیق کو پوری صداقت کے ساتھ ادا کرتی ہیں، اچھی صورت والی ہیں۔ اچھی صورت، اچھی سیرت سے ہی تعلق رکھتی ہے، اور یہ اولیٰ درجے کی نعمت ہے۔

حاصل : نیک سیرت خواتین کو اولیٰ درجے کی نعمت جاننا چاہئے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۷۱﴾ تو تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ازدواجی زندگی کے حوالے سے بھی بندہ کئی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے، اور ہر ہر نعمت اپنا اپنا مقام رکھتی ہے۔ اس کے عطا کرنے والے کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے تو بندگی کا حق کیسے ادا ہو گا۔

حاصل : اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے والے ہی بندگی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔

خیمہ فرد کی حال کی ضرورت کے حوالے سے اس باپردہ رہائش کے بندوبست کو کہتے ہیں جس کے کھڑا کرنے میں بھی مشقت کم ہو اور جس کو لپیٹنے میں بھی دیر نہ لگے۔ خاتون کی شان چراغ خانہ ہونے میں ہے، شمع محفل ہونے میں نہیں ہے۔

حاصل : عورت کی اچھی صورت کا راز چراغ خانہ ہونے میں ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ تو تم اپنے رب کے کس کس علم کو جھٹلاؤ گے۔

اخلاق کا علم، افراد کے مابین تعلقات کو درست رکھنے کی بنیاد ہے۔ اس بنیاد کو خراب کر لیا جائے تو معاشرتی فساد کو پیدا ہونے سے روکا نہیں جا سکتا۔ وہ علوم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن معاشرت کو قائم رکھنے کے لئے بیان فرمائے گئے ہیں، ان کو جھٹلانے کے معنی انتہائی پستی کی طرف بڑھنے کے ہی ہوں گے۔

حاصل : حسن معاشرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم کی قدر کرنی چاہئے۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ انہیں اس سے قبل کسی جن وانس نے چھوا نہیں۔

خواتین کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا جس میں ان کی پاکیزگی آسانی کے ساتھ قائم رہے، اچھے معاشرے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو نظر انداز کرنا سخت جہالت ہے۔ اللہ نے خواتین کے لئے جو دائرہ کار بتایا ہے، اس کے حوالے سے ان کی تعلیم و تربیت ہونی چاہئے، ورنہ خرابی ہی بڑھ سکتی ہے۔

حاصل : خواتین کو وہ ماحول مہیا کرنا جس میں اُن کی پاکیزگی آسانی کے ساتھ قائم رہے، اچھے معاشرے کی بڑی ضرورت ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ تو تم اپنے رب کی کس کس مہربانی کو جھٹلاؤ گے۔

رب العالمین کی مہربانیوں کو دیکھنا چاہئے۔ توفیق اُسی نے دی ہے، متاع اُسی نے دی ہے، بھلائی کا علم اُسی نے دیا ہے، بھول ہو جائے تو توبہ کے دروازے سے گزرنے کا راستہ بھی اُسی نے بتایا ہے۔ اُس کی مہربانیوں کو گنا نہیں جا سکتا۔

حاصل : ہمیں اپنے رب کی مہربانیوں کو دیکھنا چاہئے، اور ان کی قدر کرنی چاہئے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے سبز مسندوں پر اور نفیس بچھونوں پر۔

بھلائی میں سبقت کرنے والوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ وہ بڑی راحت سے نوازے جائیں گے۔ وہ نہایت اعلیٰ مسندوں پر تشریف فرما ہوں گے، اور ان کے بچھونے بہت ہی نفیس ہوں گے۔ پاک لوگوں کی یہ شان ہے کہ وہ حال پر اپنی جگہ اور اپنے بچھونے کو اللہ کی رضا کے لئے کماحقہ استعمال کرتے ہیں۔ ان سے فیوض و برکات حاصل کرنے والے وہاں بہت خوش رہتے ہیں، کہ حصول علم کے ساتھ ساتھ ان کی تکریم بھی ہوتی ہے۔

حاصل : اپنی جگہ اور بچھونے، اللہ کی رضا کے لئے استعمال میں لانے والے، بڑا سکھ پائیں گے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تو تم دونوں اپنے رب کے کس کس کرم کو جھٹلاؤ گے۔

بندے کو اپنے رب کے کرم سے بہر حال واسطہ رہتا ہے۔ راحت، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے تعلق رکھتی ہے، جو آپ کے قدم بہ قدم ہو جائے وہ راحت سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نمونے نے جو کچھ کر کے دکھایا وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے تھا، اس لئے آپ کا اسوۂ حسنہ طلب ہدایت رکھنے والوں کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ جو راحت کے راستے کو چھوڑ دے گا، وہ خسارے میں جا پڑے گا۔

حاصل: اپنے رب کے کرم کو دیکھنا چاہئے، اور جس کی بدولت کرم ہو رہا ہو، اس کے اتباع میں لگے رہنا چاہئے۔

ع ۳۳
۱۳ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

بڑی برکت والا ہے تمہارے ربّ کا اسم، جلال و اکرام والا۔

جلال و اکرام اللہ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سب کچھ بنایا ہے، اور اپنے لئے کوئی شے نہیں رکھی۔ بندگی کا حق کسی شے کو مقصود بنانے سے کبھی روا نہیں ہو سکے گا۔ متاعِ حیات کو اللہ تعالیٰ کی عطا جانتے ہوئے، حق کے مطابق استعمال کیا جائے، تو ہمیں اپنے رب کے اسم پاک کی برکات حاصل ہوں گی۔ جس کا رخ درست ہو گا، وہی فلاح پائے گا۔

حاصل: ہمارا رخ درست ہو گا، تو ہمیں فلاح نصیب ہو گی۔ اپنے ربّ کے جلال و اکرام کو ماننے والا یہ یقین رکھتا ہے، کہ اشیاء بندے کے لئے ہیں اور بندہ اللہ کے لئے ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾

تو جو کوئی صالح عمل کرے اور ہو مومن تو ہم اُس کی سعی کو ضائع نہ کریں گے۔ اور ہم اُس کو لکھ رکھتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾

جب واقعہ ہو، واقع ہونے والی۔

عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے کلی طور پر ختم ہو جانے کے بعد قیامت واقع ہو گی۔ اس ساعت کو واقع ہونے سے روکنا، مخلوق کے بس میں نہیں۔ نتائج پر اللہ کی قدرت تو حال پر بھی نظر آتی ہے۔ پوری کائنات کا نظام بھی ایک انجام کی طرف بڑھ رہا ہے، اور اس کو روک دینا کسی کے بس میں نہیں۔ حال پر حق کو ماننا یا نہ ماننا ممکن ہے، آخرت میں حق کا انکار ممکن

نہ ہوگا، اس لئے اس وقت قبول حق کسی کو نفع نہ دے گا۔

حاصل : قیامت کے واقع ہونے کا یقین ہو تو پھر انجام سے غافل ہونا ممکن ہی نہیں رہتا۔

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہ سکے گا۔

قیامت کا دن کافروں پر بہت بھاری ہوگا۔ جزا کے انکار میں سب کچھ کھپا دینے والوں کے سامنے جزا کا دن ناقابل تردید حقیقت کی صورت میں موجود ہوگا، تب اس کے واقع ہونے کا انکار کوئی کر ہی نہیں سکے گا۔

حاصل : قیامت، قادرِ مطلق کے امر سے واقع ہوگی۔ اس وقت حق کا انکار ممکن ہی نہ ہوگا۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو رفعت دینے والی۔

قیامت کے منکر خسارے میں پڑیں گے، پستی میں گر جائیں گے، اور اس کے بارے میں یہ یقین رکھنے والے کہ وہ اللہ کے امر سے ضرور واقع ہوگی اور اس دن ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، فلاح پائیں گے، اور یوں قیامت ان کے لئے باعثِ رفعت ہوگی۔

حاصل : قیامت کے دن منکرین حق کو پستی نصیب ہوگی، اور حق کے ماننے والوں کو رفعت نصیب ہوگی۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤ جب زمین تھرتھرا کر کانپے گی۔

قیامت کے دن زمین زلزلے کے ساتھ تھرتھرا کر کانپے گی، اور اپنے بوجھ نکال کر رکھ دے گی۔ یہی زمین جسے ہمارے لئے فرش بنایا گیا ہے، اور جس کے ساتھ لگنا نفس کو پسند ہوتا ہے، قیامت کے دن کوئی اس کا رخ نہیں رکھے گا۔

حاصل : زمین کا خالق اللہ ہے، وہ اسے جس قدر تھرتھرا سکتا ہے، بندہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

زمین کے تھرتھرانے سے پہاڑ ٹوٹنے لگیں گے، اور تھرتھراہٹ اس قدر ہوگی اور مسلسل ہوگی کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پہاڑوں کا منشاء تخلیق پورا ہو چکا ہوگا۔ اتنی بڑی تبدیلی بندے کے مشاہدے میں آئے گی، کہ شک کا کوئی مقام ہی نہ رہے گا۔

حاصل : پہاڑوں کا خالق انہیں یقیناً ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔ اپنے اوپر اللہ کی قدرت کے احاطے کو دیکھنا چاہئے۔

فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْۢبَثًّا ۝٦ پھر اڑتا ہوا غبار ہو جائیں گے۔

پہاڑوں کے ریزے آپس میں ٹکرانے کے بعد غبار کی شکل اختیار کر لیں گے۔ اس طرح پہاڑ قیامت کے دن اڑتا ہوا غبار

ہو جائیں گے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو ہیچ جاننا ضروری ہے۔ جو پہاڑوں کو اڑتا ہوا غبار بنا سکتا ہے، اس کے سامنے حق کو نہ ماننے والوں کا مقام ہی کیا ہے۔

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾

اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔

حال پر بھی لوگوں کی تینوں قسمیں موجود ہیں، لیکن توفیق کی موجودگی، اور اصلاح کے لئے مہلت موجود ہونے کی وجہ سے انہیں الگ الگ نہیں کیا جاتا۔ قیامت کے دن جزا کے لئے، تینوں قسموں کا الگ الگ ہو جانا ضروری ہے۔

حاصل : جزا سے پہلے، حال پر ملی ہوئی مہلت کو اپنے لئے مفید بنانا بڑا کام ہے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾

تو دائیں طرف والے، کیسے ہیں دائیں طرف والے۔

جو لوگ حیاتِ دنیا میں خیر کا رخ اختیار کرتے ہیں، وہ دائیں طرف والے ہیں۔ ان کو ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ دائیں طرف والے حضرات کی شان کے کیا کہنے : یہ لوگ ہمیشہ اپنی پسند کو حق کے تابع رکھتے ہیں، اس طرح یہ لوگوں کے کام بھی آتے ہیں، ان کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔

حاصل : ہمیشہ خیر کا رخ رکھنے والے، بڑی شان والے ہیں۔ یہ کبھی من مانی نہیں کرتے۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾

پھر بائیں طرف والے، کیا حال ہوگا بائیں طرف والوں کا۔

جو لوگ حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دیتے ہیں، وہ اپنی غرض وغایت کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اگر نتائج ان کی پسند کے مطابق ہوں تو فخر و غرور میں لگ جاتے ہیں، اور اگر نتائج ان کی پسند کے خلاف ہوں تو بھی انہیں نقص دوسروں کے اندر ہی نظر آتا ہے۔ دونوں صورتوں میں خوف و حزن کے دائرے سے نکلنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کا حال یہاں بھی برا ہے، آخرت میں بھی برا ہوگا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے، بائیں طرف والے ہیں۔ ان کا حال یہاں بھی برا ہے، قیامت کے دن بھی برا ہوگا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور سبقت کرنے والے تو ہیں ہی سبقت کرنے والے۔

بھلائیوں میں آگے بڑھنے والے، اپنے ماضی کے حوالے سے حال کو بہتر بنانے والے، سبقت کرنے والے حضرات ہیں۔ یہ اپنے آپ سے فارغ ہوتے ہیں، اس لئے لوگوں کے کام آنے میں دیر نہیں کرتے۔ اللہ کی رضا کے علاوہ ان کا مقصود کچھ نہیں ہوتا۔ شاہد سے محبت انہیں مخمور رکھتی ہے۔

حاصل : شاہد سے محبت ہو تو حال، ماضی سے بہتر ہو جاتا ہے، اور بھلائیوں میں سبقت

کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ وہی مقرّب ہیں۔

اللہ کا قرب، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے حاصل ہوتا ہے، اور محبوب الٰہی کا قرب، محبت سے حاصل ہوتا ہے۔ محبّ خلوت و جلوت میں محبوب سے اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا۔ جو اسے عطا ہوا اسے ادب سے لے لیتا ہے، اور جس سے منع کر دیا جائے اس سے رک جاتا ہے۔

حاصل : بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہی محبّ ہوتے ہیں، اور مقرب ہوتے ہیں۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾ نعمت کے باغوں میں۔

مقرب، اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرتے ہیں، انہیں اللہ کے محبوب سے حساب کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اللہ بھی ان کے ساتھ حساب نہیں کرتا۔ قیامت کے دن یہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ قرب الٰہی کے حوالے سے جو راحت ان کو حاصل ہوگی، وہ الفاظ میں تو بیان ہو ہی نہیں سکتی۔

حاصل : قرب الٰہی ایسا مقام ہے کہ اس سے بہتر ہو ہی کیا سکتا ہے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ ایک گروہ اوّلین میں سے۔

مقربین کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ ان میں ایک گروہ تو اوّلین سے ہوگا، جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو سنا اور ماننے میں دیر نہیں کی۔ آپ سے میل جول کی بدولت ان لوگوں کا قول پاک ہوگیا۔ آپ سے محبت کی بدولت ان کے اعمال صالح ہو گئے۔ آپ کا علم ان کے نزدیک سند ہوگیا۔ ان مخلص لوگوں پر بڑے بڑے مشکل مقام آئے۔ جسمانی اذیتوں کی حد کر دی گئی، روحانی اذیتوں کی حد کر دی گئی، اور سکھ کی قیمت صرف یہ بتائی گئی کہ تم ملتِ کفر میں لوٹ آؤ، تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ مگر یہ حضرات راہ حق پر استقامت کے ساتھ پورے رہے۔

حاصل : مقربین میں، پہلے پہل ایمان لانیوالے، اور ظلمات سے نور کی طرف آنے میں استقامت کے ساتھ بڑے بڑے دکھ جھیلنے والے حضرات کا ایک گروہ ہوگا۔

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ اور قلیل آخرین سے ہوں گے۔

مقربین میں کثرت تو اوّلین کی ہوگی، مگر ان میں قلیل حضرات آخرین میں سے بھی ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سن کر حق کو مانتے ہیں اور خوب مانتے ہیں۔ یہ لوگ حضور سے ایسی محبت رکھتے ہیں، کہ آپ کی پسند کا علم ہو جانے کے بعد کبھی من مانی نہیں کرتے۔ مشکل مقامات سے ان کا گزر بھی ہوتا ہے، مگر کفر کو فروغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ارزاں ہو جاتی ہے، اس لئے مقربین کی موجودگی بہر حال رہتی ہی ہے۔

حاصل : جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر مانتے ہیں اور خوب مانتے ہیں وہ بھی مقربین میں شمار ہیں۔

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾ جڑاؤ تختوں پر ہوں گے۔

مقربین کو جو تخت ملیں گے، وہ جڑاؤ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو خوب نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر و منزلت کو روشن کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

حاصل: مقربین کے تخت بھی جڑاؤ ہوں گے۔ ان کی خصوصیت اس اہتمام میں بھی جھلک رہی ہو گی، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے لئے کیا جائے گا۔

مُّتَّكِـِٔينَ عَلَيْهَا مُتَقَٰبِلِينَ ﴿١٦﴾ ان پر آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔

مقربین کو ہر صورت منجانب اللہ معلوم ہوتی ہے، اس لئے وہ کسی صورت کی طرف پشت نہیں کرتے، کہ یہ ان کے نزدیک اس صورت کی بے ادبی ہوتی ہے۔ آخرت میں بھی ان حضرات کی مسندیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گی، اور یہ تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

حاصل: مجلس میں اس طرح بیٹھنا کہ دوسروں کی طرف پشت نہ ہو، اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَٰنٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ ان کی خدمت میں نوجوان خدمت گار حاضر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کی شان بیان فرمائی گئی ہے، کہ لوگ حال پر ان کی تکریم کریں، ان کے ساتھ مل جائیں اور راہ فلاح کو پالیں۔ نوجوان اگر خدمت میں راحت محسوس کرتے ہوں اور اپنے کام کو مخدوم کی پسند کے حوالے سے جانتے ہوں تو ان سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔ مقربین کی خدمت میں ایسے نوجوان حاضر رہیں گے، اور ان کی خدمت سے ان خدمت گاروں کو بھی راحت حاصل ہو گی۔ خدائی اہتمام کی شان ہمیشہ اعلیٰ ہوتی ہے۔

حاصل: خدمت کا علم نوجوانوں کو سکھانا چاہئے، تاکہ وہ آداب سے آگاہ ہوں اور مستعد رہیں۔

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ کوزے، آفتابے اور جام لئے ہوئے شفاف شراب کے۔

نوجوان خدمت گار، جنت میں اپنے مخدوموں کے لئے بڑی نفاست کے ساتھ، اور بڑے ادب کے ساتھ عطاء الٰہی کو پیش کریں گے۔ یہ پاک مشروب ہوں گے، جو ان مقربین حضرات کی کیفیات میں اضافہ کریں گے، اور انہیں اس میں بڑی راحت ہو گی۔

حاصل: مہمانوں کی خدمت میں نفاست اور ادب کا لحاظ بہر حال ضروری ہوتا ہے۔

لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ جس سے نہ درد سر ہو نہ ہوش میں فرق آئے۔

مقربین کو جو مشروب دیئے جائیں گے، ان میں مضرت کا کوئی مقام نہ ہو گا۔ نہ ان سے درد سر ہو گا، نہ ہوش میں فرق آئے گا۔ انہیں ایسی روحانی خوشی حاصل ہو گی، کہ ان کے سب اعضاء اپنے معبود کا شکریہ ادا کریں گے، ان کا پورا وجود اس روحانی خوشی کو محسوس کرے گا۔

حاصل : مضرت رکھنے والے مشروب، مہمانوں کی تکریم کے منافی ہوتے ہیں۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ اور میوے جو وہ پسند کریں۔

اللہ کے پاک بندے، اپنی چاہت اور کراہت کو علم نہیں قرار دیتے۔ اللہ کی پسند کو پسند کرتے ہیں، اللہ کی ناپسند کو ناپسند کرتے ہیں، اس لئے ان کی پسند اللہ کے نزدیک معیار ہو جاتی ہے۔ جنت میں ان حضرات کو وہ میوے پیش کئے جائیں گے جو انہیں پسند ہوں گے۔ کسی پسندیدہ میوے کے کھانے میں اور پیش کئے جانے کے بعد کھانے میں یقیناً فرق ہوتا ہے۔

حاصل : مہمانوں کی خدمت میں ان کی پسندیدہ اشیاء کو پیش کرنے میں ان کی تکریم مقصود ہونی چاہئے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ اور طیور کا گوشت جس کی انہیں طلب ہو۔

پرندوں کے گوشت میں لطافت ہوتی ہے۔ مقربین جن پرندوں کے گوشت کو پسند کریں گے انہیں وہی پیش کئے جائیں گے، اور خدمت گار بڑے ادب سے پیش کریں گے۔ جنت میں جس شے کی طلب ہو گی، وہ لطافت کو بڑھانے کا باعث بنے گی۔

حاصل : پرندوں کا گوشت لطیف ہوتا ہے اور باعثِ لطافت ہوتا ہے۔

وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ اور بڑی آنکھوں والی حوریں۔

مقربین کی خلوت کو جن نعمتوں سے آراستہ کیا جائے گا، یہ اس کا ذکر ہے۔ بڑی آنکھ کبھی ناحق کو نہیں دیکھتی، صرف اپنے حق کو دیکھتی ہے۔ حور کی پاکیزگی اس کی شان کو ظاہر کرتی ہے۔

حاصل : جہاں عورتوں کی نظر ناحق کی طرف نہ جائے، پاکیزگی اُس معاشرے کا تعارف بن جاتی ہے۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جیسے صدف میں پنہاں موتی۔

حوروں کی پاکیزگی کو مثال سے واضح فرمایا گیا ہے، کہ انہیں اس طرح محفوظ رکھا گیا ہے، جیسے صدف میں موتی ہوتا ہے۔

حاصل : عورتوں کی پاکیزگی کی حفاظت کرنا بڑا حق ہے۔

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ جزا اُس کی جو عمل وہ کرتے تھے۔

جن نعمتوں سے بھی ان حضرات کو نوازا جائے گا، وہ ان کو ان کے اعمال کی بدولت ملیں گی، اور انہیں یہ احساس ہو گا کہ ہمارا رخ حیاتِ دنیا میں، اللہ کی رضا کے مطابق رہا، اور اللہ نے ہمیں خیر کا رخ رکھنے کی خوب جزا دی ہے۔

حاصل : اپنے رخ کے درست ہونے کی خوشی حال پر بھی ہوتی ہے، مستقبل میں بھی ہو گی۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ اس میں لغو اور گناہ کی بات نہ سنیں گے۔

حیاتِ دنیا میں لغو سے اعراض کرنا پاک بندوں کی طریقت ہے۔ گناہ کی باتوں سے وہ کراہت کا اظہار کرتے ہیں۔ جنت میں نہ لغو گوئی ہو گی، اور نہ وہاں گناہ کی بات کا مقام ہو گا۔

حاصل: لغو گوئی سے اعراض کرنا چاہئے۔ خلاف حق باتوں سے کراہت کا اظہار کرنا چاہئے۔ ماحول کی پاکیزگی میں جو راحت ہے وہ الفاظ میں کب بیان ہو سکتی ہے۔

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وہ وہاں سلام، سلام ہی سنیں گے۔

رب رحیم کی طرف سے بھی سلام ہوگا، فرشتوں کی طرف سے بھی سلام ہوگا، ساتھیوں کی طرف سے بھی سلام ہوگا، اور سلام، سلام کی یہ مُد بہار فضا دائی ہوگی۔

حاصل: ہمارے قیل و قال کو سلامتی کا مظہر ہونا چاہئے۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ اور دائیں ہاتھ والے، کیسے ہیں دائیں ہاتھ والے۔

جن حضرات کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ ان کے سکھ اور آرام کے کیا کہنے ہیں۔ یہ حضرات ہمیشہ خیر کا رخ رکھتے ہیں، خیر کی طرف جھکنے والوں کا انجام یقیناً خیر ہوگا، کہ اللہ سب سے بہتر جزا دینے والا ہے۔

حاصل: دائیں ہاتھ والے ہمیشہ خیر کا رخ رکھتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب نوازا جائے گا۔

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ بے کانٹوں کی بیریوں میں۔

دائیں طرف والوں کی شان یہ ہے کہ وہ کسی سے چبھتے نہیں ہیں، اس لئے انہیں عطا ہونے والی نعمت بھی بے کانٹا ہوگی۔ ایسے بیر جو اپنی افادیت، ذائقے اور خوشبو کی بدولت مرغوب ہوں گے، اور ان کے حصول میں کوئی کانٹا بھی حائل نہ ہوگا، یقیناً بڑی نعمت ہیں۔

حاصل: ہمیں اپنے لئے چبھن پسند نہیں ہوتی، دوسروں کے لئے بھی نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا فائدہ دنیا میں بھی ہوتا ہے، آخرت میں بھی ہوگا۔

وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ اور کیلے کے گچھوں میں۔

دائیں طرف والوں کو کیلے کے گچھے، ایسی صورت میں ملیں گے، کہ وہ انہیں آسانی سے کھا سکیں گے، اور ان کا کھانا انہیں بھلا لگے گا۔

حاصل: گچھے کی صورت میں کیلے خوش منظر ہوتے ہیں، حسن اہتمام میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وسیع سائے میں۔

دوسروں کے لئے سایہ رحمت بننے والے لوگ ہمیشہ خیر کا رخ رکھتے ہیں۔ ان کو جنت میں وسیع سایہ حاصل ہوگا، اور اس

وسیع سایے میں دائمی رحمت ہوگی۔

حاصل : جس حال کا یہ مستقبل بیان فرمایا گیا ہے، وہ ہمارا حال ہونا چاہئے۔

وَّمَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ﴿۳۱﴾ اور بہتا ہوا پانی۔

دائیں ہاتھ والوں کو جن انعامات سے نوازا جائے گا، ان میں بہتا ہوا پانی بھی ایک نعمت ہے۔ بہتے ہوئے پانی کو دیکھنے سے جو راحت ملتی ہے اس کی اہمیت اپنی جگہ، بہتا ہوا پانی، زیرزمین پانی کو ایک خاص مقام پر رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ زیرزمین پانی ایک خاص مقام تک رہے تو درختوں کی شادابی قائم رہ سکتی ہے۔

حاصل : بہتے ہوئے پانی کو اللہ کی نعمت جاننا چاہئے، اور اس کی قدر کرنی چاہئے، اس کی افادیت پر نظر رکھنی چاہئے۔

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ ﴿۳۲﴾ اور کثیر میوے۔

دائیں ہاتھ والوں کو، ان کے اعمال کی جزائیں دی جائے گی، کہ انہیں کثیر میوے حاصل ہوں گے۔ حال پر یہ لوگ خیر کے بیج بونے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، اس لئے انہیں انعام بھی خوب ملے گا۔

حاصل : خیر کے بیج بوتے رہنا چاہئے، اس کا انعام کثیر میووں کی صورت میں ملے گا۔

لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ ﴿۳۳﴾ جو نہ کبھی منقطع ہوں نہ کبھی ممنوع ہوں۔

حیاتِ دنیا میں پھلوں کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ وہ ایک وقت میں موجود ہوتے ہیں، پھر وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جب تک وہ پھل پک نہیں جاتے، تب تک ان کو توڑنے سے درخت کو نقصان ہوتا ہے، اور ان سے وہ فوائد بھی نہیں ملتے، جن کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے، اس لئے کچے پھلوں کا توڑنا ممنوع ہوتا ہے۔ جنت میں یہ نہیں ہوگا۔ وہاں جس پھل کی طلب ہوگی وہ ملے گا، جس وقت طلب ہوگی اسی وقت ملے گا، اور اس کا حصول کبھی ممنوع نہ ہوگا۔

حاصل : آخرت کے میوے نہ کبھی ختم ہوں گے، نہ کبھی ممنوع ہوں گے۔

وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ﴿۳۴﴾ اور بلند بچھونوں پر۔

دائیں ہاتھ والوں کو بلند بچھونوں پر استراحت کا شرف حاصل ہوگا، یہ لوگ خدائی مہمانوں کی تکریم کرنے کی خوب جزا پائیں گے۔ مہمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جاننے والے، انہیں عزت کے بچھونے پیش کرتے ہیں، جنت میں ان حضرات کو رفعت والے بچھونے نصیب ہوں گے۔

حاصل : مہمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جاننا چاہئے، اور انہیں عزت کے ساتھ بچھونے پیش کرنے چاہئیں۔

اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ﴿۳۵﴾ بے شک ہم نے ان کو اچھی اٹھان پر اٹھایا ہوگا۔

جلوت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد خلوت کی نعمت کا ذکر ہے۔ دائیں ہاتھ والوں کو جو بیویاں عطا ہوں گی، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں اچھی اٹھان پر اٹھایا گیا ہوگا، اور وہ اپنے شوہروں کو بھلی لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کی ضرورت کو سب سے بہتر جانتا ہے، اس لئے اس کی طرف سے ہونے والی عطا ہمیشہ بہترین ہوتی ہے۔

حاصل : عطاء الٰہی ہمیشہ بہترین ہوتی ہے، کہ بندوں کی ضرورت کو پوری طرح جاننے والا، اللہ ہی ہے۔

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾

تو انہیں کنواریاں ٹھہرایا۔

خلوت کی نعمت کی وضاحت فرمائی گئی ہے، اور کنوارپن کو بطور صفت بیان فرمایا گیا ہے، یہ صفت ان کو شوہر کے لئے مخصوص کرنے کے لئے بیان فرمائی گئی ہے۔

حاصل : پاک عورت اپنی عصمت کو اپنے شوہر کی امانت جانتی ہے اور اس کی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہوتی۔

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾

پیار کرنے والی، ہم سن۔

پیار کرنے والی بیوی یہ یقین رکھتی ہے، کہ اس کا شوہر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا ہے، اور وہ ہمیشہ اس عطا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پیار کرنے والی بیوی کبھی اشیاء کے ناکافی ہونے کی شکایت نہیں کرتی، کبھی کوئی دوسری شکایت بھی نہیں کرتی کہ محبت کرنے والے کو یا کرنے والی کو کبھی محبوب سے شکایت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ ہم عمر ہوں گی۔

حاصل : پاک بیوی اپنے شوہر کو اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا جان کر اسے پیار کرتی ہے اور اس سے کبھی اختلاف نہیں کرتی۔ اختلاف نہ ہو تو میاں بیوی کے سن و سال یکساں رہتے ہیں۔

۳۸ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع ۱۴

یہ سب دائیں ہاتھ والوں کے لئے ہے۔

دائیں ہاتھ والوں کے لئے جلوت و خلوت کے سب انعامات کو بیان فرمایا گیا ہے، تاکہ جس کو ان حضرات کی صف میں شمار ہونے کی طلب ہو، وہ حال سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکے۔

حاصل : خیر کا رخ رکھنے والوں کی صف میں شمار ہونا، مطلوب ہونا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

کافر ہی اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں، تو تمہیں ان کا شہروں میں رہنے کھلے پھرنا دھوکا نہ دے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾

ایک گروہ اوّلین سے ہوگا۔

دائیں ہاتھ والوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان میں ایک گروہ اوّلین سے ہوگا۔ ابتداءً ان لوگوں کے سامنے جب خیر کا رخ پیش کیا گیا تو انہوں نے اسے قبول کرنے میں دیر نہ کی، کمزوروں سے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا، اور دکھ جھیلتے ہوئے

راہِ حق پر استقامت سے قائم رہے۔

حاصل : ابتداءِ دعوتِ حق کو ماننے والے لوگوں کا گروہ، دائیں ہاتھ والوں میں شامل ہوگا۔

وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ اور ایک گروہ آخرین سے ہوگا۔

جب حق کو ماننے والے ظاہراً بڑی جماعت بن گئے، اور ان کے ساتھ شامل ہونے میں مشکلات سے گزرنے کا مقام ختم ہوگیا، تب سے لے کر قیامت تک خیر کا رخ رکھنے والے آخرین میں شامل ہیں۔

حاصل : خیر کا رخ رکھنا، دائیں ہاتھ والوں کی صف میں شمار ہونے کے لئے ضروری ہے۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ اور بائیں طرف والے، کیا برا حال ہوگا ان بائیں طرف والوں کا۔

جن لوگوں کو ان کا اعمال نامہ قیامت کے دن بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو حق کو سن کر اس کا انکار کرتے ہیں، اور خلافِ حق کرنے میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ جزا کا انکار کرتے کرتے سب کچھ حیاتِ دنیا میں ہی ضائع کر لیتے ہیں۔ آخرت میں ان کا حال برا ہوگا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے، بائیں طرف والے ہیں۔ ان کا حال بھی برا ہے، آخرت بھی بری ہوگی۔

فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وہ جلا دینے والی ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

بائیں طرف والوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کا مقام قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ وہ سخت گرم ہوا میں ہوں گے، جو انہیں جلا دینے والی ہوگی۔ پھر پیاس کی شدت بڑھے گی تو پینے کو ایسا گرم پانی ہوگا، جو ان کے اندر کو جلا دے گا۔ یہ ماحول ان لوگوں کے اعمال کی جزا ہوگا۔ حیاتِ دنیا میں خلافِ حق کرنے والے ماحول کو دوسروں کے لئے تکلیف دہ بنا کر اپنے مفادات کے حصول کو یقینی بناتے ہیں۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی، جو ماحول یہ دوسروں کے لئے پیدا کرتے ہیں، وہی ماحول ان کو گھیرے گا۔

وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ اور جلتے ہوئے دھوئیں کے سایے میں۔

بائیں طرف والوں کو سایہ تو ملے گا، مگر یہ سایہ بھی جلا دینے والا ہی ہوگا، اور ایسے دھوئیں کا ہوگا جس میں بڑی تپش ہوگی۔ حیاتِ دنیا میں جب بائیں طرف والے کسی پر اپنی غرض وغایت کے لئے بظاہر مہربانی کرتے ہیں، اور اس مہربانی کے پیچھے، استفادہ کرنے والے کو جب ان کی غرض وغایت نظر آنے لگتی ہے، تو ان کا سایہ شفقت باعثِ گھٹن ہو جاتا ہے۔ جو رخ کوئی اختیار کرے گا، اسی کی اس کو جزا دی جائے گی۔

حاصل : جو دوسروں کے ساتھ اپنی مطلب براری کے لئے تعلق رکھے اور حق کی پرواہ نہ

کرے، اس کو قیامت کے دن جلتے ہوئے دھوئیں کا سایہ نصیب ہو گا۔

لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ جس میں نہ ٹھنڈک ہو گی، نہ افادیت ہو گی۔

جو حق کے حوالے سے مہربانی کرے، اس سے بڑی ٹھنڈک ملتی ہے، اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح دوسروں کے ساتھ مہربانی کرنے کی صلاحیت بڑھتی ہے اور پاکیزگی کو فروغ ملتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کے سایے میں نہ ٹھنڈ ہوتی ہے، نہ افادیت ہی ہوتی ہے۔ قیامت کے دن ان کو بھی ایسا ہی سایہ ملے گا، جس میں نہ ٹھنڈک ہو گی نہ فائدہ ہی ہو گا۔

حاصل: جس کا سایہ دوسروں کے لئے باعثِ راحت نہ ہو، باعثِ عزت نہ ہو، اس کو قیامت کے دن اس کے کیے کی جزا ایسے ہی سائے کی صورت میں دی جائے گی۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ اور اس سے قبل یہ لوگ اتراتے تھے۔

بائیں طرف والے، حیاتِ دنیا میں اس ثروت پر اتراتے ہیں، جو انہیں وسعتِ مال کے حوالے سے حاصل ہوتی ہے، اور کم مایہ لوگوں کو حقیر جانتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جس کو جتنی توفیق دی گئی ہے اس سے اسی قدر پوچھ بھی ہو گی۔ انہیں جزا کا یقین تو ہوتا ہی نہیں۔

حاصل: جزا کا انکار کرنے والے اس وسعتِ مال پر اتراتے رہتے ہیں، جو ان کے لئے فتنہ کا درجہ رکھتی ہے۔

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ اور سب سے بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا پر اترانا اور استکبار کا اظہار کرتے ہوئے، دوسروں کو حقیر جاننا، سب سے بڑا گناہ ہے۔ ابلیس نے اس کائنات میں سب سے پہلے استکبار کا اظہار کیا تھا۔ استکبار پر اصرار کرنا صاحبِ ثروت لوگوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ کوئی ان کا ہمسر ہو، یہ بات انہیں پسند نہیں ہوتی۔

حاصل: اپنی بڑائی کو ثابت کرنے پر اصرار کرنا، عذابِ الٰہی میں مبتلا ہونے والوں کی نشانی ہے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ اور کہتے تھے، کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے، پھر مبعوث ہوں گے۔

اترانے والے اور استکبار کرنے والے بعث بعد الموت کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جائیں اور ہڈیاں ہو جائیں، اور پھر ہمیں اٹھا کر کھڑا کر دیا جائے۔ دیکھنا تو یہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی نہ ہونے سے ہونا بناتا ہے اور ہونے کو نہ ہونا بناتا ہے، جب حال پر اللہ کی قدرت کا انکار ممکن نہیں تو مستقبل میں اللہ کی قدرت کا انکار کس بنا پر ہو سکتا ہے۔

حاصل: جس نے پہلے مٹی سے حضرت انسان کو خلق کیا ہے، جس کی قدرت کا انکار حال پر ممکن نہیں، اسی کے حکم سے بعث بعد الموت کا مقام آئے گا۔

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ اور کیا ہمارے پہلے آباء بھی۔

منکرین حق کا قول ثابت تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ بعث بعد الموت کی بات سن کر حیرت کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، کیا ہمارے پہلے آباء بھی دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ پہلے آباء کے بارے میں یہ بات اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کی ہڈیاں بھی خاکستر ہو چکی ہوتی ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہئے کہ جس نے پہلے سب کچھ بنایا ہے، وہ دوبارہ بنانے پر قطعاً قادر ہے، اور ہم اللہ کی قدرت کا احاطہ کر ہی نہیں سکتے۔ اللہ کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔ جزا دینا اللہ کی شان ہے۔ وہ جزا کے لئے ان سب کو اٹھائے گا، جن سے پوچھ ہونی ہے۔

حاصل : بعث بعد الموت امر ربی سے ہوگی، اس لئے اس کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ فرمادیجئے یقیناً اوّلین بھی اور آخرین بھی۔

کافروں کے اس سوال کے جواب میں کیا ہمارے پہلے آباء بھی اٹھائے جائیں گے، یہ واضح کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اوّلین و آخرین سبھی اٹھائے جائیں گے۔ جن کو توفیق دی گئی تھی اور دی جائے گی، ان سے پوچھ ہوگی کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کو حق کے مطابق استعمال کیا، یا اپنی مرضی کے مطابق استعمال کیا۔

حاصل : سوال کرنے والے، جس طرح بھی بات کریں، علم والوں کو ان کا جواب حق کے حوالے سے دینا چاہئے۔

لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ سب یوم معلوم کی وعدہ گاہ میں جمع ہوں گے۔

قیامت کے دن کے بارے میں ہمیشہ بتایا جاتا رہا ہے کہ اس دن سب کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی، اور سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔ عمل کے لئے دیے گئے وقت کا کلی طور پر ختم ہو جانا، قیامت کی ابتدا کے لئے ضروری ہے، کہ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی کی طرف سے سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کا جانا ہوگا۔

حاصل : قیامت کے دن سب کو اٹھایا جائے گا، اور جمع کیا جائے گا۔ اس سے انحراف کسی کے بس میں نہ ہوگا۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ پھر تم، اے گمراہو، تکذیب کرنے والو۔

بعث بعد الموت کو جھٹلانے والے، یقیناً گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔ سلامتی کے راستے کو چھوڑ دینے والے فلاح سے دور ہی ہوتے رہتے ہیں۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے، گمراہ ہو جاتے ہیں۔

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ یقیناً زقوم کے درخت سے کھاؤ گے۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے، مسرفین تو ہوتے ہی ہیں، وہ دوسروں کے حقوق کو بھی غصب کرتے ہیں۔ قیامت کے دن جن لوگوں کو تھوہر کے درخت سے کھانا پڑے گا ان کے حال کو دیکھنا چاہئے اور اس سے بچنا چاہئے، خسارے سے بچنا اسی طرح ممکن ہے۔

حاصل: گمراہ لوگوں کے کھانے کو حال پر کبھی درست نہیں جاننا چاہئے، کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ پھر اسی سے بطون کو بھرو گے۔

کھانے کی ہوس، گمراہوں کا طریق زندگی ہے۔ وہ افادیت کو نہیں دیکھتے۔ بطون کو بھرنا ان کا کام ہوتا ہے۔ قیامت کے دن تو گمراہ زقوم سے ہی پیٹ بھریں گے، یہ کھانا ان کو ان کے اعمال کے صلے میں ملے گا۔

حاصل: اگر ہم حال پر ہوس کے تحت کھا رہے ہیں، اور گمراہوں کی طرح کھا رہے ہیں، تو ہم کھانے کے لئے جی رہے ہیں۔

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ پھر اس پر جلتا پانی پیو گے۔

حق کو جھٹلانے والے، گمراہ لوگ، قیامت کے دن زقوم کے درخت سے کھائیں گے، تو ان کی پیاس شدت اختیار کر جائے گی۔ مگر جو پانی ان کو ملے گا وہ جلتا ہوا گرم پانی ہو گا۔ اس طرح یہ پانی ان کے دکھ میں اضافہ کر دے گا۔

حاصل: ہوس کے تحت کھانا اور پینا، دکھ کا باعث بنتا ہے۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ تو پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پئیں۔

گمراہ لوگوں کو پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی تو پینا پڑے گا، اور وہ اسے اس طرح پئیں گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پانی پیتے ہیں، اور پانی جلتا ہوا گرم ہو گا۔ اس طرح تکلیف دہ کھانے کے بعد سخت گرم پانی تکلیف کی شدت کو بڑھا دے گا۔ جو خلافِ حق کرتا ہے وہ اپنے کئے کی جزا سے بچ نہیں سکتا۔

حاصل: پیاس شدید ہو تو پانی رک رک کر پینا مفید ہوتا ہے۔ ہمارا کوئی بھی عمل عذاب پانے والے لوگوں جیسا نہیں ہونا چاہئے۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾ یوم الدین میں یہ ان کی پہلی ضیافت ہو گی۔

گمراہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کی پہلی ضیافت کے طور پر مذکورہ کھانا، پینا ملے گا۔ جزا کا انکار کرنے والے اس ضیافت سے بچ نہیں سکیں گے، اور یہ ضیافت ان کے اپنے اعمال کا صلہ ہو گی۔ پوری پوری جزا تو اس کے بعد ہو گی۔

حاصل: یوم الدین میں گمراہ لوگوں کی پہلی ضیافت بھی عذاب ہی ہو گی، پوری پوری جزا تو بعد میں ملے گی۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ہم نے تمہیں خلق کیا ہے تو تم حقیقت کو مانتے کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہونے کے دعوے میں بھی لاشریک ہے۔ خالق کل کے احکام کو ماننے میں ہی ہمارا بھلا ہے۔ اس کا

انکار کیا جائے تو کر اس سے بچنا ممکن نہیں رہتا۔ نتائج پر قدرت بہر حال اللہ تعالیٰ کی ہی ہوتی ہے۔ جس نے ہمیں پہلے بنایا ہے وہ دوبارہ بھی ہمارے بنانے پر قادر ہے، اور جزا کو مان لیا جائے تو پھر من مانی کرنے کا مقام کہاں رہ جاتا ہے۔

حاصل : اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے کہ ہمارے قول و فعل میں جزا کا یقین موجود ہو۔

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ تو بھلا دیکھو تو جو تم ٹپکا دیتے ہو۔

تخلیق کے مراحل پر غور کرنے کے لئے اپنے مشاہدات کو بنیاد بنانے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ مادۂ منویہ جوہر حیات ہے۔ اس کی کیمیاوی ساخت میں کس کا علم کار فرما ہے۔ کیا انسانی تجویز سے جوہر حیات کو بنایا جا سکتا ہے۔ قطعاً نہیں بنایا جا سکتا۔

حاصل : مادۂ منویہ جوہر حیات ہے اور اس کا بنانا انسانی علم سے ممکن ہی نہیں۔

ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٥٩﴾ کیا تم اسے خلق کرتے ہو یا ہم خلق کرتے ہیں۔

مادۂ منویہ کو رحم مادر میں پہنچانے کی طبعی صورت بھی اللہ کے علم سے رکھی گئی ہے۔ اس میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں، ان کا مقام بھی اللہ نے رکھا ہے۔ افزائش کے لئے جو کچھ درکار ہوتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایک وقت تک رحم کے اندر مختلف مدارج سے گزارنا بھی اللہ کا ہی کام ہے۔ پھر وضع حمل کے بعد اس دنیا میں لانا بھی اللہ کا کام ہے۔ حضرت انسان کس بنا پر یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ خلق کرتے ہیں۔

حاصل : اللہ ہی خالق کل ہے، تخلیق کے سب ارکان بھی اسی کے بنائے ہوئے ہیں، سب مدارج بھی اسی کے رکھے ہوئے ہیں۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ ٱلْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ ہم نے تمہارے درمیان موت کو ٹھہرایا ہے اور ہم پر کوئی سبقت نہیں کر سکتا۔

پیدائش کے بعد پرورش کے تمام مراحل بھی اللہ کے علم سے تعلق رکھتے ہیں، اسی کے امر کے تابع ہوتے ہیں۔ پھر موت کا مقام بھی اللہ کے امر سے آتا ہے۔ اس سے گریز کی کوئی کوشش مفید نہیں ہو سکتی۔ کسی کی یہ مجال ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مشیت کو بدل کر، قدرتِ الٰہی پر سبقت حاصل کر سکے۔ پیدائش سے لے کر موت تک کسی مقام پر بھی کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا، کہ وہ قدرتِ الٰہی کے دائرے سے باہر آ گیا ہے۔

حاصل : موت، اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ اللہ کی قدرت کو عاجز کرنا ممکن ہی نہیں۔

عَلَىٰٓ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَٰلَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِى مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ ہم قادر ہیں کہ تمہاری مثل اور لے آئیں اور تمہیں اس طرح اٹھائیں جس کا تمہیں علم نہیں۔

اللہ کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔ وہ ہم سے بہتر لوگ ہماری جگہ لا سکتا ہے۔ جس نے ہمیں متاع دی ہے، وہی معطی مطلق ہے۔ ماضی میں جن لوگوں نے خلاف حق کر کے اپنے لئے ہلاکت کو مقدر کیا تھا، ان کو مٹانے والا بھی اللہ ہی تھا، ان

کی جگہ اوروں کو لانے والا بھی اللہ ہی تھا۔ اللہ کی قدرت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ خلافِ حق کرنے والے اس دنیا سے جائیں گے ضرور اور ان تمام مراحل سے گزریں گے جو اللہ نے ان کے لئے رکھے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اٹھائے جائیں گے، اور وہ دن منکرین کے لئے بڑا بھاری ہو گا۔ اللہ کی قدرت کا انکار انسان کو ایسے خسارے میں ڈالتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہوتا، کچھ کر سکنے کا مقام تو بعد میں آتا ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت وہ تبدیلی لا سکتی ہے جس کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ خلافِ حق کرنے والوں کا مستقبل کبھی اچھا نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور نشاۃ اولیٰ تمہیں معلوم ہے، تو پھر سوچتے کیوں نہیں۔

جوہر حیات کو اللہ نے بنایا ہے، اس کی افزائش کا مقام اللہ نے بنایا ہے۔ اس کی ربوبیت اللہ کرتا ہے۔ وضع حمل تک کسی کی تجویز کو پرورش میں دخل نہیں ہوتا۔ یہ نشاۃِ اولیٰ ہے، یہ پہلی اٹھان ہے اور حضرت انسان کے علم میں ہے۔ اس اٹھان میں اللہ کی قدرت کی جلوہ گری نظر آتی ہے، اور حضرت انسان کی بے بسی بھی نظر آتی ہے۔ جس کے حکم سے پہلی اٹھان ہوئی ہے، اسی کے حکم سے دوسری اٹھان ہو گی۔ اس کی قدرت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ سوچنے والے کو اپنے مشاہدے کے حوالے سے نشاۃِ ثانیہ کو جاننے میں کیا مشکل ہو سکتی ہے۔

حاصل : پہلی اٹھان بھی اللہ کے حکم سے ہوئی ہے، دوسری بھی اسی کے حکم سے ہو گی۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا اس چیز پر غور کیا ہے جو تم کاشت کرتے ہو۔

کاشت کاری سے حضرت انسان کا تعلق زمانہ قدیم سے ہے، اس لئے تجربے اور مشاہدے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی۔ بیج اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ زمین بھی اسی کی ہے۔ کاشت کا کام کرنے والا بھی اسی کی مخلوق ہے۔ اس کی استعداد بھی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ سامان بھی سب اللہ ہی کا ہے۔ بونے سے لے کر کاٹنے تک ہر مقام پر اللہ کی قدرت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

حاصل : جو ہم بوتے ہیں وہ ہم کاٹتے بھی ہیں۔ موت سے حیات کا پیدا کرنا اللہ کی قدرت ہے۔

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾

کیا تم اس کی زراعت کرتے ہو یا ہم ہیں زراعت کرنے والے۔

کھیتی کے لئے صحت مند بیج، موزوں زمین، مناسب نمی اور مناسب درجہ حرارت لوازمات کا درجہ رکھتے ہیں، اور یہ سب لوازمات اللہ تعالیٰ ہی مہیا کرتا ہے۔ اس طرح حضرت انسان کا نام ضرور ہوتا ہے کہ وہ مزارع ہیں، زراعت کرنے والی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حاصل : مزارع کے طور پر نام حضرت انسان کا ہوتا ہے، زراعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی ہے۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ ہم چاہیں تو اسے روندے ہوئے گھاس کی طرح کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔

زراعت کرنے والے خالق کل کی شان ہے کہ وہ چاہے تو بہار پر آئی ہوئی کھیتی کو تس نس کر کے رکھ دے، وہ اسے روندے ہوئے گھاس کی طرح کر دے۔ اس کو روکنا کسی کے بس میں نہیں ہے، اور بطور مزارع حضرت انسان باتیں ہی بناتے رہ جائیں گے، جس سے کچھ ہاتھ نہیں آسکتا۔ یہ باتیں مستقبل میں حفاظتی اقدامات کے متعلق بھی ہوں تو اللہ کی قدرت کے سامنے ان کی حیثیت ہی کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل : اللہ کی مشیت کے سامنے حضرت انسان کے عجز کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سے سبق سیکھنا چاہیے۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بے شک ہم تاوان میں پڑے۔

کھیتی برباد ہو جانے کی صورت میں یہی کہا جاتا ہے، کہ فائدہ تو ایک طرف رہا، ہمارا تو اصل بھی گیا، محنت بھی رائیگاں گئی۔ تاوان تو کبھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے نہ بچ سکنے کا اعتراف، انسان کے عجز کو ہی ثابت کرتا ہے۔

حاصل : انسان جب اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو ماننے کی ایک صورت بھی ہوتی ہے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ بلکہ ہم محروم ہوئے۔

جب انسان کو حسب توقع نتائج نہ ملیں، اور خسارے کا واضح احساس ہو تو وہ اپنی محرومی کا ذکر کرتا ہے۔ یہ محرومی کا ذکر، اللہ کی قدرت کو ماننے کی سند ہے۔ جس نے محروم کیا ہے، وہ نوازنا چاہتا تو یقیناً نواز بھی سکتا تھا۔

حاصل : نتائج پر اللہ کی قدرت کو مان لیا جائے تو پھر اپنے مقام کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ بھلا پانی پر غور کرتے ہو، جو تم پیتے ہو۔

پانی انسانی ضروریات میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ہم پیتے ہیں۔ اس سے اپنے کھانے تیار کرتے ہیں۔ اس سے جسمانی طہارت حاصل کرتے ہیں۔ اس سے لباس کو پاک، صاف کرتے ہیں۔ اس سے ماحول کو سازگار بناتے ہیں۔ اس کو تعمیرات میں استعمال کرتے ہیں۔ کوئی مقام ہو، جہاں زندگی ہے وہاں پانی ضروری ہے۔

حاصل : پانی اللہ کی بڑی قابل قدر نعمت ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ کیا تم اسے بادل سے اُتارتے ہو یا ہم ہیں اُتارنے والے۔

پینے کے پانی کا بہترین ذریعہ بارش کا پانی ہے۔ اس کو جمع کر کے رکھا جائے تو اس میں دیر تک تعفن پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جسم کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ زیر زمین پانی بھی بارش سے ایک تعلق رکھتا ہے۔ اب بارش کو برسانے کا دعویٰ تو حضرت انسان کو نہیں ہوتا۔ جو بادلوں سے ہمارے لئے پانی برساتا ہے وہی سب کچھ عطا کرتا ہے۔ اس سے بے پرواہی

بندے کو زیب نہیں دیتی۔

حاصل : پینے کے پانی کے طور پر بارش کے پانی کو محفوظ کرنا، اس کے استعمال کے آداب اور فوائد کو واضح کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ عطا یقیناً معطی کی شان کو واضح کرتی ہے۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

ہم چاہیں تو اسے تلخ کر دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔

پینے کے لئے بارش کا بہترین پانی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے۔ جو قادرِ مطلق اس کو میٹھا اور مفید بناتا ہے وہ اسے تلخ اور مضر بھی بنا سکتا ہے۔ کثرت سے استعمال میں آنے والی نعمت جس کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یقیناً اس لائق ہے، کہ اس نعمت کے عطا کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے۔ شکریہ، یہ ہے کہ پانی کا استعمال اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

حاصل : اللہ تعالیٰ میٹھے پانی کو تلخ بنا سکتا ہے۔ عطاء الٰہی کی قدر کرنے والے یقیناً شکر گزار ہوتے ہیں۔

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾

ذرا آگ پر غور کرو جو تم جلاتے ہو۔

پانی کے بعد آگ کی افادیت روزمرہ زندگی میں واضح ہے۔ آگ ہماری کتنی ہی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ اس کی اہمیت پر نظر ہو تو پھر عطا کرنے والے مالکِ کل کی طرف بھی دھیان جانا چاہئے۔

حاصل : آگ کی اہمیت روزمرہ زندگی میں واضح ہے۔ عطا کرنے والے مالک کل کی شان کو بھی دیکھنا چاہئے۔

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾

کیا تم نے اس کے درخت کو اٹھایا ہے، یا ہم ہیں اٹھانے والے۔

لکڑی بطور ایندھن بھی استعمال ہوتی ہے۔ درختوں کو پیدا کرنا ہمارا کام تو نہیں ہے، یہ کام تو اللہ ہی کرتا ہے۔ بیج اسی کے، قلمیں اسی کی، زمین اسی کی، پانی اسی کا، حرارت اسی کی، اور وہ سب کچھ اسی کا جو پیدائش و افزائش کے لئے ضروری ہے اور جس کے بارے انسانی علم کو پورا بھی نہیں کہا جا سکتا۔

حاصل : درخت کو اٹھانا، بڑھانا اور اسے ہمارے استعمال کے قابل بنانا اللہ کا کام ہے۔ ضرورت مسلسل ہو تو درختوں کا لگانا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کے استعمال کے لئے ضابطہ اخلاق بنانا بھی ضروری ہے۔

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾

ہم نے اسے یاد دلانے کے لئے اور مسافروں کے لئے متاع ٹھہرایا ہے۔

جہنم سے آگاہ کرنے کے لئے آگ کو ایک ذریعہ ٹھہرایا گیا ہے، کہ حال سے مستقبل کا پتہ لگتا رہے، اور خلافِ حق کرنے والے اپنے انجام سے بے خبر نہ رہیں۔ پھر آگ مسافروں کے لئے بہت ضروری ہوتی ہے، کہ اس کے بغیر سفر کا تصور ہی نہیں

کیا جاسکتا۔ مختلف اشیاء کو استعمال کے قابل بنانے میں آگ کا استعمال ہوتا ہے، اور آگ بھی موزوں درجہ حرارت کے حوالے سے سب سے بڑی ضرورت بھی بن جاتی ہے۔

حاصل : آگ کے حوالے سے جہنم کی یاد دلانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آگ کا ایسا اہتمام بھی بڑی خدمت خلق ہے، جہاں سے ضرورت مند اسے بلا معاوضہ حاصل کرسکیں، اور جب چاہیں حاصل کرسکیں۔

ع ۲ ۱۵ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ تو اپنے رب عظیم کے اسم کی تسبیح کر۔

یہ حکم فرد کی صورت سے دیا گیا ہے۔ جب عطا کے حوالے سے معطی مطلق کو مان لیا جائے، تو پھر شکرگزار ہونے کا مقام آتا ہے۔ رب عظیم کی شان ملاحظہ ہو کہ سب کچھ اسی نے بنایا ہے، اور کسی شے کو اپنے لئے مخصوص نہیں کیا۔ اگر ہم اشیاء کو مقصود نہ بنائیں، اور ان کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال میں لائیں، تو ہماری تسبیح، اللہ کے جس اسم شریف کی بھی ہو وہ ہمارے باحقیقت ہونے کا ثبوت ہوگی، اور ہمارا عمل بولے گا کہ ہم رب عظیم کو مانتے ہیں۔

حاصل : رب عظیم کے کسی بھی اسم شریف کی تسبیح بڑی مبارک مصروفیت ہے۔ جو عملاً شکرگزار ہو، اسی کی تسبیح اللہ کے نزدیک باحقیقت ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (25) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَآءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾

فرمادیجئے میں اس پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، مگر جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ پکڑے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ﴿٧٥﴾ پس نہیں، میں نجوم کے مواقع کی قسم کھاتا ہوں۔

بڑے علم والے کی شان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کی کم علمی کو دیکھتے ہوئے اور اس کو صحیح رخ پر لانے کے لئے یوں بھی کہتا ہے، کہ شبہات کے اندھیروں میں نہ جاؤ، بھلائی کا رخ اختیار کرو۔ نجوم کے مواقع وہ مقامات ہیں، جو کلام الٰہی کی حفاظت کے لئے، علم الٰہی سے ٹھہرائے گئے ہیں۔ کلامِ الٰہی میں کسی دوسرے علم کا شامل ہونا قطعاً ممکن نہیں ہے۔ قرآنِ پاک کے نزول میں یہ مقام موجود رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال، نزول حق سے تصدیق پاتا رہا ہے۔

حاصل : بڑے علم والا ہمیشہ بڑے علم سے بولتا ہے۔ قسم روشنی عطا کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے، اور یہ مخاطب کو بڑی مدد دیتی ہے۔

وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ اور تمہیں علم ہو تو یہ قسم عظیم ہے۔

علم کی موجودگی اس قسم کی عظمت کو جاننے کے لئے ضروری ہے، اور علم تبھی ہوگا، جب حق اور ناحق کے مابین وقف لازم پر نظر ہوگی۔ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل فرمایا گیا ہے۔ اس کی کماحقہ حفاظت فرمائی گئی ہے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار حق کے ساتھ کبھی اجر کا سوال نہیں کیا کہ اجر دینے والا تو رب العالمین ہے۔ کلام الٰہی کی جو

قدر اللہ کے نزدیک ہے، اس کی طرف دھیان جائے تو پھر اس قسم کی عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

حاصل : کلام الٰہی کی قدر کرنے والے کو اس قسم کی عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ بے شک یہ قرآنِ کریم ہے۔

قرآنِ کریم کی شان یہ ہے کہ اس میں حق کے نازل فرمانے والے کی اپنی کوئی غرض موجود نہیں۔ وہ احتیاج سے پاک ہے۔ اس صاحب کی شان جن پر قرآنِ کریم نازل ہوا ہے، یہ ہے کہ انہیں ہماری بھلائی بدرجہ اتم عزیز ہے۔ قرآن پاک قدردانوں کے لئے باعث کرم ہوتا ہے۔ کرم اسی پر ہوتا ہے، جس کا رخ درست ہو، اور وہ جلوت میں ادب کا اظہار کرے۔

حاصل : معلم قرآن سے محبت ہو تو قرآن ہمیشہ باعثِ کرم ہوتا ہے۔ جس کا رخ درست نہ ہو وہ قرآن کے کریم ہونے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ محفوظ نوشت میں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس کی خلوت لوح محفوظ میں ہے اور وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہے۔ ملائکہ تو وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے، اور جب حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہو تو اس کلام پاک میں کسی دوسرے کلام کا شامل ہونا ممکن ہی نہیں۔ اگر جلوت میں قرآن پاک میں کسی تبدیلی کی سعی کی جائے تو وہ چھپی نہیں رہتی، اور ظاہر ہوتے ہی فوراً اسے دور کر دیا جاتا ہے۔

حاصل : جس تحریر کی خلوت محفوظ ہو، اس میں تبدیلی کی کوشش کرنے والے کا جرم چھپ نہیں سکتا۔

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ اس کو مطہر ہی مس کرتے ہیں۔

خلوت میں قرآن پاک کی حفاظت کے ذکر کے بعد جلوت میں اسے مَس کرنے والوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ مطہر ہی ہوتے ہیں۔ یہ کتاب متقین کے لئے ہدایت ہے، یہ محسنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے، مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے، اور یہ مطہر ہی ہوتے ہیں۔ مطہرین سے اللہ محبت رکھتا ہے، اور قرآن پاک کو صرف وہی مَس کرتے ہیں، وہی اس سے نورِ معرفت حاصل کرتے ہیں۔ جو مطہر نہ ہو، پاک نہ ہو، اس کے اور قرآن پاک کے درمیان وقف رہتا ہے، جو غیر مرئی ہوتا ہے۔ اگر برائی اور بے حیائی کا مرتکب، نماز پڑھتا ہوا بھی نظر آئے تو یہی کہنا حق ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، کہ اللہ نے نماز کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ نماز، برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، اور اللہ کی بات ہمیشہ سچی ہوتی ہے۔

حاصل : پاکیزگی، طہارت، قرآن پاک سے نورِ معرفت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ناپاک کی قرآن پاک تک رسائی ہوتی ہی نہیں، اس کے اور قرآن پاک کے مابین وقف رہتا ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ ربّ العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔

قرآن پاک رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے، اس لئے فرد کی سطح سے لے کر عالمی سطح تک جہاں بھی عرفانِ حق مطلوب

ہو، وہ قرآن پاک سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے فرمان کے مقابل جو بھی کیا جائے اس سے مشقت ہی بڑھے گی، اور پھر مشقت جس قدر بھی طویل ہو، آخر میں قرآن پاک کے فرمان کو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے بعد کسی کتاب اللہ کے آنے کا کوئی مقام نہیں ہے۔

حاصل : قرآن پاک رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ جہاں اس کے فرمان کے مقابل کوئی رخ اختیار کیا جائے، مشقت گلے پڑ جائے گی، اور بالآخر اسی کو ماننا پڑے گا، کہ حق وہی ہے جو اس میں فرمایا گیا ہے۔

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾

تو کیا تم اس فرمان سے اغماض برتتے ہو۔

رب العالمین کے فرمان کا پتہ لگ جانے کے بعد، اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ جانا، حق سے اغماض ہے، حق کی بے قدری ہے، اور یہ رخ کے نور سے ظلمات کی طرف ہونے کا ثبوت ہے۔ جو فرمانِ حق کو اہمیت نہ دے وہ خود ہی خسارے میں پڑتا ہے، حق کی شان میں کمی کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔

حاصل : شعور کی موجودگی میں فرمانِ الٰہی سے بے اعتنائی برتنا، رخ کے درست نہ ہونے کا ثبوت ہے، اپنے حال کو دیکھنا چاہئے۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾

اور جو رزق تمہیں دیا گیا ہے، اس کی تکذیب کرتے ہو۔

جسمانی کھانے سے جسم کو تقویت ملتی ہے، روحانی کھانے سے روح کو تقویت ملتی ہے۔ قرآن پاک روحانی ضروریات کے حوالے سے رزق کا درجہ رکھتا ہے جو رب العالمین کی طرف سے ہے، اس لئے اس سے بہتر کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس رزق کی تکذیب کو معمول بنالیا جائے، تو رخ پستی کی طرف ہی ہوگا، اور نتائج ہمیشہ عبرتناک ہوں گے۔

حاصل : قرآن پاک سے بے اعتنائی برتنے والے، اس رزق کی ناشکری کرتے ہیں جو ان کے لئے باعثِ رفعت بنایا گیا ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ﴿٨٣﴾

تو پھر کیوں نہیں جب جان حلق میں پہنچ جاتی ہے۔

قرآن پاک کی صورت سے جو رزق لوگوں کو دیا گیا ہے، اس کی ناشکری موت کے وارد ہوتے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی اہمیت اس قدر واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے زیادہ اہم کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی، کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

حاصل : جان حلق میں پہنچ جائے گی تو قرآن پاک کا مان لینا بہت ہی ضروری معلوم ہوگا، مگر عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ﴿٨٤﴾

اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔

جس کی جان حلق میں پہنچ جائے، اس کے حلق سے خاص طرح کی آواز آنے لگتی ہے، اور یہ موت کی نشانی ہوتی ہے۔ جس پر موت کا مقام آیا ہوا ہوتا ہے، وہ حق کو ماننے والے کی حیثیت سے جارہا ہو، یا حق کے منکر کی حیثیت سے جارہا ہو، اس کو بالکل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اقرباء بھی اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور وہ بالکل بے بس ہوتے ہیں۔ اللہ ہی حیات دیتا ہے، اللہ ہی موت دیتا ہے، اور اس کے سامنے کسی کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ کوئی اس سے سبقت کرسکے۔

حاصل : حق کی تکذیب کو معمول بنانے والے کے انجام سے سبق سیکھنا چاہئے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ اور تمہاری نسبت ہم اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم دیکھتے نہیں۔

جان کنی میں مبتلا شخص کے اقرباء بھی قریب ہوتے ہیں، مگر وہ اس کی مدد کر نہیں سکتے، کہ اس کے اور اس کے اقرباء کے درمیان ایک وقف کا مقام آجاتا ہے۔ بندہ اس حد سے آگے جا ہی نہیں سکتا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ پیدا کرنیوالا ہی موت بھی دیتا ہے۔ اس کی نسبت کوئی قریب ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کرسکتا۔ جوہر حیات سے وجود بنانے والے کی شان کے کیا کہنے ہیں۔ وہی ہر مقام پر پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے، اور اپنے قریب ہونے کے لئے آسانیاں بھی مہیا کرتا ہے اور ہمیشہ حجت پوری کرنا اس کی شان ہے۔ مظاہر قدرت کے حوالے سے اللہ کو ماننا، اللہ کی نشانیوں کے حوالے سے اللہ کو ماننا حق ہے، اور یہی دیکھنا ہے۔

حاصل : اللہ کے مقابل نہ کوئی حیات میں قریب ہوتا ہے، نہ کوئی موت کے وقت قریب ہوتا ہے، یہ مان لیا جائے تو پھر خلافِ حق کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تو کیوں نہ ہوا، اگر تم محکوم نہیں ہو۔

موت کے وقت، انسان محکوم نظر آتا ہے، اور اس دنیا سے جانے میں اس کی پسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جو جزا کے انکار پر تلا ہوا ہو، وہ اپنے آپ کو محکوم نہیں مانتا۔ اگر وہ محکوم نہیں ہے تو پھر موت سے انکار کردیتا، مگر ایسا نہ کبھی ہوا ہے، نہ کبھی ہوگا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کا حکم بہر حال غالب ہوتا ہے۔ اس کا انکار، حقائق کا انکار ہے۔

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ تو اسے لوٹا لاتے اگر تم صادق ہو۔

قدرتِ الٰہی کے مقابل اگر کسی قدرت کا دعویٰ ہو تو اس کا ثبوت بھی ہونا چاہئے، اور یہ ثبوت صرف قدرتِ الٰہی کے خلاف، اظہارِ قدرت سے ہی ہوسکتا ہے۔ فرشتہ جان نکالنے کا کام، اللہ کے امر سے کرتا ہے۔ اس کے مقابل قوت کا دعویٰ کرنے والے، اس جان کو لوٹا کر دکھادیں، تو یہ ان کی صداقت کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ مگر مشاہدہ یہی بتاتا ہے کہ حق کا انکار کرنے والے، موت کے وقت قطعاً بے بسی کے ساتھ اس دنیا سے جاتے ہیں، اور ان کا جانا ان کے محکوم ہونے کا ایسا ثبوت ہوتا ہے، جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

حاصل : اگر ہم یہ نہیں ثابت کرسکتے کہ ہم اللہ کے محکوم نہیں ہیں، تو پھر اللہ کے حکم کو ادب سے مان کر بندگی کا ثبوت دینا چاہئے۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٨٨﴾ تو اگر وہ مقربین سے ہوا۔

موت کے دروازے سے گزرنے والا، اگر مقربین سے ہو تو موت اس کے لئے وصال کا دروازہ بن جاتی ہے۔ مقربین وہ لوگ ہوتے ہیں جو حق کو مانتے ہوئے بھلائی میں سبقت کرتے ہیں، اور کبھی من مانی نہیں کرتے۔ وہ خلافِ حق کاموں سے کراہت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کو سب سے قریب ماننے کے دعوے میں سچے ہوتے ہیں۔

حاصل : جس کا عمل ثابت کرے کہ وہ اللہ کے قریب ہے، وہ مقرب ہے اور موت اس کے لئے وصال کا دروازہ ہے۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ تو اس کے لئے راحت و سرور اور نعمت کا باغ ہے۔

مقرب کے لئے موت، باعثِ راحت ہوتی ہے، باعثِ سرور ہوتی ہے، اور وہ نعمت کے باغ سے نوازا جاتا ہے۔ انجام بخیر ہونے کی راحت کو لفظوں میں کب بیان کیا جا سکتا ہے۔ سرور سے ماحول معطر ہو جاتا ہے اور مستقبل کا مشاہدہ نعمت کے باغ کی صورت میں کرا دیا جاتا ہے۔

حاصل : مقربین الٰہی کے لئے موت باعثِ راحت و سرور ہوتی ہے، اور انہیں ان کا مستقبل دکھا دیا جاتا ہے۔

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں سے ہوا۔

مقربین کے بعد اصحاب یمین کا درجہ ہے۔ یہ خیر کا رخ رکھنے والے حضرات ہیں۔ یہ حق کو ماننے والوں کی حیثیت سے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

حاصل : حق کو ماننے والے کی حیثیت سے اس دنیا سے رخصت ہونا، سعادت ہے۔

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ تو تیرے لئے سلامتی ہے جو اصحاب یمین سے ہے۔

حق کو ماننے والے کی حیثیت سے جو اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے وہ اصحاب یمین سے ہوتا ہے۔ اس کو موت کے دروازے سے گزرتے وقت سلامتی کی بشارت دی جاتی ہے، اور اس سلامتی کے ذکر میں جو راحت ہے وہ بندے کے ساتھ قیامت تک موجود رہے گی، اور یوم الدین تو جزا کا یقین رکھنے والوں کے لئے خوشی کا دن ہوگا۔

حاصل : حق کو ماننے والوں کے لئے حال پر بھی سلامتی ہے، مستقبل میں بھی سلامتی ہے۔

وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿٩٢﴾ اور اگر تکذیب کرنے والے گمراہوں سے ہوا۔

جو حق کا انکار کرتے ہیں، ان کا رخ درست نہیں رہتا، ان کو گمراہ کہا جاتا ہے۔ جو حال پر گمراہوں کے ساتھ ہے وہ مستقبل میں ان سے الگ ہونا چاہے گا، مگر اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے جھٹلانے پر صرف کر دیا، وہ خسارے میں جا پڑا۔

حاصل : حال پر حق کی تکذیب کرنے والے، گمراہوں کے ساتھ سے بچنا چاہے، کہ

خسارے سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے۔

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾ تو اس کی تواضع کھولتے پانی سے ہو گی۔

گمراہوں کی جب اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی ہو گی، تو ان کے اعمال کا ابتدائی صلہ انہیں کھولتے پانی کی صورت میں ملے گا۔ جزا کا انکار کرنے والے لوگ اپنی راحت کے مقابل کسی چیز کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ اگر کسی کو تواضع کرتے نظر آئیں تو اس حقیقت اپنی خواہشات کی پیروی اور شوکت نفس ہی ہوتی ہے، مستقبل میں اس کا ابتدائی اجر کھولتے ہوئے پانی کی صورت میں ملے گا۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہوں کی تواضع کھولتے پانی سے کی جائے گی، اور اس تواضع سے بچ جانا گمراہوں کے لئے ممکن نہ ہو گا۔

وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾ اور آگ میں ڈالا جائے گا۔

گمراہ لوگوں کے اعمال ہمیشہ خلاف حق ہوتے ہیں۔ انہیں ان کے اعمال کے صلے میں دوزخ کی آگ نصیب ہو گی، اور یہ اس آگ سے بچ نہیں سکیں گے۔ ان کو اپنی بے بسی کا پتہ تو ہو گا ہی، اس سے پہلے یہ اپنے گناہوں کا اعتراف بھی کریں گے۔

حاصل: گمراہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ آگ میں جانے سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ گمراہی سے بچا جائے۔

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ بے شک یہی حق الیقین ہے۔

حق الیقین یہی ہے کہ جو حال پر کیا جا رہا ہے، اس کی جزا ضرور ہو گی، اور جس کو فلاح مطلوب ہے وہ راہ فلاح کو اختیار کرے، اور جو فلاح کی راہ کو چھوڑ دے گا وہ یقیناً خسارے میں پڑے گا۔

حاصل: اللہ کا فرمان یقیناً حق ہے۔ اس کو ہمیشہ معیار جاننا چاہئے۔

۴۲ ع فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾ تو اپنے رب عظیم کے اسم کی تسبیح کر۔
۱٦

جسے فرمانِ الٰہی کے حق ہونے کا یقین ہے، وہ بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے اپنے رب کی رضا کو جاننا چاہتا ہے۔ اسے یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے قول کو درست کرو کہ قول درست ہو گا تو اعمال کی اصلاح کا مقام آئے گا، اور قول کی درستگی کے لئے اپنے رب عظیم کے نام مبارک کی تسبیح کرو، صبح بھی کرو، شام بھی کرو، اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ معاملہ کرتے وقت کبھی شرک نہ کرو، اس طرح تمہاری صداقت کا ثبوت مل جائے گا، جو حال پر بھی تمہارے لئے مفید ہو گا، مستقبل میں بھی مفید ہو گا۔

حاصل: راہ راست پر رہنے والے، اپنے رب عظیم کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس سے انہیں بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٣٥﴾

اور ہماری آیات میں جھگڑا کرنے والے جان لیں، کہ انہیں کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

اٰیاتہا ۲۹ — رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہی عزیز و حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ اس نے ہر شے کو ایک منشاء کے ساتھ خلق فرمایا ہے۔ ہر شے اپنے منشاء تخلیق کے مطابق کام کر رہی ہے۔ یوں ہر شے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے، وہ آسمانوں میں ہو، زمین میں ہو یا کہیں بھی ہو۔ اللہ عزت والا ہے۔ جو راستہ اس نے کسی کے لئے رکھا ہے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔ اس کو بدلنے کی کوشش بھی ناکام ہی ہو گی، کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

حاصل : عزیز و حکیم، رب العالمین کی بندگی کرنے والے کو دیکھنا چاہئے کہ وہ تسبیح کرتا رہے، اور اس کی حرکات و سکنات علم سے ہوں، رضائے الٰہی کے خلاف نہ ہوں۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ②

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔ وہ حیات دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آسمانوں میں، زمین میں اور آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر اللہ کی بادشاہی ہے۔ وہی تمام اشیاء کا خالق ہے۔ وہی ہر شے کو پالتا ہے، اور علم سے پالتا ہے۔ حیات دینا بھی اسی کی شان ہے، موت دینا بھی اسی کی شان ہے، اور ہر شے پر قدرت رکھنا بھی اسی کی شان ہے۔

حاصل : اللہ کی بادشاہی میں اپنے اختیار کو صحیح تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ اللہ ہی حیات دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، دوسرا کوئی یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

وہی اوّل و آخر اور وہی ظاہر و باطن ہے، اور اسے ہر شے کا علم ہے۔

جب احدیت کا مقام تھا، تب تعین کی ابتدا نہیں ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ تب بھی تھا۔ وہ اوّل ہے۔ ہر ابتدا کے ساتھ انتہا بھی تعلق رکھتی ہے۔ انتہا کے تمام مقامات کے بعد بھی اللہ ہی ہو گا۔ وہ اپنی نشانیوں کے ساتھ جس قدر ظاہر ہے اس قدر کوئی ظاہر نہیں ہے، اور ہر شے کی مقصدیت کو رکھنے والے کی حیثیت سے جس قدر وہ باطن ہے اس قدر کوئی باطن نہیں ہے، اور وہ ہر شے کے مقصدِ تخلیق سے لے کر اس کی انتہا تک سب کچھ جانتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

حاصل : اوّل و آخر کے سامنے اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے، ظاہر و باطن کے سامنے اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے، اور ہر شے کا علم رکھنے والے کے سامنے اپنے علم کو دیکھنا چاہئے، اس سے عرفانِ نفس حاصل ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴﴾

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں خلق فرمایا، پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔ اسے علم ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے، اور جو اس سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ اور اللہ تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔

ایام کا تعین بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے۔ چھ دن ہمیشہ ساکن رہتے ہیں، اور ساتواں متحرک رہتا ہے۔ چھ ماضی ہوتے ہیں ساتواں حال ہوتا ہے۔ عرشِ الٰہی بھی اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کی سند ہے کہ عرشِ الٰہی تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اللہ کو علم ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے۔ زمین کی وسعت کو ملحوظ رکھ کر دیکھئے، اللہ کے سوا کون کہہ سکتا ہے کہ اسے علم ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے، کون کہہ سکتا ہے اسے علم ہے جو زمین سے خارج ہوتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف دیکھئے جو کچھ وہاں سے اترتا ہے، اللہ کے علم میں ہوتا ہے، جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ ہمارا رخ جو بھی ہو، اور ہم جہاں بھی ہوں، اللہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے، اور وہ ہمارے عملوں کو دیکھتا ہے۔

حاصل : ہماری تخلیق کو اللہ کی تخلیق سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ مرکز کو محفوظ ہونا چاہئے۔ ہماری حرکات کا رخ جو بھی ہو، اللہ کے علم کو ادب سے ماننا چاہئے۔ اگر ہمیں یقین ہو کہ اللہ بہر حال ہمارے ساتھ ہے اور وہ ہمارے عملوں کو دیکھ رہا ہے، تو پھر خلافِ حق کرنے کا مقام ہی کہاں رہتا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾

اسی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین اور اللہ ہی کی طرف امور کا رجوع ہے۔

آسمانوں اور زمین میں بادشاہی اللہ کی ہے۔ اس بادشاہی میں جس کو بھی وقتی اختیار ملے، اسے دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ اللہ بادشاہ کے تابع رہے، اور کہیں بھی من مانی نہ کرے۔ نتائج باذن اللہ مرتب ہوتے ہیں۔ اگر نتائج کو اپنے علم کی بدولت جانا جائے اور اپنی قدرت کا دعویٰ کیا جائے تو یہ شرک ہے۔

حاصل : ہم جہاں بھی ہوں اپنے اختیار کو اللہ بادشاہ کے تابع رکھنا چاہئے۔ جو رجوع الی اللہ نہیں ہے، وہ راہِ راست پر نہیں ہے۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥

رات کو دن میں ملاتا ہے، اور دن کو رات میں ملاتا ہے، اور وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھتا ہے۔

رات کے اندھیرے کو دن کی روشنی میں ملانا کہ اندھیرا خلوت میں چلا جائے، پھر دن کے اختتام کے قریب اسی اندھیرے کو بتدریج پھیلا دینا جس کو دن کی روشنی نے ڈھانپ لیا تھا، اللہ کی قدرت ہے۔ رات اور دن ہماری بڑی ضرورت ہیں، اس اہم ضرورت کو پورا کرنے والے سے اپنے تعلق کو دیکھنا چاہیے۔ جو باتیں ہمارے سینوں میں ہوتی ہیں اور بھید کا درجہ رکھتی ہیں، اللہ ان کو بھی جانتا ہے۔

حاصل : رات کو دن میں ملانا اور دن کو رات میں ملانا اللہ کی شان ہے۔ اس کو ہماری نیتوں کا علم ہوتا ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اور انفاق کرو جس میں اس نے تمہیں خلیفہ ٹھہرلیا ہے۔ تو جو تم میں سے ایمان لائے اور انفاق کیا، ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

ہم جہاں بھی ہوں، اللہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ ہم خلوت میں پاک رہیں، اور حق کو اس وقت بھی مانیں جہاں ہمیں صرف اللہ دیکھ رہا ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہ ہے کہ حضور کے اتباع میں ہمیں فلاح نظر آئے۔ اس دعوئ ایمان کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت اس طرح پیش کی جائے کہ جو مال ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے، اس کو حق کے مطابق خرچ کیا جائے۔ جو مال کو اپنے لئے ہی سمجھتا ہے وہ عطاء الٰہی کو پورا نہیں مانتا، اور جو مال کو ناحق اپنے عزیزوں کے لئے جمع کرتا ہے، وہ یہ نہیں مانتا کہ اللہ اس کی نیت کو جانتا ہے، اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور سکھ ہمیشہ باذن اللہ ہی ہوتا ہے۔ ایمان کا دعویٰ، حق کے مطابق خرچ کرنے سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے، اور جو لوگ اس دعوے میں سچے ثابت ہو جائیں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ انہیں حال پر بھی سکھ ملتا ہے آخرت میں بھی سکھ ملے گا۔

حاصل : اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دعویٰ، حق کے مطابق خرچ کرنے سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ اعمال وہی صالح ہیں، جہاں مال حق کے مطابق خرچ کیا جائے۔ ایمان کے ساتھ انفاق ہو تو اللہ بڑا اجر دیتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ

اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں، اور آپ تم سے میثاق لے

مِّیۡثَاقَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ چکے ہیں، اگر تم مومن ہو۔

شعور کی موجودگی میں فلاح کی طرف آنا طبعی بات ہے۔ اللہ پر ایمان لانا بندے کی سب سے بڑی ضرورت ہے، کہ اس کے بغیر وہ اپنے آپ کو جان ہی نہیں سکتا، راہِ عمل کا تعین تو بعد کی بات ہے۔ اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دینے کا کام، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ یہ دعوت اب بھی حضور کے حوالے سے ہی دی جاتی ہے۔ اللہ کے رسول کی یہ شان ہے کہ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ رافت و رحمت کا تعلق رکھتے ہیں، اور یہ حرص رکھتے ہیں کہ لوگوں کا بھلا ہو۔ ان کا اجر رب العالمین پر ہوتا ہے، وہ کسی سے اجر کا سوال نہیں کرتے۔ حق کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے تو آپ سے یہ عہد کر چکے ہیں، کہ ہم ادب سے سنیں گے، اور ادب سے اطاعت کریں گے، اس کے بعد کسی ڈھیل کا مظاہرہ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حاصل: شعور کی موجودگی میں اللہ پر ایمان لانا بندے کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ رب العالمین پر ایمان لانے کی دعوت دینے والے کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ ہونا چاہئے۔ پاکیزگی کے ساتھ حق کو سننے اور ماننے کا جو عہد ہمارے بڑوں نے کیا ہے، وہی عہد ہمارا بھی ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹﴾

وہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیات نازل فرماتا ہے، تاکہ تمہیں ظلمات سے نور کی طرف نکال لائے۔ اور بے شک اللہ تم پر مہربان ہے، رحیم ہے۔

اللہ ایمان والوں کا دوست ہے کہ انہیں ظلمات سے نور کی طرف نکال لاتا ہے۔ اللہ نے اپنے بندے پر روشن آیات نازل فرمائیں، منشاء نزول یہ بتایا گیا ہے کہ علم الٰہی کے ساتھ ماننے والوں کو ظلمات سے نور کی طرف لایا جائے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے، یہ اللہ کا رحم ہے۔ اللہ کی مہربانی اور اس کا رحم ظلمات کے مقام پر معلوم نہیں ہوتا، نور کے مقام پر آکر ہی پتہ لگتا ہے کہ اللہ ہم پر مہربان ہے وہ ہم پر رحم فرماتا ہے۔ اللہ جن لوگوں سے محبت رکھتا ہے، ان کا ذکر کرنے کا منشاء یہ ہے کہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں۔

حاصل: ظلمات سے نور کی طرف لانے والے کو محبوب بنایا جائے تو اللہ کی مہربانی اور اس کے رحم سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا ہے۔

وَ مَا لَکُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا

اور تمہیں کیا ہے کہ فی سبیل اللہ انفاق نہ کرو، اور اللہ ہی کی میراث ہے آسمان اور زمین۔ تم میں مساوی نہیں وہ جنہوں نے فتح سے قبل انفاق اور جہاد کیا۔ اُن کا درجہ بڑا ہے اُن سے جنہوں نے بعد میں انفاق اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے سبھی سے اچھا

مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۰﴾ ع

وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ کو تمہارے عملوں کی خبر ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی عقل مندی ہے، کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے، وہ ہے تو اللہ کی میراث۔ اوّل و آخر وہی مالک ہے، اور ہر مقام پر ہے۔ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اگر اپنی ذات پر ہی خرچ کیا جائے اور حق داروں کو نہ دیا جائے تو یہ عطائے الٰہی کو ناکافی ثابت کرنے والی بات ہوگی، اور اگر اسے روک کر اپنے متعلقین کے لئے جمع کر دیا جائے تو بھی نفع اور ضرر تو باذن اللہ ہی ہوگا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے دو مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ حق کے غلبے سے پہلے جن لوگوں نے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہیں، اور انفس کے ساتھ جہاد کیا ہے، انہوں نے نتائج کی طرف نہیں دیکھا، اس لئے ان کا درجہ بڑا ہے۔ حق کے غلبے کے بعد جن لوگوں نے انفاق اور جہاد کیا ہے، نتائج ان کے سامنے تھے۔ اللہ تو خیر کا رخ رکھنے والوں کو اچھی جزا ہی دیتا ہے۔ اللہ سے کسی کی نیت بھی مخفی نہیں ہے، عمل بھی مخفی نہیں ہیں۔ ہر ایک اپنے کئے کی جزا ہی پائے گا۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے، اور عقیدہ درست ہو تو اعمال درست ہوتے ہیں۔

حاصل : انفاق فی سبیل اللہ بڑی عقل مندی ہے۔ اوّل و آخر مالک تو اللہ ہی ہے۔ حق کے غلبے سے پہلے، اموال و انفس کے ساتھ جہاد کرنا اور حق کے غلبے کے بعد اموال و انفس کو اللہ کی رضا پر لگانا مساوی نہیں ہوتا۔ اللہ تو سبھی کو جو بھی خیر کا رخ رکھتے ہیں، اچھی جزا دے گا۔ وہ ہر ایک کی نیت کو بھی جانتا ہے، ہر ایک کے اعمال کو بھی جانتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (47) میں فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۳۲﴾

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی، بعد اس کے کہ ہدایت ان پر روشن ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ کا نقصان نہ کریں گے، اور جلد ہی ان کے اعمال اکارت ہو جائیں گے

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ﴿۱۱﴾

کون ہے جو اللہ کو قرض دے، قرض حسنہ، پھر وہ اس کے لئے خوب بڑھائے، اور اس کے لئے اجر کریم ہے۔

اللہ کی عطا کو، اس کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے اور اپنے نفس کی پسند کو اہمیت نہ دی جائے، تو یہ اللہ کو قرض دینے والی بات ہے۔ اللہ کو قرض حسنہ دینے والا یہ یقین رکھتا ہے، کہ اللہ مالکِ کل ہے اور احتیاج سے پاک ہے، اور اللہ جو کچھ عطا کر سکتا ہے، وہ کوئی دوسرا تو کر ہی نہیں سکتا، وہ سات سو گنا کر دے یا اس سے بھی زیادہ کر دے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اللہ اپنے کرم سے جو اجر عطا کرتا ہے، اس سے اللہ کو قرض حسنہ دینے والے کی عزت بڑھتی ہے۔

حاصل : جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے، اس کا دونوں جہان میں بھلا ہوتا ہے۔ اس کو کہیں بھی

کمی کا احساس نہیں ہوتا۔ اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۲﴾

جس دن تم مومنین اور مومنات کو دیکھو گے کہ ان کا نور، ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہے۔ آج کے دن تمہیں جنّتوں کی بشارت ہے، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہو۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔

اللہ کو قرضِ حسنہ دینے والے، مومن مرد اور مومن عورتیں قیامت کے دن یوں نوازے جائیں گے کہ ان کے اعمال کا اجر کریم ان کے آگے بصورت نور ہوگا۔ یہ ان کی دائیں طرف بھی ہوگا۔ اور انہیں یہ بشارت دی جائے گی، کہ آج تم باغوں میں رہو گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں، جو سدا بہار ہیں اور یہ تمہاری دائی پاک دامنی کا صلہ ہیں، تم ہمیشہ ان میں رہو گے۔ جس پاکیزگی کے ساتھ تمہیں دنیا میں بھیجا گیا تھا، اسی پاکیزگی کے ساتھ تمہاری مراجعت ہوئی ہے، یہ عظیم کامیابی ہے۔

حاصل: مومن مرد اور مومن عورتیں ہمیشہ اللہ کی رضا کو مقصود جانتے ہیں۔ اللہ ان کو قیامت کے دن خوب نوازے گا، انہیں جنتوں کی بشارت ملے گی۔ اللہ کی رضا کا حصول عظیم کامیابی ہے۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۖ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں، ایمان والوں سے کہیں گے کہ ایک نظر ہمیں بھی دیکھیے، کہ ہم بھی آپ کے نور سے فائدہ اٹھائیں۔ ان سے کہا جائے گا، اپنے پیچھے لوٹو، تو وہاں نور ڈھونڈو۔ تو جبھی ان کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا، جس کے اندر رحمت اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

انفاق فی سبیل اللہ نہ کرنے والے، مرد اور عورتیں منافق ہیں۔ جب ان سے کہا جائے، ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں تو یہ کہتے ہیں، کہ ہم بیوقوفوں کی طرح کیسے ایمان لے آئیں۔ ان کی خلوت شیاطین کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں، دراصل یہ اپنے آپ کو ہی دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔ ان کا رخ ہمیشہ خلاف حق ہی ہوتا ہے، اور نور سے ظلمات کی طرف ہوتا ہے، قیامت کے دن یہ مومنین کے نور کو دیکھ کر حیران ہوں گے، اور ان کے نور سے

فائدہ اٹھانے کے لئے عرض کریں گے: ہماری طرف بھی نظر کیجئے، کہ ہم آپ کے نور سے فائدہ اٹھائیں۔ جواب یہ دیا جائے گا: کہ نور سے ظلمات کی طرف جانے والو، نور تو تمہارے پیچھے ہے، اسے وہاں تلاش کرو۔ اور اس کے ساتھ ہی مومنین اور منافقین کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا، یہ دیوار بصورتِ وقف حال پر بھی مومنین اور منافقین کے درمیان موجود ہوتی ہے، مگر نظر نہیں آتی۔ اس میں دروازہ بھی ہوتا ہے، جو در توبہ ہے، کہ اس سے گزر کر ایمان والوں کے ساتھ ملنے کا امکان ہوتا ہے۔ آخرت میں یہ خفی دیوار، جلی ہو جائے گی۔ اس دروازہ کے اندر مومنین کی طرف رحمت ہوگی، اور اس دروازے کے باہر منافقین کی طرف عذاب ہوگا۔

حاصل: منافقوں پر مومنوں کی اہمیت قیامت کے دن بڑی روشن ہوگی۔ منافق، مومنوں کے نور سے فائدہ اٹھانا چاہیں گے تو انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارا رخ درست نہیں ہے، تم نور سے ظلمات کی طرف بڑھتے رہے ہو، اپنے پیچھے نور کو دیکھو۔ مومنین اور منافقین کے درمیان حال پر بھی دیوار بصورتِ وقف موجود ہوتی ہے، اور اس میں دروازہ بھی ہوتا ہے۔ یہ دیوار اب خفی ہے، قیامت کے دن جلی ہو جائے گی۔ مومنین اللہ کی رحمت سے نوازے جائیں گے، منافقوں کو ان کے اعمال کا صلہ عذاب کی صورت میں ملے گا۔

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾

یہ انہیں ندا دیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ وہ جواب دیں گے، ساتھ تو تھے مگر تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور ہمارے لئے گردشوں کی راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے، اور تمہاری آرزوؤں نے تمہیں فریب دیا، حتیٰ کہ اللہ کا امر آگیا، اور تمہیں اللہ کے باب میں بڑے فریبی نے مغرور ہی رکھا۔

جب منافقین اور مومنین کے درمیان دیوار کھڑی ہو جائے گی، تو منافقین، مومنین سے کہیں گے: یہ کیا ہوا ہے، کیا ہم حیاتِ دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے۔ مومنین جواب دیں گے، تم لوگ بظاہر تو ہمارے ساتھ تھے، مگر حقیقتاً ساتھ نہ تھے۔ تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور ہمارے لئے تم ہمیشہ گردشِ زمانہ کے انتظار میں رہے کہ کب ہمارا خاتمہ ہوتا ہے، اور تم لوگ اس دھوکے میں رہے کہ ہمارا مستقبل اچھا نہیں ہوگا۔ تمہاری آرزوؤں نے تمہیں فریب دیا۔ تم نے حق کو اس طرح تو کبھی مانا ہی نہیں جس طرح ماننا چاہئے تھا۔ ایک تذبذب کی کیفیت تھی، جو تمہارے ساتھ رہی اور تمہارا جھکاؤ ہمیشہ اپنی خواہش کی طرف رہا، حتیٰ کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو گیا۔ تم کو شیطان نے اپنے فریب میں پھنسائے رکھا۔ انجام سے آگاہی کو تم نے کبھی وقعت نہ دی۔ اب دیکھ لو، تم ہمارے ساتھ تھے یا نہ تھے۔

حاصل: دیکھنا چاہئے کہ مومنین کی معیت کا ثبوت ہمارے اندر ہے یا نہیں۔ منافق کبھی مومنین کے بہی خواہ نہیں ہوتے، وہ تذبذب میں ہی رہتے ہیں۔ نہ شکوک و شبہات سے ان کی

جان چھوٹتی ہے نہ غرور سے۔ شیطان، حال پر انسان کو مراد سے دور رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮

تو آج نہ تم سے فدیہ لیا جائے گا، نہ کافروں سے۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی تمہیں سنبھالنے والی ہے، اور کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

قیامت کے دن منافق یہ چاہیں گے کہ سب کچھ اللہ کی رضا پر خرچ کرنا نصیب ہو جائے تو یہ بڑی سعادت ہو گی۔ کافر یہ چاہیں گے، سب کچھ اللہ کی رضا پر لگ جائے اور آگ سے بچ جانا ممکن ہو جائے تو یہ بڑی بات ہو گی۔ مگر منکرین حق اپنے اعمال کی جزا سے بچ نہ سکیں گے۔ ان کا ٹھکانا آگ ہی ہو گا۔ آگاہی کے باوجود جب منکرین حق یہاں پہنچے ہیں تو انہیں یہی پسند تھا۔ اب آگ ہی ان کو سنبھالے گی، ان سے لپٹے گی، اور دوزخ بہت ہی برا ٹھکانا ہے، کہ جہاں دائمی دکھ ہے اور جہاں سکھ کا ہونا ممکن ہی نہیں۔

حاصل : منافق اور کافر، آگ کو دیکھ کر سب کچھ دینا چاہیں گے، مگر اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہ ہو گا۔ انجام سے آگاہی کے باوجود جو دوزخ میں جاتا ہے، وہ اسے پسند کرتا ہے۔ برا ٹھکانا وہ ہے جہاں دکھ ہو اور دائمی دکھ ہو۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب، اللہ کے ذکر کے لئے اور اس حق کے لئے جو نازل ہوا ہے، جھک جائیں، اور یہ اُن جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب عطا ہوئی، اور اُن پر مدت دراز ہوئی تو اُن کے قلوب سخت ہو گئے اور ان میں کثیر فاسق ہیں۔

ایمان کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت ہو تو صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ صرف دعویٰ ایمان کی تکرار تو کبھی صداقت کا ثبوت نہیں ہوتی۔ ایمان والے، جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ ان کے دل، اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ حق کی قدر کرتے ہیں، اور اس کو ادب سے سنتے ہیں اور ادب سے مانتے ہیں۔ دعویٰ ایمان کے بعد، تو لغو سے اعراض ضروری ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کو یہ دیکھنا چاہئے، کہ ان کا رویہ ان لوگوں جیسا بالکل نہ ہو جو سنجیدہ نہیں ہوتے، اور اپنے اموال کو صرف اپنی پسند پر لگاتے ہیں۔ ماضی میں ایسے لوگوں کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمانِ ہدایت ملا، اور حق کی احسن ادائیگی کرنے والا نمونہ ان کے سامنے ایک عرصہ رہا، تو انہیں، نصیحت کرنے والے، رسولِ امین سے محبت نہ ہوئی۔ جس دل میں دلبر کی محبت نہ ہو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ مال کو اپنی چاہت پر لگاتے رہنے سے یہ قساوتِ قلبی بڑھتی رہتی ہے۔ منافق ہی تو فاسق ہوتے ہیں، اور فاسق

گمراہ ہو جاتے ہیں۔

حاصل : ایمان والوں کے قلوب کو اللہ کے ذکر میں لگے رہنا چاہئے۔ انہیں حق کو ادب سے سننا چاہیے، اور ادب سے ماننا چاہئے۔ مال کی محبت میں مستغرق رہنے والے کب فلاح پاتے ہیں، وہ منافق ہوتے ہیں، فاسق ہوتے ہیں۔ ہمیں ان جیسے بالکل نہیں ہونا چاہئے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿17﴾

معلوم رہے کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں روشن کر دی ہیں تا کہ تم عقل کرو۔

زمین کے اندر قوتِ روئیدگی اللہ نے ہی رکھی ہے۔ جب یہ صلاحیت ختم ہو جائے اور زمین مُردہ ہو جائے تو اللہ اس کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ بے حقیقت لوگوں کو باحقیقت بھی بنا سکتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے رخ کو درست کرنا عقل مندی ہے۔

حاصل : مُردہ زمین کو زندہ کرنے کی قدرت رکھنے والا، مُردہ دلوں کو بھی زندہ دل کر سکتا ہے، بے حقیقت لوگوں کو باحقیقت بنا سکتا ہے۔ اللہ کی نشانیوں سے استفادہ کرنا عقل مندی ہے۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿18﴾

بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، اور وہ جنہوں نے اللہ کو قرض دیا، قرضِ حسنہ، ان کا دیا ان کے لئے بڑھا دیا جائے گا، اور ان کے لئے اجرِ کریم ہے۔

مومن مرد اور مومن عورتوں کی زندگی میں رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنے کی ایک صورت تو معمول کی ہوتی ہے۔ وہ اپنے مال سے سبھی حق داروں کو ان کا حق دیتے ہیں، اور لینے والے کی توقیر بھی بڑھاتے ہیں، کہ لینے والے کی بدولت ہی فانی شے دینے والے کے لئے دائمی نعمت بن جاتی ہے۔ دوسری صورت، حال پر فرد یا جماعت کی ضرورت کے حوالے سے بنتی ہے۔ جو لوگ اس طرح اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں، ان کو بڑی برکات سے نوازا جائے گا۔ ان کا دیا ہوا کئی گنا ہو جائے گا، اور انہیں بڑی عزت کے ساتھ ان کا صلہ دیا جائے گا۔

حاصل : رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنے کو اپنا معمول بنانا چاہئے۔ فرد یا جماعت کی وقتی ضرورت کے حوالے سے بھی خرچ کرنے کا مقام آتا ہے، وہاں بھی خرچ کرنا چاہئے۔ اللہ جو کچھ دے سکتا ہے وہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ اجر دینے اور عزت کے ساتھ اجر دینے میں بڑا فرق ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ۱۸

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رُسل پر ایمان لائے، وہ اپنے رب کے نزدیک، صدیق اور شہداء ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہی دوزخی ہیں۔

اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے کبھی من مانی نہیں کرتے۔ جس حوالے سے وہ حق کو مانتے ہیں، اس کا اتباع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتے ہیں، اور یوں صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ صدیق وہ ہوتا ہے، جسے اپنا کوئی کام نہ رہے۔ وہ خدمت خلق کو ہمیشہ سعادت جانتا ہے۔ شہداء وہ لوگ ہیں جو نورِ معرفت کو پھیلاتے ہیں۔ یہ لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لاتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کی بے پایاں عنایات ہیں، اور نور ہے۔ جو لوگ اس پاک صف میں شمار ہوں گے وہ عزت والے ہوں گے۔ وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا، وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ من مانی کرتے ہوئے حالت کفر پر اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، اور دوزخ کو اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسول کے ماننے والوں میں سب سے بہتر ماننے والے صدیق ہیں، اور شہداء ہیں۔ ان حضرات سے نورِ معرفت حاصل ہوتا ہے۔ حق کا انکار کرنے والے حال پر خوف و حزن میں مبتلا رہتے ہیں، آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص (38) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے، بے مقصد نہیں بنایا۔ یہ خیال کافروں کا ہے، تو کافروں کے لئے آگ سے خرابی ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ

معلوم رہے کہ حیاتِ دنیا تو لہو و لِعب اور زینت اور تمہارے مابین تفاخر اور اموال و اولاد میں تکاثر ہی ہے، اس بارش کی طرح جس کا حاصل لوگوں کو بہت بھائے، پھر زور پر آئے، تو تم دیکھو کہ وہ زرد ہو جائے، پھر روندا ہوا گھاس ہو جائے۔ اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔

وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۲۰﴾ اور حیاتِ دنیا تو متاعِ غرور ہی ہے۔

حیاتِ دنیا کی حقیقت پر نظر رکھنے کے لئے روشنی عطا کی گئی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے منکر ہیں، ان کا رویہ ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے، جو جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ زینت حیاتِ دنیا میں الجھ جانے والے سکھی نہیں ہوتے۔ تمام اشیاء اپنے اپنے مقصد تخلیق کے مطابق ان دائروں میں مصروف کار ہیں جو اللہ نے ان کے لئے رکھے ہیں۔ جو اشیاء کی طلب میں لگ جائے گا وہ اپنے مقصد حیات کو بھول جائے گا، اور کھیل تماشے میں لگا رہے گا۔ جو کچھ وہ چاہے گا وہ نہیں ہو گا، ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔ متاعِ حیات پر فخر کیا جائے تو یہ بھی بے جا ہو گا، کہ جس قدر توفیق ہو گی، اسی قدر پوچھ بھی ہو گی۔ اموال و اولاد کی بہتات بھی باذن اللہ ہی ہو گی۔ اس بنا پر دوسروں کے مقابل اپنی بڑائی ثابت کرنا بھی درست نہیں ہو گا۔ اس کی مثال ایسے ہے، جیسے بارش سے خوب فصل ہو اور وہ بہت اچھی لگے۔ مگر نظر شے پر ہو اور عطا کرنے والے پر نہ ہو تو رخ درست نہیں ہو گا۔ پھر وہ فصل دیکھتے دیکھتے زرد ہو جائے گی۔ پھر روندے ہوئے گھاس کی طرح ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ ہے تو عارضی، اگر حق کے مطابق استعمال ہو جائے گا، تو اس کا انجام راحت ہو گا، ورنہ خسارہ ہو گا۔ خلافِ حق کرنے کا انجام شدید عذاب کی صورت میں ملے گا، اور حق کو ماننے کا انجام مغفرت و خوشنودی کی صورت میں ملے گا۔ نفس امارہ کا مزاج یہی ہے کہ وہ زینت حیاتِ دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے، اس لئے حیاتِ دنیا کو متاعِ غرور کہا گیا ہے۔

حاصل : زینت حیاتِ دنیا کو دوام نہیں ہے۔ معطی مطلق کی رضا مطلوب ہو تو دائمی پاک دامنی نصیب ہوتی ہے، یہی مغفرت و رضوان کا راستہ ہے۔ اس کے خلاف ہو تو عذابِ شدید کا سامنا ہو گا۔ خواہش کا اتباع کرنے کی توفیق کی وجہ سے، حیاتِ دنیا کو متاعِ غرور کہا جاتا ہے۔

سَابِقُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۙ اُعِدَّتۡ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲۱﴾

اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کا عرض آسمان و زمین کی طرح ہے، ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا کرے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی فرمایا گیا ہے، اس میں ماننے والوں کے لئے بھلائی ہے، اور دونوں جہان کی بھلائی ہے۔ بھلائی کا رخ ہو تو بندہ اپنے رب کی مغفرت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور اس جنت کی طرف بڑھ رہا ہے جس کی وسعت کو آسمان و زمین کی وسعت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سبقت اپنے ماضی کے مقابل اپنے حال کو بہتر بنانا ہے۔ جب توفیق سب کو ایک جیسی نہیں دی گئی، وقت سب کو ایک جیسا نہیں دیا گیا، حالاتِ کار سب کو ایک جیسے نہیں دیے گئے، تو افراد کے مابین مسابقت ہو کیسے سکتی ہے۔ ایمان والے، جو اللہ اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ان کے ساتھ ہے، اور وہ جہاں بھی ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی حفاظت ہو رہی ہے، مصائب و آلام کا منشاء مزید علم سے نوازنا ہے، اور درجات میں رفعت عطا کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دے، جسے چاہے گمراہ کرے۔ ہدایت اللہ کا فضل ہے، اور اللہ بڑے فضل

والا ہے۔اس کے فضل کے طالب جس قدر بھی ہوں، اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

حاصل : بھلائی کا رخ، طلبِ مغفرت کا ثبوت ہے، اور جنت کو جانے کا راستہ ہے۔ سبقت حسن عمل کے ساتھ اپنے ماضی سے اپنے حال کو بہتر بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ جنت کی وسعت، آسمان و زمین کی طرح ہے۔ ایمان و ہدایت اللہ کا فضل ہے۔ اللہ جسے ایمان نصیب کرے وہ عزت والا ہے۔ فضل الٰہی کے طالب جس قدر بھی ہوں، اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

کوئی مصیبت نہیں پہنچتی زمین میں اور نہ تمہارے انفس میں، مگر وہ کتاب میں ہے، اس سے قبل کہ ہم اسے وجود میں لائیں۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

مصیبت باذن اللہ آتی ہے، جب چشم ظاہر سے دیکھی جا سکے تو یہ ارضی ہے، اور نہ دیکھی جا سکے تو یہ انفس سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی صورت جو بھی ہو، اس کا وجود، اللہ کے اذن سے بنتا ہے، اور اس میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کچھ لوگ مصائب کو دوسروں کی جانب سے جانتے ہیں، اور ان سے ٹکرانے لگتے ہیں، یہ خسارے کی راہ ہے۔ اس راہ پر کسی کا بھلا ہو یہ ممکن نہیں۔ کچھ لوگ مصائب کو اپنے اعمال کی بدولت جانتے ہیں، یہ اصلاحِ حال کی طرف راغب ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہے، اور اس علم کے عطا ہونے کے لئے جو کچھ ضروری ہے وہ اللہ کے حکم سے سامنے آ رہا ہے۔ مالکِ کل نے جو کچھ بھی بنایا ہے، بڑے علم سے بنایا ہے۔ کتاب اللہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو ہدایت کا اتباع کرے گا، اسے خوف و حزن سے نجات مل جائے گی، جہاں خواہشات کا اتباع ہو گا، وہاں گمراہی آئے گی۔ علیم مطلق کو پتہ ہوتا ہے کہ کون کس مقام پر ہے، اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اتمام حجت کے لئے کیا کرنا ہے، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہوتا ہے۔

حاصل : مصیبت کا تعلق زمین سے ہو یا انفس سے، اس کا وجود، اللہ کے اذن سے بنتا ہے۔ مصیبت کو باذن اللہ جاننے والے اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں۔

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿۲۳﴾

تاکہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور نہ اس پر فرحت کا اظہار کرو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ اور اللہ کو کوئی اترانے والا، فخر کرنے والا پسند نہیں۔

جو چیز ہاتھ سے جائے گی، وہ باذن اللہ ہی جائے گی۔ اس کا غم کھانے سے وہ حق نہیں ادا ہو سکے گا جو حال پر ادا ہونا چاہئے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے، اس پر فرحت کا اظہار بھی درست نہیں، کہ اس سے شوکت نفس بڑھتی ہے، اور عطائے الٰہی کے حوالے سے بندے کے ذمے جو کام ہوتے ہیں وہ ادا ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ اترانا، کسی شے کے حوالے سے دوسروں پر اپنی برتری ظاہر کرنا ہے، فخر، عطائے الٰہی کو اپنی پسند کے مطابق خرچ کرنے سے ہوتا ہے، اور یہ

دونوں باتیں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہیں۔

حاصل: جو چیز ہاتھ سے جائے اس پر غم کھانا درست نہیں ہے، جو عطا ہو اس پر فرحت کا اظہار بھی درست نہیں ہے۔ اترانا اور فخر کرنا، اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ صفات ہیں، ان صفات سے بچنا چاہئے۔

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾

جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا امر کرتے ہیں۔ اور جو منہ پھیرے، تو بے شک اللہ غنی ہے، حمد کیا ہوا ہے۔

عطائے الٰہی پر اترانے سے اور فخر کرنے سے بخل پیدا ہوتا ہے۔ بخیل عطاء الٰہی کو اپنے لئے روک رکھتا ہے اور حق داروں کو ان کا حق نہیں دیتا۔ بخیل کبھی اپنے بخل کے اثرات سے بچ نہیں سکتا۔ وہ مال کو مانتا ہے مال عطا کرنے والے کو نہیں مانتا۔ جب لوگ اس کے رویے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں تو وہ دوسروں کو بھی مال کی اہمیت سمجھانے لگتا ہے اور انہیں یہ بتاتا ہے کہ مال کو اپنے مفادات کے حوالے سے استعمال کروگے تو سکھی رہو گے، اور دکھ سے بچے رہو گے۔ جو مال حق پر خرچ نہ ہو گا، وہ خلافِ حق خرچ ہو گا۔ اللہ کو تو یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کون مال کو جزا کے یقین کے ساتھ خرچ کر رہا ہے اور کون اپنی خواہشات کے حوالے سے خرچ کر رہا ہے، اللہ کو احتیاج تو ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی حق سے منہ موڑتا ہے تو وہ خسارے میں پڑتا ہے۔ اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ اس کی قدرت کے احاطے سے باہر کسی شے کا، کسی مقام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حاصل: جو لوگ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے کا امر دیتے ہیں وہ حق سے منہ موڑ لیتے ہیں، اس میں نقصان انہی کا ہوتا ہے، اللہ تو مالک کل ہے، احتیاج سے پاک ہے۔ اس کے فرمان کو ماننے سے ہی بندہ اپنی صداقت کا ثبوت دے سکتا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ ع

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو بیّنات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی، کہ لوگ عدل پر قائم ہوں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شدید قوت اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، تاکہ اللہ دیکھے جو اس کی اور اس کے رسولوں کی بالغیب مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑی قوت والا ہے، عزّت والا ہے۔

اللہ کے رسولوں نے لوگوں کو وہ نور عطا کیا، جو انہیں کسی دوسری صورت میں عطا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے ہمیشہ لوگوں کو سکھ ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب کا عطا ہونا اور میزان کا عطا ہونا یہ روشن کرتا ہے، کہ کتاب اللہ کا حوالہ سب سے بڑا اور محترم حوالہ ہے، اور عدل کی وہ صورت معیار ہے جو اللہ کے رسولوں کے حوالے سے قائم ہوئی۔ لوگ کتاب اللہ کو مانیں اور

عدل پر قائم رہیں تو وہ حق کو ماننے کے دعوے میں سچے ہیں، ورنہ عدل کی باتیں کرتے رہنے سے عدل قائم نہیں ہوتا۔ عدل کو قائم کرنے کے لئے قوت بھی درکار ہوتی ہے۔ اللہ نے لوہے کو ایک نعمت کی صورت میں عطا کیا ہے۔ اس کی افادیت واضح ہے، مگر اس کے ہر استعمال سے پہلے یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ یہ ہے عطائے الٰہی اور اس کا بے جا استعمال اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اس کا اللہ کے نزدیک پسندیدہ استعمال یہی ہے کہ اسے حق کی تائید کے لئے، اور اللہ کے پاک بندوں کی نصرت کے لئے استعمال کیا جائے۔ کوئی قوت، اللہ سے بڑی نہیں ہے، وہی سب سے بڑی عزت والا ہے۔ کوئی اللہ کی عطا کو خلافِ حق استعمال کر کے اس کے احاطہ قدرت سے نکل تو نہیں سکتا، وہ صرف ذلیل ہی ہو سکتا ہے اور اللہ جسے چاہے ذلت دے سکتا ہے۔

حاصل : علم الٰہی کی قدر کرنی چاہیئے۔ کتاب اللہ اور میزانِ عدل لازم و ملزوم ہیں۔ لوگ عدل پر قائم ہوں تو وہ حق کو ماننے کے دعوے میں سچے ہیں۔ لوہے کا استعمال، اللہ کی پسند کے مطابق ہونا چاہیئے، ورنہ ذلت سے بچنا ممکن نہیں ہوگا۔ اللہ کی قوت اور عزت کو ماننے والا، اپنی حیثیت کو حق کی تائید میں لگاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا (34) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿٦﴾

جنہیں علم عطا ہوا ہے، دیکھ لیں کہ آپ پر جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہی حق ہے، اور عزت والے، حمد والے کی راہ بتاتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾

اور ہم نے نوح (علیہ السلام) اور ابراہیم (علیہ السلام) کو بھیجا اور ان کی ذرّیت میں نبوت اور کتاب ٹھہرائی، تو کچھ ان میں سے ہدایت والے اور کثیر ان میں سے فاسق ہیں۔

رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے والے حضرات لائق احترام ہیں، کہ ان کو اللہ نے معیار بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے کو قول، عمل، علم اور اخلاص کے حوالے سے معیار ماننا حق ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو مثل آدم علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔ آپ نے تبلیغ حق میں بڑا وقت لگایا، مگر ماننے والوں کی تعداد قلیل ہی رہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا درجہ عطا ہوا۔ آپ کے ماننے والے بھی قلیل ہی رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے آخری نبی تک، اور پھر بنی اسماعیل میں سے خاتم النبیین تک، نبوت اور کتاب اللہ کا مقام جاری رہا۔ نبوت ان معنوں میں ایک رہی کہ اس کا مقصد ہمیشہ حق کو روشن کرنا تھا، اور کتاب اللہ ان معنوں میں ایک رہی کہ اس کا نزول رب العالمین کی طرف سے تھا۔ طلب ہدایت والے لوگ قلیل ہی ہوئے، اور کثیر فاسق ہی ہوئے۔ جن لوگوں نے مال کو احکام الٰہی کے مطابق، شاہدین کی طریقت کے حوالے سے خرچ کیا، یہ اپنے انفاق کی بدولت ہدایت والے ہوئے اور جن لوگوں نے مال کو اپنی پسند کے علاوہ کسی مقام پر خرچ نہیں کیا، یہ اپنی منافقت کی بدولت

فاسق ہوئے۔

حاصل: شاہدین کا مقام جاری تھا اور جاری رہے گا۔ جو لوگ مال کو شاہدین کی طریقت کے حوالے سے خرچ کریں وہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں، جو مال کو اپنی پسند کے علاوہ کہیں خرچ نہ کریں، وہ منافق ہوتے ہیں۔ منافق ہی فاسق ہوتے ہیں۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پھر ان کے آثار پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا، اور آپ کو انجیل عطا فرمائی، اور آپ کا اتباع کرنے والوں کے قلوب میں رافت و رحمت رکھی۔ اور رہبانیت کی ابتداء، انہوں نے خود کی تھی، یہ ہم نے ان پر نہیں لکھی تھی، منشاء اللہ کی رضا چاہنا تھا۔ پھر اس کی رعایت نہ رکھی، جیسے اس کی رعایت کا حق تھا۔ تو ان میں سے ایمان والوں کو ہم نے ان کا اجر دیا، اور کثیر ان میں سے فاسق ہی ہوئے۔

حق کو روشن کرنے کا کام، اللہ کی شان کے لائق ہے۔ ہر حال کی ضروریات کو سب سے بہتر جاننے والا اللہ ہی ہے، اس لئے جہاں جس طرح حق کو روشن ہونا چاہئے تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا خوب اہتمام کیا۔ بنی اسرائیل کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ کو انجیل عطا فرمائی گئی، اور آپ کا اتباع کرنے والوں کے قلوب میں رافت و رحمت رکھی گئی۔ اتباع کرنے والے آپ کے محبّ تھے، اس لئے ان کے قلوب میں رافت اور رحمت کا مقام بنا۔ رافت لوگوں کی کوتاہیوں کو معاف کرتے ہوئے انہیں شاہد کے قریب لانے میں مدد دیتی ہے، اور رحمت ان کو سیدھے رہنے میں سہارا دیتی ہے۔ رہبانیت، اپنے نفس کی خواہشات کے خلاف کرتے چلے جانا ہے، اور اس رویے کو اپنی پہچان بنانے کی کوشش ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی اختراع تھی، فرمانِ الٰہی نہیں تھا، منشاء ضرور اللہ کی رضا چاہنا تھا۔ مگر اس میں نفس کو یہ رعایت دی جانی چاہئے تھی کہ جب وہ سواری کا کام دینے لگے، اور شاہد کے امر کو ادب سے ماننے لگے، تو پھر اس کے ساتھ سختی روا نہ رکھی جائے۔ جو لوگ اپنے نفس کو ماننے کے مقام تک لانے میں زور لگاتے ہیں، اور حب الناصحین کو ایمان جانتے ہیں، انہیں ان کا اجر ضرور دیا جاتا ہے، اور جو لوگ عطائے الٰہی کو اپنی پسند پر ہی لگاتے رہتے ہیں وہ منافق ہی ہوتے ہیں، فاسق ہی ہوتے ہیں۔

حاصل: رسول، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتے رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے آخری رسول ہیں۔ آپ کو انجیل عطا ہوئی، آپ کے محبین کے قلوب میں رافت اور رحمت موجود تھی۔ رہبانیت کی ابتداء انسانی سوچ سے ہوئی، منشاء تو اللہ کی

رضا چاہتا ہی تھا، مگر نفس پر جبر کے کام کو ایک مقام پر آکر رک جانا چاہئے تھا۔ جہاں یہ رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی، وہاں شاہد کی معیت کے مقابل اپنے امتیاز کو اہمیت دی گئی، یہ روّیہ درست نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٨﴾

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا، اور تمہارے لئے نور ٹھہرائے گا جس میں چلو اور تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

طلب ہدایت رکھنے والوں سے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرو، وہ تمہاری نیت کو بھی جانتا ہے، تمہارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے، اور تم جہاں بھی ہوتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ وہی جزا دینے والا ہے اور یوم الدین کا مالک ہے۔ اس کے رسول کے ساتھ محبت ہوگی تو ایمان تمہارے قلوب میں داخل ہوگا۔ ماضی میں حق کو ماننے کا ثبوت، حال پر حق کو ماننے سے ملے گا، اور حال پر حق کا انکار ہوگا، تو ماضی میں بھی حق کا انکار ہی ہوگا۔ نفس، حال کو ماننے سے اجتناب کرتا ہے کہ اس مقام پر اس کی پسند کی بالکل نفی ہو جاتی ہے۔ ماضی کو ماننے میں زور نہیں لگتا اس لئے ماضی کو ماننا آسان ہوتا ہے۔ ماضی اور حال کو ماننے والے دوہرے اجر سے نوازے جائیں گے۔ انہیں نور ہدایت ملے گا، جو ان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ انہیں بخشش نصیب ہوگی، کہ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔ جو لوگ قول میں حق اور ناحق کے مابین وقف رکھتے ہیں، عمل میں بھی وقف لازم پر پورے رہتے ہیں، علم میں بھی سند کا لحاظ رکھتے ہیں، کبھی بے سند بات نہیں کرتے، اور اخلاص میں بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ مخلصین کے نقوشِ قدم یقیناً صراطِ مستقیم ہیں، یہ لوگ اللہ کے حضور اس طرح حاضر رہتے ہیں کہ ایک دم کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والے ہی، اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ ماضی اور حال کو ماننے والے دوہرے اجر سے نوازے جاتے ہیں، ان کے لئے نورِ ہدایت ٹھہرا دیا جاتا ہے، ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

تاکہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کے فضل سے کچھ پانے کا مقدور نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے، جسے چاہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اہل کتاب کو جو فضیلت ایک عرصے تک حاصل رہی، اس کو انہوں نے اپنا استحقاق جان لیا، اور یہ نہیں دیکھا کہ فضیلت

عطا کرنے والا، علیم مطلق ہے، مالکِ کل ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر وہ نبوت کو اور کتاب اللہ کو بنی اسماعیل میں رکھ دے، تو اس کے فیصلے کا انکار، اللہ کا انکار ہی ہوگا۔ اللہ کا کام تو اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ اللہ جس کو فضیلت دے وہ فضیلت کا حق دار ہے۔ وہ بنی اسرائیل سے باہر بھی ہو تو اسے مان لینا چاہئے کہ یہی اللہ کو ماننے کا ثبوت ہوگا، اور اللہ کے فضل عظیم سے استفادے کی صورت ہوگی۔

حاصل: اللہ کے کام، اللہ کے علم سے ہوتے ہیں۔ جس کو اللہ فضیلت دے اس کی فضیلت کو ماننا چاہئے، اور اللہ کی عطا کردہ فضیلت کو، کبھی اپنا استحقاق نہیں ثابت کرنا چاہئے، ورنہ اللہ کے فضل عظیم سے دور ہونے کی صورت بن جائے گی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں۔ اور آپ اندھوں کو راہ نہیں دکھا سکتے جب وہ گمراہی کو پسند کریں۔ آپ تو اسے سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، تو وہ مسلمان ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الجزء الثامن و العشرون ۲۸

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿١﴾

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں مجادلہ کرتی تھی، اور اللہ کے حضور شکایت لائی تھی، اور اللہ یہ گفتگو سن رہا تھا، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اللہ نے کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے اپنے رسول کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ انسانی معاشرے میں جو باتیں رسماً چلی آرہی ہوں، وہ حق کے ساتھ قطعاً بے جوڑ ہوتی ہیں، اور بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ ایسی باتوں کی بیخ کنی، اللہ کے بھیجے ہوئے علم سے ہی ہو سکتی ہے، اس لئے اللہ کی طرف ہی رجوع لانا چاہیے، اور اس کے لئے شاہد کے حضور اپنی مشکل کو پیش کرنا چاہئے۔ ایک خاتون کو اس کے شوہر نے کسی بات سے ناراض ہو کر رسماً یہ کہہ دیا کہ اب تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو گویا اپنی ماں کی پیٹھ کو ہاتھ

لگاؤں۔ اس بات کو طلاق کا درجہ حاصل تھا۔ خاتون نے اپنے شوہر کے بارے میں اپنی تکلیف کو بیان کیا، اور اپنے دکھ کا علاج معلوم کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے دکھ کو جاننے کے لئے اس سے ضروری باتیں کیں۔ جواب تو آپ نے وہی دیا تھا، جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا، اللہ کی شان ہے کہ وہ ہر حال میں سنتا ہے اور ہر حال کو دیکھتا ہے۔

حاصل : اللہ کے حضور اپنے دکھ کو بیان کرنا، بندگی کا حصہ ہے۔ شاہد کے سامنے اپنا حال بیان کرنا چاہئے، اور اپنے آپ کو حق کے مطابق بنانا چاہئے۔ اللہ کو سمیع اور بصیر ماننے کے بعد ہماری نیت کو بھی درست ہونا چاہئے اعمال کو بھی درست ہونا چاہئے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِىْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں، جن سے ان کی ولادت ہوئی۔ یقیناً وہ ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کرتے ہیں، اور اللہ عفو فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

جو لوگ، اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہیں، اور ان سے اپنے تعلق کو ختم کر دیتے ہیں، ان پر حق کو روشن فرمایا گیا ہے، کہ بیوی کبھی شوہر کی ماں نہیں ہو سکتی۔ ماں وہی ہوتی ہے، جس کے ہاں ولادت ہوئی ہو، کہ اللہ ہی رحموں میں صورتیں بناتا ہے، جیسے چاہتا ہے۔ اللہ کے نزدیک وہ بات ناپسندیدہ اور جھوٹی ہے جو حقیقت سے تعلق نہیں رکھتی، مگر اللہ کی شان ہے کہ وہ عفو فرمانے والا ہے، بخشنے والا ہے، بے علمی سے کہی گئی باتوں کو معاف کر دیتا ہے، اور آئندہ قول میں حق اور ناحق کے درمیان وقف رکھنے والے کو بخش دیتا ہے۔

حاصل : اپنی بیویوں کو ماں کہہ دینا قطعاً خلافِ حق ہے۔ ماں وہی ہوتی ہے، جس کے ہاں ولادت ہوئی ہو۔ باحقیقت کی زبان سے بے سند بات نہیں ہونی چاہئے، کسی کی کم علمی سے کہی گئی بات پر عفو کرنا چاہئے، اور اسے بخش دینا چاہئے، کہ یہی عبداللہ ہونے کا ثبوت ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر اپنے کہے ہوئے کو لوٹانا چاہیں، تو ایک دوسرے کو مَس کرنے سے پہلے ایک گردن کو آزاد کریں۔ اس سے تمہیں وعظ ہو گا، اور اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

بیوی کو ماں کہہ دیا جائے اور پھر ازدواجی تعلقات کو بحال کرنے کا ارادہ ہو، تو ایسا کرنے کی اجازت اللہ نے جن شرائط کے

ساتھ دی ہے، ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ آیندہ کبھی ایسی بات نہیں کرنی، جسے اللہ ناپسند کرتا ہے۔ دوسری یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ غلام کو آزاد کرانے میں خرچہ ہوگا تو مت آئے گی کہ جہالت کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہئے۔ امر الٰہی کو ادب سے مانا جائے گا تو بندے کا بھلا ہوگا، ادب سے نہ مانا جائے گا تو بھلا نہیں ہوگا۔ اللہ کو نیت کا بھی علم ہوتا ہے، عمل کی بھی خبر ہوتی ہے۔

حاصل : بیوی کو ماں کہہ دینے والا، امر الٰہی کی ادب سے تعمیل کر کے ہی ازدواجی تعلقات بحال کر سکتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ کسی غلام کو آزادی دلائے۔ اگر ہمارا عمل حق کے مطابق ہے، تو ہم اللہ کو خبیر ماننے کے دعوے میں سچے ہیں ورنہ نہیں۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴﴾

تو جو نہ پائے تو ایک دوسرے کو مَس کرنے سے پہلے دو ماہ کے لگاتار روزے ہیں۔ پھر جسے اس کی استطاعت نہ ہو، تو ساٹھ مسکینوں کا طعام ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور کافروں کے لئے المناک عذاب ہے۔

جہاں غلام کو آزاد کرانے کی استطاعت نہ ہو، وہاں دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے جائیں گے۔ ان دو ماہ کے روزوں کے بعد امر الٰہی کے مطابق ازدواجی زندگی بحال ہو سکے گی۔ اور اگر دو ماہ کے مسلسل روزے کسی وجہ سے نہ رکھے جا سکیں، تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ صرف زبان سے اللہ اور اس کے رسول کو ماننا کافی نہیں ہوتا۔ اللہ نے حدود اس لئے مقرر کی ہیں کہ ان کا احترام کیا جائے، ان سے کبھی تجاوز نہ ہو، اور بری باتوں سے اجتناب کیا جائے۔ جو لوگ اللہ کی حدود کا لحاظ نہیں رکھیں گے، وہ حق کے انکار کی بدولت المناک عذاب پائیں گے۔

حاصل : غلام کو آزاد کرانے کی استطاعت نہ ہو، تو دو مہینے کے روزے رکھے جائیں گے، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ بیوی کو ماں کہہ دینے والا، پہلے حدود اللہ کو مان کر اپنی صداقت کا ثبوت دے گا، پھر اسے ازدواجی تعلق قائم کرنے کی اجازت ہوگی۔ جو حق کا انکار کرے گا، وہ المناک عذاب پائے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵﴾

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ رُسوا ہوں گے جیسے ان سے پہلے رُسوا ہوئے۔ ہم نے روشن آیات نازل فرمائی ہیں، اور کافرین کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

دعویٰ حق کو ماننے کا ہو اور حق کو جاننے کے بعد اس کو ماننے سے گریز کیا جائے تو یہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔ اس کا انجام ہمیشہ رُسوائی ہوتا ہے۔ ماضی میں ایسا ہو چکا ہے، آیندہ بھی یہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حقائق کو روشن فرمادیا ہے۔ جو لوگ حق کو ماننے کے مقابل من مانی کرتے ہیں، وہ خواری کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل : حدود اللہ کا عدم احترام، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔ اس کا انجام ہمیشہ رُسوائی ہوتا ہے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ۶ ع

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انہیں خبر دے گا جو عمل انہوں نے کیے۔ اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں، اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار ہو تو خلاف حق کرنے کا راستہ سامنے ہوتا ہے۔ یہ انکار، منکر کو دھوکے میں ضرور ڈالتا ہے، اس کو رُسوائی سے بچا نہیں سکتا۔ ایک رُسوائی تو حیات دنیا میں ہوتی ہے، اعمال کی پوری جزا آخرت میں ہوگی۔ قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی۔ اعمال نامے کی تیاری تو حال پر ہو رہی ہے، اور ہر عمل اس میں محفوظ کیا جا رہا ہے۔ حدود اللہ کا احترام نہ کرنے والے بھول سکتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا خلافِ حق کیا، مگر اللہ نے تو ہر چھوٹے، بڑے عمل کو گن رکھا ہے، اور اللہ ہر شے کو دیکھتا ہے، ہر حال میں دیکھتا ہے۔

حاصل : حدود اللہ کا احترام نہ کرنے والے لوگوں کو کبھی دوست نہیں بنانا چاہئے، ورنہ رُسوائی سے بچنا نہ حال پر ممکن ہوتا ہے نہ آخرت میں ممکن ہوگا۔ خلافِ حق کرنے والے بھول سکتے ہیں انہوں نے کیا کیا کیا، مگر اللہ ان کے اعمال کو گن کر رکھتا ہے، کہ وہ انہیں جزا دے گا۔ کوئی شے اللہ سے مخفی نہیں ہے، اس لئے پوری پوری جزا، صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف (43) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ۶۲

اور ہرگز شیطان تمہیں روک نہ دے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ کو علم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہوتا ہے، اور پانچ کی ہو تو چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی ہوں،

أَيْنَ مَا كَانُوا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑦

پھر قیامت کے دن انہیں ان کے عملوں کی خبر دے گا، بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ نے بنایا ہے۔ اس کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر ہے۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنے والا، اللہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ مومنین کے خلاف کوئی سازش ہوگی تو وہ اللہ کے سامنے ہی ہوگی، اور اللہ مومنین کی نصرت فرمائے گا تو قلیل پاک لوگوں کی جماعت، کثیر ناپاک لوگوں کی جماعت پر غالب آئے گی۔ پہلے بھی ایسے ہوتا رہا ہے۔ جب تین لوگ آپس میں سرگوشی کر رہے ہوں گے، تو اللہ ان کی سرگوشی میں چوتھا ہوگا، اور ان کی نیتوں کو بھی جانتا ہوگا۔ کثرت کی ابتداء تین سے ہوتی ہے، اس لئے تین کا ذکر کیا گیا ہے، اور پانچ سرگوشی میں لگے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ لوگ سرگوشی میں ہوں تو بات کو چھپانا مشکل ہو جاتا ہے، مگر کوئی بھی تعداد ہو سرگوشی کرنے والوں کی، اللہ یقیناً ان کے ساتھ ہوتا ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ ان کے عملوں کو سنبھالا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کی خبر دی جائے گی۔ اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

حاصل: آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے، وہ سرگوشی کو سنتا ہے اور وہاں موجود ہوتا ہے، اور جو چاہے کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ حق کی مخالفت کرنے والوں کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی خبر دے گا۔ ہر شے کو حق کے مطابق استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، معیار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے روشن ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑧

کیا تم نے دیکھا نہیں، کہ جنہیں سرگوشی سے منع فرمایا گیا تھا، پھر وہ اسی کا اعادہ کرتے ہیں جس کی ممانعت کا حکم ہو چکا ہے، اور آپس میں گناہ، تعدّی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب آپ کے پاس آتے ہیں، تو آپ کو اس طرح سے سلام کہتے ہیں، جس طرح سے اللہ نے نہیں فرمایا، اور اپنے انفس میں کہتے ہیں ہمیں اللہ ہمارے قول پر عذاب کیوں نہیں کرتا۔ اُن کے لئے جہنّم کافی ہے، اس میں پڑیں گے، تو وہ برا ٹھکانا ہے۔

سرگوشی آدابِ مجلس کے خلاف ہے۔ مجلس میں میرِ مجلس سے بات کرنی چاہئے، اور اس کے امر سے کسی کے ساتھ بات کرنی پڑے تو سرگوشی کا کوئی مقام ہی نہیں ہوتا۔ جس بات کی ممانعت ہو چکی ہو، اس کا اعادہ قطعاً بے ادبی ہے۔ بے ادب لوگوں

کی سرگوشی میں حق کی مخالفت کی باتیں ہوتی ہیں، حدود اللہ سے تجاوز کی باتیں ہوتی ہیں اور اللہ کے رسول کے فرمان کی خلاف ورزی کی باتیں ہوتی ہیں۔ جب ایسے لوگ حضور کی مجلس میں آتے ہیں تو آپ کو اس طرح سے سلام کہتے ہیں، جیسے اللہ نے نہیں فرمایا۔ سلام کہنے کا طریقہ وہی ہونا چاہئے، جیسے اللہ اور اس کے فرشتے سلام کہتے ہیں۔ اللہ نے مرسلین پر سلام فرمایا ہے، اپنے چنے ہوئے بندوں پر سلام فرمایا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت و برکات کے ساتھ سلام فرمایا گیا ہے۔ اگر کوئی بدباطن بظاہر سلام کہتا ہے اور اس کے الفاظ موزوں نہیں ہوتے پھر وہ کہتا ہے کہ اللہ مجھے میری بدگوئی کی سزا کیوں نہیں دیتا، اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کو مجھے میری بدگوئی کی سزا دینی چاہئے، اللہ کا کام اللہ کے علم سے ہوتا ہے، اللہ کبھی اتمام حجت کے بغیر سزا نہیں دیتا۔ یہ نہیں کہ سزا نہیں دی جائے گی، بالکل پوری پوری سزا دی جائے گی، جہنم تو ہے ہی پوری پوری سزا دینے کے لئے۔ اس میں بدباطن لوگ پڑیں گے۔ یہ دائمی دکھ اٹھانے کی جگہ ہے، اس لئے جہنم برا ٹھکانا ہے۔

حاصل: سرگوشی آدابِ مجلس کے خلاف ہے۔ میرِ مجلس سے بات کرنی چاہئے اور اس کے امر سے بات کرنی چاہئے۔ ممانعت کے باوجود سرگوشی ہو تو وہ گناہ، تعدی اور صاحبِ امر کی نافرمانی کا ثبوت ہوتی ہے۔ مخلصین کو سلام کرتے وقت الفاظ بھی موزوں ہونے چاہئیں، لہجہ بھی موزوں ہونا چاہئے، اور ادب بھی موجود ہونا چاہئے۔ اللہ کسی کو اس کی بدباطنی کی سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا، ہمیشہ حجت پوری کرتا ہے۔ جہنم میں پوری پوری سزا دی جائے گی، اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨	اے ایمان والو، جب تم سرگوشی کرو، تو گناہ اور تعدّی اور رسول کی نافرمانی پر مبنی سرگوشی نہ کرو، اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو۔ اور اللہ سے ڈرو، جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

جہاں طلبِ ہدایت موجود ہو، وہیں ہدایت دی جاتی ہے، اس لئے مومنین کو نجویٰ کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ اگر کہیں سرگوشی ناگزیر ہو، تو دھیان رکھو کہ وہ خلافِ حق نہ ہو، اس میں حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو، اور وہ شاہد کی نافرمانی کے لئے نہ ہو۔ بلکہ وہ نیکی پر مبنی ہو، تقویٰ پر مبنی ہو، اس میں اللہ کا ڈر موجود ہو، کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی تو ہونی ہی ہے۔ اصلاحِ قول کے لئے، اور اصلاحِ حال کے لئے بھی بلند آواز سے کسی کو مخاطب کرنا درست نہیں ہوتا، کہ مجلس میں دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی کوتاہی کو واضح کرنا اچھا نہیں لگتا، مگر جب مجبوری یہ ہو کہ صرف حال ہی بات کرنے کے لئے موزوں نظر آئے تو پھر نیکی اور تقویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے، سرگوشی میں وہ بات کہہ دی جائے جس کا مؤخر کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔

حاصل: ایمان والوں کی سرگوشی کو گناہ، تعدی اور شاہد کی نافرمانی پر مبنی نہیں ہونا چاہئے، اس کا منشاء نیکی اور تقویٰ ہونا چاہئے۔ اللہ کے حضور پیشی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے رخ درست رہتا ہے۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ	نجویٰ تو شیطان کی طرف سے ہی ہے کہ

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

وہ ایمان والوں کو رنج پہنچائے۔ اور وہ انہیں کوئی ضرر نہیں دے سکتا مگر جو اللہ کا حکم ہو، اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکّل کرنا چاہیے۔

جو نجویٰ نیکی اور تقویٰ پر مبنی نہ ہو وہ شیطان کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ انسان دشمنی کو شیطان اپنا مقصد حیات جانتا ہے۔ وہ سرگوشی کر کے، ایمان والوں کو حزن میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب سرگوشی تین میں ہو یا کم و بیش میں ہو اور سرگوشی کرنے والے شاہد سے محبت رکھنے والے بھی نہ ہوں، تو دوسروں کو دکھ ہوتا ہے کہ ہم سے بات کو چھپایا جا رہا ہے اور ہمیں اس لائق نہیں سمجھا جا رہا ہے کہ یہ بات ہمارے علم میں آئے۔ نجویٰ سے افراد کے مابین فاصلے بڑھانا، شیطان کو پسند ہوتا ہے۔ وہ انہیں حزن میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ مگر شیطان انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، ضرر تو باذن اللہ ہی پہنچتا ہے، اور ضرر پہنچے تو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ باذن اللہ ہے اور اللہ ہی اس کو دور کر سکتا ہے۔

حاصل: ایمان والوں کو رنج پہنچانے کے لئے سرگوشی کرنا، شیطانی فعل ہے۔ ایمان والے ضرر کو ہمیشہ باذن اللہ جانتے ہیں، وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہی ضرر کو دور کر سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

اے ایمان والو جب تم سے فرمایا جائے، مجالس میں جگہ دو، تو جگہ دو، اللہ تمہیں جگہ دے گا۔ اور جب فرمایا جائے اٹھ کھڑے ہو، تو اٹھ کھڑے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور جنہیں علم عطا ہوا ہے، درجات بلند کرے گا۔ اور اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

شاہد کے حضور، کتاب و حکمت کی تعلیم کے لئے حاضر ہونے والوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نئے آنے والوں کو مجالس میں جگہ دینا، شاہد کے ساتھ اظہارِ محبت ہے، کہ اس ذاتِ بابرکات سے فیوض حاصل کرنے والوں کی قدر کرنے سے جو خوشی شاہد کو ہوتی ہے وہ کسی دوسری صورت میں نہیں ہوتی۔ نئے آنے والے لوگوں کے لئے جگہ دینے کا حکم کبھی عمومی ہوتا ہے، اور کبھی نام لے کر ہوتا ہے۔ عمومی سب کے لئے ہوتا ہے، نام لے کر حکم دیا جائے تو یہ سند ہے اس بات کی کہ جس کو حکم دیا گیا ہے وہ معیت کے مقام پر ہے، اور مرتبے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کو جگہ دے گا، اللہ اس کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دے گا۔ جب سمٹ کر بیٹھنے سے نئے آنے والوں کے لئے جگہ کافی نہ ہو، تو پھر شاہد کی طرف سے اپنے ساتھیوں میں سے طاقت والوں کو کھڑے ہو جانے کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ بیٹھنے والوں کے لئے جگہ کشادہ ہو جائے۔ جو ایمان والے اور علم والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔ اللہ کو نیت کا پتہ ہوتا ہے، عمل کی بھی خبر ہوتی ہے۔

حاصل : پاک مجالس میں نئے آنے والے حضرات کو جگہ دینا، اپنے شاہد سے اظہارِ محبت ہے اور اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔ آسانی پیدا کرنے والوں کو اللہ آسانیاں دیتا ہے۔ شاہد کی طرف سے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم ہو تو اسے اپنے لئے باعثِ رفعت جاننا چاہئے۔ اللہ ہماری نیت کو بھی جانتا ہے، عمل کو بھی دیکھتا ہے۔ اٹھ کھڑے ہونے کا حکم اسی کو دیا جاتا ہے جو معیت میں ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

اے ایمان والو جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجویٰ کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دے لو، یہ تمہارے لئے خیر اور اطہر ہے۔ تو اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو بھی فرمایا گیا ہے، وہ قطعاً پورا ہے۔ اگر کسی کو پھر بھی یہ احساس ہو کہ حضور کے کان میں کچھ عرض کر کے، ذاتی نوعیت کی بات کر کے آپ سے ہدایت لی جائے تو پھر اس کے لئے یہ حکم ہے کہ پہلے صدقہ دے لے۔ رسولِ پاک کو تو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، سرگوشی کرنے والا، آپ کی خصوصی توجہ چاہتا ہے، اس سے دوسروں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ صدقہ دیا جائے گا تو اس میں سرگوشی کرنے والے کا بھلا ہوگا، اور اس کی طہارت میں اضافہ ہوگا۔ صدقہ ہمیشہ مستحقین پر ہی خرچ ہوتا ہے، اور اگر موقع ایسا ہو کہ نجویٰ کرنے والا صدقہ نہ دے سکتا ہو تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل : شاہد کے ساتھ سرگوشی کرنے والے کو پہلے صدقہ دینا چاہئے، اس میں اس کی بہتری ہوتی ہے، اور اس سے اس کی طہارت بڑھتی ہے۔ حال پر صدقہ دینا ممکن نہ ہو تو اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ ع

کیا تم نجویٰ سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے۔ تو جب تم نے یہ نہ کیا، اور اللہ نے تم پر مہربانی فرمائی، تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رازدارانہ انداز میں بات کرنے کا رجحان، بڑھنا نہیں چاہئے تھا، کہ اس سے اجتماعی مسائل کا بڑھنا یقینی تھا، اور آپ کا وقت جو اجتماعی مفادات کے لئے حکم الٰہی کے مطابق صرف ہوتا تھا، اس کو ایک حد

تک انفرادی باتوں میں لگادینے سے اجتماعی بھلائی میں کمی ہی ہو سکتی تھی۔ جب آپ کے ساتھ رازدارانہ انداز میں بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوااور یہ بتایا گیا کہ اس میں تمہاری بہتری ہے اور اس سے تمہاری پاکیزگی بڑھے گی تو لوگوں نے سرگوشی کے حوالے سے اپنے روّیے کو درست کیا۔ اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی، اور رسول کے ساتھ نجویٰ سے پہلے صدقہ دینے کا حکم فرائض میں شامل نہ ہوا۔ نماز قائم رکھنا، نماز میں کیے ہوئے عہد پر قائم رہنا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے اعمال کے صالح ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مقصود ہو تو رخ درست رہتا ہے۔ اللہ سے کچھ مخفی تو ہوتا ہی نہیں۔ اللہ نیت کو جانتا ہے، اعمال کو بھی دیکھتا ہے، اور ہر حال کی خبر رکھنا اللہ ہی کی شان ہے۔

حاصل : شاہد کے ساتھ ذاتی نوعیت کی باتوں سے اجتماعی مفادات پر ضرور اثر پڑتا ہے۔ نجویٰ سے پہلے صدقہ دینا ہے یقیناً بہتری کی صورت، مگر یہ فرض نہیں ہے، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ اللہ کو ہمارے اعمال کی خبر ہے، تو پھر اعمال کو صالح ہی ہونا چاہیے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾

اور بے شک آپ کے ربّ کو علم ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے، اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو اس قوم کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے۔ یہ لوگ نہ تم میں سے ہیں نہ اُن میں سے، اور وہ دانستہ کذب پر حلف اٹھاتے ہیں۔

منافقین اور منافقات، مشرکین اور مشرکات پر اللہ کا غضب ہوتا ہے۔ (48:6) ان سے دوستی کرنے والے، خرابی کے راستے پر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ مومنین کے ساتھ نظر بھی آئیں تو وہ حقیقتاً ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ وہ صرف اپنے مفادات سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ تذبذب میں ہی رہتے ہیں۔ بالکل منکر بھی نہیں ہوتے، اور وہ جانتے بوجھتے جھوٹی قسمیں کھاتے رہتے ہیں، کبھی ایک طرف کو اپنے تعلق کا یقین دلاتے ہیں، کبھی دوسری طرف کو اپنے تعلق کا یقین دلاتے ہیں۔

حاصل : مومنین کبھی مغضوب لوگوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ جو لوگ صرف اپنے مفادات سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، وہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھا کر کبھی ایک طرف اپنے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں کبھی دوسری طرف اپنے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

اللہ نے ان کے لئے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

دعویٰ ایمان کا ہو اور دوستی مغضوب لوگوں سے ہو تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے، اور یہ عذاب ان لوگوں کے اعمال کا ہی صلہ ہے۔ جب مال محض اپنی خواہشات کے حوالے سے خرچ کیا جائے تو ایسے اعمال کو بہت ہی برا کہا جائے گا۔

حاصل: صرف اپنے مفادات سے جڑے رہنے والے، شدید عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اُن کے کام بہت ہی برے ہوتے ہیں۔

اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۱۶﴾

اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، اور اللہ کی راہ سے رکے ہوئے ہیں۔ تو اُن کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

مغضوب لوگوں سے دوستی کرنے والے جب اپنے برے اعمال کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں، تو وہ قسمیں کھا کر اپنی نیک نیتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ دعویٰ تو ایمان کا کر چکے ہیں اور کام بہت ہی برے کرتے ہیں۔ جھوٹی قسموں کے سہارے اللہ کی راہ پر چلنا ممکن نہیں ہوتا۔ ناداروں کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک بڑا اہانت آمیز ہوتا ہے، ان کو اہانت والے عذاب میں ڈالا جائے گا۔

حاصل: مومنین سے کوتاہی ہو جائے تو انہیں اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔ قسموں کو ڈھال بنانے والے، اللہ کی راہ پر چلنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ اللہ نے ان کے لئے خواری کا عذاب رکھا ہے۔

لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًـا‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ان کے مال اور اولاد انہیں عذاب الٰہی سے بچا نہیں سکیں گے۔ وہ دوزخی ہیں، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

بہت ہی برے کام کرنے والے لوگ، مال کو محض اپنی پسند پر خرچ کرتے ہیں، اولاد کے لئے خلافِ حق مال سمیٹتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے کا انجام ان کے سامنے ضرور آئے گا۔ اس وقت ان کے مال اور اولاد ان کے کسی کام نہ آئیں گے، اور وہ اپنے کئے کی بدولت دوزخ میں پڑیں گے، اور دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل: مال کو حق کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ اولاد کے لئے خلافِ حق مال سمیٹنا قطعاً عقل مندی نہیں ہے۔ عطائے الٰہی کو خلافِ حق استعمال کرنے والے دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

يَوۡمَ يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا فَيَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ كَمَا يَحۡلِفُوۡنَ لَـكُمۡ‌ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، تو اس کے سامنے بھی ویسے ہی حلف اٹھائیں گے جیسے تمہارے سامنے حلف اٹھا رہے ہیں،

عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور سمجھیں گے کہ انہوں نے کچھ کر لیا ہے۔ سن لو یہ بالکل کاذب ہیں۔

جو لوگ جھوٹی قسموں کے سہارے چلتے رہتے ہیں، ان کی صداقت پر جب بھی شک کیا جائے، یہ اللہ کی قسمیں کھا کر اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی یہ لوگ اللہ کے حضور حلف اٹھائیں گے کہ وہ خلافِ حق نہیں کرتے رہے، اور یہ گمان کریں گے کہ کام کچھ بن ہی گیا ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ان کا کذب، ان کی وجودی شہادت سے ظاہر ہو جائے گا۔ ان کے اعضاء گواہی دیں گے کہ یہ لوگ خلافِ حق کرتے رہے ہیں۔

حاصل : قسمیں کھا کر لوگوں کے سامنے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے والے، اللہ کے حضور بھی ایسا ہی کریں گے، مگر وہاں بات نہیں بنے گی، وہاں ان کا کذب بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

شیطان ان پر غالب آچکا ہے، اور اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو، کہ شیطان کا گروہ ہی، خسارے والے لوگ ہیں۔

جو حق کو چھوڑ دے ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جو خواہشات کی پیروی میں لگا رہے، شیطان اس پر غالب آجاتا ہے۔ جو عدوٌ مبین کے پیچھے لگ جائے، اس کو اللہ کا ذکر کرنا بھول جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے حوالے سے ہی دیکھتا ہے۔ حق اس کے سامنے کوئی معیار نہیں رہتا۔ ایسے لوگ شیطان کا ٹولا ہیں، اور شیطان کا ٹولا ہی خسارے میں رہے گا۔ حیاتِ دنیا میں انہیں خوف و حزن سے نجات نہیں ہوتی، آخرت میں دوزخ سے نجات نہ ہو گی۔

حاصل : حق کے مقابل من مانی کرنے والے پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ من مانی کرنے میں شیطان کا درجہ سب سے بڑا ہے۔ جس پر شیطان غالب آچکا ہو اس کا قلب اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ شیطان کا گروہ، خسارے میں ہی رہتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔

عزت اللہ کے لئے ہے، اللہ کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے۔ جن لوگوں کو ایمان نصیب نہ ہو، وہ ذلیل ہوتے ہیں۔ اللہ جسے چاہے ذلت دے۔ اللہ جسے گمراہ کرے اسے ہدایت دینا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کو اپنا معمول بنالیں، سب سے زیادہ ذلیل لوگ وہی ہوتے ہیں۔

حاصل : اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کو انتہائی ذلیل جاننا چاہئے، اور انہیں انتہائی گمراہ جاننا چاہئے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ بے شک میں

قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۲۱﴾

غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ بے شک اللہ قوّت والا، عزّت والا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے انتہائی ذلیل ہوتے ہیں۔ حق کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں۔ اللہ نے یہ لکھ رکھا ہے، کہ اللہ کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ مغلوب ہوں گے۔ اللہ کے پاک بندوں کی مخالفت، اللہ کے رسولوں کی مخالفت ہوتی ہے، اور اللہ کے رسولوں کی بات ہمیشہ حق تھی۔ اس طرح اللہ کے رسولوں کی بات ہر زمانے میں ایک ہی رہی ہے۔ اللہ کے پاک بندوں کو تائید ایزدی حاصل رہی ہے اور حاصل رہے گی۔ اللہ قوت والا ہے، عزت والا ہے، اس لئے اللہ کے پاک بندوں کا غلبہ بھی اللہ کا لکھا ہوا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

حاصل: اللہ اور اس کے رسولوں کا غلبہ، اللہ کی لکھی ہوئی بات ہے، جو ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہے اور ہمیشہ درست ثابت ہوگی۔ اللہ کا ساتھ نصیب ہو تو غلبے کا یقین بھی ہونا چاہئے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۲﴾ ع ۳

تم ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہوں، ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی رکھتے ہوں، اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں، یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے قلوب میں ایمان لکھا گیا اور اللہ نے اپنی طرف کی روح سے انہیں تائید دی ہے۔ انہیں جنّتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو حزب اللہ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ اور یوم آخر پر ایمان ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی ممکن نہیں ہوتی۔ ان مخالفین سے رشتہ بھی ہو تو بھی ان سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ وہ مخالفین باپ کے درجے میں ہوں، تو بھی حق کے حوالے سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ مخالفین بیٹے کے درجے میں ہوں تو بھی حق کے حوالے سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ مخالفین بھائی کے درجے میں ہوں تو بھی حق کے حوالے سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، اور وہ کنبے والے ہوں تو بھی حق کے حوالے سے ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ حق کو ماننے والے دھیان رکھتے ہیں کہ ان کے اور حق کے مخالفین کے مابین وقف رہے، اور

یہ وقف قول میں بھی ہو، عمل میں بھی ہو۔ حق کو ایسے ماننے والوں کے قلوب میں ایمان داخل ہوتا ہے، اور ان کو تائید ایزدی نصیب ہوتی ہے۔ تائید ایزدی حاصل ہو تو ہر مقام پر پورا رہنا آسان ہو جاتا ہے، پھر مشقت کا کوئی مقام تو ہوتا ہی نہیں، راحت مسلسل رہتی ہے۔ یہ حال پر بھی ہوتی ہے، مستقبل میں بھی ہو گی۔ اللہ ان لوگوں کو باغوں میں داخل فرمائے گا جو سدا بہار ہوں گے، کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ ان کی دائمی پاک دامنی کا صلہ ہو گا۔ اللہ ان سے راضی ہوا کہ انہوں نے ماننے کا حق ادا کر دیا ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے کہ اللہ کے فضل کی بدولت انہیں حق پر پورا رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ صبر کرنے والے لوگ، یہ شکر کرنے والے لوگ، اللہ کا گروہ ہیں۔ یہ مومن ہیں اور مومنوں کو فلاح حاصل ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ اور یوم آخر پر ایمان ہو تو منکرین حق سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ ان سے رشتہ بھی ہو اور یہ رشتہ قریبی بھی ہو تو بھی ان سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ حق کے حوالے سے ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ماننے والوں کے قلوب میں ایمان داخل ہوتا ہے، اور انہیں تائید ایزدی حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہر مقام پر پورے رہتے ہیں۔ مستقبل میں ان کے لئے جنت ہیں جن کے تحت نہریں جاری ہیں، یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا کہ انہوں نے بندگی کا حق ادا کر دیا ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے کہ اللہ نے ان کی بندگی قبول فرمالی ہے۔ اگر ہم حزب اللہ میں شمار ہیں، تو پھر ہم راہ فلاح پر ہیں، فلاح ہمیں نصیب ہو گی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ (5) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے، تو بیشک حزب اللہ ہی غالب ہیں۔



بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۖ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿١﴾

اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور وہی عزیز و حکیم ہے۔

ہر شے اپنے مقصد تخلیق کے حوالے سے اپنا کام سر انجام دے رہی ہے، اس طرح ہر شے اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔ اللہ نے اس کا مقام آسمان میں رکھا ہے یا زمین میں رکھا ہے، یا آسمان اور زمین کے مابین کہیں بھی رکھا ہے، ہر شے طبعی طور پر اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور اللہ کو عملاً عزیز و حکیم مانتی ہے۔ اللہ ہر مقام پر غالب ہے، اور جو اللہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

حاصل: اللہ کی تسبیح کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ مالکِ کل کے فرمان کو ادب سے ماننا باعثِ عزت ہوتا ہے۔ جو دانا ہے وہ اللہ کو حکیم مانتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ②

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو، ان کے پہلے حشر کے لئے، ان کے گھروں سے انہیں نکالا۔ تمہیں ان کے اخراج کا گمان نہ تھا، اور انہیں گمان تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ تو اللہ ان پر آیا جہاں سے اُنہیں گمان بھی نہ تھا، اور اس نے ان کے قلوب میں رعب ڈالا، کہ ان کے گھر ان کے اپنے ہاتھوں سے اور مومنین کے ہاتھوں سے اجڑے۔ تو عبرت لو، اے نگاہ رکھنے والو۔

اہل کتاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امن کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے معاہدۂ امن کو توڑا، اور مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کی۔ ان کے قلعوں پر حملہ کرنے کا حکم ملتے ہی مومنین ان پر حملہ آور ہو گئے، مگر مومنین کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ ان کے دشمن اس خطے کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اہل کتاب کو یہ زعم تھا کہ ان کے قلعے بہت مضبوط ہیں، اور ان قلعوں کے اندر بیٹھ کر وہ ایک عرصے تک اپنی مدافعت کر سکتے ہیں۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ذلیل ہوتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ معاہدہ شکنی کی سزا کے طور پر انہیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دی جائے اور کچھ سامان ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست مان لی گئی۔ اللہ ہی کی قدرت سے یہ ہوا کہ معاہدہ شکن اہل کتاب، اپنے گھروں سے نکلے۔ اللہ ہی نے انہیں نکالا۔ ان کے قلوب پر مومنین کے غلبے کا ایسا رعب طاری ہوا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا، منشاء یہی تھا، کہ مومنین ان آسائشوں سے استفادہ نہ کر پائیں جو وہ چھوڑ کر جا رہے تھے۔ مومنین ہر اس مقام کو صاف کرنا ضروری جانتے تھے، جہاں دشمن چھپ سکتا تھا، اس طرح ایک ہی مقام کو دو حوالوں سے برباد کیا گیا، اور یہ اللہ کے حکم سے ہوا۔ نگاہ رکھنے والوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

حاصل: اسباب پر اللہ کی قدرت بہر حال ہوتی ہے۔ جس کو اللہ مغلوب کرنا چاہے، وہ کہیں بھی محفوظ نہیں ہوتا۔ اللہ چاہے تو مومنین کے دشمنوں کے دلوں میں اتنا رعب ڈال دیتا ہے، کہ وہ اپنے گھروں کو خود ہی اجاڑنے لگتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والوں کو عبرت پکڑنی چاہئے۔ اللہ کی مخالفت کا انجام صرف ذلت ہی ہوتا ہے۔

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

اور اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی، تو ان کو دُنیا میں عذاب دیتا، اور

عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ آخرت میں ان کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود خلافِ حق کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو اپنے قلعوں پر ناز تھا، اپنے مال و متاع پر فخر تھا، اور جنہوں نے مسلمانوں سے معاہدۂ امن کو اس لئے توڑا کہ وہ ان کو نیست و نابود کرنے کی تیاری کئے بیٹھے تھے، اللہ نے ان پر جلاوطنی مقدر کر دی، اور یہ اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو اجاڑ کر جلاوطن ہو گئے۔ اگر جلاوطنی کی عبرتناک سزا ان کو نہ دی جاتی، تو عذابِ الٰہی دنیا میں ان کا کام تمام کر دیتا۔ آخرت میں تو پوری پوری سزا آگ کے عذاب کی صورت میں ان کو ملتی ہی ہے۔

حاصل : سزا کو جرم کے حوالے سے ہونا چاہئے۔ اللہ جو سزا چاہے دے سکتا ہے۔ آخرت میں منکرینِ حق کو پوری پوری سزا آگ کے عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کی۔ اور جو اللہ کے ساتھ دشمنی کرے تو اللہ شدید عقاب والا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کرنے والے، اللہ کی پکڑ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اللہ کے رسول کے ساتھ دشمنی ہی اللہ کے ساتھ دشمنی ہے، اور اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے والا، ایسی شدید پکڑ میں آجاتا ہے، کہ اس کا فخر و غرور خاک میں مل جاتا ہے۔

حاصل : مومنین کے ساتھ دشمنی، اللہ کے رسول کے ساتھ دشمنی ہے، اور اللہ کے رسول کے ساتھ دشمنی، اللہ سے دشمنی ہے، اور اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے والوں کا فخر و غرور خاک میں مل جاتا ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥﴾

کھجوروں کے درخت جو تم نے قطع کئے یا جنہیں کھڑے رہنے دیا، تو یہ اللہ کے اذن سے ہوا، تاکہ وہ فاسقین کو رُسوا کرے۔

مومنین جنگ میں، اپنے امیر کی اطاعت سے کبھی انحراف نہیں کرتے۔ وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ امیر المومنین کے علم میں ہے، وہ ان کے علم میں نہیں ہے، اور جو ان کے علم میں ہے وہ ضرور امیر المومنین کے علم میں ہے۔ مومنین کو درختوں کے کاٹنے سے بالعموم منع کیا گیا ہے، مگر جہاں جنگ کی حکمتِ عملی اس کو ضروری ٹھہرائے، وہاں اس کام سے اجتناب بھی مناسب نہیں ہوتا۔ امیر المومنین جن درختوں کے کاٹنے کا حکم دے انہیں کاٹ دیا جاتا ہے، جنہیں کھڑا چھوڑ دینے کا حکم دے انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے، من مانی کرنا تو مومنین کا طریقِ زندگی ہوتا ہی نہیں۔ وہ درخت جن پر فاسقین فخر کرتے ہوں اور جن کو اپنی وجہِ فضیلت قرار دیتے ہوں، ان کو کاٹنے کا یا چھوڑ دینے کا اختیار مومنین کے پاس ہو تو اس سے فاسقین کی بڑی رُسوائی ہوتی ہے۔

حاصل : امیر المومنین کی اطاعت میں مومنین اپنے علم کو حائل نہیں ہونے دیتے۔

امیر المومنین کا حکم، حکمت پر مبنی ہوتا ہے، اس کے حکم کی اطاعت ہو تو فاسقین کو رُسوائی بھی ملتی ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾

اور اللہ نے جو افا اپنے رسول کو دی، تو تم نے اس پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔ ولیکن اللہ اپنے رسولوں کے تسلّط میں دے دیتا ہے، جسے چاہے، اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وہ تمام اشیاء افا میں شمار ہوتی ہیں، جو بغیر جنگ کے امیر المومنین کے قبضے میں آجائیں۔ افا کو مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا۔ جب جنگ میں مومنین کو زور ہی نہ لگانا پڑے، اور اللہ اپنی قدرت سے دشمنوں کے دلوں کو مرعوب کردے، اور اللہ کے اذن سے رسول کو غلبہ حاصل ہو جائے، تو مومنین کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے، کسی کی مدد کی احتیاج اس کو نہیں ہوتی، حق کی احسن ادائیگی کرنے والے خود اپنا ہی بھلا کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی افا کی صورت میں اللہ کے رسول کو ملا، وہ اللہ کا ہی تھا، اللہ نے اسے اپنے دشمنوں سے لے کر اپنے رسول کی طرف لوٹادیا۔ وہ اسے تقسیم کرنے کا حق ادا کریں گے، وہ تقسیم قطعاً اللہ کی رضا کے مطابق ہوگی۔

حاصل: اللہ مالکِ کل ہے، وہ دشمنوں سے جو کچھ بغیر جنگ کے امیر المومنین کو دلوادے وہ سب افا کے زمرے میں آتا ہے۔ اس پر صرف اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ اس کی تقسیم امیر المومنین کے ذمے ہوتی ہے، اور افا اجتماعی بہبود کے کاموں پر لگایا جاتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾

بستیوں والوں سے جو افا اللہ نے اپنے رسول کو دلایا، وہ اللہ کا ہے، اور رسول کا ہے اور قربیٰ اور یتاما اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے، تاکہ وہ تمہارے اغنیاء کے اندر ہی گردش نہ کرتا رہے۔ اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے منع رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ شدید عقاب والا ہے۔

افا کا مالک اللہ ہے۔ اس پر تصرف کا حق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ آپ یہ اموال قربیٰ میں تقسیم کریں، یتاما کو دیں، مساکین کو دیں اور مسافروں کو دیں، کہ یہ سب مستحقین ہیں۔ اللہ نے یہ نہیں چاہا کہ یہ افا بھی

صاحبانِ ثروت میں گردش کرتا رہے، اور بھرے ہوئے گھروں کو مزید بھرنے کا عمل ہو۔ جن کو افا سے جو کچھ عطا ہو وہ لے لیں، اور مزید کی خواہش سے باز رہیں۔ قاسم سے محبت ہو تو اس کی تقسیم ہمیشہ درست نظر آتی ہے ورنہ نفس کو ہمیشہ گھاٹا ہی نظر آیا کرتا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے کہ اشیاء کے حصول کو مقصود بنانے والے فلاح سے دور ہو جاتے ہیں، اور ان پر سخت سزا کا مقام آجاتا ہے۔

حاصل : افا پر تصرف کا حق امیر المومنین کو ہے۔ وہ اسے قربیٰ، یتاما، مساکین اور مسافروں پر خرچ کریں گے۔ جو کچھ عطا ہو اس کو لے لیا جائے کہ انکار کرنا بھی بے ادبی ہے، اور مزید کی خواہش سے بچا جائے کہ یہ لالچ ہے۔ حدود اللہ سے تجاوز باعثِ عذاب ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾

ان مہاجر فقراء کے لئے جو اپنے دیار اور اموال سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہوئے، اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہوئے۔ وہی صادق ہیں۔

افا کی صورت میں جو کچھ امیر المومنین کے پاس آتا ہے، اس میں مومنین کا تو کچھ زور نہیں لگا ہوتا، وہ ان نادار مہاجروں پر خرچ ہونا چاہئے، جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا ہو، جنہیں ان کے اموال سے دور کر دیا گیا ہو، اور ان لوگوں نے اللہ کا فضل چاہتے ہوئے اور اللہ کی رضا چاہتے ہوئے، دکھ کے مقام سے گزرنا قبول کیا ہو، اور ناداری کے باوجود، اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کو مقصد حیات بنایا ہو۔ ان کی صداقت بہت روشن ہوتی ہے۔ انہیں زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کے اعمال سے ان کی صداقت روشن ہوتی رہتی ہے۔

حاصل : وہ مہاجر جو اپنے دیار و اموال سے نکالے گئے ہوں، اللہ کا فضل اور اللہ کی رضا ان کا مقصود ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھی ہوں، ان کی صداقت کو بڑے ادب سے ماننا چاہئے۔ افا میں سے ان کا حق ان کو اس طرح سے دینا چاہئے کہ جیسے کسی مالک کو اس کی شے لوٹائی جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ ط

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا ہے، اُن کی حب رکھتے ہیں، جو اُن کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ جو کچھ انہیں عطا ہوا ہے، اس کی اپنے سینوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے، اور وہ اُن کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۹﴾

ضرورت مند ہوں۔ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے گئے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے جس بستی میں تشریف لائے، اس کا نام یثرب تھا۔ حضور کی تشریف آوری کے بعد یہ نام مدینۃ النبی ہوگیا۔ اس شہر میں جو لوگ پہلے رہتے تھے اور جنہوں نے آپ پر ایمان لا کر، آپ کی نصرت کو اپنا مقصد حیات بنالیا وہ انصار کہلائے اور جو ہجرت کر کے مدینۃ النبی میں آئے وہ مہاجر کہلائے۔ کچھ مہاجر پہلے آئے اور کچھ بعد میں آئے۔ پہلے آنے والے کچھ مقامات سے ضرور گزر چکے تھے۔ ان کے قیام کا بندوبست ہوگیا تھا، ان کا معاش بھی ایک صورت رکھتا تھا۔ نئے آنے والوں کو ان حضرات نے محبت کی نظر سے دیکھا، ان کی قدر و منزلت کی، اور انہیں اپنے گھر بسانے میں جو سہولت وہ دے سکتے تھے، عزت کے ساتھ دی۔ انصار تو مدد کرتے ہی تھے، پہلے ہجرت کرنے والوں نے بھی بعد میں آنے والوں کے لئے آسانیاں مہیا کیں۔ جو کچھ نئے آنے والوں کو ملتا تھا، وہ کبھی اپنے اندر اس کی طلب نہیں پاتے تھے۔ اگر کسی مقام پر پہلے ہجرت کر کے آنے والوں کو اپنا استحقاق بھی نظر آتا تھا، اور وہ ضرورت مند بھی ہوتے تھے، تو بھی بعد میں ہجرت کر کے آنے والوں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے تھے، اور نفس کے لالچ میں نہیں پڑتے تھے۔ فلاح پانے والوں کی صفات کو روشن کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اس آئینے میں ایمان والے، اپنے آپ کو دیکھیں۔

حاصل: شاہد کے پہلے ساتھیوں کو بعد میں آنے والوں کی حب رکھنی چاہئے۔ بعد میں آنے والوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، اور اپنی ضروریات پر ان کی ضروریات کو ترجیح دینی چاہئے۔ فلاح پانے والوں کی نشانی یہ ہے، کہ وہ لالچی نہیں ہوتے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع

اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ ہم کو بخش دے، اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی، اور ہمارے قلوب میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ رہنے دے، اے ہمارے ربّ بے شک تو رؤف ہے رحیم ہے۔

پہلے ہجرت کر کے آنے والے مومنین کے بعد اب بعد میں آنے والوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے، ہم سے دانستہ اور نادانستہ کوتاہیاں ہوئی ہیں، اور ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں، اور ہم ان حضرات کے لئے بھی بخشش کے طلب گار ہیں جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی اور جن کا ساتھ ہمارے لئے سہارا بنا۔ اور ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے لئے ہمارے قلوب میں کوئی کینہ نہ رہنے دے، ہم ہمیشہ ان کی حسن نیت کا یقین رکھیں اور ان کی کوتاہیوں کو بھول چوک جانیں۔ اے ہمارے رب تو مہربانی فرماتا ہے، تو رحم فرماتا ہے، تو اپنی مہربانی اور اپنے رحم سے ہم کو بھی نواز دے، کہ ہم بھی تیرے بندوں پر مہربانی کر کے اور رحم کر کے اپنی بندگی کا ثبوت پیش کریں۔

حاصل: شاہد کی خدمت میں پہلے آنے والوں کے مقابل بعد میں آنے والے، اپنے لئے بھی بخشش مانگتے ہیں، ایمان میں سبقت کرنے والوں کے لئے بھی بخشش مانگتے ہیں۔ ایمان والوں کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ان کی حسن نیت کا یقین رکھنا چاہئے، ان کی کوتاہیوں کو بھول چوک جاننا چاہئے، اور اللہ کو رؤف اور رحیم ماننے کا ثبوت اپنے اعمال سے دینا چاہئے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت (29) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۖ وَمِنْ هَٰٓؤُلَآءِ مَن يُؤْمِنُ بِهِۦ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٤٧﴾

اور ویسی ہی ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ تو جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کو مانتے ہیں، اور اُن میں سے بھی کچھ اس کو مانتے ہیں، اور ہماری باتوں کے منکر وہی ہیں جو کافر ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ يَقُولُونَ لِإِخْوَٰنِهِمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَٱللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿١١﴾

کیا تم نے نفاق والوں کو نہ دیکھا کہ اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں سے یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ لوگ نکالے گئے تو ہم آپ کے ساتھ نکل جائیں گے، اور آپ لوگوں کے بارے میں کسی کی اطاعت نہ کریں گے، اور آپ لوگوں سے لڑائی ہو تو ضرور آپ کی مدد کریں گے، اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ وہ کاذب ہیں۔

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدۂ امن کیا ہوا تھا، یہ مومنین کے دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے رہتے تھے، اور جب یہ طاقت مومنین سے ٹکرانے لگتی تھی تو یہ بھی مومنین کے دشمنوں کے ساتھ مل جاتے تھے۔ اہل کتاب میں سے منافقین کی ایک تعداد بظاہر مومنین کے ساتھ تھی، یہ لوگ دعویٰ تو ایمان کا کرتے تھے مگر اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے، اور اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں کے ساتھ تعلقات بھی رکھتے تھے۔ ان منافقین نے اہل کتاب سے جو معاہدۂ امن کو توڑنے کے مرتکب ہو چکے تھے یہ کہا کہ آپ لوگ حوصلہ رکھیں، اگر آپ کو سزا کے طور پر آپ کی بستی سے نکال دیا گیا، تو ہم آپ کے ساتھ نکل جائیں گے، اور آپ لوگوں کے بارے میں ہمیں کوئی ناقابل برداشت حکم دیا گیا، تو ہم اس کو نہیں مانیں گے، اور اگر آپ لوگوں سے لڑائی ہو گی، تو ضرور آپ کی مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ان سب دعووں کے بارے میں شہادت دی ہے، کہ وہ جھوٹے ہیں۔

حاصل: نفاق میں مبتلا لوگوں کے رویے کو دیکھنا چاہئے۔ وہ گفتار کی حد تک مومنین سے دشمنی کرنے والوں کو بڑا سہارا دیتے ہیں، مگر اللہ کی شہادت کے حوالے سے قطعاً کاذب

ہوتے ہیں۔

لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اگر وہ نکال دیے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے، اور اگر ان کی مدد کی بھی، تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر نصرت نہ پائیں گے۔

منافقین کے بارے میں اللہ نے یہ شہادت دی ہے کہ معاہدۂ امن کو توڑنے والوں کو اگر ان کی بستی سے نکل جانے کا حکم ہوا، تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے، اگر معاہدۂ امن توڑنے والوں نے لڑنے کا فیصلہ کیا، تو منافق لوگ ان کا ساتھ نہ دیں گے، اور اگر ان کی مدد کی بھی تو پیٹھ پھیر کر اپنے مفادات کی طرف بھاگ جائیں گے، پھر ان کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی، کوئی ان کو مدد دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

حاصل : منافق لوگ، منکرین حق کو مدد دینے کے زبانی دعوے تو کرتے ہیں، مگر عملاً وہ خطرات سے گریز کرتے ہیں۔ اگر وہ مومنین کے دشمنوں کے ساتھی کی حیثیت سے پہچان لئے جائیں، تو پھر ان کو کوئی مدد نہیں دیا کرتا۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک ان کے سینوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

منافقین کی یہ صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے مقابل، مومنین سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اللہ سے ڈرنا، خلوت کی پاکیزگی سے ثابت ہوتا ہے، اور خلوت پاک ہو تو جلوت پاک ہوتی ہے۔ مومنین سے ڈرنا یہ ہے کہ ان کے سامنے ان کی پسند کا لحاظ رکھا جائے۔ ناسمجھی یہ ہے کہ قادر مطلق کی قدرت کا ہر مقام پر محیط ہونا معلوم ہو اور اس سے ڈرنے میں غفلت برتی جائے۔ اللہ سے ڈرنا چاہئے، اس کی گرفت سے بچ جانا بھی ممکن نہیں ہوتا، اور اس کی گرفت بھی انتہائی شدید ہوتی ہے۔ جس سے مومنین بھی ڈرتے ہیں، اس سے ڈرنا تو بہت ہی ضروری ہے، مگر منافق اس سے نہیں ڈرتے۔

حاصل : جن لوگوں کو اللہ کے مقابل مومنین کا ڈر زیادہ ہو وہ ناسمجھ لوگ ہوتے ہیں۔

لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ

یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے، مگر قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے۔ آپس میں ان کی مخاصمت شدید ہے۔ تم انہیں جمعیت سمجھتے ہو اور ان کے دل الگ الگ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

بے عقل لوگ ہیں۔

اہل کتاب اور ان کے ساتھی مل کر بھی مومنین سے کھلے میدان میں لڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔ ان کی لڑائی قلعہ بند بستیوں میں ہی ہوتی ہے، یا دیواروں کے پیچھے سے ہوتی ہے۔ وہ ذاتی سلامتی کو کبھی خطرے میں نہیں ڈالتے۔ جہاں نفس حاکم ہو وہاں اس کی حفاظت سے بڑا اور کیا کام ہوگا۔ یہ مومنین کے ساتھ دشمنی کے دعوے کی حد تک تو ایک ہیں، مگر آپس میں ان کی مخاصمت شدید ہوتی ہے۔ بظاہر وہ جمعیت نظر آتے ہیں مگر ان کے دل الگ الگ ہوتے ہیں۔ وحدتِ فکر ان کے اندر نہیں ہوتی۔ اپنی خواہشات کے دائرے سے وہ نکلتے ہی نہیں، دل ان کے کیسے آپس میں مل سکتے ہیں۔ بے عقلی ان میں یہ ہے کہ ذاتی نقصان سے بچنے کی کوشش میں بڑے اور اجتماعی نقصان کی طرف بڑھ جاتے ہیں، اور پھر ذاتی نقصان سے بھی بچ نہیں سکتے۔

حاصل: اللہ کی رضا کے لئے لڑنے والے بڑے حوصلے سے لڑتے ہیں۔ اپنی خواہشات کے حوالے سے لڑنے والے اپنی سلامتی کو مقدم رکھ کر ہی لڑتے ہیں۔ ان کو جمعیت کہنا درست نہیں ہوتا، ان کے دل الگ الگ ہوتے ہیں۔ دل ملیں تو جمعیت بنتی ہے۔ بے عقل لوگ ذاتی نقصان سے بچتے ہوئے، بڑے نقصان کی طرف بڑھ جاتے ہیں، پھر ذاتی نقصان سے بھی بچ نہیں سکتے۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

جیسے اُن کی مثل جو ان سے قبل ماضی قریب میں اپنے کئے کا وبال چکھ چکے ہیں، اور ان کے لئے المناک عذاب ہے۔

اہل کتاب میں سے جن لوگوں کو اللہ نے ان کے دیار واموال سے نکال دیا، ان کے بعد بھی منافقین نے اہل کتاب کو شہ دی اور انہیں اس طرح ابھارا کہ وہ مومنین سے معاہدۂ امن توڑ دیں، اور عہد شکنی کے بہترین وقت کو ضائع نہ کریں۔ ماضی قریب میں یہ لوگ اہل کتاب کو جو معاہدۂ امن کو توڑ کر کافروں کی مدد کرتے ہوئے پائے گئے تھے، یہ کہتے تھے کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے، اور تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری نصرت کریں گے، مگر یہ قطعاً جھوٹ تھا، اور منافقوں کی ہر بات غلط ثابت ہوئی۔ خلافِ حق کرنے والے حال پر بھی سزا پاتے ہیں، آخرت میں تو ان کے لئے المناک عذاب ان کے اعمال کے صلے میں ہوگا ہی۔

حاصل: منافق شہ تو دے سکتے ہیں، اور مومنین کے دشمنوں کو عہد شکنی پر ابھار سکتے ہیں، مگر عملاً مومنین کے سامنے آنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا انجام یہاں بھی برا ہے، آگے بھی برا ہوگا۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

شیطان کی مثل جو انسان سے کہتا ہے، کفر کر، پھر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے، تو کہتا ہے، کہ میں تجھ سے الگ ہوں، میں اللہ، ربّ العالمین کا خوف رکھتا ہوں۔

شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے، اسے برائی اور بے حیائی کا امر کرتا ہے، اسے کفر کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے اور اس پر اس کے کئے کا وبال پڑنے لگتا ہے تو شیطان یہ کہتے ہوئے پرے ہٹ جاتا ہے، کہ میں تجھ سے الگ ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے۔ منافق بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے پر لوگوں کو شہ دیتے ہیں، اور جب عہد شکنی کرنے والے گرفت میں آجاتے ہیں تو ان سے کہہ دیتے ہیں، ہم تم سے الگ ہیں، ہمیں اللہ کا ڈر ہے جو رب العالمین ہے۔

حاصل : منافقین کا کام شیطان کی طرح ہوتا ہے، جو برائی اور بے حیائی کا امر تو کرتا ہے، کفر کرنے کی ترغیب تو دیتا ہے، مگر کفر کے ارتکاب کے بعد کفر کرنے والے سے الگ ہو جاتا ہے اور ربّ العالمین سے خائف ہونے کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ أَنَّهُمَا فِى ٱلنَّارِ خَٰلِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَٰٓؤُا۟ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۱۷﴾

تو ان دونوں کی عاقبت یہ ہے کہ دونوں ہی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور یہی جزا ہے ظالمین کی۔

شیطان ہمیشہ انسان سے دشمنی کرتا ہے۔ جب انسان، شیطان کی مان لیتا ہے تو وہ خسارے کی راہ کو اختیار کر لیتا ہے، اور اسی راہ پر چلتا رہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ شیطان اور اس کو ماننے والا دوزخ سے نکل نہ سکیں گے۔ دائمی عذاب ان کو گھیرے رکھے گا۔ ظالمین کو ان کے کئے کی جزا ہی دی جائے گی، اللہ تو کسی پر ظلم کرتا ہی نہیں۔

حاصل : شیطان کی بات ماننے والا، حال پر بھی اس کے ساتھ ہے، عاقبت میں بھی اس کے ساتھ ہوگا، ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔ اللہ ظالموں کو ان کے کئے کی جزا ضرور دے گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْعِزَّةَ فَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ ۚ وَٱلَّذِينَ يَمْكُرُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُو۟لَٰٓئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴿۱۰﴾

جو عزت چاہے تو عزت سب اللہ کی ہے۔ پاک کلام اسی کی طرف چڑھتا ہے، اور وہ صالح عمل کو رفعت دیتا ہے۔ اور جو برے مکر کرتے ہیں، ان کے لئے شدید عذاب ہے، اور انہی کا مکر برباد ہوگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور ہر نفس اس پر نظر رکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ کو

اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

جزا پر یقین رکھنے والوں کو آگاہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں دیکھنا چاہئے کہ اللہ کی راہ میں وہ کیا خرچ کر رہے ہیں۔ کل کے لئے جو آگے بھیجا جائے، اس کو خوب بھی ہونا چاہئے اور اس کے بارے میں یہ یقین بھی ہونا چاہئے کہ وہ صحیح طریقے سے آگے بھیجا گیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ اگر خوب ہو تو حضور کا اسوۂ حسنہ پیش نظر ہوگا، اور صحیح طریقے سے بھیجا جائے تو حال پر شاہد موجود ہوگا۔ انفاق فی سبیل اللہ نہ کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ کل کو فلاح حاصل ہوگی تو یہ نہیں ہوگا۔ بندے سے دانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے، نادانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے، اللہ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے کہ وہ ہمارے اعمال کی بڑی خبر رکھنے والا ہے۔

حاصل: دیکھنا چاہئے ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کر رہے ہیں، اور کس طریقے سے خرچ کر رہے ہیں۔ اگر اپنے نفس کی شوکت ہمارا مقصود ہے تو پھر ہمارا عمل کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ دانستہ کبھی خلافِ حق نہیں کرنا چاہئے، اور اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ جزا دینے والا ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے اور ہمارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ نادانستہ طور پر بھی کوتاہی ہو جاتی ہے، اس لئے اللہ سے ڈرتے رہنا ہی حق ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے انفس بھلا دیئے، اور وہ فاسق ہیں۔

جن لوگوں کو ان کے رب کی نشانیاں یاد دلائی جائیں اور وہ انہیں سن کر اعراض کریں، اور سنی ان سنی کر دیں، وہ اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ اپنے ہاتھوں کیا آگے بھیج رہے ہیں۔ خواہشات کی پیروی میں یہ لوگ الجھتے چلے جاتے ہیں، اور پھر عاقبت نااندیش ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں، خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں اور ان کا کام حد سے گزر جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ماننا قطعاً منع فرمایا گیا ہے، کہ یہی لوگ فاسق ہیں، اور فاسق کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

حاصل: ہمیں ان لوگوں سے کوئی نسبت نہیں ہونی چاہئے، ہماری ان سے کوئی مماثلت نہیں ہونی چاہئے جو اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جو لوگ عاقبت نااندیش ہوتے ہیں، وہ فاسق ہوتے ہیں، ان کا کہنا ماننا قطعاً منع ہے۔

لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

دوزخ والے اور جنت والے مساوی نہیں ہیں۔ جنت والے ہی فائز ہیں۔

جو لوگ اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں، اور متاعِ حیات کو خلافِ حق استعمال کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں، وہ دوزخ والے ہیں۔ انہیں ان کے کیے کی سزا، آگ کے عذاب کی صورت میں دی جائے گی۔ جو لوگ اللہ کو مانتے ہیں، شاہدین کی معیت میں رہتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں انفاق کرتے ہیں، ان کا مقصود اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ یہ جنت والے ہیں۔

دوزخ والے اور جنت والے یہاں بھی مساوی نہیں ہیں، قیامت کے دن بھی مساوی نہیں ہوں گے۔ جنت والے یہاں بھی سکھی رہتے ہیں، آخرت میں بھی وہ راحت کے مقام پر فائز ہوں گے، اور یہ راحت دائمی ہوگی۔

حاصل : دوزخ والے، حق سے اعراض کرتے ہیں، جنت والے حق کو مانتے ہیں، وہ یہاں بھی مساوی نہیں ہیں، عاقبت کے مقام پر بھی مساوی نہیں ہوں گے۔ جنت والے، راحت کے مقام پر فائز ہوں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل فرماتے، تو تم اسے خشیت الٰہی سے جھکا ہوا اور پاش پاش ہوتا دیکھتے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں کہ وہ غور کریں۔

قرآن پاک کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہوا ہے۔ اس میں ہدایت، بشارت و انذار، شفا، رحمت، تقویٰ، طہارت، تدبر و تفکر، اور فلاح کے تمام مقامات موجود ہیں۔ اس میں ہر شے کا بیان ہے۔ یہ قرآن مبین ہے، یہ قرآن عظیم ہے، یہ قرآن مجید ہے، یہ قرآن حکیم ہے۔ بھیجنے والا علیم مطلق ہے۔ جس صاحب پر اس کو نازل فرمایا گیا ہے، وہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ بھیجنے والا تو ہے ہی احتیاج سے پاک، اس کا بھیجا ہوا شاہد بھی اجر کا سوال نہیں کرتا، اور طلب ہدایت رکھنے والوں سے کچھ نہیں چاہتا۔ جہاں بھی اس قرآن پاک کی عظمت کا احساس ہو، وہاں اللہ کے ڈر کے ساتھ جھکنا طبعی بات ہے، اور ذرے ذرے سے تسلیم حق کا اظہار طبعی بات ہے۔ قرآن پاک کا نزول اگر کسی پہاڑ پر بھی ہوتا تو اسے بڑے ادب سے مانتا۔ جہاں خوف خدا ہو وہاں وہاں فکر کا مقام ضرور ہوتا ہے، اور جہاں فکر کا مقام ہو وہاں اللہ کا ذکر بھی ضرور ہوتا ہے۔ جو لوگ ذکر الٰہی سے غافل ہیں، ان کی قساوتِ قلبی حد درجے کی ہے۔

حاصل : ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اگر قرآن پاک کسی پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ بھی اسے ادب سے مانتا، اللہ کے حضور جھکتا اور اس کے ذرے ذرے سے حق کو ماننے کا اظہار ہوتا۔ ہمیں اپنی شان حق کو ماننے میں نظر آنی چاہئے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے، اور وہ رحمٰن ہے، رحیم ہے۔

قرآن پاک کا نازل فرمانے والا، اللہ ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس کو اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ مطلوب ہو وہ بندگی کے مقام پر نہیں ہوتا۔ معبود کی شان یہ ہے کہ وہ ہمارے چھپے ہوئے کو بھی جانتا ہے، اور ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے، ہمارے اعمال کو بھی جانتا ہے۔ چھپے اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہی جزا دینے والا ہے۔ یہ بھی اس کی شان ہے کہ وہ لوگوں کو خیر کی طرف آنے میں اس طرح مدد دیتا ہے کہ سختی کے ساتھ بھی انہیں بھلائی کی طرف لاتا ہے، یہ

رحمٰن کے رحم کی صورت ہوتی ہے، اور جب بندہ اپنے معبود کی شان کو دیکھ لے اور بندگی سے غافل نہ رہے تو پھر اس کو دائی رحم سے نوازتا ہے، یہ رحیم کے رحم کی صورت ہے۔

حاصل : قرآن پاک کا نازل فرمانے والا، اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کو معبود ماننے کے بعد نفع و ضرر کو باذن اللہ ماننا حق ہے ورنہ اللہ کو معبود ماننا بے معنی ہو جائے گا۔ اللہ ہمارے چھپے کو بھی جانتا ہے، ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ اتمام حجت کے لئے اس کی طرف سے سختی بھی ہو تو بھی اس کی حقیقت رحم ہی ہوتی ہے۔ حق کو ماننے والے دائی رحم سے نوازے جاتے ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

اللہ وہی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، قدّوس، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزّت والا، عظمت والا، صاحبِ کبریاء۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کی اسناد بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلی سند یہ ہے کہ وہ مالک ہے، اور ایسا مالک ہے کہ ہر مالک سے پہلے وہی مالک ہے، ہر مالک کے ہوتے ہوئے بھی وہی مالک ہے اور ہر مالک کے بعد بھی وہی مالک ہے۔ ہر بادشاہ اس لاشریک بادشاہ کی تخلیق ہے۔ جو اللہ بادشاہ کو مانتا ہے وہ باحقیقت ہے، جو اللہ بادشاہ کو نہیں مانتا وہ بے حقیقت ہے۔ دوسری سند ہے قدوس۔ بادشاہی میں پاکی کا مقام سب سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بنایا ہے اور اپنے لئے کچھ نہیں بنایا۔ اس کا ہر فرمان ماننے والوں کی فلاح کے لئے ہے۔ جس بادشاہی کا پاکی سے تعلق نہ ہو وہاں تقسیم درست ہو ہی نہیں سکتی۔ پاکی صرف حق سے تعلق رکھتی ہے، اور اللہ اس پاکی کا مالک ہے۔ جو اللہ کے ساتھ نہ ہو وہ پاک نہیں ہو سکتا۔ تیسری سند ہے اَلسَّلٰمُ، سلامتی دینے والا۔ ہر سلامتی دینے والا ایک قوت کی احتیاج رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ وہ سلامتی دینے والا ہے جو کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ چوتھی سند ہے، المومن، امان بخشنے والا۔ امان وہی دے سکتا ہے جس کی اپنی سلامتی کو خطرہ نہ ہو۔ ہر امان دینے والا، اللہ کی امان کا محتاج ہوتا ہے۔ پانچویں سند ہے، المھیمن۔ پرورش، حفاظت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر حفاظت کرنے والے کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چھٹی سند ہے، العزیز۔ عزت کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور اللہ کی معیت کے علاوہ عزت کا حصول ممکن ہی نہیں، استعداد چاہے کچھ بھی ہو۔ ساتویں سند ہے، الجبار۔ عظمت و جبر کا مالک بھی اللہ ہی ہے۔ جبار وہ طاقت رکھتا ہے، کہ اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ نہ کبھی مغلوب ہوا ہے، نہ کبھی مغلوب ہوگا، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ آٹھویں سند ہے، المتکبر۔ کبریائی اللہ کی شان ہے۔ دعویٰ بڑائی کا ہو، تو پھر احتیاج کا مقام کیا معنی رکھتا ہے۔ دیکھ لیجئے، کبریائی کا دعویٰ صرف اللہ کو ہی زیب دیتا ہے۔ ان اسناد کی روشنی میں دیکھنا چاہئے، جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، ان کی حیثیت کیا ہے۔

حاصل : اگر ہمیں عبد اللہ ہونے کا دعویٰ ہے، تو پھر ہمارے ہر ہر عمل سے شرک کی نفی ہونی چاہئے، اور ہمیں اس حق کا مظہر ہونا چاہئے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

وہی اللہ خالق، بنانے والا اور صورت دینے والا ہے، اسی کے ہیں اچھے نام۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کرتا ہے، اور وہی عزیز و حکیم ہے۔

کسی شے کے مقصد تخلیق کا تعین کرنا، اور اس کی افادیت کو دوسری چیزوں کی افادیت سے مربوط کرنا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، اور اللہ ہی ہے جس نے کسی شے کو بے مقصد نہیں بنایا۔ مقصد کا تعین کرنے کے بعد اس کے ارکان کا جمع کرنا اور اس کو وجود میں لانا بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، اور پھر اس وجود کو ایسی صورت دینا کہ اس کائنات کے نظم میں کوئی نقص نہ آئے، یہ بھی بڑی اہمیت کا کام ہے۔ غور کیجئے کیا اللہ کا کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ نہیں بالکل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں، وہ اس کے ایک ہونے کا ثبوت ہیں، اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے، اور ہر شے اپنے اپنے دائرے میں اس مقصد کو پورا کر رہی ہے، جس کے لئے اسے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے، اس کے سامنے کسی مزاحمت کا کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ حضرت انسان کو جو توفیق اس نے دی ہے، وہ بڑی حکمت سے دی ہے۔ اشیاء کا مطلوب ہونے کے لئے یہ توفیق ضروری تھی، اس توفیق کی موجودگی میں حق کو ماننا بڑی شان ہے۔

حاصل: خالق کل اللہ ہی ہے۔ جو نام باحقیقت ہے وہی اچھا ہے۔ بندے کے نام سے اس کی عبدیت ظاہر ہونی چاہئے۔ ہمیں اللہ کی تسبیح کرنی چاہئے۔ اللہ کی بندگی سے ہی عزت حاصل ہوتی ہے، اور اسی سے حکمت عطا ہوتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾

وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہراؤ بنایا، آسمان کو چھت بنایا، اور تمہاری صورت بنائی تو احسن صورت بنائی اور تمہیں طیبات سے رزق دیا۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے، اللہ رب العالمین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انہیں دوستی کے پیغام

وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

بھیجتے ہو، اور وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا۔ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور تمہیں اسی بنا پر نکالتے ہیں، کہ تم اللہ، اپنے رب پر ایمان لائے۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کے لئے نکلے ہو اور میری رضا چاہتے ہو، تو ان سے خفیہ پیام محبت کیا معنی رکھتا ہے۔ اور مجھے علم ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اور تم میں سے جو ایسا کرے وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

ناصحین سے محبت ہو تو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ مومنین سے عملاً دشمنی کرنے والے، اللہ کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ وہ حق کو مانتے ہیں، اور کافروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ حق کا انکار کرتے ہیں۔ جو حق کا انکار کرتے ہیں، ان سے بھلا ایمان والوں کا کیا تعلق ہو سکتا ہے، ان سے دوستی کیا معنی رکھتی ہے، ان سے رازدارانہ بات کا کیا مقام ہے۔ کافر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، مومنین کے دشمن ہیں، اور پاک لوگوں کو اس بنا پر جلاوطن کرنے کے درپے ہیں کہ یہ اللہ کو مانتے ہیں، جو ان کا ربّ ہے اور ربّ العالمین ہے۔ کافروں کی حق سے مخاصمت تو اس قدر ہے پھر ایمان والوں کو یہ کیسے زیب دیتا ہے کہ یہ ان سے اپنا تعلق محسوس کریں۔ اگر ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے ہیں، اور ان کا مقصود اللہ کی رضا ہے، تو پھر اس رخ کے حوالے سے انہیں بالکل یک سو ہونا چاہئے۔ کافروں سے کسی مصلحت کے تحت بھی کسی خفیہ پیغام سے یکسوئی باقی نہیں رہے گی، اور اللہ کو تو چھپے اور ظاہر کا پورا پورا علم ہے، کوئی اللہ سے اپنی نیت کو کیسے چھپالے گا، اور کوئی اس سے اپنے اعمال کو کیسے چھپالے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں۔ جو یہ سمجھے کہ وہ اللہ سے کچھ چھپا سکتا ہے جان لو، وہ سیدھی راہ سے بہک گیا ہے۔

حاصل : اللہ کے دشمن، ایمان والوں کے عملاً دشمن ہوتے ہیں، ان کے ساتھ دوستی منع فرمائی گئی ہے۔ مومنین کا دوست وہی ہوتا ہے جو حق کو مانتا ہو۔ اللہ کے دشمن تو مومنین کو جلاوطن کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ اگر اللہ کی رضا مطلوب ہو تو منکرین حق سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ سے کچھ چھپا سکتا ہے تو وہ سیدھی راہ سے بہک جاتا ہے۔

إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ②

اگر تم کو پائیں تو تمہارے دشمن ہی ہوں گے، اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمہاری طرف برائی کے ساتھ دراز کریں گے، اور چاہیں گے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔

کافروں کے ساتھ مصلحت کے حوالے سے تعلق رکھنے والوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر کافر تم پر قابو پا جائیں، تو وہ تم پر

دست درازی بھی کریں گے زبان درازی بھی کریں گے، اور تم سے ایک ہی مطالبہ کریں گے، اور وہ یہ ہوگا، کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔

حاصل : کافر اگر مسلمانوں پر قابو پا جائیں تو قطعاً دشمنی کا ہی اظہار کریں گے، اور ان کی طرف سے دست درازی بھی ہوگی، زبان درازی بھی ہوگی۔ کافر اپنے رشتہ داروں سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ ان کی ملت میں لوٹ آئیں، مگر مومنین کو اس سے ہمیشہ کراہت ہی ہوتی ہے۔

مع لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں نفع دینے والے نہ ہوں گے، اللہ اس دن تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، اور اللہ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

رشتہ داروں کا حق اور اولاد کا حق بھی اللہ نے رکھا ہے۔ قرابت دار اس حق کے حوالے سے دیکھے جائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو وہ بالکل بجا ہوگا، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہوگا، وہ درست نہیں ہوگا۔ اگر رشتہ داروں کے لئے اور اولاد کے لئے وہ کچھ کیا جائے جس کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو قیامت کے دن رشتہ دار اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ قیامت کے دن، پاک اور ناپاک، الگ الگ ہو جائیں گے۔ اللہ سے کچھ چھپایا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر دعویٰ حق کو ماننے کا ہو، تو عمل سے یہ ظاہر بھی ہونا چاہئے، کہ حق کو ماننے والا، منکرین حق سے بیزار ہے۔

حاصل : رشتہ دار ہوں یا اولاد ہمارا تعلق سب سے حق کے حوالے سے ہونا چاہئے۔ قیامت کے دن، پاک اور ناپاک الگ الگ ہوں گے۔ حق کو ماننے کے دعوے کے سچے ہونے کا ثبوت ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ

ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی معیت والوں میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا، ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے مقابل عبادت کرتے ہو، بیزار ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہوئے، اور ہم میں اور تم میں عداوت اور بغض ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوا، حتیٰ کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں آپ کے لئے

لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④

استغفار کروں گا، اور میں اللہ کے سامنے آپ کے لئے کسی شے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے ربّ ہم نے تجھی پر توکّل کیا، تیری طرف رجوع لائے، اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

قرابت داروں کے ساتھ، کیسا ہونا چاہئے، اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے پاک ساتھیوں کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے سند ٹھہرادیا گیا ہے۔ جب آپ کی قوم نے حق کو ماننے سے انکار کردیا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے یہی فرمایا، کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی تم اللہ کے مقابل عبادت کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔ ہم تمہارے منکر ہوئے، اور ہم میں اور تم میں عداوت اور بغض اب ہمیشہ ظاہر ہی رہے گا۔ اس عداوت و بغض کے خاتمے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے، کہ تم شرک کو چھوڑ دو اور ایک اللہ پر ایمان لے آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ وعدہ ضرور کیا تھا، کہ وہ اس کے لئے استغفار کریں گے، اور آپ نے اس وعدے کو پورا بھی کیا تھا، مگر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے آپ اس سے الگ ہو گئے اور اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ جب تک کسی کی اللہ سے دشمنی واضح نہ ہو اس کے لئے استغفار کا مقام موجود ہوتا ہے۔ اللہ کے دشمن کے لئے استغفار کرنا منع فرمادیا گیا ہے۔ اللہ کے دشمن سے بیزاری کا اظہار ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا حق کے حوالے سے تھا، آپ نے یہ بھی کہا کہ میں آپ کے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں وہ مانے یا نہ مانے، یہ اس کی مرضی ہے۔ یہ استثناء، اجتماعی رویے کے حوالے سے ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ اس کے بعد یہ سب حضرات عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر توکل کیا، تیری طرف سے جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے وہ حق کی احسن ادائیگی کے لئے پورا ہے، اور جو آئندہ درکار ہوگا، وہ بھی وقت پر عطا ہوتا رہے گا۔ ہم تیری طرف رجوع لاتے ہیں، اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔

حاصل: قرابت داروں سے تعلقات کو حق کے حوالے سے دیکھنا چاہئے، اسوۂ حسنہ واضح فرمادیا گیا ہے۔ منکرین حق سے بیزاری کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے عداوت و بغض کا اظہار ضروری ہے۔ وہ شرک کو چھوڑ دیں اور ایک اللہ پر ایمان لے آئیں تو تعلقات بحال ہو سکتے ہیں۔ جس کے لئے بھی اللہ سے بخشش مانگنے کا وعدہ کیا جائے، اس سے یہ بھی کہنا چاہئے کہ میں اللہ کے سامنے آپ کے لئے کسی شے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اجتماعی دعا میں یہ کہنا چاہئے: اے ہمارے ربّ ہم نے تجھی پر توکل کیا، تیری طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤

اے ہمارے رب، ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ ٹھہرا۔ اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے۔ بے شک تو عزیز و حکیم ہے۔

اللہ پر توکل کرنے والے، اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ ٹھہرانا، کہ ان لوگوں سے اپنی عداوت کا اظہار کرنے کے بعد ان سے کسی نرم رویے کی توقع تو نہیں ہو سکتی۔ اس مقام پر ان کی طرف سے دی جانے والی

ایذاؤں کے مقابل پورا رہنے کی دعا طبعی بات ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی مقام پر ہم سے کوتاہی ہو تو ہمیں بخش دے، توہی عزت والا ہے توہی حکمت والا ہے، تیرا فرمان یقیناً درست ہے، ماننے میں ہم سے کوتاہی ہو سکتی ہے، تیری بخشش سے ہی ہمارا بھلا ہو سکتا ہے۔

حاصل: کافروں سے عداوت و بغض کا اظہار کرنے کے بعد اللہ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں ان کے لئے فتنہ نہ ٹھہرائے، ہماری کوتاہیوں کو بخش دے، اور ہمیں عزت و حکمت سے نوازے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦﴾ ع

بے شک اُن میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے، ان کے لئے جو اللہ اور یومِ آخر کی امید رکھتے ہیں۔ اور جو منہ پھیرے، تو اللہ بے نیاز ہے، حمد کیا ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پاک ساتھیوں کی حیاتِ طیبہ میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ تو یقیناً ہے، مگر وہی اس مقام پر پورا رہ سکتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اور فلاح کا طلب گار ہو۔ جو حق سے منہ پھیر لے گا وہ اپنا مستقبل ہی خراب کرے گا، اللہ تو ہے ہر احتیاج سے پاک، اس کی حمد ہوتی رہی ہے، اس کی حمد ہو رہی ہے اور اس کی حمد ہوتی رہے گی۔

حاصل: اللہ کے پاک بندوں کے اسوۂ حسنہ سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو اللہ کو مانتے ہوں اور فلاح کے طلب گار ہوں۔ جو حق سے منہ پھیرے وہ اپنا مستقبل خراب کر لیتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، اس کی حمد ہمیشہ سے ہو رہی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدخان (44) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

اور ہم نے آسمان اور زمین میں اور جو کچھ ان کے مابین ہے، یہ سب کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا ہے، ولیکن وہ لوگ اکثر علم نہیں رکھتے۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧﴾

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی پیدا کر دے۔ اور اللہ قدرت والا ہے، اور بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

جو لوگ قول کے درجے میں مومنین کے دشمن ہوتے ہیں، ان کے احساسات کا تعلق شنید سے ہوتا ہے۔ جب ان کی نظر حقائق پر پڑتی ہے، اور وہ مومنین کو خواہش اور غرض وغایت سے پاک دیکھتے ہیں، تو ان کے ساتھ انہیں ایک تعلق محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہ تعلق، مومنین کی صداقت و امانت کے مشاہدے سے دوستی تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت سے دشمنی،

دوستی میں بدل جاتی ہے۔ اللہ گناہ بخش دیتا ہے اور راہِ راست پر رہنے والوں کو اپنے رحم سے نوازتا ہے۔

حاصل : مومنین پر لازم ہے کہ وہ حق کے حوالے سے اپنے تعلقات کو دیکھیں۔ جو قول کے درجے میں مومنین کے دشمن ہیں، ان کی نظر جب حقائق پر پڑتی ہے، تو ان کی دشمنی بے بنیاد ہو جاتی ہے، اور ان کے اندر اللہ کی قدرت سے دوستی کا مقام آنے لگتا ہے۔ اللہ گناہ بخش دیتا ہے، رحم بھی فرماتا ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ
فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، کہ ان سے بھلائی کرو اور انصاف کرو۔ اللہ، انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

جو لوگ قول کی حد تک مومنین کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، وہ مومنین کے ساتھ جنگ نہیں کرتے۔ مومنین کو جلاوطن کرنا ان کا منشاء نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مومنین کو بھلائی کرنی چاہئے، اور ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے۔ اللہ، انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بھلائی اور انصاف کو دیکھ کر یہ لوگ ظلمات سے نور کی طرف آسکتے ہیں۔ انصاف کرنے والا، بھلائی ضرور کرتا ہے اس لئے انصاف کرنے والوں کے ساتھ، بھلائی کرنے والوں کا الگ ذکر نہیں کیا گیا۔ انصاف قطعاً حق کے حوالے سے ہوتا ہے، بھلائی کے پیچھے کئی محرکات ہو سکتے ہیں۔

حاصل : جو کافر لوگ دین میں مومنین کے ساتھ نہ لڑے ہوں، جنہوں نے مومنین کی جلاوطنی کو اپنا منشاء نہ بنایا ہو، یہ قول کے درجے میں مومنین کے دشمن ہیں۔ ان سے بھلائی کرنی چاہئے، اور ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہئے، اس طرح ان کو ظلمات سے نور کی طرف آنے میں مدد مل سکتی ہے۔ قیامِ عدل، اللہ کے محبوب بندوں کا کام ہے۔

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ
فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ
ظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے، جو تم سے دین میں لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالنے میں مدد کی، کہ ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔

جن کافر لوگوں کے ساتھ دوستی قطعاً منع فرما دی گئی ہے، وہ دین میں مومنین کے ساتھ لڑ چکے ہیں۔ انہوں نے مومنین کو جلاوطن کیا ہے، اور مومنین کے ساتھ دشمنی کرنے والوں کو مدد دی ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ دوستی، اللہ کے دشمنوں سے دوستی ہوگی۔ مومنین کی ملت کے ساتھ دشمنی کرنے والوں سے دوستی کے معنی یہی ہوں گے کہ ذاتی مفاد کو، مومنین کے اجتماعی مفاد پر ترجیح دی گئی ہے، یہ قطعاً ظلم ہے، اور ایسا کرنے والے ظالم ہیں۔

حاصل : حق کی عملاً مخالفت کرنے والوں سے دوستی منع ہے، اور ذاتی مفاد کو مومنین کے اجتماعی مفاد پر ترجیح دینا ظلم ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ۖ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَءَاتُوهُم مَّآ أَنفَقُوا۟ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا۟ بِعِصَمِ ٱلْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقُوا۟ ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ ٱللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

اے ایمان والو، جب تمہارے پاس ایمان والی مہاجر عورتیں آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ اللہ کو ان کے ایمان کا بڑا علم ہے۔ پھر اگر تمہیں ایمان والی معلوم ہوں، تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔ نہ یہ عورتیں انہیں حلال ہیں اور نہ وہ مرد انہیں حلال ہیں۔ اور انہیں دے دو جو ان کا خرچ ہوا۔ اور تمہیں ان سے نکاح کرنے میں گناہ نہیں جب ان کے مہر انہیں دو۔ اور کافر عورتوں کے ناموس نہ پکڑے رکھو، اور تم مانگ لو جو تم نے خرچ کیا، اور وہ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ وہ تمہارے مابین فیصلہ فرماتا ہے۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

جو عورتیں دارالکفر سے دارالسلام کی طرف ہجرت کر کے آئیں، اور وہ ایمان کا دعویٰ رکھتی ہوں، ان کی صداقت کو جانچنے کا حکم ہے۔ ان کا امتحان، ان کے حالات وواقعات کے حوالے سے ہوتا ہے۔ اگر ان کی ہجرت اللہ کی رضا کے لئے ہو، تو پھر ان کا دعویٰ ایمان، صداقت پر مبنی ہے۔ اگر ان کی صداقت کا ثبوت موجود ہو تو پھر ان کو کافروں کی طرف لوٹانے کا حکم نہیں ہے، ورنہ ان کو روکنا بھی ملت کے مفاد کے خلاف ہی ہو سکتا ہے۔ جو عورتیں پاک ہیں، وہ کافروں کے لئے حلال نہیں ہیں، نہ وہ مرد انہیں حلال ہیں۔ پاک اور ناپاک کے مابین وقف لازم ہوتا ہے۔ ایمان والی مہاجر عورت کو اس کے سابقہ شوہر سے الگ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ وہ سابقہ شوہر مانگے وہ اسے بیت المال سے دے دیا جائے، وہ اس کا مہر ہی ہو گا، اللہ کی رضا کے لئے ہجرت کر کے آنے والی عورت، کوئی شے جس پر اس کا حق نہ ہو، کیونکر ساتھ لا سکتی ہے۔ ایسی پاک عورت کے ساتھ نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ نکاح بہر حال اللہ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق ہو گا، اور شوہر کی طرف سے مہر ضرور ادا کیا جائے گا۔ اگر مومن مرد کو یہ معلوم ہو کہ اس کی بیوی کافرہ ہے تو اس کو ساتھ رکھنے کی بجائے اسے کافروں کی طرف جانے کا موقع دیا جائے، اور اگر کافروں سے کچھ مانگنا ہو تو مانگ لیا جائے۔ یہ مہر ہی ہونا چاہئے۔ کافروں کی طرف سے آنے والی عورتوں کے بارے میں جو وہ مانگنا چاہیں، مانگ لیں، وہ بھی مومنین کے اجتماعی مال سے دیا جائے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے، علیم مطلق کا حکم ہے، علم والے اور حکمت والے کا حکم ہے۔ اس فیصلے کو نہایت احتیاط کے ساتھ ماننا چاہئے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے پاک اور

ناپاک کے درمیان وقف رکھنے کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس علم کے بغیر معاشرے کا پاک رہنا ممکن ہی نہ تھا۔

حاصل : ایمان والی مہاجر عورتوں کا امتحان کرنا ضروری ہے۔ اگر ان کی ہجرت اللہ کی رضا کے لئے ہو تو پھر ان کو کافروں کی طرف لوٹانا منع ہے، ورنہ انہیں روکنا مناسب نہیں ہے۔ پاک عورت، ناپاک مرد کے لئے درست نہیں۔ پاک مرد، ناپاک عورتوں کے لئے درست نہیں۔ ایمان والی عورتوں کے سابقہ شوہروں کو ان کے مہر مومنین کے اجتماعی مال سے دیے جائیں گے، نکاح اللہ کی مقرر کردہ حدود کے حوالے سے ہوگا۔ کافروں سے ان عورتوں کا مہر لیا جا سکتا ہے جو ملتِ کفر کی طرف جانے کا فیصلہ کریں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کے علم سے استفادہ کرنا، اس کی حکمت سے استفادہ کرنا بڑی سعادت ہے۔ پاک اور ناپاک کے مابین وقف لازم ہے۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اگر تمہاری ازواج سے کچھ کفار کی طرف پلٹ جائیں، پھر موقع تمہارے ہاتھ آئے، تو جن کی عورتیں چلی گئی ہیں انہیں ان کے خرچے کی مثل دے دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تمہارا ایمان ہے۔

مومنین کی طرف سے جو عورتیں کافروں کی طرف پلٹ جائیں گی، اگر ان کے شوہروں کو مہر کی رقم نہیں لوٹائی گئی، پھر موقعہ ایسا آجائے کہ کافروں کی طرف سے عورتیں ہجرت کر کے مومنین کی طرف آئیں، اور ان کے مہر لوٹائے جا رہے ہوں تو اس رقم میں سے ان مومن مردوں کو جن کی عورتیں چلی گئیں ہیں، ان کے خرچے کی مثل دے دیا جائے گا۔ اس میں یہ دھیان رکھنا ضروری ہے، کہ قطعاً اپنے حق سے کچھ زیادہ نہ لیا جائے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اس سے نہ ہماری نیت چھپی ہوئی ہے نہ ہمارے اعمال چھپے ہوئے ہیں، وہی ہمیں ہمارے کیے کی جزا دے گا۔

حاصل : مومنین کی طرف سے عورتیں کافروں کی طرف پلٹ جائیں، اور انہوں نے مہر کی رقم نہ لوٹائی ہو، تو مومنین کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ یہ موقع ہاتھ آنے پر، ایمان والی عورتوں کے مہر کافروں کو واپس کرتے وقت، اس خرچے کی مثل، ان مردوں کو دے دیں۔ اپنے حق سے زیادہ نہ لینا، اللہ سے ڈرنا ہے۔ اللہ پر ایمان کا ثبوت اپنے عمل سے دینا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ایمان والی عورتیں آپ کی خدمت میں ان شرائط پر بیعت کے لئے حاضر ہوں، کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور بدکاری نہیں

يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بہتان سے افترئ نہیں باندھیں گی، اور معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لیجئے، اور ان کے لئے استغفار فرمایئے۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

عورتوں سے بیعت لینے کے لئے جو شرائط بیان فرمائی گئی ہیں، وہ ہر زمانے میں پاک رہنے کے لئے ضروری ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وہ کبھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا عہد کریں۔ اللہ کی رضا کے علاوہ بھی اگر ان کا کچھ مقصود ہو، تو پھر وہ شرک کی مرتکب ہوں گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ چوری نہ کرنے کا عہد کریں۔ جس مال پر ان کا حق نہیں ہے، اسے نہ لیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ بدکاری نہ کرنے کا عہد کریں۔ خلافِ حق جنسی تعلقات سے اس قدر بچیں کہ وہ ان راستوں سے بھی بچیں جو بدکاری کی طرف لے جاتے ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جو اللہ نے ان کے ارحام میں پیدا کی ہے، قتل نہ کر ڈالیں۔ یہ قتل وضع حمل سے قبل بھی ہو سکتا ہے، وضع حمل کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بہتان سے افترئ نہ باندھنے کا عہد کریں، کسی کی حیثیت عرفی پر داغ نہ لگائیں۔ اور چھٹی بات یہ ہے کہ وہ معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو قطعاً معروف ہی ہو سکتا ہے، کہ ان کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے، آپ کی نافرمانی سے تو دعوئ ایمان ہی باطل ہو جائے گا۔ ان شرائط پر پاک رہنے کا عہد، مومنات کی طرف سے بیعت ہے۔ بیعت لینے کے بعد یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا کی جائے کہ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حاصل : عورتوں سے بیعت ہمیشہ مذکورہ شرائط پر ہو گی، جو چھ ہیں : اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، چوری نہ کرنا، بدکاری نہ کرنا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، افترئ نہ باندھنا، اور معروف میں نافرمانی نہ کرنا۔ بیعت لینے والا، ان کے لئے بخشش کی دعا کرے، کہ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

اے ایمان والو، ان لوگوں سے دوستی نہ کرو، جن پر اللہ کا غضب ہے۔ وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں، جیسے کافر، قبور والوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں۔

منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو مغضوب جاننا چاہئے۔ جن پر اللہ کا غضب ہو

ان سے دوستی کے معنی، اللہ کے غضب کی طرف جانا ہو گا۔ یہ لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے، جیسے کافر، اہل قبور کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مر کر مٹی ہو گئے ہیں، اب ان کا جزا کے لئے اٹھنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

حاصل : مغضوب لوگوں سے دوستی کے معنی اللہ کے غضب کی طرف بڑھنا ہے۔ جن پر اللہ کا غضب ہو، وہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے، جیسے کافر بعث بعد الموت کو ناممکن کہتے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ (58) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھا جو ان لوگوں کے دوست ہوئے، جن پر اللہ کا غضب ہے۔ وہ نہ تم میں سے ہیں، نہ ان میں سے، اور جانتے بوجھتے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

اللہ ہی خالق کل ہے۔ اس نے کسی شے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا۔ ہر شے اپنے منشاء تخلیق کے حوالے سے وہ کچھ کر رہی ہے جس کے لئے اسے خلق فرمایا گیا ہے، یہ اللہ کی تسبیح ہے۔ بندہ اپنے منشاء تخلیق کو دیکھے اور اسے پورا کرے تو اسے عزت والے، حکمت والے مالکِ کل کی معیت حاصل ہو گی۔

حاصل : اللہ کی تسبیح کرنی چاہئے۔ اپنے منشاء تخلیق کو جاننا چاہئے، اسے پورا کرنا چاہئے۔ اللہ کی بندگی سے ہی ہمیں عزت مل سکتی ہے، اسی سے حکمت عطا ہو سکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢﴾

اے ایمان والو وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔

اگر انفاق فی سبیل اللہ کی باتیں بہت کی جائیں، مگر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے، وسعت قلب کا ذکر بہت کیا جائے مگر وسعت قلبی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، تو یہ باتیں بندوں کو صداقت سے دور لے جائیں گی۔

حاصل : جو بات ہمارے نزدیک اہم ہے، اس کی اہمیت کا اظہار ہمارے عمل سے ہونا چاہئے۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞۳

اللہ کے نزدیک یہ بڑی بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

جن خوبیوں کو قابل قدر جانتے ہوئے بیان کیا جائے، وہ خوبیاں بیان کرنے والے کے اندر موجود نہ ہوں تو اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناپسندیدہ بات ہے، اور اللہ اس سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ صرف خوش گفتاری اللہ کے نزدیک کبھی کسی کی صداقت کا ثبوت نہیں ہوتی۔ قول کی صداقت کا ثبوت عمل کی شہادت سے ملتا ہے، اور جو کہا جائے وہ کیا نہ جائے تو اللہ ایسی باتوں کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔

حاصل : ہمیں دیکھنا چاہئے، کہ ہم جو کہتے ہیں، وہ کرتے بھی ہیں، تو یہ ہمارے حق کو ماننے کا ثبوت ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہماری خوش کلامی اللہ کے نزدیک بالکل ناپسندیدہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۞۴

اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے، جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں، جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

اللہ کی راہ میں لڑنے کی باتیں تو کی جائیں، اور جہاد کی طرف بلایا جائے تو پریشانی لاحق ہو جائے، یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ رویہ ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اس طرح لڑتے ہیں کہ ان کے مابین شکوک و شبہات کے لئے جگہ نہیں ہوتی، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں، اللہ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ یہ لوگ عمل کے مقام پر بولتے نہیں۔ نصرتِ الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ دشمن کے انبوہ کی طرف اس یقین سے بڑھتے ہیں کہ ابھی اس کو مغلوب کر کے رکھ دیں گے۔ اپنے امیر کی اطاعت اس طرح کرتے ہیں کہ ان کا عمل بول رہا ہوتا ہے، کہ حال پر جو حق ان پر عاید ہے، اس کے ادا کرنے کے لئے جو کچھ درکار ہے وہ ان کے پاس موجود ہے۔

حاصل : اللہ کی راہ میں لڑنے والے، آپس میں شکوک و شبہات سے پاک رہیں تو وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں۔ اللہ ان کو پسند کرتا ہے، ان کی نصرت فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۞۵

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو، اور تمہیں علم ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے، تو اللہ نے ان کے قلوب کو ٹیڑھا کر دیا، اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلائے، ارض مقدس میں داخل ہونے کے حکم

کے ساتھ فتح کی بشارت بھی دی، پیچھے ہٹنے کے خسارے سے بھی ان کو آگاہ کیا، اور یہ بھی ان پر روشن فرمایا کہ تم لوگ خسارے کی طرف بڑھو تو مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، اور میں تمہارا ہی خواہ ہوں، مجھے اذیت دینا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ تمہیں یہ بھی علم ہے کہ میری بات تمہارے لئے انتہائی اہمیت رکھتی ہے، کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ حقائق کو دیکھنے کے باوجود ان لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور یہ کہا کہ جن جبار لوگوں کے ساتھ آپ ہمیں لڑانا چاہتے ہیں، ہم ان سے نہیں لڑ سکتے۔ آپ جایئے اور آپ کا رب، آپ دونوں لڑیئے، ہم یہاں بیٹھتے ہیں۔ یہ ٹیڑھ جب ان کے رویے میں آگئی تو ان کے فسق کی بدولت، اللہ نے ان کو گمراہ کر دیا۔ ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔ فاسقوں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے ہمارے رب، ہمارے اور فاسق لوگوں کے مابین فرق کر دے۔ (5:25)

حاصل : جس کی بات حق کے حوالے سے ہے، اور ہماری فلاح کے لئے ہے، اس کی حکم عدولی، اس کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔ جب شاہد کو ایذا دی جائے تو ایذا دینے والوں کے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں، پھر حق سے دوری ہی ہوتی ہے۔ اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت انہیں نصیب ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائیں۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۗ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

اور جب عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے فرمایا، اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب "تورات" کا مصدّق ہوں، اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتا ہوں، جس کا اسم شریف "احمد" ہے۔ پھر جب وہ روشن نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس آئے، کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ نے بنی اسرائیل پر واضح فرمایا، کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میرا وجود تورات شریف کی تصدیق کرتا ہے۔ ہدایت کی طلب رکھنے والوں کو مجھے اس نظر سے دیکھنا چاہیے، کہ میں ماضی کا مصدق ہوں اور مستقبل کا مبشر ہوں۔ اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت کو اپنا اہم ترین کام بتانا ایک روشن سند ہے، اور بنی اسرائیل کو اس روشن سند کے حوالے سے اپنا رخ درست کرنا چاہئے۔ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک زبان سے بعد میں آنے والے رسول کی بشارت سن چکے تھے، اور جنہیں ان کا نام 'احمد' بتایا گیا تھا، وہ لوگ اس بشارت کے حوالے سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان گئے، کہ نشانیاں قطعاً روشن تھیں، شک کا کوئی مقام ہی نہ تھا۔ مگر ان کو ماننے میں ان لوگوں نے اپنا امتیاز مٹتے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔

حاصل : حضرت عیسیٰ بن مریم ہی کہنا چاہئے۔ یہ بنی اسرائیل میں سے آخری رسول ہیں۔ بنی اسرائیل کو اس بشارت کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ان کو پہنچائی گئی تھی۔ روشن نشانیاں انہی کے لئے مفید ہوتی ہیں، جو طلبِ ہدایت رکھتے ہوں، ورنہ روشن نشانیوں کو بھی سحر مبین کہہ کر

لوگ من مانی کرنے لگتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷

اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا، جو اللہ پر کذب سے افتریٰ باندھے اور اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بنی اسرائیل کو جس رسول کا نام احمد بتایا گیا تھا، اس کی بعثت کے زمانے میں بھی ان کو شک نہ تھا، ان کی بعثت کے مقام کے بارے میں بھی ان کو شک نہ تھا۔ باقی نشانیاں بھی واضح تھیں۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ رسول تو آگئے ہیں اور بنی اسرائیل سے نہیں ہیں، تو ان لوگوں نے اللہ کی بتائی ہوئی نشانیوں کو بدل دیا، اور اپنے اظلم ہونے کا ثبوت دیا۔ بنی اسرائیل کو دعوت تو اسلام کی دی گئی، اس دعوت کے قبول کرنے میں بھلا بھی انہی کا ہے، مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دے، ظلم کرنے والوں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔

حاصل: جو حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش کرے، وہ اظلم ہوتا ہے۔ اسے سلامتی کی طرف بلایا بھی جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ اللہ خلافِ حق کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے، کافر پڑے کراہت کریں۔

وہ حقائق جو اللہ نے نازل فرمائے ہیں، وہ اللہ کا نور ہیں۔ بنی اسرائیل چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے نور کو بڑھائے اور اس کا اتمام کرے۔ اب حق کو نہ ماننے والے، چاہے جتنے بھی ہوں، اور وہ جو استعداد بھی رکھتے ہوں، اللہ سے مقابلہ تو کر نہیں سکتے۔ کافروں کو نور کے بڑھنے سے کراہت تو ہوتی ہے، مگر اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

حاصل: نورِ ہدایت کو بڑھانا اللہ کا کام ہے، بنی اسرائیل کی پھونکیں کیا کر سکتی ہیں۔ کافر نورِ ہدایت کے بڑھنے سے کراہت کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ع

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، مشرک پڑے کراہت کریں۔

اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ نورِ ہدایت اور دین حق واضح ہوتا چلا

جا رہا ہے۔ طلب ہدایت رکھنے والا فرد جب تضاد سے پاک ہونے کا راستہ اختیار کرتا ہے تو شاہدین سے میل جول کی بدولت اس کا قول پاک ہو جاتا ہے۔ پھر ان سے محبت کی بدولت اعمال کی اصلاح ہونے لگتی ہے۔ پھر اسے علم حقیقی حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب وہ مخلص ہو جائے تو وہ دین حق کے غلبے کا شاہد ہو جاتا ہے۔ فرد کی سطح پر نظر آنے والی تبدیلیاں، جماعت کی سطح پر بھی آتی ہیں، اور بین الاقوامی سطح پر بھی آئیں گی، اور ایک وقت آئے گا، جب ساری کائنات میں دین حق کا غلبہ ہوگا، اور مومنین کے علاوہ کسی بھی مقام پر اور کوئی نہ ہوگا۔ جو لوگ یکسوئی کو پسند نہیں کرتے، انہیں اس سے کراہت ہوتی ہے، اللہ یکسوئی کو پسند کرتا ہے۔

حاصل : اگر ہماری زندگی میں نورِ ہدایت ہے اور ہم دین حق کے ماننے والے ہیں، تو ہم اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں، ہمارا رخ درست ہے۔ مشرکوں کو ہمیشہ یکسوئی سے کراہت ہوتی ہے۔ دین حق کا غلبہ ہو کے رہے گا، کوئی مزاحمت دین حق کے غلبے کو روک نہیں سکتی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان (25) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے اور نصرت دینے کے لئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو، کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں، جو تمہیں عذاب الیم سے نجات دے۔

حق کو ماننے والے، جزا کا یقین رکھتے ہیں، اور وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ انہیں عذاب الیم سے بچ جانا نصیب ہو۔ وہ طریق زندگی جس میں انہیں فلاح کا حصول، یقینی نظر آئے، صحیح طریق زندگی ہے۔ تجارت میں لین دین ہوتا ہے۔ وہ کیا کیا کام ہیں، جن کے کرنے سے فلاح حاصل ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے بات کرنے والی ذات بابرکات، رحمۃ اللعالمین اگر اس تجارت کو واضح فرمادے، جس کی بدولت، ماننے والوں کو فلاح نصیب ہو، تو یہ ان کے لئے بڑی سعادت ہے۔

حاصل : وہ طریق زندگی ضرور سیکھنا چاہیے، جس سے فلاح کا حصول یقینی ہو جائے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

ایمان لاؤ، اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اپنے اموال و انفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔

وہ تجارت جس کا ذکر کیا جارہا ہے، اس میں ایمان والوں کو کیا کرنا ہے، یہ واضح فرمایا جارہا ہے۔ اللہ پر ایمان لانا خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنا ہے، جلوت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باوضور رہنا ہے، اور اپنے اموال و انفس کو اللہ کی راہ میں جہاد پر لگانا ہے۔ اللہ پر ایمان لانے سے ہمیں خلوت کی پاکی حاصل ہوگی، جو کسی دوسری صورت میں حاصل نہ ہوگی۔ اللہ کے رسول پر ایمان لانے سے ہمیں جلوت کی پاکی حاصل ہوگی، جو کسی دوسری صورت میں حاصل نہ ہوگی۔ اپنے اموال وانفس کو اگر جہاد فی سبیل اللہ پر نہ لگایا جائے گا، تو بھی ان پر ہمارا تصرف ایک وقت کے لئے ہی ہوگا، اور

اموال وانفس کو خلافِ حق استعمال کیا جائے گا تو المناک عذاب کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ علم والوں کو اس طریق زندگی میں اپنی بہتری نظر آتی ہے۔

حاصل : اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا قول کا درجہ رکھتا ہے، اموال وانفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کرنا عمل کا درجہ رکھتا ہے۔ قول، عمل کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ ہماری صداقت کا ثبوت مل جائے تو اس میں ہمارے لئے بہتری ہے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا، اور تمہیں جنّتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، اور بسنے کے باغوں میں طیّب مساکن۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔

جو لوگ، اللہ پر ایمان لائیں، اللہ کے رسول پر ایمان لائیں، اپنے اموال وانفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کریں، ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور انہیں جنتوں میں داخل فرمایا جائے گا۔ وہ جنت زیرِ زمین نہروں کی وجہ سے سدا بہار ہوں گے۔ بسنے کے باغوں میں پاک گھر نصیب ہو جائیں، تو یہ عظیم کامیابی ہے۔ جس پاکی کے ساتھ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے، اسی پاکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا نصیب ہو، تو یہ عظیم کامیابی ہے۔

حاصل : اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے اور اموال وانفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کرنے سے، گناہ بخش دیے جاتے ہیں، دائمی راحت نصیب ہوتی ہے، اور طیب مساکن عطا ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضا کا حصول عظیم کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور ایک اور جو تمہیں بہت پسند ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور فتح قریب۔ اور مومنین کو بشارت دے دیجئے۔

ایمان والوں کو یہ آرزو ہوتی ہے، کہ حال پر ان کو اللہ کی نصرت حاصل ہو اور اللہ کے دشمنوں پر ان کو غلبہ نصیب ہو۔ اموال وانفس کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو اللہ کی نصرت اور فتح قریب کی بھی بشارت دی جاتی ہے، اور وہ حال پر دیکھتے ہیں کہ اللہ کا فضل ان کے شامل حال ہے۔

حاصل : ایمان والے، اموال وانفس کو فی سبیل اللہ جہاد پر لگائیں تو ایک فائدہ اُنہیں حال پر بھی ملتا ہے، جو اللہ کی نصرت اور فتح قریب کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، اور اس کی بشارت انہیں پہلے سے مل چکی ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اے ایمان والو، اللہ کے انصار بنو، جیسے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریوں

لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ
قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ
طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ
طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى
عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾ ع

سے کہا تھا، کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے انصار ہیں۔ حواریوں نے عرض کیا ہم ہیں اللہ کے انصار۔ تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابل مدد دی، تو پھر وہی غالب ہوئے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔اے میری قوم اللہ سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو۔ بے شک میرا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، تو اسی کی بندگی کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (3:52) پھر جب ان لوگوں کی اکثریت نے آپ کو عملاً نہ ماننے کا ثبوت دیا، تو آپ نے فرمایا، کون ہیں جو اللہ کی طرف میرے ساتھی ہیں اور مجھے نصرت دینے کے لئے تیار ہیں۔ جو لوگ آپ سے محبت رکھتے تھے، وہی آپ کے حواری تھے، انہوں نے کہا، ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ تو بنی اسرائیل سے یہ حواری جو تعداد میں یقیناً کم تھے، آپ پر ایمان لائے، اور اکثر لوگوں نے آپ کو نہ مانا۔ یہ نہ ماننا، مومنین سے دشمنی تھی۔ اللہ نے ایمان والوں کی نصرت فرمائی، اور وہ اپنے دشمنوں پر باذن اللہ غالب ہوئے۔

حاصل: اللہ کے انصار ہونے کی صورت یہی ہے کہ شاہدین کی معیت اختیار کی جائے۔ حق کو ماننے والے لوگ، اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اپنے دشمنوں پر غالب آجاتے ہیں۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (3) کے آخر میں فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿٢٠٠﴾

اے ایمان والو، صبر کرو اور صابر رہو اور رابطہ رکھو اور اللہ سے ڈرو، تا کہ تم فلاح پاؤ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، جو بادشاہ ہے، قدّوس ہے، عزیز ہے، حکیم ہے۔

آسمانوں اور زمین میں ہر شے، اپنے اپنے منشاء تخلیق کے حوالے سے تسبیح میں مشغول ہے۔ ہر شے زبان حال سے اللہ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اللہ وہ ہے جو بادشاہ ہے، اور جس کی بادشاہی ہمیشہ تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، بندہ پاک ہو تو اسے اللہ کا ساتھ نصیب ہو سکتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہمیشہ غالب رہا ہے، اور ہمیشہ غالب رہے گا، اس کے فرمان میں ہمیشہ حکمت موجود ہوتی ہے۔

حاصل : اگر بندہ اللہ کو مانتا ہو تو اس کے اندر توکل، پاکیزگی، عزت اور حکمت، یہ سب مقامات روشن ہوتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾

وہی ہے جس نے اُمیوں میں، انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیات تلاوت کرے، اور ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور اس سے قبل وہ اندھیرے میں تھے۔

بنی اسمٰعیل امی ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انہی میں سے ہوئی ہے۔ اللہ ہی آپ کو بھیجنے والا ہے، جو مالک کل ہے، علیم مطلق ہے، عزت و حکمت والا ہے۔ آپ سے پہلے جو رسول، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے، ان کی اطاعت بھی رسول اللہ ہونے کے حوالے سے فرض تھی، بنی اسرائیل ہونے کے حوالے سے نہ تھی۔ منشاء بعثت یہ بتایا گیا ہے، کہ اللہ کی بھیجی ہوئی آیات کی تلاوت ہو، تزکیہ عطا کیا جائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دی جائے۔ اس سے قبل تو انسانی خواہشات کے اندھیروں میں بھٹکنے والے اشیاء کی طلب میں ہی الجھے رہتے تھے۔ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرانجام دیتے رہے، اب وہ کام شاہدین تا قیامت کرتے رہیں گے۔ امیوں کو یہ رفعت اللہ نے ہی بخشی ہے، اور اس عطاء الٰہی کی قدر کرنے والے ہی بندگی کا حق ادا کر سکیں گے۔

حاصل : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا اور امیوں میں سے ہونا، علیم مطلق کے علم سے تعلق رکھتا ہے، اس کی حکمت سے تعلق رکھتا ہے۔ منشاء بعثت تلاوتِ آیات، تزکیہ، اور کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔ ان مقامات کی موجودگی سے گمراہی ختم ہو جاتی ہے۔

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾

اور اُن کے دوسرے لوگوں کے لئے بھی جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

اہل کتاب تو بنی اسرائیل تھے، ان کے علاوہ جو بھی تھے، سب امی تھے۔ یہ امی لوگ ان معنوں میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، کہ ان کی تختی صاف تھی۔ یہ کبھی فرمان الٰہی کو اپنی چاہت کے مطابق بنانے کے گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سنا، آپ کی ذات بابرکات کو دیکھا، اور آپ پر ایمان لائے، وہ اپنا مقام رکھتے ہیں، مگر جن لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو آپ کے محبین کی زبان سے سنا اور مانا، یہ بھی خوب لوگ ہیں، یہ بھی اپنا مقام

رکھتے ہیں۔ غلبہ عطا کرنا اللہ کی شان ہے، حکمت عطا کرنا اللہ کی شان ہے۔ اللہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور عزت مومنین کی ہی ہوتی ہے۔ جو مومنین کی صف میں شمار نہیں وہ عزت والا ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اللہ نے حق کی تبلیغ جن کے سپرد کی ہے، ان کی فضیلت کو ماننا چاہئے۔

حاصل : جو لوگ اللہ کے رسول کے محبین سے نورِ ہدایت لیتے ہیں اور لیتے رہیں گے، ان کی بھی بڑی شان ہے۔ جن کو اللہ نے فضیلت دی ہے، ان کی شان کو ماننا چاہئے۔ عزت و حکمت اللہ عطا کرتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اللہ نے اگر امیوں کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہ لوگوں پر اللہ کی آیات کی تلاوت کریں، انہیں پاک کریں، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں، تو یہ اللہ کا فضل عظیم ہے۔ اللہ کے فیصلے میں دخل دینا تو ممکن ہی نہیں، اور اس کے ہر فیصلے میں حکمت یقیناً موجود ہوتی ہے، اللہ کو ماننے والے ہی اس حکمت کو پا سکتے ہیں۔

حاصل : اللہ کا فضل جسے عطا ہو، اس کو ماننا ہی اللہ کو ماننے کا ثبوت ہوگا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤

ان کی مثل جن پر توریت رکھی گئی تھی، پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا مگر گدھے کی مثل کہ پیٹھ پر کتابیں لئے چلتا ہے۔ کیا ہی بری مثل ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

توریت شریف بنی اسرائیل کو عطا ہوئی، اور اس کو انہوں نے اٹھایا تو ضرور مگر اس طرح نہیں اٹھایا جس طرح اسے اٹھانا چاہئے تھا۔ کتاب اللہ کو حکم الٰہی ماننا چاہئے تھا، اور حکم الٰہی کو ماننے کے لئے نمونہ اللہ کے رسول کو ماننا چاہئے تھا، اللہ کے رسول سے محبت رکھنی چاہئے تھی، مگر ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ کتاب اللہ کا بوجھ اٹھائے پھرتے رہے، جیسے گدھا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے۔ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو ماننے کا ثبوت نہیں دیا۔ اللہ کے رسول سے جو محبت ان کو ہونی چاہئے تھی، یہ اس کی بجائے اللہ کے رسول کو ایذا دیتے رہے، اور ظلم کے مرتکب ہوتے رہے۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حاصل : کتاب اللہ کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور شاہدین کے حوالے سے ماننا چاہئے، پھر ہی ہم سے نورِ ہدایت پھیل سکتا ہے۔ کتاب اللہ پر عمل نہ ہو، اور اس کا ذکر بھی کیا جائے، تو یہ گدھے کی مثل ہونے کا ثبوت ہوگا۔ اللہ کی آیات کا نہ ماننا ظلم ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ

فرما دیجئے، اے یہودیو! اگر تمہیں زعم ہے

اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٦﴾

کہ اور لوگوں کے مقابل تم اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔

خوف اور حزن وملال کے دائرے میں سب سے بڑا خوف موت کا ہی ہوتا ہے، اور جب نفس موت کو سامنے پائے تو پھر خواہشات دور چلی جاتی ہیں۔ یہودیوں کو یہ زعم تھا، کہ اور لوگوں کے مقابل وہ اللہ کے دوست ہیں۔ انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ دوست کو دوست سے ملنے کی تمنا ضرور ہوتی ہے، موت اللہ کے دوستوں کے لئے وصال کا دروازہ ہوتی ہے۔ اگر تم اللہ کے دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو اپنی صداقت کا ثبوت یوں پیش کرو کہ تم موت کی تمنا کرو۔ جسے موت کی تمنا ہوگی وہ حق کے حوالے سے اپنے اختیار کے اندر، اشیاء کی تقسیم میں دیر نہیں کرے گا، اور ان کے جمع کرنے کا رخ بھی نہ رکھے گا۔ اس آئینے میں، اپنی صداقت کو دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل : زعم یہ ہو کہ ہم اللہ کے بڑے دوست ہیں، اور اموال وانفس کو اللہ کی راہ پر نہ لگایا جائے، تو پھر صداقت کا ثبوت موجود نہ ہوگا۔ موت کی تمنا، وصال کی تمنا ہے، یہ تمنا وہی کر سکتا ہے، جو رجوع الی اللہ ہو۔

وَلَا يَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿٧﴾

اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے، بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں، اور اللہ ظالمین کا علم رکھنے والا ہے۔

خلافِ حق کرنے والے جانتے تو ہیں کہ وہ اپنے ہاتھوں کیا آگے بھیج چکے ہیں، اور حق کو ماننے کا دعویٰ کرنے میں وہ کس قدر سچے ہیں، اس لئے وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔ دعویٰ اللہ سے دوستی کا ہو اور پیروی اپنی خواہشات کی ہو تو ایسے ظالم لوگوں کا، اللہ سے بڑا علم رکھنے والا کوئی نہیں۔ وہ انہیں ان کے ظلم کی پوری پوری سزا دے گا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے، ظالم ہوتے ہیں۔ ظالم جانتے تو ہیں انہوں نے اپنے ہاتھوں کیا آگے بھیجا ہے، وہ موت کی تمنا کر نہیں سکتے۔ اللہ ظالمین کو ان کے ظلم کی پوری پوری سزا دے گا۔

قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِىۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٨﴾ ع

فرما دیجئے وہ موت جس سے تم فرار ہو رہے ہو، وہ تم سے ملاقات کرے گی، پھر اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے، تو وہ تمہیں بتا دے گا، جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔

موت کا آنا، اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس سے بھاگ کر کوئی کہاں چلا جائے گا۔ قادر مطلق کی قدرت کے دائرے سے باہر تو کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ آسمان ہو، زمین ہو، یا آسمان وزمین کے مابین کوئی مقام ہو موت سے بھاگ کر کسی پناہ گاہ میں چھپنا ممکن ہی نہیں۔ موت خود اسے باذن اللہ ڈھونڈ لیتی ہے، جس پر موت کا مقام آتا ہے۔ موت کے بعد عمل کے لئے دیا گیا وقت

ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جس مالک کل کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی کا مقام آجاتا ہے، اور وہ مالک کل ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، وہ ہمارے چھپے کو بھی جانتا ہے، وہ ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے۔ اس کی طرف سے ہمارے اعمال نامے کو اس طرح سے تیار کروایا جارہا ہے کہ اس میں کوئی عمل درج ہونے سے رہ نہیں جائے گا۔ جزا دینے والا بتادے گا، جو کچھ عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں کیا جاتا رہا۔ اس وقت توبہ کرنے کی بڑی شدید طلب ہو گی، مگر وہ توبہ کیا معنی رکھتی ہے، جس کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت موجود نہ ہو۔

حاصل: موت سے فرار ممکن نہیں۔ موت اسے خود تلاش کر کے ملاقات کر لیتی ہے، جس پر موت کا مقام آتا ہے۔ جس مالکِ کل کی طرف سے آنا ہوا ہے، واپسی بھی اسی کی طرف ہو گی، اور اپنا کیا ہوا بھی سامنے آئے گا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (42) میں فرمایا ہے۔

اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ ﴿٤٧﴾

اپنے رب کا حکم مانو اس دن کے آنے سے پہلے جو ٹلنے والا نہیں، اس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ملے گی، اور تم انکار بھی نہ کر سکو گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩﴾

اے ایمان والو، جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو، اور بیع چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔

جمعہ کی حقیقت جمع ہے۔ نماز جمعہ جامع مسجد میں ہی ادا کی جاتی ہے۔ ہر مسجد جامع مسجد نہیں ہوتی۔ نماز جمعہ کی اذان سن لینے کے بعد اللہ کے ذکر کی طرف رغبت کے ساتھ جانا تبھی ممکن ہوتا ہے، جب اس کے لئے پہلے سے تیاری کی گئی ہو، اور اذان کا انتظار کیا جارہا ہو۔ جسم پاک ہو، صاف ہو، لباس پاک ہو، صاف ہو، اور جماعت کے ساتھ ملنے کی اہمیت پیش نظر ہو اور باوضو ہو کر نماز جمعہ کے لئے رغبت کے ساتھ حاضر ہونے کی کوشش کی جائے۔ اس وقت کاروبار کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ ذاتی مفاد کے مقابل اجتماعی مفاد کو ترجیح دینی چاہئے اس میں ہمیشہ بہتری ہوتی ہے۔ نماز جمعہ میں مومنین کی اجتماعی زندگی کے متعلق حالات حاضرہ پر باتیں ہوں گی اور اس سے انہیں نور ہدایت حاصل ہو گا۔ یہ بھی اللہ کا ذکر ہے، اور یہ اس بیع کے مقابل زیادہ نفع بخش ہے، جس کو چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حاصل: جمعہ کے دن، نماز جمعہ کی اذان سے پہلے، نماز جمعہ کے لئے حاضر ہونے کی تیاری کرنی چاہئے، اور اذان کے ساتھ ہی کاروبار کو چھوڑ کر جامع مسجد کی طرف چل پڑنا چاہئے۔ ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ہمیشہ ترجیح دینی چاہئے۔ مومنین کی فلاح کے راستے کو روشن کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کا کثیر ذکر کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نماز جمعہ کے دو فرض پڑھے جاتے ہیں۔ نماز ظہر کے چار فرضوں کے مقابل، نماز جمعہ کے دو فرض اور خطبے کے دو حصے ہوتے ہیں۔ خطبے میں پہلے اللہ کی حمد ہونی چاہیے، اس کی شان کو بڑے ادب سے بیان کرنا چاہیے، پھر وہ باتیں ہونی چاہئیں جن کا دہرایا جانا ہمیشہ ضروری ہے۔ پھر دوسرے حصے میں یہ کہنا چاہئے کہ عزت اللہ کے لئے ہے، اللہ کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے، خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین کے اسماء گرامی کے ذکر کو باعث برکات جاننا چاہئے، آپ کے قربی سے دوستی کا اظہار کرنا چاہئے، اور آپ کے محبین کو سلام کرنا چاہئے۔ پھر موجودہ مسائل پر بات کرنی چاہئے، اور حق کے حوالے سے راہ راست کو روشن کرنا چاہئے۔ سلامتی کے راستے کے ساتھ حفاظتی تدابیر جو امام صاحب کے نزدیک ضروری ہیں وہ بھی بیان کرنی چاہئیں اور نماز کے بعد اللہ سے دعا کرنی چاہئے۔ امام صاحب کی دعا کو بڑے دھیان سے سننا چاہئے اور ادب کے ساتھ آہستہ آمین کہتے جانا چاہئے۔ امام صاحب کی دعا ہی مقتدیوں کی بھی دعا ہوتی ہے۔ جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جانے کا حکم ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنا حق ہے۔ اجتماعی مفادات کے حوالے سے امام صاحب نے جو احساس دلایا ہے، نماز کے بعد، اس احساس کے تحت اپنے فرائض کو حسن و خوبی کے ساتھ پورا کرنا، اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے۔ یہ سب ایمان والے لوگوں کے لئے ضروری ہے، اور ایمان والے لوگ ہی فلاح پاتے ہیں۔

حاصل : نماز کے بعد زمین میں پھیل کر اللہ کا فضل تلاش کرنا چاہئے۔ جن امور کی طرف امام صاحب نے توجہ دلائی ہے، اور وہ امور خدمت خلق کا درجہ رکھتے ہیں، وہاں اموال کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا مقام ہوتا ہے، یہ اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے۔ نماز کے بعد اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے، یہ مومنین کی طریقت ہے۔

وَإِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١﴾ ع

اور جب کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھتے ہیں، تو اُدھر کو چل پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑے چھوڑ جاتے ہیں۔ فرما دیجئے جو اللہ کے پاس ہے، وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

مومنین کو یاد رکھنا چاہئے کہ نماز جمعہ کے تمام ارکان بڑی اہمیت رکھتے ہیں، اور نماز کے پورے ہو جانے سے پہلے کسی دوسری طرف رجوع کرنا، اللہ کے نزدیک بڑی ناپسندیدہ حرکت ہے۔ خطبہ سننا بڑی سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے، اس وقت کسی کھیل یا تجارت کی طرف رغبت کا خیال بھی نہ آنا چاہئے۔ جو کچھ خطبے کی صورت میں عطا ہو رہا ہے وہ بہت بڑا علم ہے، اس کو نظر انداز کرنا بڑی جہالت ہے۔ مبتدی لوگوں سے جو مسلمانوں میں نئے نئے داخل ہوئے ہوں ایسی حرکت لاعلمی کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ خطبے میں فرمان تو وہی سنایا جا رہا ہے جو حق ہے، اور حق اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ جو کچھ اللہ دے سکتا ہے وہ کھیل اور

تجارت سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ ایسا رزق دینے والا ہے، کہ اس کا عطا کردہ رزق پاک ہوتا ہے، حسبِ حال ہوتا ہے، مفید ہوتا ہے اور بے بدل ہوتا ہے۔

حاصل : جمعہ کے خطبے کے وقت سامعین کو کسی کھیل یا تجارت کی طرف رغبت کا خیال بھی نہ آنا چاہئے۔ خطبہ کھڑے ہو کر ہی دیا جاتا ہے۔ امام صاحب کے ساتھ اپنے تعلق کو نظر میں رکھنا چاہئے۔ اللہ سے بہتر کوئی رزق دینے والا نہیں ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا (34) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٣٩﴾

فرما دیجئے۔ میرا رب جس کے لئے چاہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے، اور جس کے لئے چاہے کم کر دیتا ہے، اور جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے، اس کا بدلہ دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ

آیاتها ١١ — رکوعاتها ٢

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ﴿١﴾

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں، کہتے ہیں، ہم شہادت دیتے ہیں، کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ کو علم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافق یقیناً کاذب ہیں۔

منافق جلوت میں حق کو مانتے ہیں، خلوت میں اس کا انکار کرتے ہیں اور شیاطین کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی حاضری، حق کو سننے کے لئے نہیں ہوتی تھی، تزکیے کے حصول کے لئے نہیں ہوتی تھی، کتاب و حکمت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتی تھی، یہ اپنی حاضری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو یہ باور کرانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے، کہ وہ حق کے بڑے ماننے والے ہیں، اور بڑے صادق ہیں۔ اللہ کے رسول کی رسالت کے اقرار کے ساتھ، ماننے کا ثبوت تو عمل سے دینا چاہئے، منافق عملاً تو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں اس لئے انھیں یہ بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زبان سے آپ کی رسالت کی شہادت دیں۔ اللہ نے ہی تو اپنے رسول کو رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ ہر خفی اور جلی کا علم رکھنے والا، اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافق

اللہ کے رسول کو ماننے کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

حاصل : منافق جلوت میں حق کا اقرار کرتے ہیں، خلوت میں حق کا انکار کرتے ہیں۔ جو اللہ کے رسول کو ماننے کا دعویٰ تو کرتا رہے اور انفاق فی سبیل اللہ نہ کرے وہ منافق ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲

اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، کہ وہ اللہ کی راہ سے روکیں۔ بیشک وہ بہت ہی برے عمل کرتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے جب منافق کچھ کرتے نظر نہیں آتے، تو مومنین کو یہ بہت عجیب لگتا ہے کہ ایمان کے دعوے کی تکرار تو بہت ہو اور عملاً صداقت کا ثبوت نہ دیا جائے۔ منافقوں کو قسمیں کھا کر اپنے حسن عمل کا ذکر کرتے رہنے میں اپنا بچاؤ نظر آتا ہے، منشاء ان کا، لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا ہوتا ہے، انفاق فی سبیل اللہ سے روکنا ہوتا ہے۔ دعویٰ حق کو ماننے کا ہو اور عملاً حق کا انکار کیا جائے، تو وہ عمل بہت ہی برے ہوتے ہیں۔

حاصل : منافق قسمیں کھا کھا کر اپنی حسن نیت کا ثبوت دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، عملاً وہ لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ حق کے مقابل اپنی پسند کو بہتر ثابت کرنے کے لئے جو کچھ بھی کیا جائے وہ بہت ہی برا ہو گا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳

یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، تو ان کے قلوب پر مہر کر دی گئی، تو وہ سمجھتے ہی نہیں۔

جن لوگوں کے عمل بہت ہی برے ہیں، وہ پہلے ایمان لائے، پھر اپنے ایمان کی نفی کر دی، ان کے فسق کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر کر دی گئی۔ منافق اپنے اوپر کسی کو علم والا مانتا ہی نہیں، اس لئے وہ مشقت میں ہی پڑا رہتا ہے، اور سمجھنے کی صلاحیت کو ضائع کر لیتا ہے۔

حاصل : ایمان لانے کے بعد، شیطان کی پیروی کرنے والے کے دل پر مہر لگ جاتی ہے، پھر وہ سمجھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ

اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو تمہیں ان کے جسم عجیب لگتے ہیں۔ اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات کو سنتے ہو، گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے لگائی ہوئی۔ ہر بلند آواز کو اپنے ہی اوپر گمان کرتے ہیں۔ وہ دشمن ہیں، تو ان سے بچتے رہو۔ اللہ انہیں

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

منافقوں کے اندر شاہد سے محبت کا مقام تو ہوتا ہی نہیں، اس لئے وہ اپنے جسموں کو آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بنانے کی کوشش صرف دکھاوے کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی اپنی پسند بھی ان کے جسموں سے ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ یکسوئی کا فقدان ان کے جسموں کو عجیب بنا دیتا ہے۔ جب منافق بات کرتے ہیں تو وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ حق کو بہت خوب ماننے والے ہیں۔ ان کی باتوں میں دعوے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں، صداقت کا ثبوت کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی ایسے ہی ہے، جیسے کڑیاں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہوں۔ یہ تو جماعت کے ساتھ ہوتے ہی نہیں، اور پھر ایک کڑی دوسری کڑی سے پیوستہ بھی نہیں ہوتی۔ خبث باطن ان کے اندر اس قدر ہوتا ہے کہ ہر بلند آواز کو یہ اپنے اوپر ہی گمان کرتے ہیں۔ ہر لحہ یہی شک ان کو گھیرے رکھتا ہے، کہ دیکھنے والے ان کی بدنیتی کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کے دشمن ہونے کی شہادت دی ہے، اور ان سے بچتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ قول کے مقام پر بھی ان سے بچنا چاہئے، کہ ان کا قول حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا، عمل کے مقام پر بھی ان سے بچنا چاہئے، کہ یہ فی سبیل اللہ انفاق نہیں کرتے۔ نام اپنے اعمال کا جو بھی رکھ لیں، کرتے وہ خلافِ حق ہیں۔ ان پر افسوس ہے کہ وہ حق کی مخالفت میں بڑھتے جا رہے ہیں، انجام ان کا خسارہ ہی ہوگا۔

حاصل: منافقین کے جسم مومنین کی طرح نہیں ہوتے۔ ان کی باتیں اپنے اندر دعوے بڑے بڑے رکھتی ہیں، صداقت ان میں نام کو بھی نہیں ہوتی۔ وہ بے حقیقت ہوتے ہیں۔ ہر بلند آواز کو اپنے اوپر ہی گمان کرتے ہیں۔ منافقوں کو دشمن جاننا چاہئے۔ ان سے بچتے رہنا ضروری ہے۔ ان کا رخ الٹا ہوتا ہے، اور یہ مسلسل خسارے کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤

اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ، رسول اللہ تمہارے لئے استغفار فرمائیں تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں، اور تم دیکھتے ہو کہ وہ رکتے ہیں اور استکبار کرتے ہیں۔

منافقوں کو بے چین دیکھتے ہوئے، مومنین ان سے کہتے ہیں، کہ تم حضور کی خدمت میں آؤ، ہم آپ سے عرض کریں گے، کہ وہ تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کریں، اللہ ہی گناہ بخشنے والا ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی دعا کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ سن کر منافق اپنے سر گھماتے ہیں اور اپنے جسم کی زبان سے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ انہیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے، کہ اگر اس امر کا اعتراف کر لیا کہ ہم وہ نہیں کر رہے جو ہمیں کرنا چاہئے، تو پھر ہماری باتوں کو کون مانے گا۔ اس لئے وہ رکتے ہیں اور استکبار کرتے ہیں۔

حاصل: منافق کے اندر اعترافِ گناہ کی جرأت نہیں ہوتی۔ شاہد کے حضور، حاضری اور بخشش کی دعا کے لئے درخواست منافقوں کو پسند نہیں ہوتی، وہ اس سے رکتے ہیں اور استکبار کرتے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ

برابر ہے ان پر، آپ ان کے لئے استغفار

تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

فرمائیں یا نہ فرمائیں، اللہ اُنہیں نہیں بخشے گا۔ بے شک اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

منافق شانِ رسالت کو جانتے ہی نہیں، اس لئے وہ حضور کی دعا کو کیا اہمیت دے سکتے ہیں۔ اللہ، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو، جو منافقوں کے لئے کی جائے اس لئے نہیں مانتا کہ منافق اللہ کے رسول سے محبت نہیں رکھتے۔ اپنے محبوب کے مخالفوں کو نہ معاف کرنا، اللہ کی سنت ہے، اور اپنے محبوب سے اظہارِ محبت کا اللہ کے نزدیک اعلیٰ مقام ہے۔ جو لوگ ایمان کے دعوے کے بعد، حق کا انکار کریں، ان کے قلوب پر مہر کر دی جاتی ہے۔ ان فاسقوں کو ہدایت ہو ہی نہیں سکتی، کہ اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

حاصل: منافق، مومنین کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں، شاہد کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔ اللہ اپنے پیاروں کی دعا، جب وہ ان کے دشمن کے لئے ہو، قبول نہیں کرتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦

وہی ہیں جو کہتے ہیں، کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں پر اپنے مال خرچ نہ کرو، حتیٰ کہ وہ پریشان ہو جائیں۔ اور اللہ ہی کے ہیں، آسمانوں اور زمین کے خزانے، ولیکن منافقوں کو سمجھ نہیں۔

منافق، یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والے، لوگوں کے محتاج ہیں، اور لوگ ان پر اپنے مال خرچ نہ کریں تو وہ وہاں ٹھہر ہی نہیں سکتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے محبوب کی معیت میں تو رہ ہی وہ سکتا ہے جو متوکل ہو، اور متوکل کبھی شان سے پرے نہیں ہوتا۔ جو مال کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے، وہ تو مال کو فی سبیل اللہ قبول کرنے والے کا شکر گزار ہوتا ہے، کہ اس کی بدولت فانی شے، دینے والے کے لئے دائمی نعمت بن گئی ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے تو سب اللہ کے ہیں، وہ اپنے خزانوں کی تقسیم جس طرح چاہے کر سکتا ہے، منافق اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس مال باذن اللہ نہیں آیا، تو اس سے بڑی بے سمجھی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل: منافق، لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ وہ شاہدین کے ساتھیوں کو غرض و غایت کے بندے ہی سمجھتے ہیں۔ با حقیقت ہمیشہ متوکل ہوتے ہیں۔ وہ کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ منافقوں کے پاس بھی جو کچھ ہوتا ہے، وہ بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے، مگر وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ

کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے، تو بڑی عزّت والے، ناداروں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ اور عزّت اللہ کی

ع ۸
۱۳

الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨

ہے، اس کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے اور منافق یہ نہیں جانتے۔

منافق، یہودیوں کی طرح وسعت مال کے حوالے سے لوگوں کی قدر کرتے ہیں، اس لئے بڑے مال دار انہیں بڑی عزت والے نظر آتے ہیں اور نادار انہیں بہت ہی حقیر لگتے ہیں۔ جب منافقوں کو لوگوں کے جذبات کے ابھارنے کا کوئی موقع ملتا ہے تو وہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ہم اپنی بستی کی طرف لوٹ کر گئے تو صاحبانِ ثروت لوگ، ناداروں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے، انصار نے غلطی کی ہے کہ یہ مہاجرین کی مدد کرتے رہے ہیں، اب اس غلطی کا خمیازہ بھی ان کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ایسے برے کلمات برے لوگ ہی کہہ سکتے ہیں۔ عزت تو سب اللہ کی ہے۔ اللہ کے رسول کی عزت بھی اللہ کی عزت ہے اور مومنین کی عزت بھی اللہ کی عزت ہے۔ جو لوگ منافق ہیں، فاسق ہیں، گمراہ ہیں وہ تو عزت والے نہیں ہیں۔ منافقوں کو اللہ کے رسول سے محبت تو ہوتی نہیں، اس لئے ایمان کا ان کے قلب میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ ایمان نصیب ہو تو عزت حاصل ہوتی ہے۔

حاصل : منافق، ایمان والوں کے مابین، خرابی پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ وسعت مال کے حوالے سے لوگوں کی قدر کرنا منافقوں کا طریق زندگی ہے۔ ہمیں عزت، ایمان کے ساتھ نصیب ہو سکتی ہے، ایمان کی بات منافق کی سمجھ میں آتی ہی نہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ واقعہ (56) میں ارشاد فرمایا ہے۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝٦٠ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٦١

ہم تم میں موت کو ٹھہرا چکے ہیں، اور ہم پر کوئی سبقت نہیں کر سکتا، اس پر کہ ہم تمہاری مثل اور لوگ لے آئیں، اور تمہیں اٹھا کھڑا کریں وہاں جو تم جانتے ہی نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩

اے ایمان والو، تمہارے اموال و اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو ایسا کریں گے وہی خسارے میں رہیں گے۔

اموال و اولاد، اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ اس نے اپنی رضا کے راستے کو بھی روشن فرمایا ہے۔ اموال کو حق کے مطابق خرچ کیا جائے، تو اموال کا شکریہ ادا ہو جائے گا، اور ایسا کرنے والے کبھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوں گے۔ اولاد کو خدائی مہمان جانتے ہوئے، ان کی حفاظت کی جائے، حق پر پورا رہنے کی تربیت دی جائے، اور انہیں تضاد سے پاک رہ کر دکھایا جائے، تو اولاد، اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرے گی۔ اور جب عطاء الٰہی کو استکبار کے لئے استعمال کیا جائے گا تو پھر یہ عطاء اللہ کے ذکر سے غفلت کا باعث ہوگی، اور ایسے کرنے والے وہ راستہ اختیار کریں گے، جو صریحاً خسارے پر ختم ہوتا ہے۔

حاصل : اموال واولاد کو کبھی اپنے لئے باعث خسارہ نہیں بننے دینا چاہئے۔ یہ اللہ کے ذکر سے غافل کر دیں تو خسارہ ضرور ہو گا۔

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰﴾

اور خرچ کرو ہمارے دیئے ہوئے رزق سے، اس سے قبل کہ تم میں سے کسی کو موت آئے پھر وہ کہے، اے میرے رب تو نے مجھے اجل قریب تک مہلت کیوں نہ دی، کہ میں صدقہ کرتا اور صالحین سے ہوتا۔

اللہ کا دیا ہوا رزق وہ ہے، جو حدود اللہ پر پورا رہنے والوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یہی مال اللہ کی راہ میں لگنے کے قابل ہوتا ہے۔ جو رزق اللہ کا دیا ہوا نہیں ہے، وہ پاک نہیں ہے۔ اسے اللہ کی راہ میں لگانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو عمل کے لئے دیئے گئے وقت میں ہی، اللہ کی رضا کے مطابق یا اس کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت کی انتہا کا نام موت ہے۔ موت کے وقت بندے کی کیفیت جس نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حق کے مطابق خرچ نہیں کیا ہو گا، یہ ہو گی، کہ وہ کہے گا، اے میرے رب مجھے تھوڑی سی مہلت مزید دی ہوتی کہ میں صدقہ کرتا اور میں صالحین سے ہو جاتا۔ جو احساس موت کے وقت ہو گا، اس کو بیان کرنے کا منشاء یہ ہے، کہ وہ احساس صحیح وقت پر ہونا چاہئے۔

حاصل : اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مہلت حال پر موجود ہے، مگر اس مہلت میں اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا یقین اس درجے کا نہیں ہوتا جس درجے کا یقین موت کے وقت ہو گا۔ صدقہ کرنا، صالحین کی طریقت ہے اور صدقہ کرتے رہنا چاہئے۔

وَلَنۡ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا ؕ وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱﴾ ع ۲ ۱۴

اور اللہ کسی نفس کو مہلت نہ دے گا، جب اس کی اجل آجائے گی، اور اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

کسی نفس کی درخواست پر موت کے وقت اس کو مہلت دے کر، صدقہ کرنے کا موقعہ دینا اور یوں اسے صالحین کی صف میں شامل ہونے کی سہولت دینا، اللہ کی سنت نہیں ہے۔ اللہ کو ہماری نیت کا بھی علم ہوتا ہے اور اعمال کی بھی خبر ہوتی ہے۔ اللہ حجت کو پورا کرنے کا جتنا اہتمام کرتا ہے وہ اللہ ہی کی شان ہے، اور اس شان کو سجدہ کرنا چاہئے، اس شان کو سجدہ کرتے رہنا چاہئے جہاں بھی اس کا مقام نظر آئے۔

حاصل : کسی نفس کی درخواست پر موت کے وقت اسے مزید مہلت دینا، اللہ کا طریقہ نہیں ہے۔ اللہ کو ہمارے اعمال کی خبر ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم (14) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ
لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ﴿١٠﴾

رسولوں نے فرمایا، کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے اور تمہیں اجل مسمّٰی تک مہلت دے۔



سُورَةُ التَّغَابُن — آیاتہا ١٨ — رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾

اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں، بادشاہی بھی اسی کی ہے، حمد بھی اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آسمانوں اور زمین میں ہر ہر شے، اپنے منشاء تخلیق کے مطابق کام کرتے ہوئے اللہ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اللہ کی بادشاہی آسمانوں میں ہے، زمین میں بھی ہے، اور آسمانوں اور زمین کے مابین سب مقامات پر بھی ہے۔ اللہ کی بادشاہی میں دخل دینے کی قدرت نہ کسی کو حاصل تھی نہ حاصل ہے نہ حاصل ہوگی۔ حمد کی حقیقت شان ہے اور شان یہ ہے کہ اللہ سب کو پالتا ہے اور علم سے پالتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ کائنات کا نظام قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے، اور نتائج اسی کی طرف سے ہوتے ہیں، عمل کی صورت جو بھی ہو۔

حاصل: اللہ کی تسبیح کرنا بندگی کا حصہ ہے۔ اللہ کی بادشاہی کو ماننے کا حق تبھی ادا ہوتا ہے جب خلوت و جلوت میں من مانی نہ کی جائے۔ اللہ کی حمد کرنے والے کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اس کی پرورش اللہ کے علم سے ہو رہی ہے۔ ہر شے پر قادر اللہ ہی ہے، دعا اسی سے کرنی چاہئے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢﴾

وہی ہے جس نے تمہیں خلق کیا، پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

اللہ ہی خالق کل ہے۔ خالق کل نے ہی ہمیں پیدا کیا ہے۔ پیدائشی طور پر سب پاک پیدا ہوئے ہیں۔ ابلیس بھی استکبار کی وجہ سے کافر ہوا ہے۔ جو حق کے حوالے سے اپنے منشاء حیات کو نہیں دیکھے گا وہ کافر ہوگا، اور جو حق کے حوالے سے اپنے رخ کو درست کرے گا اور درست رکھے گا، وہ مومن ہوگا۔ اللہ نے توفیق دی ہے، حق کو روشن فرمایا ہے، اب جو رخ بھی کوئی اختیار

کرے، اللہ بہر حال دیکھ رہا ہے۔

حاصل: پیدائشی طور پر سب انسان پاک پیدا ہوتے ہیں، جو خلافِ حق کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے، جو حق کو مانتا ہے وہ مومن ہوتا ہے، اللہ ہر ایک کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا، اور تمہیں صورت دی تو تمہیں احسن صورت کیا، اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہے۔ اللہ ہی یہ بتا سکتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہئے۔ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ انسان اپنی اس ضرورت کو کبھی نظر انداز نہ کرے کہ وہ حق کو پائے تو فساد سے بچے گا۔ کائنات میں حضرتِ انسان کا مقام کچھ ایسا ہے کہ سب کچھ اس کے لئے ہے اور یہ اللہ کے لئے ہے۔ حضرتِ انسان کی صورت بھی اللہ نے بنائی ہے، اور اللہ نے اس صورت کو احسن بنایا ہے۔ جو اپنی صورت کو احسن نہ مانتا ہو وہ اللہ کو ماننے کا کیا ثبوت رکھتا ہے۔ جو حق کو مانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا یقین رکھتا ہے۔ رخ اسی کا درست ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے کا یقین رکھتا ہے۔

حاصل: ہر مقام پر حق کو پانے کی سعی کرنی چاہئے۔ کسی صورت کو ناخوب کہنا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے کا ثبوت ہوگا۔ ہمارا رخ تبھی درست ہوگا، جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی کا یقین ہو۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

اسے علم ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اسے علم ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور اللہ سینوں کے بھیدوں کا علم رکھنے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ اس کا علم رکھتا ہے۔ جو حق کو مانے گا، وہی اللہ کے علم سے استفادہ کر سکے گا۔ جو حق کا انکار کرے گا، وہ علم سے دور ہوتا جائے گا۔ ہمارے باطن کو بھی اللہ جانتا ہے ہمارے ظاہر کو بھی اللہ جانتا ہے، ہمارے چھپائے ہوئے اور ظاہر کیے ہوئے کا فرق اللہ سے مخفی نہیں ہے۔ نیت ہی اعمال کی جان ہوتی ہے، اور اللہ ہماری نیتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ اگر کسی مقام پر ہماری نیت درست نہیں ہوگی، تو اس وقت ہم اللہ کے ساتھ نہیں ہوں گے۔

حاصل: حق کو ماننے والا ہی علم الٰہی سے استفادہ کر سکتا ہے۔ ہمارے ظاہر و باطن میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ ہماری نیت درست ہو تو ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اللہ سینوں کے بھیدوں کا علم رکھنے والا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤

کیا تمہیں ان کی خبر نہ پہنچی جو اس سے قبل کفر کر چکے ہیں۔ پھر انہوں نے اپنے کام کا وبال

چکھااور ان کے لئے المناک عذاب ہے۔

قوم عاد کفر کے ارتکاب کے بعد اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔ قوم ھود کفر کا ارتکاب کر کے اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔ دوسری بہت سی قومیں بھی اپنے کام کا وبال چکھ چکی ہیں۔ حق کا انکار کرنے والے لوگ ماضی میں عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکے، پوری پوری جزا تو آخرت میں ملے گی۔ جو حال پر کفر کرنے والوں کو عذاب دے سکتا ہے، وہ آخرت میں ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا بھی دے سکتا ہے۔ جزا کی حقیقت اعمال کا صلہ ہے۔ جو نیکی کرے گا اسے نیکی کا صلہ ملے گا، جو برائی کرے گا اسے برائی کا صلہ ملے گا۔

حاصل : یہ خبریں ہمیں پہنچ چکی ہیں کہ ماضی میں کفر کرنے والے، اپنے کام کا وبال چکھ چکے ہیں۔ اگر ہمارا رخ درست نہ ہو تو ہمارا انجام ان سے مختلف نہیں ہوگا۔ پوری پوری جزا آخرت میں ملے گی، اور خلافِ حق کرنے والوں کے لئے یہ المناک عذاب کی صورت میں ہوگی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٦﴾

یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لائے تو انہوں نے کہا، کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے۔ تو کافر ہوئے اور منہ موڑا، تو اللہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور اللہ غنی ہے، حمد کیا ہوا۔

جن لوگوں نے پہلے اپنے کام کا وبال چکھا ہے، ان کے وبال کا سبب واضح فرمایا گیا ہے، کہ جب ان کے پاس، اللہ کے رسول، روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے غرور و تکبر سے یہ کہا کہ بشر ہمیں کیا ہدایت دیں گے۔ بشر کو ھادی ماننے میں ان لوگوں کو اپنے تشخص کا خاتمہ نظر آیا، اپنے امتیاز کا خاتمہ نظر آیا۔ یہ انہیں گوارا نہ ہوا۔ انہوں نے حق کا انکار کیا اور اس سے منہ موڑ لیا، تو اللہ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اللہ کو حجت پوری کرنی تھی وہ اس نے کر دی، استکبار کرنے والوں کو تو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔ جو حق سے منہ موڑے اللہ بھی اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اللہ تو احتیاج سے پاک ہے، اس کی حمد و تسبیح ہر مقام پر ہو رہی ہے اور ہر حال میں ہو رہی ہے، حق سے منہ موڑنے والا، اپنے لئے خسارے کو مقدر کر لیتا ہے۔

حاصل : جن لوگوں پر ماضی میں عذابِ الٰہی آچکا ہے، وہ ہدایت دینے والوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کا انکار کرتے رہے ہیں۔ جو ہدایت دینے والے سے منہ موڑ لے، اللہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اللہ کو کسی کی اطاعت کی احتیاج تو ہوتی ہی نہیں، اللہ کی حمد و تسبیح تو ہر حال میں ہوتی رہتی ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ

کافروں کو زعم ہے کہ وہ اٹھائے نہ جائیں گے۔ فرما دیجئے کیوں نہیں، میرے ربّ کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں

بِمَا عَمِلْتُمْ ۖ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑦

خبر دی جائے گی جو عمل تم کرتے تھے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

بعث بعد الموت کا انکار ہو تو من مانی کرنے کی اور خلافِ حق کرنے کی صورت بنتی ہے، اس لئے کافر اس کو ناممکن کہتے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں صرف یہ فرمایا گیا ہے، کہ میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ تبلیغ حق کرنے والے صاحب کی زندگی اس قدر روشن ہوتی ہے کہ اس کی صداقت کا اعتراف اس کے مخالفین کو بھی ہوتا ہے، وہ اگر قسم بھی کھالے تو بات بڑی ہو جاتی ہے، اور پھر بات صرف بعث بعد الموت کی نہیں ہے، یہ بھی ہے کہ تمہیں خبر دی جائے گی جو عمل تم کرتے تھے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اتنے مختلف مقامات سے اور اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں لانا، اللہ کے لئے کچھ مشکل ہو گا، تو جان لو، یہ اللہ کے لئے آسان ہو گا، اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔

حاصل : کافروں کا زعم حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ تبلیغ حق کرنے والے صاحب کا بیان بڑا روشن ہوتا ہے۔ بعث بعد الموت کے ساتھ اپنے اعمال کی جزا پانے کا بھی یقین رکھنا چاہئے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے، خلق اول بھی تو اللہ نے کی ہے، دوبارہ بنا دینا اسے کیونکر مشکل ہو سکتا ہے۔ اس کے امر کے ساتھ ہی وہ سب کچھ ہو جائے گا جس کو کافر ناممکن کہہ رہے ہیں۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ⑧

تو ایمان لاؤ، اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا۔ اور اللہ کو خبر ہے جو عمل تم کرتے ہو۔

جب بعث بعد الموت سے اور اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہیں، تو پھر حق کو ماننے میں ہماری ہی بھلائی ہے۔ اس کے لئے اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے، اللہ کے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے، اور اس نور پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ نے قرآن مجید کی صورت میں نازل فرمایا ہے۔ کتاب اللہ کو ہدایت کے حوالے سے سند مانا جائے گا، تو نور ہدایت حاصل ہو گا۔ ہم حق کو جس طرح مانیں گے، اللہ کو ہمارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے، وہی ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل : بعث بعد الموت کا یقین ہو تو راہِ راست پر آنا ممکن ہوتا ہے۔ راہِ راست یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا جائے، قرآن مجید پر ایمان لایا جائے، اور نیت کو درست رکھا جائے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

جس دن یوم جمع کو تمہیں اکٹھا کرے گا، یہی یوم تغابن ہو گا۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور صالح عمل کرے، اللہ اس سے اس کی برائیوں کی نفی کر دے گا، اور اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے تحت نہریں

فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٩﴾

جاری ہیں، کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی عظیم کامیابی ہے۔

لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدان حشر میں جمع کرنے کا ایک دن اللہ نے رکھا ہوا ہے، اس کو یوم جمع فرمایا گیا ہے، اسی کو یوم تغابن بھی فرمایا گیا ہے۔ اس دن ہر ایک کو اس کے کیے کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ خلافِ حق کرنے والوں کو اس دن عذاب اکبر کا سامنا ہوگا، اور پاک لوگوں کو اس دن انعامات سے نوازا جائے گا۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے اور اللہ کے بھیجے ہوئے نور پر ایمان لائے اور انہوں نے صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیا، اللہ ان کی برائیوں کی نفی کردے گا، انہیں اپنی بخشش سے نوازے گا، انہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ بندے سے راضی ہو جائے، بندے کے لئے یہ عظیم کامیابی ہے۔

حاصل : یوم جمع، یوم قیامت، یوم تغابن، یوم الدّین، ایک ہی دن کے نام ہیں، اس دن ہر ایک کو اس کے کیے کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ جو لوگ اپنے ایمان کو صالح اعمال کی شہادت کے ساتھ سچا ثابت کردیں گے، ان کی برائیوں کی نفی کردی جائے گی، اور انہیں جنتوں میں داخل کیا جائے گا جو سدا بہار ہوں گی۔ اللہ کی رضا کا حصول بندے کی عظیم کامیابی ہے۔

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَآ أُو۟لَٰٓئِكَ
ع ۱۵ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٠﴾

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی، وہ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور وہ بہت ہی برا انجام ہے۔

حق کا انکار، کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کے لئے کسی بھی زمانے میں کوئی سند نہیں پیش کی گئی، کوئی جواز نہیں لایا گیا، کوئی برھان نہیں پیش کیا گیا۔ جن لوگوں نے فرمانِ الٰہی کو ماننے سے انکار کیا، انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اس کے ماننے میں بھلائی تو انہی کی تھی، اللہ تعالیٰ تو احتیاج سے ہے ہی پاک۔ جو لوگ حال پر حزن وملال کے راستے کو اپنالیں، وہ اللہ کی آیات کی تکذیب کی بدولت، دوزخ میں جائیں گے، اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ دوزخ بہت ہی برا ٹھکانا ہوگا، مگر یہ ہوگا انسان کے اپنے اعمال کا حاصل۔

حاصل : جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں، وہ خسارے کی راہ کو اختیار کرتے ہیں، ان کا انجام دوزخ میں ہوگا۔ دائمی عذاب کی جگہ جس کو بدلنا بھی ممکن نہ ہو، بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (39) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى ٱللَّهِ وَكَذَّبَ بِٱلصِّدْقِ إِذْ جَآءَهُۥٓ ۚ أَلَيْسَ فِى جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٣٢﴾

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو اللہ پر جھوٹ کہے، اور حق کی تکذیب کرے جب وہ اس کے پاس پہنچے۔ کیا جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾

کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے اذن سے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے، اللہ اس کے قلب کو ہدایت دے گا۔ اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

ہر مصیبت کے بارے میں اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ سند نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ باذن اللہ ہوتی ہے۔ جو اس کو باذن اللہ مان لے گا، وہ صبر کرے گا اور اللہ کے ساتھ رہے گا۔ اس کی نظر اس علم پر ہوگی جو اللہ تعالٰی کی طرف سے عطا ہونے والا ہوگا۔ اللہ تعالٰی اس کے قلب کو ہدایت دے گا، اور اسے بڑے علم سے نوازے گا۔ ہر شے کا علم رکھنے والا ہی مصیبت میں راستہ دکھا سکتا ہے۔ جو مصیبت کو باذن اللہ نہ جانے، وہ علم حقیقی کو پا ہی نہیں سکتا۔

حاصل : مصیبت ہمیشہ باذنِ اللہ ہوتی ہے۔ صبر کے ساتھ، اللہ کی معیت اختیار کرنا، باعث ہدایت ہوتا ہے۔ ہر شے کا علم رکھنے والا، اللہ ہی جانتا ہے کہ بندے کو کونسا علم، کیسے عطا ہونا چاہئے۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾

اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم منہ پھیرو تو ہمارے رسول کی ذمّہ داری صرف پہنچا دینا ہی ہے۔

اللہ کی اطاعت قول سے تعلق رکھتی ہے، اللہ کے رسول کی اطاعت اعمال سے تعلق رکھتی ہے۔ قول کی تکرار سے کبھی صداقت کا ثبوت نہیں ملتا، حال اور اعمال سے اس کی تصدیق ہو تو بندہ سچا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کے رسول کی اطاعت ہو تو اللہ کی اطاعت کا دعویٰ سچا ثابت ہو جائے گا۔ رسول کی اطاعت اب شاہدین کی اطاعت سے ہی ممکن ہے۔ اگر کوئی حق سے منہ پھیرتا ہے تو تبلیغ حق کرنے والے سے اس کی پوچھ نہیں ہوگی۔ تبلیغ حق کرنے والے کے ذمّے یہی ہوتا ہے کہ وہ حق کو پہنچا دے، اور اسوۂ حسنہ کے معیار کو سامنے رکھ دے، تاکہ اللہ کا حکم بھی معلوم ہو جائے، اور اس کو ماننے کے لئے نمونہ بھی سامنے ہو۔

حاصل : اللہ کی اطاعت کا دعویٰ، صالح اعمال سے سچا ثابت ہوتا ہے اور حال پر سچا ثابت ہوتا ہے۔ تبلیغ حق کرنے والے کی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ حکم الٰہی پہنچا دے اور اس کو ماننے کا عملی نمونہ دکھا دے۔ جو حق سے منہ پھیرے وہ خسارے کی طرف چل پڑتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾

اور اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مومن اللہ ہی پر توکل کریں۔

اللہ کو معبود ماننے کا دعویٰ کرنے والا تبھی سچا ہوگا جب اللہ کے عبد اور رسول کا اسوۂ حسنہ بہر حال سامنے رہے گا۔ نتائج کو باذن اللہ جاننے والے ہی مومن ہوتے ہیں، اور مومن اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ حال پر حق کی

احسن ادائیگی کے لئے درکار ہے وہ موجود ہے اور جو آیندہ درکار ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسبِ حال عطا ہوتا رہے گا۔

حاصل : اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ مقصود نہ ہو تو بندگی کا حق ادا ہوتا ہے۔ نتائج کو منجانب اللہ ماننے والے ہی راہِ راست پر رہتے ہیں۔ مومن اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں، اور اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾

اے ایمان والو، تمہاری ازواج اور اولاد سے تمہارے دشمن بھی ہیں، تو ان سے بچا کرو۔ اور اگر عفو کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ غفورٌ رحیم ہے۔

مومنین کی وہ ازواج اور اولاد جو ان کے توکل میں حائل ہونے کی کوشش کریں، ان کا درجہ دشمن کا ہے۔ جب ازواج اور اولاد، انفاق فی سبیل اللہ کو بے جا خرچ ثابت کریں، تو ان کی دشمنی بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ ان سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے معاملات میں ان کو دخل دینے کا موقع نہ دیا جائے، اور یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ جس حق دار کو بھی اس کا حق دیا جائے، بیوی اور اولاد کے سامنے نہ دیا جائے۔ اگر بیوی اور اولاد کو یہ احساس ہو کہ حق داروں پر مال خرچ کرنے سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں، وہ اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتیں، تو وہ بیوی اور وہ اولاد دشمن نہیں ہوگی۔ بیوی اور اولاد کا رخ اگر درست نہ ہو تو ان سے عفو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کم علمی قابلِ معافی ہوتی ہے۔ درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیت خلافِ حق کرنے کی نہ ہو اور بات خلافِ حق ہو جائے تو درگزر کرنا چاہئے۔ بخش دینا یہ ہے کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہو جب اس کی خرابی ان پر واضح ہو جائے اور وہ خلافِ حق بات کرنے سے رک جائیں تو پھر کبھی ان کے ماضی کا ذکر بھی نہ کیا جائے۔ بخش دینا اور رحم فرمانا، اللہ کی شان ہے۔ اللہ کے پاک بندے، عملاً اپنے معبود کی شان کو روشن کرتے ہیں۔

حاصل : ازواج اور اولاد کو جب وہ بندوں کے توکل میں حائل ہوں، دشمن جاننا چاہئے۔ اپنے معاملات میں ان کو دخل دینے کا موقع نہ دینا ان سے بچ کے رہنے کی صورت ہے۔ اگر وہ اپنی بے علمی کا اظہار کرنے لگیں تو ان پر عفو کرنا چاہئے، ان سے درگزر کرنا چاہئے، اور انہیں بخش دینا چاہئے، کہ اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾

تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں، اور اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے۔

اموال و اولاد، اللہ ہی عطا کرتا ہے، اور یہ دیکھنے کے لئے عطا کرتا ہے، کہ کون اموال و اولاد کو حق پر لگاتا ہے اور کون خواہشات کی پیروی میں لگ جاتا ہے۔ فتنہ رکھا ہی اس لئے گیا ہے، کہ صداقت و کذب واضح ہو جائیں۔ جو لوگ اموال کو حق کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور اولاد کو خدائی مہمان جانتے ہوئے ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کو ان نعمتوں کے درست استعمال کا عظیم اجر دیا جائے گا۔ جو لوگ ان نعمتوں پر اترانے لگیں گے، وہ بڑے خسارے میں پڑیں گے۔

حاصل : اموال و اولاد فتنہ ضرور ہیں، مگر اس فتنے سے ہماری صداقت کا ثبوت ملنا چاہئے۔

اگر ہم صادق ہیں تو اللہ ہمیں اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾

تو اللہ سے ڈرتے رہو، جہاں تک تمہیں استطاعت ہو، اور سنو اور اطاعت کرو، اور اپنے انفس کی بھلائی کے لئے خرچ کرو۔ اور جو نفس کی شح سے بچائے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ سے ڈرتے رہنا یہ ہے، کہ دانستہ بھی کوئی کام خلافِ حق نہ ہو اور نادانستہ بھی خلافِ حق نہ ہو جائے۔ جس قدر علم ہو گا، اسی قدر اللہ سے ڈرنے کی استطاعت ہو گی۔ حق کو سننا چاہئے اور ادب کے ساتھ اس کو ماننا چاہئے۔ جس کی بات، اللہ کی بات ہے، اس کی بات کا ماننا ہمیشہ ماننے والے کے لئے باعثِ فلاح ہوتا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ ہی اپنے انفس کی بھلائی کے لئے خرچ کرنے کی راہ ہے۔ نفس کی طرف سے بخل کی ترغیب ہو تو شاہدین کی طریقت کو دیکھنا چاہئے۔ متوکل تو بخیل ہوتا ہی نہیں، اور مومن یقیناً متوکل ہونے میں ہی اپنی شان دیکھتے ہیں۔ اس لئے فلاح پانے والے، بخل سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ کا فضل انہیں بخل سے بچالیتا ہے۔

حاصل : دانستہ خلافِ حق نہ کیا جائے، اور ڈر یہ بھی رکھا جائے کہ نادانستہ طور پر بھی خلافِ حق نہ ہو جائے۔ حق کو سنا جائے، مانا جائے، انفاق فی سبیل اللہ کیا جائے، بخل سے بچنے میں کوتاہی نہ ہو، تو فلاح نصیب ہوتی ہے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

اگر اللہ کو قرض دو گے قرضِ حسنہ، تو وہ اسے تمہارے لئے بہت بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ قدر دان حلم والا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ، اللہ کو قرض دینے والی بات ہے۔ قرضِ حسنہ یہ ہے کہ اپنے عمل میں خوبی نہ دیکھی جائے، یہ جانا جائے، اللہ کے فضل کی بدولت، نفس کے حرص سے بچنے کی صورت بنی ہے۔ جب معطی مطلق حسنِ تقسیم کو دیکھ لے تو وہ عطا کو بہت بڑھا دے گا، اور اپنی صداقت کا ثبوت دینے والے کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ خیر کا رخ رکھنے والوں کی بڑی قدر کرتا ہے، اور ان سے کوتاہی بھی ہو جائے تو انہیں حلم سے راستہ دے دیتا ہے کہ وہ نیتوں کا بڑا علم رکھتا ہے۔

حاصل : انفاق فی سبیل اللہ، اللہ کو قرض دینا ہے۔ یہ شاہد کی صورت کے مطابق ہو تو قرضِ حسنہ ہے۔ اس سے رزق میں بڑی برکت ہوتی ہے، اور اللہ کی طرف سے بخشش نصیب ہوتی ہے۔ ہمیں بھی خیر کا رخ رکھنے والوں کی قدر کرنی چاہئے، اور حلم سے انہیں راستہ دینا چاہئے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

غیب اور عیاں کا علم رکھنے والا، عزیز ہے،

حکیم ہے۔

جو کچھ حضرت انسان کے لئے غیب ہے، چھپا ہوا ہے، خلوت میں ہے، اللہ اس کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ جو کچھ حضرتِ انسان کے سامنے عیاں ہے، جلوت میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بھی پورا پورا علم رکھتا ہے۔ بندہ کسی بھی مقام پر انفاق فی سبیل اللہ کرے، اللہ اس کا علم رکھتا ہے، اس کی قدر کرتا ہے۔ ایسا کرنے والے کی عزت بھی بڑھتی ہے، اسے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔ عطاءِ الٰہی کا صحیح مصرف بندے کے لئے ہمیشہ باعثِ راحت ہوتا ہے۔

حاصل : ہمارے غیب اور عیاں کا پورا پورا علم رکھنے والا، عزیز بھی ہے، حکیم بھی ہے۔ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اس کی مشیت کو روک دینا کسی کے بس میں نہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف (43) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾

اور ہرگز تمہیں شیطان روک نہ دے، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

اٰیاتھا ۱۲ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت پر طلاق دو، اور ان کی عدت کا شمار رکھو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی لائیں۔ اور یہ حدود اللہ ہیں، اور جو حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے، وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ تمہیں پتہ نہیں کہ اللہ اس کے بعد کوئی اور امر کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام المومنین کی حیثیت سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ احکام الٰہی کا نفاذ آپ کی ذات بابرکات سے تعلق رکھتا ہے۔ عورتوں کو طلاق دینے کے قانون کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ طلاق عدت کے حساب سے دی جائے، اور

عدت کے وقت کا تعین کر لیا جائے۔ طلاق طہر میں ہی دی جا سکتی ہے، کہ مقاربت بھی اسی وقت ممکن ہوتی ہے، پھر دو طلاقوں تک مراجعت کی اجازت بھی ہے۔ وقتی طور پر میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والی تلخی، کبھی طلاق کی بنیاد نہ بنے، کہ یہ حدود اللہ کے عدم احترام کا ثبوت ہوگا، اور اپنے رب سے نہ ڈرنے کا ثبوت ہوگا۔ ایمان والوں کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ جن گھروں میں عورتیں قیام پذیر ہوں، وہ ان کے بھی ہیں، صرف ان کے شوہروں کے نہیں ہیں، انہیں ان کے گھروں سے نکالنا خلافِ حق ہے۔ عورتوں کو خود بھی ان گھروں سے نہیں نکلنا چاہئے، کہ اللہ کا یہی حکم ہے، اور اللہ مالکِ کل ہے۔ اگر کسی صریح بے حیائی کا ارتکاب ہو جائے تو پھر وہ مقام عورت کے ٹھہرنے کا نہیں ہوتا۔ اس کی ناپاکی اس کے وہاں رہنے کے حق کو ختم کر دیتی ہے۔ اللہ نے حدود کو واضح فرمایا ہے، کہ اللہ کی حدود کا ادب سے لحاظ رکھا جائے۔ جو اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، اور جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، وہ مشقت میں پڑتا ہے۔ حدود اللہ کے احترام سے ہی میاں بیوی کے اندر پیدا ہونے والی تلخی کی جگہ باہمی محبت کا مقام آسکتا ہے، اس لئے جلد بازی کا مظاہرہ کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگا، اور کسی بھی طرف سے درست نہیں ہوگا۔

حاصل : طلاق کے موضوع پر بات کرنے والے کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسے حکمِ الٰہی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے ماننا چاہئے، اور حدود اللہ کے احترام کو بہر طور ملحوظ رکھنا ہے، کوئی بات اپنی پسند کی نہیں کرنی۔ طلاق عدت کے حساب سے ہو، عدت کا تعین علم سے کیا جائے، عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے، نہ وہ خود نکلیں، بے حیائی کا ارتکاب عورتوں کو ان کے اس مقام پر رہنے کے حق سے محروم کر دے گا۔ حدود اللہ سے تجاوز ظلم ہے، اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿٢﴾

پھر جب اپنی میعاد کو پہنچ جائیں، تو انہیں دستور کے مطابق روک لو، یا دستور کے مطابق جدا کر دو، اور اپنے میں سے دو صاحبِ عدل گواہ بناؤ اور شہادت اللہ کے لئے قائم کرو۔ یہ نصیحت انہیں دی جاتی ہے جو اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

طلاق کے حوالے سے کسی بھی غیر سنجیدہ بات کو گناہ جاننا چاہئے۔ جب عورتیں اپنی عدت پوری کرنے والی ہوں تو تیسرے طہر میں دو راستے اختیار کئے جا سکتے ہیں: اگر فیصلہ یہ ہو کہ پھر مل کے رہنا ہے تو دستور کے مطابق عورتوں کو روک لیا جائے گا، انہیں کسی طرح بھی اذیت نہ دی جائے گی، اور ماضی کی تلخ یادوں کا ذکر بھی نہ کیا جائے گا۔ اگر فیصلہ یہ ہو کہ تعلق کو ختم کرنا ہے اور جدا ہو جانا ہے، تو دستور کے مطابق عورتوں کو رخصت کر دیا جائے گا، قولاً یا عملاً انہیں دکھ نہیں دیا جائے گا۔ عدت کے بعد روکنے کا فیصلہ ہو یا جدا کرنے کا، دونوں صورتوں میں دو صاحبانِ عدل گواہ بنائے جائیں گے۔ یہ صاحبانِ عدل،

اللہ کی رضا کے مقابل کسی کی پسند کو اہمیت نہیں دیں گے، اور طرفین کو حدود اللہ کے احترام کی تاکید کریں گے۔ شہادت، اللہ کے لئے قائم کی جائے گی، اور اللہ کی رضا کے مطابق موقع پر اس کا اظہار ہوگا۔ کسی بندے پر احسان جتایا جائے گا، تو شہادت اللہ کے لئے قائم نہیں ہوگی۔ یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ عورتوں کو روک لینے والے کو بھی اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ انہیں جو حالات درپیش ہوں گے، اللہ ان کو خوب جانتا ہے، اور ان کے لئے آسانی پیدا کر دینا، اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ جدا کر دینے والوں کو بھی اللہ سے ڈرنا چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جو مشکل پیدا ہو گئی ہے، اللہ ہی اس کو آسان کر سکتا ہے۔ حدود اللہ کو معروف بنانے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے کہ حق سے انحراف کا امکان کم ہو تا جائے، اور حدود اللہ سے جان بوجھ کر تجاوز کرنے والوں کو سزا دینا بھی ضروری ہے کہ ظالم لوگوں کو سزا دے کر دوسروں کو ظلم سے رک جانے کی تاکید کی جائے تو بات ان پر واضح ہوتی ہے۔

حاصل : عدّت کی میعاد میں، تیسرے طہر میں روک لینے کا فیصلہ ہو، یا جدا کر دینے کا، دستور کے مطابق ہونا چاہئے۔ دونوں صورتوں میں دو صاحبانِ عدل گواہ بنائے جائیں گے، شہادت اللہ کے لئے قائم ہوگی، اور لکھی بھی جائے گی۔ نصیحت اسے فائدہ دیتی ہے، جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اللہ سے ڈرنے کا ثبوت عملاً دے دیا جائے تو اللہ آسانیاں عطا کر دیتا ہے۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۗ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾

اور اسے وہاں سے رزق دے گا، جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر توکّل کرے وہ اسے کافی ہے۔ اور اللہ اپنے امر کو پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر شے کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔

طلاق کے حوالے سے، حدود اللہ کا احترام کرنے والے کو، اللہ سے ڈرنے والے کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ اسے وہاں سے رزق دے گا، جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ فیصلے کی بنیاد، اللہ پر توکل ہوگی، تو اللہ توکل کرنے والے کے لئے کافی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کی مشیت میں حائل ہونا کسی کے بس میں ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے۔ کس مقام پر نصرت دینی ہے، کس مقام پر آسانی دینی ہے، کس قدر دینی ہے، اللہ نے ہر شے کا بڑا پورا اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔ بندے کو جلد بازی کی وجہ سے بے چینی لاحق ہو جاتی ہے، متوکل کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ کی مدد، اللہ کے علم سے ہوتی ہے اور اللہ کا علم ہی سب سے بڑا علم ہے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والے کو وہ آسانیاں عطا ہو جاتی ہیں، جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ اللہ پر توکل کرنا چاہئے۔ اللہ کا امر ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ ہمیں بھی ہر شے کے استعمال میں ایک اندازہ رکھنا چاہئے۔

وَالّٰٓـئِْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض سے مایوسی ہو چکی ہو، اگر تمہیں شک ہو تو ان

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④

کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کریں۔ اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے کام میں آسانی فرمادے گا۔

جن عورتوں کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو، ان کو آئسہ کہتے ہیں۔ وہ اگر مدخولہ ہوں تو ان کی عدت تین مہینے ہو گی، ورنہ کوئی عدت نہ ہو گی۔ اسی طرح وہ عورتیں جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو، صغیرہ کہلاتی ہیں۔ وہ بھی اگر مدخولہ ہیں تو ان کی عدت تین مہینے ہو گی، اگر مدخولہ نہ ہوں تو کوئی عدت نہ ہو گی۔ حاملہ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضع حمل تک اپنی عدت کو پورا کریں۔ اللہ سے ڈرنے والا، اللہ کی مقرر کردہ حدود کو بڑے ادب سے مانتا ہے، اور یہ یقین بھی رکھتا ہے، کہ اللہ آسانی عطا فرمائے گا تو آسانی ہو گی، من مانی کرنے سے دکھ ہی بڑھے گا۔

حاصل: آئسہ مدخولہ اور صغیرہ مدخولہ کے لئے عدت تین مہینے ہے۔ حمل ہو تو عدت وضع حمل تک ہے۔ جو اللہ سے ڈرے وہ حکم الٰہی کو بڑے ادب سے مانتا ہے، دوسروں پر ظلم نہیں کرتا، انہیں حق کے مطابق آسانی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام کو آسان کر دیتا ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤

یہ اللہ کا امر ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کی برائیوں کی نفی فرمادے گا، اور اس کے اجر کو بڑھائے گا۔

طلاق کے حوالے سے جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے، یہ امر الٰہی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اور ہمارے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی کو ادب سے ماننا، اللہ سے ڈرنا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے کی برائیوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس کے عمل کی شان، روشن ہو جاتی ہے۔ اللہ اس کے اجر کو بڑھا دیتا ہے۔

حاصل: امر الٰہی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ہماری طرف نازل فرمایا گیا ہے، اس کو ادب سے ماننا ہی اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہو گا۔ جو حال پر حق کو مان لے اس کی ماضی کی برائیوں کی نفی کر دی جاتی ہے۔ جس عمل میں اللہ کا ڈر ہو، اللہ اس کا اجر بڑھا دیتا ہے، کہ اللہ بڑا قدردان ہے، حلم والا ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ

عورتوں کو رکھو، جہاں خود رہتے ہو جہاں تک ہو سکے، اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی آئے۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں

كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾

خرچہ دو، حتّٰی کہ ان کا حمل وضع ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کا اجر دو، اور دستور کے مطابق باہم مشورہ کر لو۔ پھر اگر تمہیں تنگی محسوس ہو تو اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

عدت کے زمانے میں عورتوں کو ساتھ رکھنے کا حکم ہے، اور اس حکم پر بڑی احتیاط کے ساتھ عمل ہونا چاہئے، کہ کسی بھی صورت میں عورتوں کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ انہیں اپنی استطاعت کے مطابق جو سہولت دی جا سکتی ہے وہ دی جائے، اس کا انہیں بڑا پتہ ہوتا ہے کہ انہیں کیا کچھ دیا جا سکتا ہے۔ اگر انہیں سہولت سے نہ رکھا جائے گا، تو ان پر تنگی کا مقام آئے گا، اور یہ اللہ کو پسند نہیں ہے کہ استطاعت کے باوجود، حق داروں کو ان کا حق نہ دیا جائے۔ حاملہ عورتوں کو، وضع حمل تک خرچہ دینا ضروری ہے، یہ بھی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ تمام مقامات پر، اللہ کے حکم کو ادب سے مانتے ہوئے خرچہ کیا جائے تو یہ امر الٰہی کو ماننے کا ثبوت ہوگا۔ اگر مصارف کو بطور سزا جانا جائے تو اللہ سے ڈرنے کے معنی کیا رہ جائیں گے۔ اگر وضع حمل کے بعد عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کا کام کرنے کو تیار ہو جائیں، تو انہیں ان کی خدمات کا صلہ دیا جائے گا، اور امر الٰہی کی اطاعت کے حوالے سے، خدمات کا صلہ اور اس سے متعلقہ امور باہمی مشورے سے طے ہوں گے۔ جبر کسی طرف سے بھی نہ ہو گا، کہ دستور میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگر فریقین کا کسی قرارداد پر اتفاق نہیں ہوتا، تو کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے کہا جا سکتا ہے، اللہ ایسی صورت بنا دے گا کہ پریشانی نہیں ہوگی۔

حاصل : عدّت کے زمانے میں عورتوں کو وہیں رکھنا چاہئے جہاں خود رہتے ہوں، انہیں ضرر نہیں دینا چاہئے، انہیں تنگی نہیں دینی چاہئے ان کی عزّت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہئے۔ حاملہ عورتوں کو وضع حمل تک خرچہ دینا چاہئے۔ ان کے تمام مصارف، اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے برداشت کرنے چاہئیں۔ اگر وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لئے تیار ہوں تو دستور کے مطابق انہیں ان کا صلہ دینا چاہئے، جبر کسی طرف سے بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ دودھ پلانے پر رضامند نہ ہوں، تو کسی دوسری دودھ پلانے والی کو تلاش کرنا چاہئے۔

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ ع

وسعت والا، اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور تنگ دست اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔ اللہ کسی نفس پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے، جتنا اس کو دیا ہوتا ہے۔ قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔

وسیع المال بندہ اپنی وسعت مال کے مطابق خرچ کرے گا، کہ جو کچھ اس کو عطا کیا گیا ہے، اسی کے حوالے سے اس پر حق بھی عائد ہوتا ہے۔ جو تنگ دست ہے وہ بھی حسبِ حال ہی خرچ کرے گا۔ اللہ کسی بھی نفس پر وہ بوجھ نہیں ڈالتا جس بوجھ کے اٹھانے کی کسی کو استطاعت نہ ہو۔ اللہ علیم مطلق ہے، اس نے جس کو جو کچھ دیا ہے، اس کے حوالے سے ہی اس پر حق بھی عائد ہوتا ہے۔ جو تنگ دست ہوتے ہوئے بھی اپنا حق اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ اس کو عُسر کے بعد یُسر عطا کر دے گا۔

حاصل: وسیع المال آدمی اپنے حال کے مطابق خرچ کرے گا، تنگ دست اپنے حال کے مطابق خرچ کرے گا۔ اللہ کسی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جو تنگ دستی میں حق کی ادائیگی کو نہ بھولے، اسے آسودگی عطا ہو جاتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (39) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ﴿٧٣﴾

اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے، انہیں گروہ گروہ جنّت کی طرف چلایا جائے گا۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾

اور کتنے ہی قریے ایسے ہوئے ہیں، جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے امر سے سرکشی کی، تو ہم نے شدید حساب کے ساتھ ان کا محاسبہ کیا، اور انہیں سخت عذاب دیا۔

ماضی میں ایسے بارہا ہو چکا ہے، کہ بستیوں میں لوگوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے امر کو ماننے سے انکار کیا، تو اللہ نے اتمام حجت کے بعد ان لوگوں کو سخت گرفت میں لے لیا۔ جب اللہ کے بھیجے ہوئے کا انکار کر دیا جائے تو بھیجنے والے کے امر سے سرکشی کا اس سے بڑا اور ثبوت کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا فرمان، ماننے والوں کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے، جو بھلائی کا انکار کرے، خسارہ اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ پھر اس پر محاسبے کا مقام آتا ہے تو اس سے اس طرح حساب لیا جاتا ہے کہ حساب کی شدت اسے بے حال کر دیتی ہے، اور اسے ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس سے اس کا زعم پامال ہو جاتا ہے، اور وہ دیکھنے والوں کے لئے باعثِ عبرت ہوتا ہے۔

حاصل: اپنے رب اور اس کے رسول کے فرمان کا انکار باعثِ عذاب ہوتا ہے۔ جب محاسبہ کرنے والا، اللہ ہو اور وہ شدید حساب کے ساتھ محاسبہ کرے تو انجام عبرتناک ہی ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾

پھر انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہی ہوا۔

جو لوگ خلافِ حق کرتے ہیں وہ سرکش ہوتے ہیں، ان کی سرکشی کا وبال ان کو گھیر تا رہتا ہے۔ جب عمل کے لئے دیا گیا وقت پورا ہو جاتا ہے، تو وہ گرفت میں آجاتے ہیں، پھر اس سے بچ جانا ممکن نہیں ہوتا، اور اصلاح کو قبول کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے سرکش، اپنے کام کا وبال چکھنے سے بچ جائیں، اور خسارے میں نہ پڑیں، یہ ممکن ہی نہیں۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ مع

اللہ نے ان کے لئے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو اللہ سے ڈرو، اے سمجھنے والو، وہ جو ایمان لائے ہو۔ اللہ نے تمہاری طرف نصیحت نازل فرمائی ہے۔

خلافِ حق کرنے والے سرکش لوگوں کو حیاتِ دنیا میں بھی پکڑا جاتا ہے، اور انہیں عبرتناک سزا بھی دی جاتی ہے، مگر پوری پوری جزا تو آخرت میں ملے گی۔ وہاں جو عذاب ملے گا، وہ بھی خلافِ حق کرنے والے، سرکش کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہو گا، اور جو کچھ اس نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہو گا، اسی کا صلہ شدید عذاب کی صورت میں اس کے لئے تیار ہو گا۔ اللہ سے ڈرنا ہی سمجھدار ہونے کا ثبوت ہے۔ مقصدیت کا انکار، حق کی بے قدری، انجام سے غفلت اور بے سند باتوں پر اصرار یہ سمجھداروں کے کام نہیں ہیں۔ سمجھدار وہی ہوتے ہیں، جو حق کو مانتے ہیں، ناصح سے محبت رکھتے ہیں، اور یہ مانتے ہیں کہ نصیحت بصورت قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔ جس نصیحت کا تعلق قرآن پاک سے نہ ہو، ایمان والوں کے نزدیک اس کو نصیحت کہنا ہی درست نہیں ہے۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے سرکش لوگوں کے لئے ان کے اعمال کا صلہ شدید عذاب کی صورت میں تیار ہو گا، جو انہیں آخرت میں ملے گا۔ اللہ سے ڈرنا سمجھدار لوگوں کی طریقت ہے، ایمان والے لوگ ہی سمجھدار ہوتے ہیں، اور سمجھداروں کے لئے نصیحت وہی ہے جس کا تعلق قرآن پاک سے ہو۔

رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ⑪

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تم پر اللہ کی روشن آیات تلاوت فرماتے ہیں، تاکہ انہیں جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، ظلمات سے نور کی طرف لے جائیں۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور صالح عمل کرے وہ اسے جنّتوں میں داخل کرے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ان کے لئے احسن رزق رکھا ہے۔

نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی ہے۔ نصیحت کرنے والے صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بھیجی ہوئی روشن آیات تلاوت فرماتے ہیں، اور ان پر حسنِ عمل کا نمونہ بھی دکھا دیتے ہیں۔ جو لوگ طلب ہدایت رکھتے ہیں، وہ اللہ کی بھیجی ہوئی نصیحت کو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے مانتے ہیں۔ وہ آپ سے جڑ جاتے ہیں، آپ کا اتباع کرنے والوں سے جڑ جاتے ہیں۔ ان کا رخ ظلمات سے نور کی طرف ہو جاتا ہے۔ جو لوگ سچے ثابت ہو جائیں انہیں راحت نصیب ہو گی، وہ ایسے باغوں میں رہیں گے جو سدا بہار ہوں گے۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ان کے اعمال کے صلے میں ان کے لئے احسن رزق رکھا ہے۔ احسن رزق، اللہ ہی دے سکتا ہے، کہ پوری پوری جزا دینا اسی کی شان ہے۔

حاصل : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے شاہدین بھی اللہ کی روشن آیات کی تلاوت کرتے ہیں، اسی حوالے سے نصیحت کرتے ہیں۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے، اسے ظلمات سے نور کی طرف آنا نصیب ہوتا ہے۔ آخرت میں ایسے لوگوں کو دائمی راحت حاصل ہو گی۔ احسن رزق اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ احسن رزق سے جو فائدہ پہنچتا ہے، اس کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عِلۡمًا ﴿۱۲﴾ ع ۱۸

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین سے انہی کی مثل۔ امر ان کے مابین نازل ہوتا ہے، تاکہ تمہیں علم ہو جائے کہ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، اور اللہ کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان خلق فرمائے۔ سماءِ دنیا کو ستاروں سے زینت دی گئی ہے، اس کے اوپر چھ آسمان ہیں۔ زمین کے سات براعظم ہیں، جو معروف ہیں۔ زمین کے ہر حصے پر آسمان ہے۔ اللہ کا امر، اللہ کے علم سے نازل ہوتا ہے، اور اللہ کے امر کے سامنے کسی شے کا حائل ہونا، ممکن ہی نہیں۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ مشاہدے کو وسعت دے کر یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ کا علم ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ایک ہی رب العالمین تمام مقامات پر اپنی مخلوق کو اپنے علم سے پالتا ہے۔

حاصل : آسمان سات ہیں، زمین کے براعظم بھی سات ہیں۔ ایک ہی قادرِ مطلق، ایک ہی علیم مطلق تمام مقامات پر رب العالمین ہے۔ اس کا امر ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ ہمیں اللہ کے احکام کو ادب سے ماننا چاہئے کہ اسی میں ہماری فلاح ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر (39) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ اِذۡ جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾

تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر کذب سے افترٰی باندھے، اور سچ کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے۔ کیا جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج کی دل داری کے لئے کیوں ایک چیز سے رک جاتے ہیں، جسے اللہ نے آپ کے لئے جائز کیا ہے۔ اور اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

اللہ کے نبی سے تعلق رکھنے کے آداب کو واضح فرمایا گیا ہے۔ آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کی ازواج کی طرف سے آپ کی ذات بابرکات سے کسی شے کے استعمال نہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے اس بات کو مان لیا۔ اس شے کے بارے میں آپ نے لوگوں کو کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ حلال وحرام کی حدود بھی اللہ کے علم سے قائم ہیں۔ علیم مطلق کی طرف سے جو چیز افادیت کے لئے بنائی گئی ہے اور اسے حلال ٹھہرا لیا گیا ہے، اس سے رک جانا، اللہ کو اچھا نہیں لگتا۔ ازواج نے ایسی درخواست کر کے اچھا نہیں کیا۔ انہیں اپنی کوتاہی پر تائب ہونا چاہئے، اللہ انہیں بخش دے گا، ان پر رحم فرمائے گا۔

حاصل : جس چیز کو اللہ نے حلال ٹھہرایا ہے، بہتر جاننے والوں کے سامنے اس کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا ذکر کرنا بالکل بے جا ہے۔ ایسی صورت میں اپنی کوتاہی کا علم ہو جانے پر اللہ سے بخشش مانگنی چاہئے، اس سے رحم طلب کرنا چاہئے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

اللہ نے ایسی قسموں کا کھول دینا فرض کر دیا ہے، اور اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے، اور وہ علیم و حکیم ہے۔

جو قسمیں کسی کی دل داری کے لئے کھائی جائیں، ان کا منشاء، ساتھ رکھنے والوں کو آسانی مہیا کرنا ہوتا ہے۔ حدود اللہ کے احترام کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی قسموں کو کھول دیا جائے۔ اللہ کی رضا کے مقابل کسی کی خوشی اہمیت ہی کیا رکھتی ہے۔ اللہ تو ہمارا مولیٰ ہے، اس کی عطا علم وحکمت سے ہوتی ہے۔

حاصل : جو قسم کسی جائز شے کو استعمال نہ کرنے کے لئے کھائی جائے اور مقصود کسی کی دل داری ہو، اس قسم کو کھول دینا فرض ہے۔ اللہ ہمارا مولیٰ ہے، اور اللہ کی عطا

علم وحکمت سے تعلق رکھتی ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۖ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۳﴾

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کی، پھر جب وہ اس کی خبر کر بیٹھی، اور اللہ نے اسے آپ پر ظاہر فرمادیا، تو آپ نے اسے کچھ جتلایا اور کچھ سے اعراض فرمایا۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی خبر دی تو عرض کرنے لگی، حضور کو یہ خبر کس نے دی۔ آپ نے فرمایا، مجھے علیم وخبیر نے یہ خبر دی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی خواہش کے تحت نطق ہی نہیں فرمایا، آپ نے کبھی خواہش کے تحت بات ہی نہیں کی، جس سے بھی بات کی اس سے اس کا تعلق تھا، اور اس میں ہمیشہ سننے والے کا ہی فائدہ تھا۔ راز کی بات کا منشاء یہ ہوتا ہے، کہ سننے والا اپنی حفاظت پر نظر رکھے اور الجھاؤ سے بچ جائے۔ اگر راز کی بات کو آگے بڑھادیا جائے، تو یہ اس بات کو اپنے متعلق نہ سمجھنے کا ثبوت ہوگا، استفادہ کرنا تو بعد کی بات ہے۔ جب راز کی بات راز نہ رہے تو عطا کرنے والا کریم کچھ جتلاتا ہے، اس جتلانے کی حقیقت نشان دہی ہوتی ہے۔ نشان دہی کے بعد چشم پوشی کا مقام ہوتا ہے۔ اس کا منشا بھی آسانی عطا کرنا ہوتا ہے۔ صاحبانِ حق کی طرف سے جو بات کی جاتی ہے وہ کسی کے کہنے کی بدولت نہیں ہوتی۔ راز کھول دینے والا، راز کے کھل جانے پر حیرت زدہ ہوجاتا ہے، حالانکہ راز کو کھول دینے کا کام اسی نے کیا ہوتا ہے، اور اسے اپنے لئے سمجھنے کی بجائے کسی اور کے لئے سمجھ لیا ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مابین شکوک وشبہات کو جڑ سے اکھاڑنے کی سعی کی ہے، اور راستہ روشن کردیا ہے کہ لوگوں کے مابین تعلقات کو بہتر بنانے کی فکر کرنے والے، اسی روشن راستے پر رہیں۔

حاصل: علم لدنی رکھنے والے کی طرف سے راز کی بات جس کے ساتھ کی جائے، وہ اسی کے لئے ہوتی ہے، نام چاہے کوئی بھی لیا جائے۔ جب راز کی بات سننے والا، اسے آگے بڑھا دے، تو اسے اس کا حق یاد دلانے کے لئے کچھ نشان دہی کی جاتی ہے، کچھ سے اعراض کیا جاتا ہے۔ راز کی بات کھل جانے پر راز کھولنے والا حیرت زدہ ہوجاتا ہے، اور پوچھتا ہے کہ یہ راز کھل کیسے گیا۔ اسے یہی جواب دینا حق ہے، کہ اللہ علیم وخبیر ہے، جو خبر اللہ دے سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ

اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو، تو تمہارے قلوب جھک پڑے ہیں۔ اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ آپ کا مولیٰ ہے،

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④

اور جبریل اور صالح مومنین اور ملائکہ بھی آپ کے مددگار ہیں۔

راز کی بات جس سے کی جائے وہ اگر فائدہ نہ اٹھائے تو اس کے اظہار سے رک جانا اس کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ راز کے اظہار سے دو مقامات پر تکلیف کا اثر ہوتا ہے، ایک وہ جس سے راز ظاہر ہوا ہو، اور دوسرے وہ جس پر اسے ظاہر کیا گیا۔ دونوں مقامات پر توازن اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے، کہ محبوب رب العالمین کی بات کو اپنے لئے مفید مانا جائے۔ محسن کی بات میں کسی ذاتی غرض کی موجودگی محال ہوتی ہے، محسنِ اعظم کی شان تو معطی مطلق ہی جانتا ہے۔ جس کے پاس جو پیمانہ ہو اسی سے ناپنے کی وہ سعی کرے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے معیار مقرر کیا گیا ہے، تمام لوگ اس معیار کے حوالے سے، حضور سے صفات لینے والے ہیں، اور جو صفت کسی میں ہو اسی کو بیان کرنا حق ہے۔ معطی مطلق کی شان ملاحظہ ہو کہ وہ صفات عطا کرنے والا ہے، اور صفات کو بیان کرنے والا بھی ہے، باقی سب حضور سے لینے والے ہیں، عطا کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر محسن پر زور باندھا جائے تو پھر یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ قریب ہونے کی کوشش کا رخ تو درست ہونا چاہئے۔ محسن کی بات کو ادب سے مانا جائے تو رخ درست ہے، اور اگر منوانے کی طلب ہو، چاہے کسی درجے کی ہو تو رخ درست نہیں ہے۔ اگر محسن پر زور باندھا جائے تو اس زور کا اثر کیا ہو سکتا ہے۔ محسن اعظم کی شان یہ ہے، کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے، اور خلوت میں اس ساتھ کی اتنی بڑی شان ہے کہ اس کے سامنے کسی زور کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں، ان کا بھی زور، اللہ کا دیا ہوا ہے اور بہت ہے۔ صالحین آپ کے ساتھ ہیں، ان کا زور بھی اہمیت کے حوالے سے معروف ہے اور ملائکہ بھی حضور کے مددگار ہیں، یہ زور بھی اپنی شان کے حوالے سے مومنین کے لئے معروف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کی طلب رکھنے کے باوجود اگر رخ درست نہیں ہو گا، تو نتیجہ کبھی بھلائی نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی منشاء کے مطابق بنا لینا کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔

حاصل : محسن اعظم کے ارشاد کے مقابل کوئی بھی رخ حق پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی منشاء کے مطابق بنا لینا، کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر ازواج دے دے، مسلمات، مومنات، ادب والیاں، توبہ والیاں، عبادت والیاں، سیاحت والیاں، بیاہیاں اور کنواریاں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کی رضا کے مقابل کسی کو اہمیت دے ہی نہیں سکتے۔ اگر ازواج میں سے کوئی آپ کے قریب ہونے کی کوشش میں احترام کی حدود کو ملحوظ نہ رکھے، تو نتیجہ طلاق بھی ہو سکتا ہے۔ جن محترم خواتین کو امہات المومنین ہونے کا شرف ملا ہے، ان کی شان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے حوالے سے ہے۔ اس شان پر نظر ہو تو پھر کوئی دوسری بات، امتیازات کے حوالے سے ہونی ہی نہیں چاہئے۔ بہتر ازواج کی صفات یہ ہیں : مسلمات وہ خواتین ہیں، جو حق کو سن کر ادب سے مان لیتی ہیں۔ مومنات وہ خواتین ہیں جو ناصح امین سے محبت رکھتی ہیں۔ ادب والیاں وہ

ہیں جو اللہ کے محبوب کے قرب کو اللہ کا انعام جانتی ہیں۔ توبہ والیاں وہ ہیں جو اپنے احتساب سے کبھی غافل نہیں ہوتیں۔ عبادت والیاں وہ ہیں، جو اوقاتِ مقررہ پر نمازوں کی حفاظت کرتی ہیں، خصوصاً نمازِ فجر کی حفاظت کرتی ہیں۔ سیاحت والیاں وہ ہیں کہ اللہ کے محبوب کے بلاوے پر حاضر ہونے کو بڑا عمل جانتی ہیں چاہے وہ کسی بھی کارِ خیر میں لگی ہوئی ہوں۔ بیاہیاں وہ ہیں، جو ازدواجی زندگی کا علم رکھتی ہیں، اور کنواریاں وہ ہیں جو ازدواجی زندگی کا علم نہیں رکھتیں۔

حاصل: جس کی بات حق کے حوالے سے ہو، اس کو اپنی بات منوانے کی کوشش کرنے والی عورت اس سے دور بھی ہو سکتی ہے۔ تسلیم حق، ایمان، ادب، توبہ، عبادت اور سیاحت یہ بہتر ازواج کی صفات ہیں، وہ بیاہی ہوئی ہوں یا کنواریاں ہوں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾

اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر بڑے سخت فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کا امر نہیں ٹالتے، اور وہی کرتے ہیں جو امر ہوتا ہے۔

ایمان والوں کو بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش ان کی ذمہ داری ہے۔ بہتر جاننے والوں کی مانی جائے اور کم جاننے والوں کی حفاظت کی جائے تو یہ حق ادا ہو سکتا ہے۔ خواہشات کو پھیلنے کی اجازت دی جائے تو تباہی سے بچ جانا ممکن نہیں رہتا۔ جو خلافِ حق کرتے ہیں، وہ یہاں خوف و حزن میں مبتلا رہتے ہیں، آخرت میں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ دوزخ کی آگ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ آدمی جو کفر کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں دوزخ کا ایندھن ہیں، اور وہ پتھر جو حرارت کے اثر کو قبول کرتے ہیں، اور دیر تک اپنے اندر حرارت کو قائم رکھتے ہیں، وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جو فرشتے دوزخ پر مقرر ہیں وہ بڑے سخت ہیں، اللہ کے امر کے مطابق سزا کو نافذ کرتے ہیں، کسی طرح کی نرمی کرنا ان کے مزاج میں شامل نہیں ہے۔

حاصل: بہتر جاننے والوں کے پیچھے رہنا چاہئے، کم جاننے والوں کو پیچھے رکھنا چاہئے۔ دوزخ کا عذاب نظر میں ہو تو خلافِ حق کرنا ممکن ہی نہیں رہتا۔ اللہ کے فرشتے، اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ جیسا مقام ہو اللہ اس پر ویسے ہی فرشتے مقرر کرتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَا تَعْتَذِرُوا۟ ٱلْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ ع

اے کافرو، آج کے دن تم عذر نہ کرو، تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو عمل تم کرتے تھے۔

جزا دینے والے، مالکِ یوم الدین کا حکم وضاحت کے ساتھ مل چکا ہو، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ معروف ہو، بشارت و انذار کا حق ادا ہو چکا ہو، پھر عذر کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔ کافروں کو یہ بتایا جائے گا، تمہیں تمہارے ہی اعمال کی جزا دی جائے گی، رخ کو درست رکھنا تمہارے ذمے تھا، اب تمہارا عذر کوئی معنی نہیں رکھتا۔

حاصل : ماضی، حال، مستقبل کسی پر روشن کر دیے جائیں، تو پھر اس کا عذر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جو رخ کوئی اختیار کرے اسی کی اس کو جزا دی جائے گی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن (72) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿۲۳﴾

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے، تو اس کے لئے نار جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَٱغْفِرْ لَنَآ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿۸﴾

اے ایمان والو، اللہ کے حضور توبہ کرو، توبۃ النّصوح۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے اوپر سے تمہاری برائیاں اتار دے، اور تمہیں جنّتوں میں داخل فرمائے، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو آپ کی معیّت میں ایمان لائے ہیں رُسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں چلتا ہو گا۔ عرض کریں گے، اے ہمارے ربّ ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بے شک تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

ایمان والوں کو اللہ کے حضور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ توبہ ایسی ہو کہ آگے کو نصیحت ہو جائے اور پھر کبھی خلافِ حق کرنے کی طرف رغبت نہ ہو۔ توبۃ النّصوح کے چار مقامات ہیں: پہلا مقام ہے نام سے توبہ، اور نام سے توبہ یہ ہے کہ کوئی کام اپنے نام کو بلند کرنے کے لئے نہ کرے، اپنے شاہد کے نام کو روشن کرے تو نام سے توبہ کا ثبوت مل جائے گا۔ اپنے نام کو بلند کرنے کی چاہت ہو گی تو تفرقہ ضرور پیدا ہو گا اور جماعت سے تعلق بے معنی ہو جائے گا۔ دوسرا مقام ہے جسم سے توبہ، اور جسم سے توبہ یہ ہے کہ اپنی ذات کو اپنے شاہد کی ذات کے حوالے سے دیکھا جائے اور ذاتی سہولت کسی بھی مقام پر مقصود نہ ہو۔ تیسرا مقام ہے قلب سے توبہ، اور قلب سے توبہ یہ ہے کہ دل کو دلبر کی امانت جانا جائے۔ اور اس پر شاہد کا حکم جلوہ گر رہے۔ چوتھا مقام ہے روح سے توبہ، اور روح سے توبہ یہ ہے کہ شاہد کے رخ کو ہی حق جانا جائے عمل کی صورت کوئی بھی ہو۔ ایسی توبہ کرنے والوں کی برائیوں کی نفی کر دی جاتی ہے۔ ان کا ماضی ان کے حال سے الگ ہو جاتا ہے۔ ان کا حال صاحبانِ حال سے مل جاتا ہے، اور ان کی شہادت سے سچا ثابت ہو جاتا ہے۔ سچے لوگوں کو حال پر بھی راحت حاصل ہوتی ہے،

آخرت میں بھی راحت نصیب ہوگی۔ آخرت کی راحت بصورت باغات ہوگی جو سدا بہار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی معیت والوں کی شان کو اور راحت کو برقرار رکھے گا، کہ دنیا میں بھی عزت، حق کو ماننے سے ملتی ہے، آخرت میں بھی عزت اسی حوالے سے ہوگی۔ جو حق کو نہیں مانتے وہ یہاں بھی رُسوا ہیں، قیامت کے دن بہت رُسوا ہوں گے۔ مومنین کا نور ان کے آگے چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتے ہیں، اور کسی بھی مقام پر شاہد سے تقدم نہیں کرتے۔ شاہد کا قدم تمام علوم کا معدن ہوتا ہے۔ علم قدم کی صفت ہے۔ شریعت قدم ہے۔ طریقت نقش قدم ہے۔ حقیقت قدیم ہے۔ شریعت قدم کی ابتداء ہے اور معرفت قدم کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے قدم سے نور ملتا ہے، اس لئے آگے نور ہوتا ہے۔ رخ بھلائی کا ہوتا ہے اس لئے دائیں بھی نور ہوتا ہے۔ مومنین اپنی زندگی میں دائیں کو ہمیشہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کو دائیں ہاتھ والے بھی فرمایا گیا ہے۔ قیامت کے دن، ان کی دعا ہوگی: اے ہمارے رب، ہمارا نور پورا کردے، اور ہمیں بخش دے، تو ہی ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

حاصل: توبہ ایسی ہونی چاہئے کہ آگے کو نصیحت ہو جائے۔ نام سے توبہ، جسم سے توبہ، قلب سے توبہ اور روح سے توبہ، یہ توبہ کے چار مقام ہیں۔ توبۃ النصوح سے ماضی کی برائیوں کی نفی ہو جاتی ہے، دنیا میں راحت اور آخرت میں باغات اس کا انعام ہیں۔ جو حق کو نہیں مانتا وہ رُسوا ہے۔ قرب کی دعا، وصال تک جاری رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف کرنا بندے کی شان ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ⑨

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کفّار و منافقین سے جہاد کیجئے، اور ان پر سختی کیجئے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

جب کفار اور منافقین حق کو مٹانے کے لئے کوشاں ہوں، تو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے۔ ان کو اس حد پر دیکھتے ہوئے ان سے سخت رویہ رکھنا ضروری ہے تب ان سے نرم رویہ رکھنا خلافِ حق ہوتا ہے۔ خلافِ حق کرتے ہوئے یہ لوگ جہنم کی طرف بڑھ رہے ہیں، اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے، کہ وہاں کفار و منافقین کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

حاصل: کفار اور منافقین حق کو مٹانے کے لئے کوشاں ہوں تو ان سے جہاد اور سختی کا حکم ہے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف جا رہے ہیں، ان سے دور رہنا چاہئے، ان کے ساتھ مماثلت سے بچنا چاہئے۔ جس ٹھکانے میں کبھی سکھ نہ ہو وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہوتا ہے۔

ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱمْرَأَتَ نُوحٍ وَٱمْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَٰلِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ

اللہ کافروں کے لئے مثال بیان فرماتا ہے، نوح (علیہ السلام) کی بیوی کی اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی۔ وہ ہمارے دو بندوں کے تحت تھیں، جو ہمارے صالح بندوں سے تھے، تو ان عورتوں نے ان

يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

صالح بندوں کے ساتھ خیانت کی، تو وہ اللہ کے حضور ان کے کچھ کام نہ آئے، اور فرما دیا گیا، تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ، داخل ہونے والوں کے ساتھ۔

کافروں کو ماضی میں بھی دیکھنا چاہئے۔ قول کے مقام پر جو پاک لوگوں کے ساتھ ہونے کا دعویدار ہو، اس کو اپنے اعمال سے بھی اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہئے۔ اگر قول کے درجے میں ساتھ صالحین کا ہو اور عملاً منکرین حق کے ساتھ، وہ سختی نہ روا رکھی جائے جس کا مومنین کو حکم ہے، تو پھر خیانت کا ارتکاب ہو جائے گا، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی سے ہوا اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی سے ہوا۔ ان دونوں عورتوں نے صالحین کے ماتحت ہونے کے باوجود کفار کے ساتھ اپنے ماضی کے تعلقات کو ختم نہیں کیا، اور ان لوگوں کی اللہ کے ساتھ عداوت کو جاننے کے باوجود ان سے نرم رویہ رکھا۔ یہ خیانت دنیا میں بھی ان کے لئے باعثِ عذاب ہوئی، آخرت میں بھی باعثِ عذاب ہوگی۔ اللہ کے پاک بندے تو انہیں ہی راہِ ہدایت دکھا سکتے ہیں جو ہدایت کے طالب ہوں، جو ان کے ساتھ خیانت کرے اس کے حق میں اللہ اپنے پیاروں کی دعا کو بھی نہیں مانتا، کہ دوست کے مخالف کو معاف کرنا اللہ کی سنت نہیں ہے۔

حاصل : اس مثال کی روشنی میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے۔ صالحین کے تحت ہونا ان کے ساتھ خیانت کرنے والوں کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ جو جلوت میں صالحین کے ساتھ ہو، اور خلوت میں مجرمین کے ساتھ ہو وہ جہنم میں ہی جائے گا۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ ایمان والوں کے لئے مثال بیان فرماتا ہے، یہ فرعون کی بیوی کی مثال ہے، جب اس نے دعا کی، اے میرے ربّ میرے لئے اپنے پاس جنّت میں گھر بنا دے، اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے نجات دے، اور مجھے قومِ ظالمین سے نجات دے۔

ایمان والوں کے لئے مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی روشن نشانیوں کو دیکھ کر آپ پر ایمان لائی۔ فرعون کے ساتھ وقت گزارنا، جو ہمیشہ استکبار میں مبتلا رہتا تھا، بڑا ہی مشکل کام تھا۔ ضروریاتِ زندگی کا حصول بھی ایک اہمیت رکھتا ہے، مگر جب شوہر خلافِ حق کرتے ہوئے جہنم کی طرف جا رہا ہو تو مومنہ بیوی کو اس کے ساتھ سے کراہت ہی ہو سکتی تھی۔ پاک بی بی نے یہ دعا کی: اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے، اور مجھے فرعون سے نجات دے، مجھے اس کے عمل سے نجات دے، جو تعلق میرے لئے باعثِ کراہت ہے اسے ختم کر دے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے الگ کر دے۔

حاصل : ناصح سے محبت ہو تو ایمان نصیب ہوتا ہے، اور ایمان کے حوالے سے ہی قوتِ برداشت ہوتی ہے۔ جب شوہر کا رخ خلافِ حق ہو تو اس کی مہیا کردہ آسائشیں پاک بیوی کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں، پاک بی بی اس ماحول سے نجات کی دعا ہی کر سکتی ہے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾

اور مریم بنتِ عمران، جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی، اور اس نے اپنے ربّ کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرماں برداروں سے تھی۔

شادی سے پہلے خاتون کا نام لینے کا اصول واضح فرمایا گیا ہے۔ حضرت بی بی مریم علیہا السلام نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی، اور اس طرح کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی شہادت دی گئی ہے۔ مرد کے لئے اکیلے رہنا نسبتاً آسان ہے، عورت کا اکیلے رہنا بڑا بھاری کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار وہ شان رکھتا ہے، کہ اس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت بی بی مریم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ہاں پیدا ہوئے، جو لوگوں کے لئے حق کی روشن نشانی تھے، اور اللہ کی رحمت تھے۔ حضرت بی بی مریم کو ان کی پاکیزگی کے حوالے سے یہ شرف حاصل ہوا کہ انھوں نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کی تصدیق کی، اور اللہ نے ان کے فرماں برداروں سے ہونے کی سند نازل فرمائی ہے۔ وہ ماحول جس میں حضرت بی بی مریم نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی، اور جس میں آپ نے اللہ کے فرمان کو ادب سے مانا، بڑا ناپسندیدہ تھا۔ اس مثال سے یہ واضح فرمایا گیا ہے، اپنی ذاتی حفاظت کے لئے یہ کہنا کبھی درست نہیں ہوگا، کہ ماحول ہی ٹھیک نہیں تھا اس لئے اپنی پارسائی کی حفاظت ممکن نہیں ہوئی۔

حاصل : اپنی پارسائی کی حفاظت کرنی چاہئے۔ پاک رہنے والے، اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کریں تو اس سے روشنی پھیلتی ہے۔ اللہ کے فرماں برداروں کی فرماں برداری بڑی سعادت ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم (19) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ۚ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾

اللہ تعالیٰ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے، پاکی ہے اس کو۔ جب کسی کام کا امر فرماتا ہے، تو یہی فرماتا ہے کہ 'ہو جا'، پھر وہ ہو جاتا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کی بادشاہی ہے، اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

اللہ کی بادشاہی بڑی شان رکھتی ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے، وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے، وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اس کی مشیئت کے سامنے کوئی قوت ٹھہر نہیں سکتی۔ ساری کائنات کا بادشاہ ہے۔ آسمانوں میں، زمین اور ان کے مابین ہر مقام پر اللہ کی بادشاہی ہے۔ اللہ ہی ایسا بادشاہ ہے کہ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ جو بندہ اپنے اختیار کو حدودِ عبدیّت کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرے اور حق کے حوالے سے یہ یاد رکھے کہ اسے اللہ کے حضور، حاضر ہونا ہے، اور اسے اپنے اختیار کے حوالے سے پوچھا جائے گا، وہ بندہ اپنے اختیار کو درست طور پر استعمال کرے گا۔ جو بندہ اپنے اختیار کو خلافِ حق استعمال کرے گا، وہ ظالم ہوگا اور اپنے کئے کے انجام سے بچ نہیں سکے گا۔ وہ اموال کو جمع کرتا رہے گا، وہ اموال اس کی ضرورت سے بہت زیادہ ہوں گے، سب اس کے استعمال میں نہیں آئیں گے، حساب کتاب اس کے گلے ضرور پڑ جائے گا۔

حاصل : جو صاحبِ اختیار، اللہ کو مانتا ہے وہ بھی بابرکت ہوتا ہے۔ جو حق کو نہیں مانتا وہ خلافِ حق کرنے سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾

وہ جس نے موت و حیات کو خلق فرمایا کہ دیکھے تم میں سے کس کا عمل احسن ہے، اور وہی عزّت والا، بخشنے والا ہے۔

موت و حیات لازم و ملزوم ہیں۔ ہونے کا مقام نہ ہونے کے بعد رکھا گیا ہے، اور ہونے کا مقام بھی ایک وقت تک ہے۔ اگر اس وقت میں محسنین کا ساتھ اختیار کیا جائے، تو عمل کے اچھے ہونے کی سند موجود ہوگی۔ جس کے عمل اچھے ہوں گے، اس کا رخ درست ہوگا، اسے عزت بھی نصیب ہوگی، اور اس کی کوتاہیوں کو بھی بخش دیا جائے گا۔

حاصل : عطاءِ الٰہی کبھی بے مقصد نہیں ہوتی۔ عمل وہی اچھا ہے، محسنین جس پر شاہد ہوں۔ جس کے عمل اچھے ہیں اسے عزّت بھی ملتی ہے، وہ بخشش سے بھی نوازا جاتا ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ

جس نے سات آسمان بنائے، تہ بہ تہ۔ تم رحمٰن کی تخلیق میں کچھ تفاوت نہیں پاؤ گے۔ پھر نگاہ دوڑاؤ، کہیں تمہیں رخنہ نظر

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ — آتا ہے۔

اللہ نے سات آسمان بنائے اور انہیں تہ بہ تہ رکھا۔ سماءِ دنیا کو، جو ہمیں نظر آتا ہے، ستاروں سے زینت دی۔ آسمان کی وسعت کا مشاہدہ کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے بڑی شے کائنات میں نہیں ہے۔ ساتوں براعظموں پر وہی آسمان چھت کا درجہ رکھتا ہے۔ اتنی بڑی شے کا تفاوت سے پاک ہونا، خالق کل کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک نگاہ کے بعد دوسری بار بھی دیکھا جائے، کہیں رخنہ نظر نہیں آتا، کوئی اونچ، نیچ نظر نہیں آتی۔

حاصل : آسمان کا خالق اللہ ہے۔ اللہ کی یہ تخلیق تفاوت سے پاک ہے، رخنے سے پاک ہے۔ آسمان کے خالق کے سامنے ہمیں اپنے مقام کو بھی دیکھنا چاہئے، اس سے اپنے آپ کو جاننے میں مدد ملتی ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④

پھر دوبارہ نگاہ دوڑاؤ۔ تمہاری نگاہ، تھکی ماندی، ناکام تمہاری طرف لوٹ آئے گی۔

آسمان کی وسعت میں نگاہ ہی دوڑائی جا سکتی ہے۔ اس میں کہیں کوئی تفاوت، کوئی رخنہ یا کوئی اور نقص نظر نہیں آتا۔ یہ اللہ کی اتنی بڑی تخلیق ہے کہ ساتوں براعظموں کے فرش پر ایک ہی چھت ہے۔ اتنی بڑی تخلیق کو بے عیب دیکھنے کے بعد نگاہ دوبارہ اٹھتی ہے، لیکن کہیں بھی نقص کو نہیں دیکھ پاتی، اور وہ تھکی ماندی لوٹ کر واپس آ جاتی ہے۔

حاصل : اتنے وسیع آسمان کو بے عیب دیکھ کر، اللہ کی قدرت روشن ہوتی ہے۔ اللہ کی قدرت کو مان لینا عقل مندی ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

اور ہم نے سماءِ دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اور انہیں شیاطین کے لئے مار ٹھہرایا۔ اور ان کے لئے ہم نے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

زمین سے نظر آنے والا آسمان، رات کو ستاروں سے مزین نظر آتا ہے۔ اس کو دنیا کا آسمان، فرمایا گیا ہے۔ اس آسمان کو ستاروں سے جو چراغوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں، ایسے سجایا گیا ہے کہ اس زینت کو دیکھنے والی آنکھیں، حیرت زدہ ہو جاتی ہیں۔ پھر ان چراغوں کی اہمیت بھی ہے، ان سے زمین پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان سے سمت کے تعین میں مدد ملتی ہے، اور ان سے شیاطین کو مار بھگانے کے لئے موزوں ٹھکانوں کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ شیاطین استکبار میں پڑے رہتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے والوں کے اعمال کا صلہ، انہیں بھڑکتی آگ کی صورت میں تیار ملے گا۔

حاصل : سماءِ دنیا کی ستاروں سے تزئین اللہ نے کی ہے، اور حضرت انسان کے لئے کی ہے، اس لئے ستارے انسان کے لئے ہیں، انسان ستاروں کے لئے نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی نے زینت میں بھی بڑی افادیت رکھی ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے اعمال کا صلہ بصورتِ عذاب ملے گا۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥

اور جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے لئے جہنم ہے، اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

جو لوگ، اللہ کی قدرت کے مظاہر کو دیکھ کر بھی، اپنے آپ پر نظر نہیں کرتے، اور اپنے رب کی قدرت کو اپنے اوپر محیط نہیں دیکھتے، اور جزا کا انکار ان کے اعمال میں نظر آتا ہے، یہ اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ یہ خلافِ حق کرنے کو اپنی پہچان بنا لیتے ہیں۔ حق کو سن کر اس کے خلاف کرنا ان کا طریق زندگی بن جاتا ہے۔ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ بصورت جہنم ملے گا، اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے، کہ جہاں کافر اپنے کئے کی سزا سے کسی وقت بھی چھوٹ نہیں سکے گا۔

حاصل : اپنے پالنے والے کا انکار، انسان کو حال پر پریشان رکھتا ہے، آخرت میں باعث جہنم ہو گا۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦

جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔

جب کافر جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ جہنم کا دھاڑنا سنیں گے، اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ جہنم کا دھاڑنا اور جوش مارنا اس لئے ہو گا کہ جن کے لئے اسے تیار کیا گیا ہے، وہ سامنے ہوں گے، اور اس سے آملیں گے۔

حاصل : جہنم کافروں کو دیکھ کر دھاڑے گی، اور جوش مارے گی، کہ جن کے لئے اسے تیار کیا گیا ہے، وہ سامنے آچکے ہوں گے۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧

ایسے لگتا ہے کہ غیظ سے پھٹ جائے گی۔ جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔

جہنم کا دھاڑنا اور جوش مارنا اس قدر ہو گا، کہ وہ غیظ سے پھٹتی ہوئی معلوم ہو گی۔ حق کو جھٹلانے والے، گروہ کی شکل میں جہنم رسید کئے جائیں گے۔ جہنم کے داروغہ ان سے پوچھیں گے، کیا اس انجام سے ڈرانے والا تمہارے پاس نہ آیا تھا۔

حاصل : جہنم اس قدر تیار ہو گی کہ وہ غیظ سے پھٹتی ہوئی معلوم ہو گی۔ جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کیا اس انجام سے ڈرانے والا تمہارے پاس آیا نہیں تھا۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ

کہیں گے، ڈر سنانے والا ہمارے پاس آیا تو تھا، پھر ہم نے اس کی تکذیب کی اور یہ کہتے رہے کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں فرمایا،

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝٩
تم قطعاً گمراہی میں ہو۔

جہنمی جواب دیں گے، کہ ڈرسنانے والا تو ہمارے پاس آیا تھا، مگر ہمارا رویہ اس کے ساتھ درست نہ تھا۔ اس کی نصیحت کو سن کر ہم نے یہ کہا کہ جو کچھ تم بتارہے ہو یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے۔ تم موجودہ طریقِ زندگی کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو، حالانکہ غلط تم خود ہو، بھلا اکثریت کیسے غلط ہو سکتی ہے۔

حاصل : انجام کے وقت جب ناصح کی صداقت روشن ہو جائے گی تو اس کی تکذیب کرنے والے اپنے گناہ کو خوب جان لیں گے، مگر یہ جاننا انہیں نفع نہ دے گا۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١٠
اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل کرتے، تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

جہنمی کہیں گے، اگر ہم ڈرسنانے والے، نصیحت کرنے والے، کی بات کو سنتے اور اس کی قدر کرتے، تو یقیناً اس کی بات سے فائدہ اٹھاتے، یا ہم عقل کرتے اور یہ دیکھتے کہ نصیحت کرنے والا، کسی خواہش اور غرض کے حوالے سے بات کر رہا ہے، یا وہ ہماری ہی خیر خواہی کر رہا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں نتیجہ اچھا ہوتا، اور ہم دوزخ میں پڑنے والوں کے ساتھ نہ ہوتے۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والے، سنتے بھی نہیں اور عقل بھی نہیں کرتے۔ سننا اور عقل کرنا دوزخ سے بچنے کی صورت ہے۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١١
تو وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیں گے، تو دور ہوں دوزخ والے۔

خلافِ حق کرنے کے انجام سے آگاہ کرنے والوں کو جھٹلانا، گناہ ہے۔ قیامت کے دن حق کی تکذیب کرنے والے، اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے، مگر اس اعتراف کے بعد صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دینا ممکن نہ ہوگا، اس لئے فرمایا جائے گا، دور ہوں دوزخ والے۔

حاصل : اعترافِ گناہ تبھی فائدہ دیتا ہے جب اصلاح کے لئے مہلت بھی موجود ہو۔ دوزخ والوں پر اللہ کی پھٹکار ہوتی ہے اور ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝١٢
بے شک جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں، ان کے لئے مغفرت اور اجرِ کبیر ہے۔

جو انجام سے آگاہ کرنے والوں کی باتوں کو سنتے ہیں، اور عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ یہ جانتے ہیں، کہ اس دنیا میں آنا ہی یہاں سے جانے کا ثبوت ہے۔ جب اللہ کے حضور پیشی کا یقین ہو جائے تو اپنے رب سے بے دیکھے ڈرنے کا مقام واضح ہو جاتا ہے۔ یہ احساس بیدار ہو جاتا ہے کہ اللہ کی رضا کے خلاف کوئی قول کوئی فعل بندے کو زیب نہیں دیتا۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنی بخشش سے نوازے گا، اور انہیں ان کے اعمال کا بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

حاصل : اپنے ربّ سے بے دیکھے ڈرنے والے، مغفرت اور اجرِ کبیر سے نوازے جائیں گے۔

وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾

اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا آواز سے کہو، وہ تو سینوں کی بات کا بھی علم رکھنے والا ہے۔

بات کرنے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ جسم کی حرکات سے اپنا منشاء اس فرد یا گروہ کو پہنچا دیا جاتا ہے، جن کو حرکات کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دوسروں سے چھپا کر بات کرنے کا طریقہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے، کہ زبان سے بول کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ حرکات سے اپنا منشاء ظاہر کیا جائے یا الفاظ سے، اس کا تعلق نیت سے ضرور ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نیتوں کا بھی علم رکھتا ہے، اس سے کچھ چھپایا نہیں جاسکتا۔

حاصل : نیتوں کا علم رکھنے والے ربّ سے کسی بات کو چھپا لینا ممکن ہی نہیں۔ ہماری نیّت درست ہوگی تو عقیدے کے درست ہونے کا ثبوت ہوگا۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ ع

کیا وہ نہ جانے گا، جس نے خلق فرمایا، اور وہ بڑا باریک بین، خبر رکھنے والا ہے۔

خالق کل کے علم سے بڑا علم کسی کو ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ مخلوق کی ہر کیفیت کو پورا پورا جانتا ہے۔ اس سے بڑا باریک بین اور اس سے بڑا خبر رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ جب اللہ کو لطیف اور خبیر مان لیا جائے تو نیت کو درست ہو جانا چاہئے، اور حضور کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے اپنے قول و فعل کو دیکھتے رہنا چاہئے۔

حاصل : خالق کل سے کچھ مخفی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کو لطیف اور خبیر ماننے کا ثبوت ہمارے قول و فعل میں نظر آنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن (55) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾

اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اس کو ہر روز ایک کام ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾

وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے پست کر دیا، کہ اس کے کندھوں پر چلو پھرو، اور اس کے رزق سے کھاؤ، اور اسی کی طرف نشر ہوگا۔

زمین کو ہمارے لئے پست کرنے والا، اللہ ہی ہے۔ ہماری ضروریات کا اس میں جو اہتمام کیا گیا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کیا گیا ہے۔ اس اہتمام میں اللہ کا علم اور اللہ کی حکمت موجود ہے۔ حضرت انسان اس میں رہنے کی جگہ بناتا ہے، اس میں چلتا پھرتا ہے، اور اس سے رزق حاصل کرتا ہے۔ اس جائے قیام کو عارضی جاننے والا، اللہ سے ڈرتا ہے، اور اللہ کی عطا کو حق کے حوالے سے استعمال کرتا ہے۔ اس عارضی قیام گاہ میں انکسار کو طریقِ زندگی بنا لینے والا، اللہ کے حضور پیشی کو

نظر انداز کر دیتا ہے۔ جانا تو اسے بھی پڑتا ہے یہاں سے، پھر جس نے توفیق دی ہے وہی پوچھنے والا بھی ہے اور وہی جزا دینے والا بھی ہے۔ اسی کے حضور سب کو اکٹھا ہونا ہے۔

حاصل : زمین کو ہمارے لئے مفید بنانا، اللہ کا کام ہے۔ اس میں چلتے پھرتے اور رزق حاصل کرتے یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ہمارا ہر قدم مالکِ حقیقی کی طرف اٹھ رہا ہے۔

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوۡرُ ﴿۱۶﴾

کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے، کہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ کانپتی چلی جائے۔

بندوں کو اپنی حیثیت دیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ زمین اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ جس نے اس کو بنایا ہے اسی کے حکم سے یہ اپنے افعال سرانجام دے رہی ہے۔ اللہ چاہے تو لوگوں کو زلزلے کے ساتھ زمین میں دھنسا دے، پھر وہ کانپتی چلی جائے اور اس سے باہر نکلنے کی ہر کوشش کے نتیجے میں لوگ مزید دھنستے چلے جائیں۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعتراف ہو تو بندے کا رویہ درست ہو سکتا ہے۔

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ﴿۱۷﴾

یا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے، کہ تم پر پتھراؤ بھیجے۔ تو تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہوتا ہے۔

قادرِ مطلق کے عذاب کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ وہ اتمام حجت ضرور کرتا ہے۔ پھر جب وہ عذاب نازل کرتا ہے تو لوگوں کے مٹ جانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ وہ پتھر برسانے والی ہوا کو مسلط کر دے تو تباہی کتنی ہولناک ہو گی، اور ایسا ماضی میں ہو چکا ہے۔ اس وقت اللہ کے ڈرانے کی حقیقت تو تم پر واضح ہو جائے گی، مگر اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ عذاب نیچے سے بھی لا سکتا ہے، اوپر سے بھی لا سکتا ہے۔ اس کے بھیجے ہوئے پتھراؤ سے اگر ماضی میں ہولناک انجام واقع ہو چکا ہے تو حال پر بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

وَلَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۱۸﴾

اور ان سے پہلوں نے جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

جس راستے پر چلنے والے پہلے لوگ مبتلاءِ عذاب ہو چکے ہیں، اس راستے کو اپنے لئے درست جاننا عقل مندی نہیں ہے۔ حق کی تکذیب کرنے والے ماضی میں ناصحین کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ خلافِ حق کرنے کا نتیجہ ضرور نکلتا ہے، اور یہ نتیجہ اب کوئی راز نہیں ہے۔

حاصل : جس راستے کو ہم نے اختیار کیا ہے، اگر ہم سے پہلے لوگوں کو اس پر عذاب ہو چکا ہے، تو ہم اس پر چل کر کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَٰٓفَّٰتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍۭ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے کہ پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں، انہیں رحمٰن ہی تھامتا ہے۔ بے شک وہ ہر شے کو دیکھتا ہے۔

اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے، وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے، اور اسی کی عطا کردہ توفیق سے سب کام ہو رہے ہیں۔ پرندوں کا ہوا میں پر پھیلانا اور سمیٹنا، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اہلیت کی بدولت ہے۔ انہیں اللہ ہی اڑاتا ہے۔ اللہ ہر شے کو دیکھتا ہے، اور ہر شے اس کے کرم سے ہی اپنا حق ادا کر رہی ہے۔

حاصل : ہمیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اللہ ہر شے کو دیکھتا ہے، ہر شے اس کے کرم سے ہی اپنا حق ادا کر رہی ہے۔

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِى هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَٰفِرُونَ إِلَّا فِى غُرُورٍ ﴿٢٠﴾

یا وہ تمہارا کونسا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابل تمہاری نصرت کرے گا۔ کافر تو غرور میں ہی پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر جگہ محیط ہے۔ توفیق دینے والا بھی وہی ہے۔ اس کے ارشاد کے مقابل کسی کی کوئی بات، کیا معنی رکھتی ہے۔ رحمٰن سے مقابلے کی بات وہی کرتا ہے، جو اللہ کے رسول کے خلاف ہوتا ہے۔ جب اللہ کے سوا دوسرا کوئی معطیٔ مطلق ہو ہی نہیں سکتا، تو رحمٰن کے مقابل کوئی نصرت دینے والا کیسے ہو سکتا ہے۔ کافر محض غرور کی وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں، اور غرور یہ ہے کہ عطاءِ الٰہی کو اپنی کوشش کی بدولت جانتے ہیں۔

حاصل : توفیق دینے والے مالکِ کل سے مقابلہ ممکن ہی نہیں۔ کافر غرور میں ہی پڑے رہتے ہیں، اور غرور کا انجام خسارہ ہی ہوتا ہے۔

أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِى يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُۥ ۚ بَل لَّجُّوا فِى عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ﴿٢١﴾

یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے، اگر وہ تمہارا رزق روک لے۔ بلکہ وہ شرارت اور نفرت پر اڑے ہوئے ہیں۔

رزق دینا اسی کی شان ہے جو پالنے کا علم رکھتا ہو، اور رزق ربّ العالمین ہی دیتا ہے۔ اگر وہ رزق کو روک لے، تو دوسرا کوئی دینے والا ہو نہیں سکتا۔ انسان کی کوشش سے رزق حاصل نہیں ہوتا، اللہ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اس میں بسط پیدا کر دیتا ہے، وہ چاہے تو اس کو تنگ کر دیتا ہے۔ شرارت اور نفرت لازم و ملزوم ہیں، اور یہ کافروں کی صفات ہیں۔ اللہ کا احسان نہ ماننا شرارت ہے اور حق کی مخالفت، نفرت ہے۔ شرارت اور نفرت پر اڑ جانے والوں کو حقائق کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : رزق دینا، ربّ العالمین کی شان ہے۔ اگر وہ روک لے تو کوئی دوسرا رزق دینے والا ہو نہیں سکتا۔ شرارت اور نفرت پر اڑ جانے والوں کو حقائق کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔

اَفَمَنۡ يَّمۡشِىۡ مُكِبًّا عَلٰى وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰٓى اَمَّنۡ يَّمۡشِىۡ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۲﴾

تو کیا جو منہ کے بل اوندھا چلے، ہدایت کے زیادہ نزدیک ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا ہو کر چلے۔

جو منہ کے بل اوندھا چلے وہ اپنے زاویہ نگاہ کو خراب کرے گا، وہ ہدایت کیسے پا سکتا ہے۔ جو سیدھا چلے، راست قامت ہو اور صراطِ مستقیم پر ہو، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہو گا۔ جو راستے کا یقینی علم رکھنے والے کے ساتھ ہو گا، راستہ دکھانے والے سے محبت رکھتا ہو گا، اسے زینتِ حیاتِ دنیا اپنی طرف کھینچ نہیں سکے گی۔

حاصل : جو راست قامت ہو گا، صراطِ مستقیم پر ہو گا، وہ ہدایت والا ہو گا۔ جو منہ کے بل اوندھا چلے گا، اس کا مشاہدہ اسے الجھاتا چلا جائے گا۔

قُلۡ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ‌ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾

فرما دیجئے، وہی ہے جس نے تمہیں بنا کھڑا کیا، اور تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل بنائے۔ کتنا قلیل شکر کرتے ہو۔

انسان کی تخلیق میں کسی کی تجویز کو دخل نہیں۔ پرورش کے اسباب بھی اسی کے عطا کردہ ہیں۔ کان اللہ کی بڑی عطا ہے۔ اس کا شکریہ ادا ہونے کی صورت یہ ہے، کہ اس کی سنی جائے جس کی صداقت کی سند موجود ہو۔ آنکھ اللہ کی بڑی عطا ہے، اور اس کا شکریہ ادا ہونے کی صورت یہ ہے کہ حق اور ناحق کے مابین وقف کو کبھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ اور دل بھی اللہ کی بڑی عطا ہے، اور اس کا شکریہ اس طرح ادا ہوتا ہے، کہ اس میں ہادی سے محبت اور اس کے قربیٰ سے مودّت موجود رہے۔ کان بے حقیقت لوگوں کی طرف لگے رہیں، آنکھیں زینتِ حیاتِ دنیا میں الجھی رہیں اور دل کو خواہشات کا غلام بنا دیا جائے، تو پھر صریحاً ناشکری ہی ہو گی۔

حاصل : خالق کل کی رضا کے مطابق رہنا سب سے بڑی شان ہے۔ کان اس کی سنے جو صادق ہو، آنکھ شاہد کے قدم پر رہے، اور دل اس کی محبت سے سرشار ہو، تو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا ہو گا، ورنہ ناشکری ہی ہو گی۔

قُلۡ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

فرما دیجئے وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔

زمین اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس پر زینت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اللہ ہی نے ہمیں زمین میں پھیلایا ہے۔ زمین کے کسی خطے سے تعلق کو اپنی فضیلت کی بنیاد بنانا، یا کسی کی کسی خطہ زمین سے نسبت کی بنا پر تحقیر کرنا، خلافِ حق ہو گا، کہ زمین میں لوگوں کو پھیلانے والا تو اللہ ہے۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف واپسی بھی ہو گی، اور واپسی سے انکار کسی کے بس میں نہ ہو گا۔

حاصل : جب زمین میں ہمیں پھیلانے والا، اللہ ہے، تو پھر کسی خطے سے تعلق کی بنا پر اپنی

فضیلت ثابت کرنا اور کسی دوسرے خطے سے تعلق رکھنے والوں کو حقیر ثابت کرنا، علم الٰہی کا انکار ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ہی ہمارا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف ہماری واپسی ہوگی۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا، اگر تم صادق ہو۔

منکرین حق ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں، کہ جس انجام سے انہیں ڈرایا جارہا ہے، یہ واقع کب ہوگا، اور یہ بڑی بے تکی کی بات ہے، کہ عذاب کے آنے کے وقت کو جان لینے سے کوئی ہدایت یافتہ ہو نہیں سکتا، اور جب وہ واقع ہو جائے تو پھر اصلاح کو اختیار کرنے کا وقت بھی گزر چکا ہوتا ہے۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے لوگ، ڈر سنانے والوں کو ہر زمانے میں یہی کہتے رہے ہیں، کہ آپ جس انجام سے ڈرا رہے ہیں، یہ واقع کب ہوگا۔

قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٦﴾

فرما دیجئے یہ علم تو عند اللہ ہے، اور میں تو صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

عذاب لانا، اللہ کا کام ہے، اور اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہوتا ہے۔ عذاب الٰہی، اتمام حجت کے بعد آتا ہے، اور اتمام حجت بھی اللہ ہی کرتا ہے۔ اللہ کے محبوب کی شان یہی ہے کہ خلافِ حق کرنے والوں پر ان کے انجام کو خوب واضح کر دیا جائے۔

حاصل: عذابِ الٰہی کے آنے کا علم، اللہ ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اللہ کے محبوب کی شان ڈر سنانا ہی ہے۔

فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ﴿٢٧﴾

پھر جب وہ اسے قریب آتے دیکھیں گے، کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا، یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

حال پر تو کافر، عذاب الٰہی کو لا کر دکھانے کی بات کرتے ہیں، مگر جب اسے قریب آتے دیکھیں گے، ان کے منہ بگڑ جائیں گے۔ ان پر وہ وقت بڑا بھاری ہوگا۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا، یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔ اس وقت حق کو ماننا تو بہت آسان ہوگا، مگر یہ ماننا نفع نہ دے گا، کہ عملاً سچا ثابت ہونے کے لئے دی گئی مہلت ہی ختم ہو چکی ہوگی۔

حاصل: جزا کے منکر، جزا کو دیکھ کر پریشان ہو جائیں گے، اور ان کے منہ بگڑ جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا، یہ ہے جو تم مانگتے تھے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ

فرما دیجئے، بتاؤ اگر اللہ مجھے اور وہ لوگ جو میری معیت میں ہیں، ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم فرمائے، تو وہ کون ہے جو کافروں کو

مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ المناک عذاب سے بچالے گا۔

جب کوئی ضد پر اڑ جائے تو اس کو اس کے قیاس کے حوالے سے سمجھانے کی صورت واضح فرمائی گئی ہے۔ موت وحیات اللہ کی تخلیق ہے۔ وہ موت دینے پر بھی قادر ہے، مزید وقت دینے پر بھی قادر ہے۔ انجام سے آگاہ کرنے والوں کے ساتھ یہ دو ہی صورتیں پیش آسکتی ہیں۔ مگر کافروں کو تو بہر صورت ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی، اور وہ المناک عذاب کی شکل میں ہوگی۔ کافر اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حق کا بیان ختم ہو جائے گا، تو یہ نہیں ہوگا۔

حاصل : ضدی لوگوں کے ساتھ ان کے قیاس کے حوالے سے بھی بات کی جاتی ہے، منشاء یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے نتائج کو دیکھ لیں۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

فرما دیجئے وہی رحمٰن ہے، ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر توکّل کیا۔ تو اب جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔

ضدی لوگوں پر ان کے انجام کی وضاحت کے بعد، حق پہنچانے والے اپنا حال بیان کرتے ہیں، کہ ہم اپنے رب رحمٰن پر ایمان لائے اور اسی پر توکل کیا۔ تو اب عنقریب خلافِ حق کرنے والے اس انجام کو دیکھ لیں گے، جس سے انہیں آگاہ کیا گیا ہے۔ اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا، کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔

حاصل : حق پہنچانے والے ربِ رحمٰن کو مانتے ہیں، اسی پر توکّل کرتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہیں، کہ حق پر قائم رہنے والوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں کے مابین وقف عنقریب روشن ہو جائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

پوچھئے، بتاؤ اگر تمہارا پانی زمین میں نیچے چلا جائے تو کون تمہیں بہتا پانی لا دے گا۔

زمین بھی اللہ نے بنائی ہے، اس میں پانی بھی اللہ نے رکھا ہے۔ زیرِ زمین پانی کے ایک خاص سطح پر رہنے سے ہی زمین کی سرسبزی قائم رہتی ہے۔ اگر پانی اس سطح سے نیچے جانا شروع ہو جائے تو فصلوں کو پانی دینے کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر پانی زمین میں بہت ہی گہرا چلا جائے تو اس کو نکالنا کارے وارد ہوگا۔ پھر کون اس قدرت کا مالک ہوگا، کہ تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے، اور پانی کے بغیر تو زندگی کو قائم رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل : اللہ کی مہربانی سے ہی زمین آباد ہے اور سرسبز ہے۔ زیرِ زمین پانی کا بہت نیچے چلا جانا، نظامِ معاشرت کو درہم برہم کر سکتا ہے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو پہچاننا چاہیے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (47) میں ارشاد فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا اللہ مولیٰ ہے، اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

سُوْرَةُ الْقَلَمِ

آیاتہا ۵۲ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ نٓ، قلم کی قسم اور ان کے لکھے کی قسم۔

من کی حقیقت نفی ہے۔ جس کی نفی ہو جاتی ہے، اس کی اپنی کوئی بات نہیں رہتی۔ جس کی اپنی کوئی بات نہ رہے اسے اللہ کی بات عطا ہوتی ہے۔ جس کا بولنا سند کا درجہ رکھتا ہو، اس کے ادب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ جو قلم، حق کو لکھے، اس کی شان اللہ کے فضل سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسا قلم اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہوتا ہے۔ پاک قلم سے، اللہ کی رضا کے حوالے سے جو بھی لکھا جائے، اس سے نور ہدایت پھیلتا ہے۔ جس تحریر سے نور ہدایت بڑھے وہ بھی اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہوتی ہے۔

حاصل: جس کی نفی ہو جائے، اس کی بات حق کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اس کے قلم سے اور اس کی تحریر سے نور ہدایت پھیلتا ہے۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲﴾ آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں۔

جس کی بات، اللہ کی بات ہو، اسی کی بات حق ہے۔ جس کی بات حق ہے، وہ بڑا سخی ہے، اپنے ساتھ بھی پورا رہتا ہے، اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی پورا رہتا ہے۔ مجنون کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ جو نعمتِ ربی کو اپنی ذات کے لئے مخصوص کرے، اور اس کو اللہ کی راہ میں تقسیم نہ کرے، اس نعمت کی برکت اللہ تعالیٰ کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ نعمت ربی کا قاسم، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، چراغ سے چراغ جلا کر نور کو بڑھاتا ہے، موجود اور مقصود کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ جنون نہیں ہے۔ یہ حق کے حوالے سے یکسوئی ہے، اور ماضی میں انبیاء کرام کی طریقت یہی رہی ہے۔

حاصل: نعمتِ ربی کا قاسم، چراغ سے چراغ جلا کر نور کو بڑھاتا ہے، موجود اور مقصود کی وضاحت کرتا ہے۔ یہ جنون نہیں ہے، یہ یکسوئی ہے، اور ماضی میں بھی انبیاءِ کرام کی طریقت یہی رہی ہے۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ﴿۳﴾ اور آپ کے لئے بے انتہا اجر ہے۔

جس نعمت کا شکر ادا ہو جائے اس کی برکت برقرار رہتی ہے، اس کی شان بڑھتی رہتی ہے، اس کا اجر بھی بے انتہا ہوتا ہے۔ مجنون کا مقصد متعین نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کی رضا کے رخ کو اختیار نہیں کرتا۔ اس کے بیان میں ربط نہیں ہوتا۔ اس کا عمل بدلتا رہتا ہے۔ اللہ کے محبوب کی شان یہ ہے کہ ان کا رخ قبول کرنے والا، زوال سے کمال کی طرف چل پڑتا ہے۔ اس طرح جماعت بنتی جاتی ہے۔ جس کا کام، اللہ ہی کے لئے ہو، اسی کا اجر بے انتہا ہوتا ہے۔ اس سے بڑا عقل والا کوئی نہیں ہوتا۔

حاصل: جس کے لئے بے انتہا اجر ہو، اس کو جنون سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ اور آپ کا خلق عظیم ہے۔

مجنون کے عمل کو لوگوں کا قول بھی متاثر کرتا ہے، ان کا حال بھی متاثر کرتا ہے۔ اللہ کے محبوب کی شان یہ ہے کہ حق کی تبلیغ میں انہیں مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، مگر ان کا مقصود اللہ کی رضا ہی ہوتا ہے۔ لوگوں کا قول و فعل ان کے رخ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگوں سے جو کچھ کہتے ہیں وہ لوگوں کو کر کے بھی دکھاتے ہیں۔ انہیں حرص ہوتی ہے کہ لوگ راہ فلاح کو اختیار کریں۔ خلق عظیم والے صاحب کی شان یہ ہے، کہ وہ یہ نہیں دیکھتے، لوگ ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں، یہی دیکھتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔

حاصل : جنون اور خلقِ عظیم کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ﴿٥﴾

تو عنقریب تم بھی دیکھ لو گے، اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

اعمال کے نتائج ضرور مرتب ہوتے ہیں، اور نتائج کو دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے، کہ راہ فلاح پر کون ہے، اور راہ خسارہ پر کون ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہوتے ہی نتائج نظر آنے لگتے ہیں۔ خیر کا رخ اختیار کرنے والے دیکھ لیتے ہیں کہ جس انجام کی انہیں بشارت دی گئی تھی، وہ ان کے سامنے ہے۔ خلافِ حق کرنے والے یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس انجام سے انہیں ڈرایا گیا تھا، وہ ان کے سامنے ہے۔

حاصل : عمل کے لئے دیئے گئے وقت کے بعد نتائج سامنے آجاتے ہیں پھر فلاح پانے والے اپنا انجام دیکھ لیتے ہیں، خسارے والے اپنا انجام دیکھ لیتے ہیں۔

بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ﴿٦﴾

کہ تم میں سے مفتون کون ہے۔

مفتون وہ ہوتا ہے، جس کا قول گمان پر مبنی ہو، جو شیطان کا ساتھی ہو اور نتائج سے اس کے دعووں کی نفی ہو جائے، اور خسارہ اسے پوری طرح گھیر لے۔

حاصل : جو شیطان کا ساتھی ہو، جب اس کے اعمال کے نتائج اس کے سامنے آتے ہیں، تو وہ خسارے میں پوری طرح گھر چکا ہوتا ہے، اسے مفتون کہتے ہیں۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٧﴾

تمہارا رب بڑا علم رکھتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے، اور وہ ہدایت والوں کا بھی بڑا علم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ جو لوگ خلافِ حق کرتے ہیں، اللہ ہی ان کا سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔ وہ ان کو مہلت اسی قدر دیتا ہے، جس قدر ان کو دی جانی چاہئے، اور اللہ کی قدرت ان پر بہر حال محیط ہوتی ہے۔ جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ان کی زبان پاک ہوتی ہے، ان کا ہاتھ امین ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کرتے ہیں، اور کسی بھی مقام پر من مانی نہیں کرتے۔ اللہ ان کا بھی سب سے بڑا علم رکھنے والا ہے۔

حاصل : اللہ ہی راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے، اور اللہ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر حال پر محیط ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٨﴾ — تو تم تکذیب کرنے والوں کی نہ مانو۔

راہ ہدایت پر چلنے والوں سے فرمایا گیا ہے، کہ تم حق کو جھٹلانے والوں کی بات کبھی نہ مانو، ورنہ تم اپنے عمل سے یہ ثابت کر بیٹھو گے، کہ تمہارے نزدیک ہدایت یافتہ لوگ اور گمراہ لوگ مساوی ہیں، اور یہ فرمانِ الٰہی کے خلاف ہے۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والوں کی بات کبھی نہ مانی جائے گی تو اپنی حفاظت کا حق ادا کیا جاسکے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ — وہ تو چاہتے ہیں کہ تم ڈھیلے ہو جاؤ تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

حق کو جھٹلانے والے یہ چاہتے ہیں، کہ ہدایت یافتہ لوگ کچھ باتیں ان کی بھی مان لیں، تو یہ ان کے ڈھیلے ہو جانے کا ثبوت ہوگا۔ ایسا ہو جائے تو پھر ہدایت یافتہ لوگوں کے ساتھ سختی کو جاری رکھنا مکذبین حق کو خلافِ مصلحت لگتا ہے۔ وہ یہ دیکھنے لگتے ہیں کہ ہدایت یافتہ لوگوں پر من مانی کرنے والی اکثریت کے رویے کا اثر ہونا شروع ہو گیا ہے تو یہ اثر برابر بڑھتا ہی رہے گا، اس لئے شدت کی بجائے نرمی ہی بہتر ہے۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والوں کی بات کسی حد تک بھی مان لی جائے تو یہ ڈھیل ہو گی۔ پھر کافروں کو مصلحت اس میں نظر آتی ہے کہ وہ بھی نرم پڑ جائیں، اس لئے کہ جو وہ چاہتے ہیں، وہ تو ان کو ہوتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾ — اور تم بہت قسمیں کھانے والے، ذلیل کا کہنا نہ مانو،

جو اپنے بیان کی کمزوری کو قسموں سے دور کرتا ہو، اسے اپنی صداقت کا تاثر قائم کرنے کے لئے اور دوسروں کو الجھانے کے لئے بہت قسمیں کھانی پڑتی ہیں۔ جس کی زبان پاک نہ ہو، اس کی قسم کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جو اپنے شاہد کے علاوہ بھی کسی معیار کو دیکھتا ہو وہ ذلیل ہوتا ہے، اور الجھا ہوا ہوتا ہے۔ جو قسمیں کھانے والے، ذلیل کی مان لے گا، وہ حق کی بے قدری کا مرتکب ہوگا۔ ہدایت کے طالب اپنی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔

حاصل : بہت قسمیں کھانے والے، ذلیل لوگوں کا کہنا ماننا، حق کی بے قدری ہے، اور یہ اپنی حفاظت کے تقاضوں سے غفلت کا ثبوت ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾ — بہت ہی زیادہ عیب جُو، چغل خور۔

ہر وقت دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہنا، اسی کا کام ہے جو حق کو نہیں مانتا۔ جب ایسے شخص کو برائی سے منع کیا جائے تو وہ دوسروں کے عیب بیان کرنے لگتا ہے، دوسروں کے عیب بیان کرنے کے لئے کبھی زبان سے کام لیا جاتا ہے، اور کبھی جسم کی حرکات سے کام لیا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ اپنے نفس کی خوشی کے لئے کیا جاتا ہے۔ چغلی کھانے والا جو کچھ کہتا ہے، اسے اس بات کے درست ہونے کا گمان ہوتا ہے، نام دوسرے کا لیتا ہے کہ اس میں اسے اپنی حفاظت کا احساس ہوتا ہے۔ چغل خوری

سے پاک جماعت کے افراد کے مابین تعلقات کو منقطع کرنا مقصود ہوتا ہے، ان کے اندر رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی کیفیت کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حاصل : عیب جوئی اور چغل خوری سے بچنا بھی ضروری ہے، اور صالحین کے لئے عیب جُو اور چغل خور کے سامنے اپنے مشاہدے کو بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گناہ گار۔

خلقِ خدا کو سکھ دینے والے کاموں سے منع کرنا، اور صاحبِ ثروت لوگوں کو ناحق خرچ کرنے کی ترغیب دینا، برے لوگوں کی طریقت ہے۔ ایسے لوگ جانتے تو ہیں کہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کیا ہیں، مگر یہ ان حدود کا لحاظ نہیں رکھتے، اور ان سے بڑھ جاتے ہیں۔ گناہ ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ دوسروں کا حق مارنا جہاں انہیں ممکن نظر آئے، یہ چوکتے نہیں۔

حاصل : بھلائی سے روکنا، حد سے بڑھنا اور گناہ کرتے چلے جانا، یہ ناپاک لوگوں کا طریق زندگی ہے۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿۱۳﴾ درشت خو اور اس کے بعد نسبی تفاخر کو بیان کرنے والا۔

سنگ دلی، درشت خوئی، بخیل لوگوں کی صفات ہیں۔ دوسروں کے دکھ درد کی پرواہ نہ کرنا، اور حاجت مندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے جاننے کی بجائے، اپنے لئے مصیبت جاننا اور انہیں جھڑکنا، بد طینت لوگوں کا کام ہے۔ بھلے لوگ خدمت خلق کو باعثِ برکات جانتے ہیں۔ جو فرد یہ سمجھتا ہو کہ وہ نسبی حوالے سے بہت پست ہے وہ اللہ کو نہیں مانتا، کبھی وہ لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں کے حوالے سے کسی بڑے نسب کے ساتھ خود کو شامل کر کے اپنی عزت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے، اور اپنے نسبی تفاخر کو بہت بیان کر کے دوسروں کی تحقیر میں مزہ لیتا ہے۔

حاصل : درشت خوئی اور نسبی تفاخر کا مختلف طریقوں سے اظہار، ناپاک اور بخیل لوگوں کا کام ہے۔

أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ﴿۱۴﴾ اس پر کہ وہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔

جو ناپسندیدہ صفات اوپر بیان ہوئی ہیں، بہت قسمیں کھانا، کمینگی کا اظہار کرنا، عیب جوئی کرنا، چغل خوری کرنا، بھلائی سے بہت روکنا، حد سے بڑھنا، گناہ گار ہونا، درشت خُو ہونا اور نسبی تفاخر کا مختلف طریقوں سے اظہار کرنا، یہ اس لئے ہے کہ مذکورہ صفات والے کے پاس مال ہے اور بیٹے ہیں۔ جس نے مال عطا کیا ہے، اس کی طرف سے پوچھا بھی جائے گا کہ مال کو کس طرح استعمال کیا گیا۔ بیٹے بھی اسی نے عطا کئے ہیں، بیٹوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ ان کو کس رخ پر لگایا۔ اللہ کی عطا کی شکر گزاری کی بجائے ناشکری کی جائے گی تو نتیجہ خسارہ ہی ہو گا۔

حاصل : مال اور بیٹوں پر اترانے والا کبھی راہِ راست پر نہیں رہ سکتا۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

خلق عظیم کے مقابل منفی صفات کے حامل شخص پر جب حق کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے، تو اللہ کی آیات کی تلاوت کو سن کر یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں، ان کا حال سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

حاصل: جو ماضی سے سبق سیکھنے کے لئے تیار نہ ہو، وہ حقائق کے بیان کو سن کر پہلوں کی کہانیاں کہہ دیتا ہے۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

عنقریب ہم اس کی بڑھی ہوئی ناک پر داغیں گے۔

ناک اونچی رکھنے کے لئے جو لوگ عطائے الٰہی کو بے جا استعمال کرتے ہیں، اور خلافِ حق کرتے چلے جاتے ہیں، تو ایک وقت کے بعد ان سے توفیق چھین لی جاتی ہے، اور وہ نتائج ان کو گھیر لیتے ہیں، جن سے ان کی بڑھی ہوئی ناک پر بڑا داغ لگ جاتا ہے، اور یہ داغ ان کے فخر کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

حاصل: ناک اونچی رکھنا نفس کا کارن ہے۔ اس کا انجام ذلت و خواری ہی ہوتا ہے۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾

ہم نے ان کو جانچا، جیسے باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ صبح ہی اس کا میوہ توڑ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کو حق کے مطابق استعمال کیا جا سکتا ہے، یا خلافِ حق استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بندوں کو اسی حوالے سے دیکھا جاتا ہے، جانچا جاتا ہے، کہ انہوں نے کونسا رخ اختیار کیا ہے، اور وہ حق کو ماننے کے دعوے میں سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ ایک باغ والوں کی مثال بیان فرمائی گئی ہے، جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی انتہائی محنت و کاوش سے باغ خوب ثمر لایا ہے، اور کسی نادار اور حاجت مند کو اس سے کچھ نہ دیا جائے تو بہتر ہے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ صبح ہی اس کا میوہ توڑ لیں گے۔ اس کے لئے تیاریاں بھی مکمل کرلیں۔ وقت ایسا رکھا گیا، جو پھل توڑنے کا معروف وقت نہیں تھا، اور حاجت مند اس وقت آ نہیں سکتے تھے۔

حاصل: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھا جاتا ہے کہ ہم اس کی عطا کو حق کے مطابق استعمال کرتے ہیں یا ہمارا رخ خلافِ حق ہے۔

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور استثناء نہ کیا۔

باغ والے سارے پھل ایک ہی وقت میں توڑنے کا ارادہ رکھتے تھے، اور اللہ کی راہ میں حاجت مندوں کو کچھ دینے کے لئے تیار نہ تھے، اس لئے ایسے وقت میں پھل توڑنا چاہتے تھے، جب حاجت مند وہاں آ ہی نہیں سکتے تھے۔

حاصل: ہمارے عزم کو حق کے تابع ہونا چاہئے، اور ثمرات کو گھر لانے سے پہلے، حق داروں کا حق ادا کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿١٩﴾

تو اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا، پھیری کر گیا، جبکہ وہ سو رہے تھے۔

باغ والے، پھل توڑنے اور سنبھالنے کے سارے انتظامات کر کے سوئے تھے، اور یہ ان کا مصمم ارادہ تھا کہ کسی حاجت مند کو وہاں آنے نہیں دینا۔ ابھی یہ لوگ سو ہی رہے تھے، کہ ان کے باغ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی گردش آئی جو اچانک بھی تھی، اور جس نے پورے باغ کی پھلوں سے صفائی میں دیر بھی نہ لگائی۔ اتنا بڑا باغ اور ثمرات سے بھرا ہوا، پھر چشم زدن میں وہاں پھل نام کو بھی نہ رہا، یہ تھی اللہ کی قدرت۔

حاصل : جب حق داروں کو ان کا حق دینے میں نقصان نظر آتا ہو تو پھر بے برکتی کا مقام آجاتا ہے، اور اصل بھی جاتا رہتا ہے، جس میں سے بندہ کچھ دینے کو بھی تیار نہ تھا۔

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾

تو وہ کٹی ہوئی فصل کے مانند ہو گیا۔

باغ پر ایسی گردش آئی کہ وہاں پھل نام کو نہ رہا۔ جب حاجت مندوں کا حق دینے سے گریز کیا جائے، تو اس سے مالی حالت کبھی بہتر نہیں ہوا کرتی۔ ایسا خسارہ محیط ہو جاتا ہے کہ بندے کی حیثیت اس پر بہت واضح ہو جاتی ہے، اور اس کی سب تجاویز بے معنی ہو جاتی ہیں۔

حاصل : جہاں حاجت مندوں کا حق مارنے کا ارادہ ہو وہاں سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے۔ حاجت مندوں کی قدر کرنی چاہئے کہ وہ معطئ مطلق کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾

صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو ندا دی۔

باغ کے مالکوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو پکارا۔ شکوک و شبہات میں مبتلا لوگ جب اشتراک کریں، تو دوسروں کو سامنے رکھنے کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے حصے سے زیادہ نہ لے جائیں۔

حاصل : رضائے الٰہی کے خلاف کرنے والوں کا اشتراک ہمیشہ شکوک پر مبنی ہوتا ہے۔

أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾

کہ سویرے اپنی کھیتی کو چلو، اگر تمہیں کاٹنی ہے۔

باغ کے پھلوں کو سنبھالنے کے لئے، مالکوں نے ایک دوسرے کو پکار کر یہ کہا کہ اگر تمہیں یہ کام کرنا ہے تو پھر اس کام کو صحیح وقت پر شروع کرنا چاہئے اور صحیح وقت پر ختم بھی کر لینا چاہئے۔

حاصل : شکوک میں مبتلا لوگ، نام دوسروں کے فائدے کا لیتے ہیں، مراد ذاتی منفعت ہوتی ہے۔

فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾

تو چلے اور آپس میں آہستہ آہستہ بولتے تھے۔

باغ والے، باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ وقت رات کا آخری حصہ تھا۔ ایسے وقت میں بلند آواز سے بولنا، لوگوں کو ہوشیار کردیتا ہے۔ ایسا کرنا ان کے نزدیک خلافِ مصلحت تھا، اس لئے آپس میں یہ لوگ آہستہ آہستہ بولتے تھے۔

حاصل : جب اشتراک بخل پر ہو تو بلند آواز میں بات کی ہی نہیں جاسکتی۔

اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡکُمۡ مِّسۡکِیۡنٌ ﴿۲۴﴾ کہ آج ہرگز تمہارے باغ میں کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔

فقراء اور مساکین کو ثمرات سے کچھ دینا، باغ والوں کے نزدیک سخت بے جا کام تھا، اور وہ اپنے ساتھیوں کو اس بات کی تاکید کررہے تھے، کہ دھیان رکھنا آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں داخل نہ ہونے پائے، ہماری محنت کا پھل یہ لوگ کیوں لے جائیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ مساکین کا حق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے، اگر ان کو روکنے کی کوشش کی جائے گی، تو اللہ سے کیا تعلق ہوگا۔

حاصل : جن کا حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے، ان کو روکنے کے معنی بہت بڑی خرابی کے ہی ہوسکتے ہیں۔

وَّغَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ ﴿۲۵﴾ اور سویرے چلے، لپکتے ہوئے، زور کے ساتھ۔

باغ والے، اس عزم کے ساتھ چلے کہ آج کسی نادار، مسکین کو باغ میں داخل نہیں ہونے دینا۔ باغ اپنا ہے، محنت ہماری ہے، ثمرات کو سنبھالنے کا اہتمام ٹھیک ہوگیا ہے، اب اس میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ نفس جب دوسروں کا حق مارنے کے درپے ہو تو جلدی بھی مچاتا ہے، زور بھی لگاتا ہے۔

حاصل : دوسروں کا حق مارنے میں جلدی مچانا اور زور لگانا نفس امارہ کو بہت پسند ہوتا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوۡهَا قَالُوۡۤا اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ ﴿۲۶﴾ پھر جب اسے دیکھا تو کہنے لگے، ہم راستہ بھول گئے ہیں۔

باغ والے، اپنے ہی باغ کو پھلوں سے خالی دیکھ کر پہچان نہ سکے، اور کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ یہ تو ہم کسی اور باغ میں آگئے ہیں، ہمارا باغ تو ثمرات سے بھرا ہوا تھا، اور رات کو ہی تو ہم نے سارے انتظامات کئے تھے، کہ صبح کو پھل توڑنے ہیں۔

حاصل : کسی مقام پر مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم کہیں راستہ بھول گئے ہیں۔

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ﴿۲۷﴾ بلکہ ہم محروم ہوچکے ہیں۔

جب ان لوگوں نے باغ کے مقام کو دیکھا، اور اس کے ماحول کو دیکھا، تو انہیں یہ یقین ہوگیا کہ باغ تو وہی ہے، مگر ثمرات نام کو نہیں ہیں۔ جس نعمت کو وہ سمیٹنے آئے تھے، اور ایسے وقت پر آئے تھے کہ کوئی حاجت مند اور مسکین وہاں آنہیں سکتا تھا، وہ نعمت ان کے آنے سے پہلے ہی سمیٹی جاچکی تھی۔ اب نعمت سے محرومی ان پر بہت واضح ہوگئی۔

حاصل : جس فائدے کا حصول یقینی ہو، اس کا حاصل ہونا، ناممکن ہو جائے تو محرومی بہت واضح ہو جاتی ہے۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور ان میں سے میانہ رَو نے کہا، کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

باغ والوں میں سے ایک صاحب نے جو میانہ روی کو اختیار کرنے میں بھلائی دیکھتے تھے، محرومی کے واضح ہو جانے کے بعد یہ کہا، کہ تم لوگ ثمرات کو اپنی محنت کا حاصل جانتے تھے، میں یہ کہتا تھا کہ عطا کرنے والے، مالکِ کل کو بھی یاد رکھنا چاہیے، وہ قادر مطلق ہے، اس کی مشیت کے سامنے کسی کی پسند کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اور تم لوگ اللہ کی یاد کو بھلا بیٹھے تھے۔

حاصل : میانہ رَوی اختیار کرنے والوں کی قدر کرنی چاہیے، ان کی باتوں کو توجہ سے سننا چاہیے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

کہنے لگے، ہمارا ربّ پاک ہے، بے شک ظالم ہم ہی تھے۔

محرومی کا احساس ہو جانے کے بعد، میانہ رَو آدمی کی باتیں انہیں بہت سمجھ آنے لگیں۔ انہوں نے اپنے ربّ کو یاد کیا، اس کی قدرت کو دیکھا، اور یہ کہا کہ ثمرات کو اپنی کاوش کی بدولت جاننا اور حق داروں کو ان کے حق سے محروم کرنے کی پوری پوری کوشش کرنا، یہ یقیناً ظلم تھا، اور ہم اس ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

حاصل : محرومی کے احساس کے بعد اپنے آپ کو پہچاننے میں دیر نہیں لگتی۔ اس مقام پر اپنے ربّ کی شان کو ماننے کے بعد اپنے ظلم کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

پھر ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔

جب نامرادی واضح ہو جاتی ہے، تو پھر اس طرف دھیان جاتا ہے، کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی تھی۔ تو جو برائی کی طرف رغبت دلانے کے مرتکب ہوتے ہیں، انہیں ملامت کیا جاتا ہے، انہیں طعنے دیے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ برائی کو پھیلانے والے بڑے مجرم ہیں، مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اتباع کرنے والے بھولے بھالے ہیں۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے جب نامرادی کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں، تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگتے ہیں۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾

کہنے لگے ہائے خرابی ہماری، ہم ہی سرکش تھے۔

دوسروں کو ملامت کرنے کے بعد جب نظر نقصان کی طرف لوٹ کر آتی ہے تو پھر واویلا کیا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے، ہائے خرابی ہماری! دینے والے مالکِ کل نے تو خوب دیا تھا، اس کی عطا کے کیا کہنے تھے، سرکشی تو ہم نے ہی کی تھی۔

حاصل : اپنی سرکشی کے اعتراف کا مقام سب سے آخر میں ہی آتا ہے۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

امید ہے کہ ہمارا ربّ ہمیں اس سے بہتر بدل دے، ہم اپنے ربّ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

اپنی سرکشی کے احساس کے بعد، معطیٔ مطلق کی طرف دیکھنا، طبعی بات ہے۔ اللہ سے یہ امید رکھنی کہ وہ پہلے سے بہتر عطا کردے گا، اللہ کی قدرت کا اعتراف ہے، اس کی شانِ بے مثل کا اعتراف ہے۔ اپنے رب کی طرف راغب ہونے کا دعویٰ قول کا درجہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع ہو تو یہ دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔

حاصل : معطیٔ مطلق پہلے سے بہتر عطا کرسکتا ہے۔ اپنے ربّ کی طرف راغب ہونے میں ہی بھلائی ہے۔ ہمیں اپنی صداقت کا عملاً ثبوت دینا چاہیئے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع

یہ ہوتا ہے عذاب اور عذابِ آخرت تو بہت ہی بڑا ہے، اگر انہیں معلوم ہوتا۔

قدرتِ الٰہی سے انسانی تجویز کے محل کا مسمار ہوجانا، عذاب ہے، اور عذابِ الٰہی کے سامنے کسی طاقت کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ حیاتِ دنیا میں عذاب کے بعد اصلاح کا موقع بھی اتمامِ حجت کا حصہ ہوسکتا ہے، آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ وہاں ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا، اس لئے عذابِ آخرت بہت ہی بڑا ہوگا۔ جاننے کا مقام، ماننے والے پر ہی آتا ہے۔

حاصل : انسانی تجاویز کی ناکامی سے قدرتِ الٰہی کا علم ہوتا ہے۔ عذابِ آخرت کا علم ہو تو پھر حال پر ہمارے رویے میں ٹیڑھ نہیں رہنی چاہیئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم (53) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾

کیا انسان کو وہ ملے گا جو وہ تمنا کرے۔ تو اوّل و آخر اللہ ہی کا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾

بے شک متّقین کے لئے ان کے ربّ کے پاس پُر نعمت جنت ہیں۔

متقی اللہ سے ڈرتا ہے، اور اللہ کے محبوب کے اتباع میں لگا رہتا ہے۔ وہ نفع اور نقصان کو باذن اللہ جانتا ہے۔ اس کے نزدیک شاہد کا قول بھی معیار ہوتا ہے، عمل بھی معیار ہوتا ہے، علم بھی معیار ہوتا ہے، اخلاص بھی معیار ہوتا ہے۔ متقی حضرات، محبوبِ الٰہی کو علم و حکمت کا قاسم جانتے ہیں، آپ سے محبت رکھتے ہیں، اور حق کی قدر کرتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے ان کے رب کے پاس پُر نعمت باغات ہیں، جو انہیں ان کے اعمال کی جزا کے طور پر دیے جائیں گے۔

حاصل : متقی حضرات، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کے محبوب کی صورت سے استعمال کرتے ہیں۔ متقی حضرات کی قدر کرنی چاہیئے، کہ وہ اللہ کے نزدیک لائق انعام ہیں۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ کیا ہم مسلمین کو مجرمین کی طرح ٹھہرا دیں گے۔

مسلمین اپنے ساتھ بھی سلامت رہتے ہیں، اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی سلامت رہتے ہیں۔ حق کو ادب سے ماننا ان کا طریق زندگی ہوتا ہے۔ مجرمین خلافِ حق کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو بھی خسارے میں ڈالتے ہیں، اور اللہ کی مخلوق کے لئے بھی باعثِ تکلیف ہوتے ہیں۔ مسلمین کو جزا کا بہر حال یقین ہوتا ہے، مجرمین جزا کو نہیں مانتے۔ مسلمین اپنے ذاتی مفاد کو معاشرے کے اجتماعی مفاد پر ترجیح نہیں دیتے، مجرمین اپنے ذاتی مفاد کو معاشرے کے اجتماعی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمین کا رخ حق کو ماننے کا ہوتا ہے، مجرمین کا رخ حق کے انکار کا ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ یکساں سلوک ممکن ہی نہیں۔

حاصل : مسلمین اور مجرمین کو کبھی مساوی قرار نہیں دینا چاہئے، اس سے ایسا روگ پیدا ہوتا ہے، کہ حسنِ اخلاق کی عملاً بے قدری ہونے لگتی ہے۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیسا حکم لگاتے ہو۔

مسلمین اور مجرمین اپنے اپنے رخ کے حوالے سے حیاتِ دنیا میں مساوی نہیں ہیں۔ وہ آخرت میں بھی جزا کے حوالے سے مساوی نہیں ہوں گے۔ اگر ان کو برابر ٹھہرایا جائے تو یہ ایسا فیصلہ ہوگا، جو کسی سطح پر بھی درست نہیں ہوگا۔ جو عقل اس فیصلے کو قبول کرنے سے اباء کرے اسے صحیح مانا جائے گا۔

حاصل : ہمارا فیصلہ ایسا ہونا چاہئے جس کو قبول کرنے سے عقل اباء نہ کرے۔

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں یہ پڑھتے ہو۔

کتاب اللہ، اللہ کی نازل فرمائی ہوئی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ جو حوالہ کتاب اللہ میں موجود ہو وہ قابلِ ذکر ہوتا ہے۔ کسی بھی کتاب اللہ میں حق کو ماننے والے اور حق کو نہ ماننے والے برابر نہیں ٹھہرائے گئے۔ حیاتِ دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے، وہ یہ دیکھنے کے لئے دیا گیا ہے کہ کون اس کو اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کرتا ہے، اور کون اس کو اللہ کی رضا کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ آخرت میں جزا دی جائے گی۔

حاصل : جو کتاب عدالت کے نزدیک سند کا درجہ نہ رکھتی ہو، اس کا حوالہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ کہ تمہارے لئے اس میں ہے جو تم پسند کرو گے۔

عطائے الٰہی، علم الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر حال پر ہمیں اللہ کی رضا مطلوب ہے تو اللہ کی پسند ہماری پسند ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آخرت میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہماری پسند کے مطابق ہم سے معاملہ کیا جائے گا۔

حاصل : جس کو اللہ کی رضا، مطلوب نہ ہو، اس کی پسند کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾

یا تمہارے لئے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت کے دن تک پہنچتی ہوئی کہ تمہیں ملے گا، جو تم فیصلہ کرو گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بھی دی گئی ہے، مہلت بھی دی گئی ہے، اور صداقت وکذب کا فیصلہ، رخ کے حوالے سے ہوتا ہے۔ کوئی من مانی کرنے والا یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے اس کے ساتھ عہد کر رکھا ہے، اور دنیا میں وہ جو جی چاہے کرتا رہے، آخرت میں بھی اسے وہی ملے گا جو وہ چاہے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب لوگوں کا امام بنایا گیا، تو آپ نے اپنی ذریت کے بارے میں سوال کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا، میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے خلافِ حق کرتے ہوئے پائے جائیں گے، وہ اللہ کے عہد سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

حاصل : جو اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان نہیں کرتا، وہ اگر دعویٰ کرے کہ اللہ اس سے ویسا ہی معاملہ کرے گا، جیسا وہ چاہے گا، تو اس کے کذب پر گواہی دینی چاہیے۔

ع ١٥ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾

ان سے پوچھیے، ان میں کسے اس کا زعم ہے۔

اپنے متعلق بے سند باتیں کرنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تم میں سے کس کو یہ زعم ہے کہ وہ خلافِ حق بھی کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فوز وفلاح سے ہی نوازا جائے گا۔

حاصل : بے سند باتیں کرنے والوں کے امام کو اس کے زعم کے حوالے سے پوچھنا چاہیے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾

یا ان کے پاس کچھ شرکاء ہیں۔ تو لے آئیں شرکاء کو اگر وہ صادق ہیں۔

خلافِ حق کرنے والوں کا یہ گمان کہ ان کے معبود ان کو عذابِ الٰہی سے بچالیں گے، کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ یہاں انہیں دعوت دی گئی ہے کہ جن کے بارے میں تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہیں تمہارے اعمال کے صلے سے بچا سکتے ہیں، تو انہیں لا کر دکھاؤ، تمہاری صداقت کا پتہ لگ جائے گا۔

حاصل : اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا، کہ وہ اللہ کا شریک ہے اور وہ خلافِ حق کرتے ہوئے، بحیثیت مجرم اس دنیا سے رخصت ہونے والوں کو عذابِ الٰہی سے بچالے گا۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾

جس دن ساق کھولی جائے گی اور وہ سجود کی طرف بلائے جائیں گے، پھر انہیں استطاعت نہیں ہوگی۔

سورۃ قیامت (75) میں فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ زینتِ حیاتِ دنیا میں الجھ کر آخرت کو بھلا بیٹھتے ہیں، ان کی جان جب گلے کو پہنچ جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں، ہے کوئی جو جھاڑ پھونک کرے، اور انہیں فراق کی گھڑی نظر آنے لگتی ہے، اور شدت کرب سے ان

کی پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جاتی ہے۔ قیامت کے دن ان کی پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ سجود کی طرف بلائے جائیں گے، مگر وہ سجدہ کرنے کی طلب کے باوجود سجدہ کر نہیں پائیں گے۔ حیاتِ دنیا میں اللہ کی عطا کردہ توفیق کو استکبار کے ساتھ ضائع کر لینے والے، اللہ کے حضور سجدے کی استطاعت نہ پا کر نادم ہوں گے۔ ان کا جسم بتا رہا ہو گا، کہ وہ ماضی میں کس رخ پر رہے ہیں۔

حاصل : آخرت کا انکار کرنے والے، شدّت کرب کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ ان کی پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جاتی ہے۔ قیامت کے دن ان کی پنڈلی کھولی جائے گی۔ انہیں سجود کی طرف بلایا جائے گا، مگر انہیں سجود کی استطاعت نہیں ہو گی۔

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلّت طاری ہو گی۔ اور ان کو سجود کی طرف تب بھی بلایا جاتا تھا، جب وہ سالم تھے۔

مجرمین جب اللہ کے حضور سجدہ کرنے کی طلب کے باوجود، سجدہ نہیں کر پائیں گے، تو ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر طاری ہو گی۔ ان کا وجود یہ بتا رہا ہو گا کہ یہ لوگ، اللہ کی بندگی سے دور رہے ہیں۔ ان لوگوں کو جب اللہ کی بندگی کی طرف بلایا جاتا تھا، اور یہ اللہ کی بندگی کی استطاعت رکھتے تھے، وجوداً سالم تھے، یہ اللہ کی بندگی کی طرف آتے نہیں تھے۔

حاصل : جو استطاعت خلاف حق استعمال ہو، اس کا انجام ذلت ورسوائی ہی ہوتا ہے۔

فَذَرۡنِىۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَـدِيۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

تو جو اس بات کی تکذیب کرتے ہیں، انہیں مجھ پر چھوڑ دو، ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے، جہاں سے انہیں علم بھی نہ ہو گا۔

جو لوگ حق کو جھٹلاتے چلے جاتے ہیں، حق پہنچانے والے کو ان سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ اتمامِ حجت اللہ کی شان ہے۔ اللہ ان لوگوں کو ایسے راستے پر ڈال دیتا ہے کہ یہ تدریجاً عذاب کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ متاعِ حیاتِ دنیا میں اپنی شان دیکھنے والے، غفلت میں پڑے رہتے ہیں، اور خسارے کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

حاصل : جو لوگ حق کا انکار کرتے چلے جائیں، انہیں اللہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی گرفت میں ہوتے ہیں، خسارے کی طرف بڑھتے رہتے ہیں اور انہیں علم بھی نہیں ہوتا۔

وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ ﴿۴۵﴾

اور میں انہیں مہلت دیتا رہوں گا، بیشک میری تدبیر پکی ہے۔

حجت کے اتمام کے لئے مہلت دیتے رہنا اللہ کی سنت ہے۔ اس مہلت میں ہونے والے واقعات سے اللہ کی قدرت کا ثبوت بھی ملتا رہتا ہے، خلافِ حق کرنے والے کے عقائد بھی غلط ثابت ہوتے رہتے ہیں، مگر وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلتا نہیں۔ ایک خواہش کے پورا ہونے سے کئی اور خواہشات جنم لے لیتی ہیں، اور یہ صورت مہلت کے خاتمے تک جاری

رہتی ہے۔ یہ اللہ کی پکی تدبیر ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت کے حوالے سے مہلت ضرور دی جاتی ہے، مگر اللہ کی تدبیر ہمیشہ پکی ہوتی ہے۔ منکرینِ حق اللہ کے قابو سے باہر نکل جائیں، یہ ممکن نہیں۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ یا آپ ان سے کچھ اجر مانگتے ہیں کہ وہ اس کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔

حق پہنچانے والے ہمیشہ یہ کہتے ہیں، کہ ہمارا اجر رب العالمین پر ہے۔ وہ ہدایت طلب کرنے والوں پر کوئی شرط عائد نہیں کرتے۔ اللہ کا دیا ہوا علم، لوگوں میں تقسیم کرنا، اور انہیں یہ یقین دلانا، کہ خوف و حزن سے نجات صرف اسی علم سے ممکن ہے، بہت بڑا کام ہے۔ اس کام کا اجر کوئی دے بھی کیا سکتا ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کے ساتھ، کسی اجر کا سوال کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے خلاف ہے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ یا ان کے پاس غیب ہے تو وہ اس کو لکھ رہے ہیں۔

بندوں کو اللہ نے بنایا ہے۔ وہی ان کی ضروریات کا پورا علم رکھنے والا ہے۔ وہی ان کو سلامتی کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ اگر وہ حق کی بے قدری کے مرتکب ہوں، تو پھر وہ کس علم سے اپنے لئے راستے کا تعین کریں گے، اور اس علم کے ساتھ سند کیا ہوگی۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں سے ان کے علم کے سرچشمہ کے بارے میں پوچھنا چاہئے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ تو اپنے ربّ کے حکم کے لئے صبر کرو، اور صاحب حوت کی طرح نہ ہونا۔ جب آپ نے اپنے ربّ کو پکارا اور آپ غمگین تھے۔

حق کی احسن ادائیگی کے بعد، اللہ کے حکم کا انتظار کرنا ایک مقام ہے۔ اس مقام پر صبر سے رہنا ضروری ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی جہالت دیکھ لی، اور ماضی میں جاہلین سے اعراض کا حکم آپ کے سامنے تھا، اسی حوالے سے آپ اپنی قوم سے دور ہو گئے، اور حال پر اللہ کے حکم کا انتظار نہیں کیا۔ اس کوتاہی کے بعد آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے، اور وہاں آپ نے اپنے رب کو پکارا، اور آپ غمگین تھے۔ غم یہ تھا کہ بندگی میں کوتاہی ہو گئی ہے، اور حکم الٰہی کے آنے سے پہلے قوم سے الگ ہونے کا فیصلہ جلد بازی ہے، اللہ کو حجت پوری کرنی ہوتی ہے، بندے کو کبھی اللہ سے تقدم نہیں کرنا چاہئے۔

حاصل : اپنے حق کی ادائیگی کے بعد، منکرین کے رویے پر صبر کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر ماضی کے علم سے فیصلہ کر لیا جائے اور حال پر اللہ سے تقدم ہو جائے تو نتیجۃً غم کی اندھیریاں گھیر لیں گی۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ اگر تمہارے ربّ کی نعمت اس کے

بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ تدارک کو نہ پہنچتی تو وہ میدان میں مذمت کئے ہوئے پڑے رہ جاتے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کس حال میں رہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس حال میں اللہ کو پکارنا بہت بڑی بات ہے۔ اللہ نے آپ کو غم سے نجات دی، اور غم سے نجات دینے کے بعد آپ کو اس طرح نوازا کہ آپ کا وجود صحت مند ہو گیا۔ جس حالت میں مچھلی کے پیٹ سے آپ باہر نکالے گئے تھے، اس حالت میں اللہ کے سوا مدد کرنے کا علم ہی کسی کو نہ تھا۔ اللہ نے آپ کو اپنی نعمت سے نوازا۔ وجود کو صحت مند ہونے کے لئے جو کچھ درکار تھا وہ بھی عطا کیا، اور روح کو جو راحت درکار تھی وہ بھی عطا کی، ورنہ وہ دکھ تو ختم ہونے والا تھا ہی نہیں۔

حاصل: ہمارے رب کی نعمت ہی ہمارے دکھ کا تدارک کر سکتی ہے، ورنہ دکھ کا تسلسل کب ٹوٹتا ہے۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ تو آپ کو آپ کے رب نے نوازا پھر آپ کو صالحین سے ٹھہرایا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو، اللہ تعالیٰ نے نوازا، اور اس قدر نوازا کہ آپ کی بدولت قیامت تک لوگ اس در توبہ سے گزرتے رہیں گے اور فلاح پاتے رہیں گے۔ اللہ نے آپ کو صالحین سے ٹھہرایا۔

حاصل: صالحین میں شمار ہونے کا شرف، اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ اس شرف کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ اور کافر تو لگے ہی ہوئے ہیں کہ آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ جب نصیحت سنتے ہیں، کہتے ہیں یہ یقیناً مجنون ہیں۔

کافر اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ حق پہنچانے والے کی شان کو کم کیا جائے۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ حق پہنچانے والے، لوگوں کو اس قابل نظر ہی نہ آئیں کہ لوگ ان کی بات پر دھیان دینا ضروری سمجھیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب قرآن پاک سے کوئی نصیحت سنتے ہیں، تو یہ کہہ دیتے ہیں، صاحب یہ تو یقیناً مجنون ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جس کا قول سند کا درجہ رکھتا ہو، جس کا اتباع باعثِ ہدایت ہو، جو فلاح کا راستہ دکھانے کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہ کرے، جو مطابق کے بھی مطابق رہے اور مخالف کے بھی مطابق رہے، اس سے بڑا عقل مند کون ہو سکتا ہے۔ اس کو مجنون کہہ کر کافر اپنی پستی کو ہی ظاہر کرتے ہیں۔

حاصل: کافروں کی کوشش یہی ہوتی ہے، کہ حق پہنچانے والوں کی شان کو کم کیا جائے۔ نصیحت کو سن کر یہ ناصح کے بارے میں کہتے ہیں، صاحب یہ تو مجنون ہیں۔

ع وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾ اور وہ تو نہیں مگر عالمین کے لئے نصیحت۔

قرآن پاک، عالمین کے لئے نصیحت ہے۔ اس کے حوالے سے نصیحت کرنے والے کی بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ماننے

والے کے لئے اس میں ہمیشہ بھلائی موجود ہوتی ہے۔ اس نصیحت کے ساتھ اجر کا سوال نہیں ہوتا۔ عالمین صرف اور صرف اسی نصیحت پر متفق ہو سکتے ہیں۔

حاصل : قرآن پاک کے حوالے سے نصیحت کرنے والے کو محبوب بنا لیا جائے تو اس کے علم کی شان واضح ہوتی ہے۔ قرآن پاک ہی وہ نصیحت ہے، جس پر عالمین متفق ہو سکتے ہیں، اور ہوں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُجَٰدِلُونَ فِىٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۙ إِن فِى صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَٰلِغِيهِ ۚ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

جو لوگ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی سند کے جو انہیں پہنچی ہو، ان کے صدور میں محض کبر ہی ہوتا ہے، کہ کبھی اس تک نہ پہنچیں گے۔ تو اللہ سے پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔



بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ٱلْحَآقَّةُ ﴿١﴾ وہ حق ہونے والی۔

قیامت کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ یقیناً واقع ہونے والی ہے۔ جب نتائج کا باذن اللہ ہونا ثابت ہے، تو جس کے واقع ہونے کی اللہ تعالیٰ نے سند نازل فرمائی ہے، اس کو روکنے کی قدرت تو کہیں موجود ہی نہیں۔ جب ابتداء کو مان لیا جائے تو انتہا کا ماننا بھی لازم ہو جاتا ہے۔

حاصل : قیامت کے واقع ہونے کا یقین ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے، تبھی ہم بندگی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

مَا ٱلْحَآقَّةُ ﴿٢﴾ کیسی ہے وہ حق ہونے والی۔

قیامت کی شدت کو واضح فرمایا گیا ہے۔ اُس کے بارے میں بے پرواہی کا رویہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس کے واقع ہونے کو روکنا ممکن نہیں۔ اس وقت حق کے بارے میں یہ احساس ہوگا، کہ اس کو ماننے کے علاوہ فلاح ہو ہی نہیں سکتی، مگر اس وقت

عمل کی مہلت نہیں موجود ہو گی۔

حاصل : کسی بات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے تکرار کی صورت بھی ایک طریقہ ہے۔

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ ۳

اور تمہیں کیا ادراک ہے، کیسی ہے وہ حق ہونے والی۔

جس عذاب سے کسی قوم کی جڑ کٹ گئی ہو، وہ بھی اس قوم کے لئے بمنزلہ قیامت کے ہی ہے۔ قیامت کے دن تو ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔ آخرت کا یقین ہی انسانی رویے کی ٹیڑھ کو دور کر سکتا ہے۔ آخرت کا تصور مشاہدات کے حوالے سے قائم نہیں ہو سکتا۔ شاہد سے محبت ہو تو انجام سے آگاہی یا قیامت کو ماننے میں کچھ مشکل نہیں رہتی۔

حاصل : توفیق ایک وقت کے لئے دی جاتی ہے اور صداقت ایک معیار کے حوالے سے دیکھی جاتی ہے۔

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ۴

ثمود اور عاد نے اس توڑ ڈالنے والی کو جھٹلایا۔

ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام نے اس المناک عذاب سے ڈرایا، جو حق کے انکار کی صورت میں انہیں گھیرنے والا تھا۔ ان لوگوں نے آپ کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور سرکشی کی۔ عاد کو حضرت ہود علیہ السلام نے ان کے انجام سے آگاہ کیا، تو انہوں نے بھی یہی کہا جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں، اس کو لا کر اپنی صداقت کا ثبوت دیجئے، اس سے کم ہم کسی بات کو نہ مانیں گے۔

حاصل : بڑی بڑی قوت والے لوگ، عذابِ الٰہی کے سامنے ٹھہر نہیں سکے۔ عذاب الٰہی سے منکرین حق کی جڑ کٹنے میں دیر نہیں لگی۔

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ۵

تو ثمود کو ایک بڑی چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا۔

ثمود کو اپنی طاقت کا بڑا زعم تھا۔ ان پر ایک زلزلہ آیا، جس میں سخت چنگھاڑ تھی۔ اس قوم کی ہلاکت میں کچھ دیر نہیں لگی۔ سرکشی میں حد کو پہنچے ہوئے لوگ، اگلی صبح اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ کسی قوم کی بداعمالی کے اثرات کو مٹانے کے لئے جو عذاب، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے اس سے زیادہ صحیح کچھ نہیں ہو سکتا، کہ علم الٰہی سے بڑا کوئی علم نہیں ہو سکتا۔

حاصل : کسی قوم کی سرکشی کو ختم کرنے میں، اللہ کو دیر ہی کیا لگتی ہے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۶

اور رہے عاد تو وہ گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے۔

قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کیا۔ یہ بہت قوی لوگ تھے۔ ان کی بداعمالی کی بدولت ان پر گرجتی آندھی کی صورت میں عذاب آیا، اور اس گرجتی آندھی نے اس قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔

حاصل : عاد کی طاقت کا زعم، ہوا کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾

اُس کو اُن پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار مسلط رکھا، پھر دیکھو کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے، جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔

جس آندھی کو قوم عاد پر عذاب کی صورت میں مسلط کیا گیا، وہ دن چڑھے شروع ہوئی اور آٹھویں دن کے اختتام تک لگاتار چلتی رہی۔ آٹھ دن کے درمیان سات راتیں آتی ہیں۔ یہ لوگ دن کی روشنی میں بھی اپنی حفاظت نہ کر سکے، رات کا اندھیرا بھی ان کے کچھ کام نہ آیا۔ ہوا نے ان کو پٹخ پٹخ مارا اور وہ کھجوروں کے تنوں کی طرح کٹے پڑے تھے۔

حاصل : رات کا مقام دن سے پہلے ہے۔ عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔ قوم عاد اگر ہوا کے عذاب کے سامنے نہ ٹھہر سکی تو بعد میں آنے والوں کو اس سے سبق لینا چاہئے۔

فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾

تو پھر اُن سے کوئی باقی دیکھتے ہو۔

عذابِ الٰہی نے قوم عاد کو مٹا کر رکھ دیا۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔ ہوا نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا۔ عذابِ الٰہی سے کوئی چھپ کر کہاں جاسکتا ہے۔ اللہ جب کسی کی ہلاکت کا فیصلہ کر دے تو پھر اس کے لئے پناہ گاہ کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

حاصل : جب عذابِ الٰہی مسلط ہو جائے تو پناہ گاہ کہیں بھی نہیں ہو سکتی۔

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾

اور فرعون اور اس سے قبل والے اور الٹنے والی بستیوں والے اسی طرح خطاوار ہوئے۔

فرعون نے سرکشی کا ارتکاب کیا، اس سے پہلے لوگوں نے بھی سرکشی کی، اور قوم لوط نے بھی سرکشی کی۔ جو بھی خلافِ حق کرتا ہے وہ مجرم ہے، وہ اپنے کئے کی جزا سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔ اللہ نے ہی لوگوں کو متاع دی ہے۔ اسی نے مہلت دی ہے۔ وہ اتمامِ حجت ضرور کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ کسی فرد یا قوم کو پکڑے تو کوئی بچ کر کہاں جائے گا۔

حاصل : ماضی سے سبق سیکھنا چاہئے۔ خلافِ حق کرنے کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾

پھر انہوں نے اپنے ربّ کے رسول کی نافرمانی کی، تو اس نے انہیں پکڑا، بڑی شدید گرفت کے ساتھ۔

اپنے رب کے رسول کی نافرمانی وہ جرم ہے، جس کی وجہ سے ماضی میں قوموں کو عذاب کی گرفت میں لیا گیا ہے۔ اس جرم سے بچنا، عذابِ الٰہی سے بچنے کا راستہ ہے۔

حاصل : جس کی بات، رب العالمین کی بات ہو اس کی نافرمانی، باعثِ عذاب ہوتی ہے۔

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾

ہم ہی نے تمہیں کشتی میں اٹھالیا، جب پانی

بہت بڑھ گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کرنے والوں کو جس طرح سخت گرفت میں لیا گیا، اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ نے زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، آسمان سے شدید بارش برسائی، تو پانی عذاب الٰہی کی صورت اختیار کر گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار لوگ ہی عافیت میں تھے۔ یہ کشتی، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنائی گئی تھی۔ اس کشتی میں سوار لوگوں کی نسل ہی زمین پر دوبارہ آباد ہوئی۔ ہمارے اسلاف پر اللہ کی مہربانی، ہم پر بھی اللہ کی مہربانی ہے، کہ ہم ان کے اخلاف ہیں۔

حاصل: عذابِ الٰہی سے نجات، اللہ ہی دے سکتا ہے۔

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾

کہ اسے تمہارے لئے تذکرہ ٹھہرائیں، اور محفوظ رکھنے والے کان، اسے سنیں اور محفوظ رکھیں۔

طوفان نوح سے نجات کا واقعہ بڑا قابلِ ذکر واقعہ ہے۔ نجات پانے والوں کا حق یہ تھا کہ وہ اس واقعہ کو بڑے ادب کے ساتھ بیان کرتے، وہ اپنے مشاہدات و تاثرات کو اس طرح بیان کرتے کہ سننے والوں کو اس سے فائدہ پہنچتا۔ جو لوگ اللہ کی قدرت کے احاطے کی وسعت کو دیکھ چکے تھے، وہ اپنے پیچھے آنے والوں کو یہ دکھاتے کہ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو کان حقائق کو سنتے ہیں، وہ عقل والوں کے کان ہیں۔ عقل والے، حقائق کو سنتے ہیں اور محفوظ رکھتے ہیں۔

حاصل: حقائق کو سننا اور محفوظ رکھنا، بندگی کا حصہ ہے، اور اپنے اخلاف کو راہِ راست پر رکھنے کا طریقہ ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾

تو جب صور پھونک دیا جائے گا، ایک دم۔

قیامت کے دن، صور پھونکا جائے گا، اور یہ اعلان ہو گا اس بات کا کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اللہ ہی خالق کل ہے، اسی نے توفیق دی ہے، وہی اتمامِ حجت کرتا ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہونے کا اعلان بھی، اللہ ہی نے کرنا ہے۔

حاصل: عمل کے لئے دی گئی مہلت، مالکِ کل کے حکم سے شروع ہوئی، اسی کے حکم سے ختم ہو جائے گی۔ اسی مہلت کے اندر اپنی صداقت کا ثبوت دینے والے فلاح پائیں گے۔

وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾

اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعتہً پاش پاش کر دیے جائیں گے۔

قیامت کی علامات بیان فرمائی گئی ہیں۔ زمین کی زینت بھی ایک وقت کے لئے ہے۔ اس میں قائم پہاڑ بھی میخوں کی صورت میں ایک وقت کے لئے ہیں۔ جب یہ وقت پورا ہو جائے گا، تو اس سارے نظام کو پاش پاش کرنے میں اللہ کو دیر نہیں لگے گی۔ جس قادر مطلق نے یہ انتظام کیا ہے، اس کے امر سے یہ پاش پاش ہو جائے گا۔

حاصل: خالق کل کے لئے زینتِ زمین کو ختم کر دینا، پہاڑوں کو پاش پاش کر دینا، کچھ بڑا کام

نہیں ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾

تو وہ دن ہے کہ واقع ہونے والی، واقع ہو گی۔

قیامت کے واقع ہونے کا دن، ان لوگوں پر بہت بھاری ہوگا، جو قیامت کے انکار پر اپنا سب کچھ لگا چکے ہوں گے۔

حاصل: امر الٰہی کے ہونے کی دیر ہے، قیامت اسی وقت واقع ہو جائے گی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾

اور آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ اس دن بکھر رہا ہو گا۔

آسمان جس نے بنایا ہے، اسی کے امر سے یہ قیامت کے دن پھٹ جائے گا، اور وہ بکھرتا ہوا معلوم ہوگا۔ ساری زمین پر آسمان ایسی چھت کا درجہ رکھتا ہے، جس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں ہے، جو ستونوں پر نہیں کھڑی ہے، جو ایک وقت کے لئے ہے۔

حاصل: جس کے امر سے آسمان وجود میں آیا ہے، اسی کے امر سے یہ پھٹ جائے گا، اور بکھر جائے گا۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ اور تمہارے رب کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

آسمان کے پھٹ کر بکھر جانے کے بعد، فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، کہ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں امر دیا جاتا ہے۔ اس دن عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ یہ بھی شان کے اظہار کے لئے ہے۔ جو اب خلوت ہے، یہ قیامت کے دن جلوت ہو جائے گی۔ جس کو یہاں رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، اور شاہد بنا کر بھیجا گیا ہے، وہی وہاں شاہد نظر آئے گا۔

حاصل: فرشتے وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں امر دیا گیا ہو۔ قیامت کے دن عرشِ الٰہی کی شان روشن ہوگی، اور جن کو اللہ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے، رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے، ان کی شان بہت روشن ہوگی۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

اس دن تم سب پیش ہو گے، کہ تمہارا کچھ بھی مخفی، مخفی نہ رہے گا۔

پیشی اسی مالکِ یوم الدین کے حضور ہوگی، جس کی طرف سے ہمارا آنا ہوا ہے۔ ہمارے اعمال میں سے کچھ بھی اس دن مخفی نہ رہے گا، ہر کام کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

حاصل: خلوت میں پاک رہنا، اسی یقین سے ہونا چاہئے کہ ایک دن ہمارا، کچھ بھی مخفی، مخفی

نہ رہے گا۔

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ فَیَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ ﴿۱۹﴾

تو وہ جسے اس کی کتاب اعمال دائیں ہاتھ میں دی جائے گی، کہے گا، لو، دیکھو میری کتاب۔

جو بھلائی کا رخ رکھنے والا ہوگا، اسے اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ فلاح کے رخ کو اختیار کرنے والے پر، اللہ کے محبوب کی شہادت ہوتی ہے۔ وہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے، خلوت میں کچھ خلافِ حق نہیں کرتا۔ وہ اپنے شاہد سے کچھ چھپاتا نہیں۔ وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرے گا، اور ساتھیوں سے کہے گا، لو، دیکھو میرا اعمال نامہ۔

حاصل : بھلائی کا رخ رکھنے والے لوگوں کو ان کا اعمال نامہ، دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو حق کے مطابق رہتا ہو اس کی حیاتِ طیّبہ کھلی ہوئی کتاب ہوتی ہے، اس کے ساتھی اسے دیکھ سکتے ہیں۔

اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَهۡ ﴿۲۰﴾

میرا گمان تھا کہ مجھے حساب سے دوچار ہونا ہے۔

بھلائی کا رخ رکھنے والا، نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پا کر یہ کہے گا، کہ میرا گمان یہی تھا، کہ مجھے میرے مقصدِ تخلیق کے حوالے سے ضرور جانچا جائے گا، میرے قول و فعل کو ایک معیار کے حوالے سے دیکھا جائے گا، اور صرف میرے دعوے پر ہی فیصلہ نہیں ہو جائے گا۔

حاصل : حساب کا یقین ہو تو معاملے میں صفائی موجود رہتی ہے۔

فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾

تو وہ خوشی، عیش میں ہوگا۔

عیش، حال پر خلوت میں اپنے ساتھ پاک رہنے والے کو ہوتی ہے، خوشی جلوت میں اللہ کے محبوب کے ساتھ باوضو رہنے والے کو ہوتی ہے۔ اسی حال کا مستقبل بنے گا۔

حاصل : خلوت و جلوت کی پاکیزگی کا حاصل، عیش اور خوشی ہے۔

فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾

جنّتِ عالیہ میں۔

جنت کی حقیقت راحت ہے۔ جو حال پر اللہ کے محبوب کے اتباع کی بدولت خوف و حزن سے پاک ہو جائے، وہ بلند پایہ ہو جاتا ہے۔ راحت اسے حاصل ہوتی ہے۔ آخرت میں بھی وہ بلند پایہ ہوگا اور اسے راحت سے نوازا جائے گا۔

حاصل : اللہ کے محبوب کا اتباع کرنے والے یہاں بھی بلند پایہ ہیں اور راحت کے مقام پر ہیں، آخرت میں بھی بلند پایہ ہوں گے، اور راحت سے نوازے جائیں گے۔

قُطُوۡفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾

جس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔

جو اللہ کے محبوب سے محبت رکھتا ہو، نعمتیں اس کی طالب ہو جاتی ہیں، اور اس کے لئے جھکی پڑتی ہیں۔ آخرت میں بھی

ایسا ہی ہوگا، کسی نعمت کے حصول میں مشقت نہیں کرنی پڑے گی۔

حاصل : عبد، معبود کا ہو جائے تو نعمتیں عبد کی طالب ہو جاتی ہیں، اور اس کے لئے جھکی پڑتی ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾

کھاؤ اور پیو، خوشگواری سے، صلہ اس کا جو تم نے پہلے دنوں میں کیا۔

جنت کی نعمتوں کا کھانا، پینا، خوشگوار اثرات ہی پیدا کرے گا، کسی نعمت کا بکثرت استعمال تکلیف کا باعث نہیں ہوگا، اور یہ عنایت ماضی میں کئے گئے اعمال کا صلہ ہوگی۔ انسانی زندگی کے حسن کو ضائع کرنے والی تمام اشیاء انسان کی اپنی تجویز سے ہی بنتی ہیں۔

حاصل : نعمتوں کے استعمال میں، اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھنا، بندگی کا حصہ ہے۔ بندے کو بندگی کا صلہ خوب دیا جائے گا۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿۲۵﴾

اور وہ جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، کہے گا اے کاش مجھے میرا اعمال نامہ نہ ہی دیا جاتا۔

حیاتِ دنیا میں خلافِ حق کرنے والے کو آخرت میں اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر نادم ہوگا، اور یہ کہے گا: اس کا دیکھنا کتنا تکلیف دہ ہے، کاش یہ تو نہ ہی دیا جاتا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے کا نتیجہ، ناقابل دید ہوتا ہے، مگر اسے دیکھنا پڑتا ہے۔

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾

اور میں نہ جانتا، میرا حساب کیا ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والا، اپنے اعمال نامے کو اس قدر تکلیف دہ پائے گا، کہ وہ کہے گا، کاش میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔

حاصل : آخرت کا منکر، اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر یہ کہے گا، کاش میں نہ جانتا، میرا حساب کیا ہے۔

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾

ہائے وہی ختم کر دیتی۔

موت کو یاد کر کے، آخرت کا منکر یہ کہے گا، وہ دکھ بھی بڑا تھا، اسی سے میں ختم ہو گیا ہوتا، اور آئندہ دکھ سے بچ جاتا۔

حاصل : موت، کافر پر بہت بھاری ہوتی ہے، مگر قیامت کے دن عذاب الٰہی کی شدت اس سے بہت بڑھ کر ہوگی۔

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾

میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔

آخرت کا منکر یہ کہے گا، میں نے مال کو اپنی زندگی میں بہت اہمیت دی، مگر میری سوچ بالکل غلط تھی، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔

حاصل: جو مال حق کے مطابق استعمال ہو جائے وہی بندے کے کام آتا ہے۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ میرا زور بھی جاتا رہا۔

قیامت کے دن، منکر حق دیکھ لے گا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اسے جس قوت کا زعم تھا، وہ اب کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جس طاقت کو وہ خلاف حق استعمال کرتا تھا، وہ طاقت ختم ہو چکی ہے۔

حاصل: جس قوت کا خلافِ حق استعمال کیا جائے وہ اتمامِ حجت کے بعد چھن جاتی ہے۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ اسے پکڑو، پھر اسے طوق ڈالو۔

جس کو اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کے بارے میں فرشتوں کو حکم ہو گا، کہ اسے پکڑو، اور اس مغرور کے اعمال کو طوقِ لعنت بنا کر اس کے گلے میں ڈال دو۔

حاصل: امر الٰہی کو سنتے ہی فرشتے، منکر حق کو پکڑ لیں گے، اور اس کے گلے میں طوق ڈال دیں گے۔

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈالو۔

مجرم کے گلے میں طوق ڈالنے کے بعد، فرشتے امر الٰہی کے مطابق اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دیں گے۔ یہ آگ، انسان کے اپنے اعمال کی ہی جزا ہو گی، اور اللہ کے حکم سے ہو گی، اس لئے قطعاً پوری ہو گی۔ آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ کو ہے، کہ پوری پوری سزا صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے کا حاصل، آگ کا عذاب ہے۔ کسی کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دینا، اللہ کی شان کے لائق ہے۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ پھر اسے ایسی زنجیر کے ساتھ جکڑ دو، جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے۔

انسان کو اس کے اعمال کا صلہ دینے کے لئے، ایک زنجیر کے ساتھ جکڑ دیا جائے گا، جو ستر ہاتھ لمبی ہو گی۔ اس طرح جکڑا ہوا مجرم اپنے مقام سے ہلنے نہ پائے گا، اور یہ سب اس کے اپنے اعمال کا ہی صلہ ہو گا۔

حاصل: مجرم کو آگ کے عذاب میں، ستر ہاتھ لمبی زنجیر کے ساتھ جکڑ کر رکھنا، اس لئے ہو گا، کہ یہ اپنے اعمال کا صلہ پاتے ہوئے ہلنے نہ پائے۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وہ خدائے عظیم کو مانتا نہیں تھا۔

جرم کی حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے، کہ آگ میں جلنے والا، جکڑا ہوا مجرم، حیاتِ دنیا میں خدائے عظیم کو مانتا نہیں تھا۔ جب اس کو حق سنایا جاتا تھا، تو کہتا تھا، اللہ نے کچھ نازل نہیں فرمایا۔ جب اس کو انجام سے آگاہ کیا جاتا تھا، تو کہتا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جو یہ مان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور اسی کے حضور اس کی واپسی ہو گی، وہ من مانی کرنے کی راہ کیوں

اختیار کرے گا۔

حاصل : خدائے عظیم کو نہ ماننا، باعثِ عذاب ہوتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ اور مسکین کو طعام دینے کے لئے لوگوں کو مائل نہ کرتا تھا۔

جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر ایمان نہ لائے، وہ رزق کو عطائے الٰہی نہیں جانتا۔ وہ خود بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، دوسروں کو بھی کارِ خیر کی طرف مائل نہیں کرتا۔ مسکین کو کھانا دینا عملاً لوگوں کو اس کام کی طرف مائل کرنے کی صورت ہے۔ جو خود مسکین کو نہ دے وہ کس زبان سے لوگوں کو اس کام کی تاکید کرے گا۔ حق تو ہر ایک پر عطائے الٰہی کی نسبت سے ہی عائد ہوتا ہے۔

حاصل : مسکین کو طعام دینے والا، عملاً لوگوں کو اس کارِ خیر کی طرف مائل کرتا ہے۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ تو آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔

قیامت کے دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے متقین کے۔ جو اللہ کے دوست کو دوست نہ بنائے، وہ شیطان کا دوست ہو جاتا ہے، اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی دوست نہ ہوگا۔

حاصل : دیکھنا چاہئے ہماری دوستی کی حال پر بنیاد کیا ہے۔

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ اور غسالہ کے علاوہ اس کے لئے کوئی طعام نہیں۔

جو لوگ، اللہ کے عطا کردہ رزق کو خلافِ حق استعمال کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو زخم لگا لیتے ہیں، قیامت کے دن ان کے زخموں کی پیپ ہی ان کا طعام ہوگی۔

حاصل : جو اپنی خواہشات کے علاوہ کہیں خرچ نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کی خوراک پیپ ہی ہوگی۔

لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾ ع یہ کھانا صرف خطاکار ہی کھائیں گے۔

زخموں کا غسالہ، صرف خطاکاروں کی ہی خوراک ہوگا۔ یہ خوراک ان لوگوں کے اعمال کے صلے میں ان کو دی جائے گی۔ مساکین کا حق مارنے والے حال پر جو کچھ کھا رہے ہیں، اس کی حقیقت ان پر قیامت کے دن واضح ہوگی۔

حاصل : مساکین کی حق تلفی، بڑی خطا ہے، خطاکار قیامت کے دن اپنے کئے کی جزا پائیں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ حٰم السجدہ (41) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ

اَمَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۴۰﴾

جو لوگ ہماری آیات میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ بھلا آگ میں پڑنے والا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا۔ کئے جاؤ جو چاہو، بے شک جو تم کرتے ہو، اللہ دیکھتا ہے۔

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ پس نہیں، مجھے ان چیزوں کی قسم جو تم دیکھتے ہو۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ قرآن پاک فرمانِ الٰہی نہیں ہے، ان کے خیال کی نفی کی گئی ہے، اور یہ فرمایا گیا ہے، کہ جن چیزوں کو تم دیکھتے ہو، میں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ فرمانِ الٰہی ہے۔ جو چیزیں ہمارے مشاہدے میں آتی ہیں، اور ہمارے کام آتی ہیں، ان کا خالق بھی اللہ ہے۔ ان کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے تسلسل کو قائم رکھنا، اللہ کی شان ہے۔ اشیاء سب انسان کے لئے ہیں، انسان اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

حاصل : اپنے مشاہدے میں آنے والی اشیاء کے خالق کی عنایات کو دیکھنا چاہئے۔

وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

انسان کی ضروریات کا کلی علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، اس لئے اہتمام بھی اسی کی شان کے لائق ہے۔ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں، جو خدمت کا حق تو ادا کر رہی ہیں، مگر انسان کے مشاہدے میں نہیں آتیں۔ زندگی کا حسن، علیم مطلق کے علم سے ہی قائم رہ سکتا ہے، اس لئے راہنمائی بھی وہی کر سکتا ہے۔

حاصل : انسان کے مشاہدے میں نہ آنے والی اشیاء بھی ایک حقیقت رکھتی ہیں، ان کے مقصدِ تخلیق کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ﴿۴۰﴾ کہ یہ رسولِ کریم کا قول ہے۔

مشاہدے میں آنے والی اور مشاہدے میں نہ آنے والی چیزوں کی قسم کھانے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن پاک، رسولِ کریم کا قول ہے۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اس کی تبلیغ میں وہ کریمانہ انداز بھی قابلِ قدر ہے، جو رسولِ کریم کی شان ہے۔ رسولِ کریم کا قول ہی فرمانِ الٰہی ہے۔

حاصل : جس کی بات اللہ کی بات ہو، اس کی بات کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔

وَّمَا ہُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ تم کم ہی مانتے ہو۔

قرآن پاک کسی شاعر کا قول نہیں۔ شاعر کے قول کی مثل پیش کی جا سکتی ہے، قرآن پاک کی مثل نہیں پیش کی جا سکتی۔ شاعر کا قول، حقائق کا پتہ نہیں دیتا، قرآن پاک حقائق بیان کرتا ہے۔ شاعر کا قول اپنے ساتھ کوئی سند نہیں رکھتا، قرآن پاک

سند کا درجہ رکھتا ہے۔ شاعر کا قول کبھی عالمین کے لئے نہیں ہو سکتا، قرآن پاک عالمین کے لئے ہے۔ شاعر کا قول اس کے محسوسات سے تعلق رکھتا ہے، قرآن پاک میں ہر شے کا بیان ہے، جو شاعر کے قول میں ہو ہی نہیں سکتا۔ شاعر کے قول کو دائمی پڑھنا ممکن نہیں۔ قرآن پاک دائمی پڑھنے کی چیز ہے۔ شاعر کا قول بشارت وانذار سے تعلق نہیں رکھتا، قرآن پاک میں بشارت وانذار موجود ہیں۔ شاعر کا قول بندے کو خواہشات کے دائرے میں الجھا دیتا ہے، قرآن پاک خواہشات کے دائرے سے نکلنے کی راہ دکھاتا ہے۔ طلبِ ہدایت ہو تو ماننے کا مقام آتا ہے، اور طلبِ ہدایت کم ہی ہوتی ہے۔ ہدایت مطلوب ہو تو قرآن پاک کو شاعر کا قول کہنا ممکن ہی نہیں۔

حاصل : ہدایت مطلوب ہو تو قرآنِ پاک کو شاعر کا قول کہنا، ممکن ہی نہیں۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ اور یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ تم کم ہی دھیان کرتے ہو۔

کاہن کا قول، حقائق پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ اس میں ماضی، حال، مستقبل کا ذکر نہیں ہوتا۔ وہ کبھی روشن بیان کے زمرے میں نہیں آتا۔ اس میں نصیحت موجود نہیں ہوتی۔ کاہن کے کلام میں دھیان کرنے والے کو تضاد نظر آتا ہے۔ کاہن کبھی اس بات پر شاہد نہیں ہوتا، جو وہ کہہ رہا ہوتا ہے۔

حاصل : قرآنِ پاک کی شان کو سمجھنے کے لئے، اس کی طرف دھیان کرنا چاہئے۔

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔

قرآن پاک اس بے مثل کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، جو سارے عالمین کو پالتا ہے، اور علم سے پالتا ہے۔ عبدیت کا حق ادا کرنے کے لئے یہی راہنمائی کر سکتا ہے۔ سارے عالمین کے لئے یہی نصیحت ہے، اور یہی نصیحت سارے عالمین کو ایک نظام کے تحت لا سکتی ہے۔ کوئی دوسری کتاب اس کے مثل ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتی۔

حاصل : قرآنِ پاک رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ انسانی تجویز سے بنی ہوئی، کوئی دوسری کتاب اس کی مثل نہیں ہو سکتی۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر لگا دیتے۔

جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن پاک میں کچھ انسانی تجویز بھی ہو سکتی ہے، ان پر واضح فرمایا گیا ہے، کہ اس میں ایک بھی بات ایسی نہیں ہے جو رب العالمین کی طرف سے نہ ہو۔ فرمانِ الٰہی کے ساتھ کسی بات کے ملنے کا مقام ہی نہیں رکھا گیا، کہ علیم مطلق کے فرمان کے ساتھ کسی اور بات کا ملانا قطعاً سرکشی ہوگی، اور رسالت کے ساتھ سرکشی کا کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن پاک کو نازل فرمانے والا اس کی حفاظت کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ کافروں نے یہ چاہا کہ اس قرآن شریف کے سوا کوئی اور قرآن لایا جائے یا اس میں کچھ تبدیلی کی جائے تو جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہی فرمایا گیا، کہ مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اپنی چاہت سے اس میں کوئی تبدیلی کروں، میں تو اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہو۔ (10:15)

حاصل : قرآنِ پاک فرمانِ الٰہی ہے، کسی دوسرے کی بات اس میں دخل پائے یہ ممکن ہی نہیں۔

لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ﴿٤٥﴾ توہم اسے پوری قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے۔

اللہ کے فرمان میں اپنی پسند کو داخل کرنے کی کوشش کرنے والے کو فوراً پکڑ لیا جاتا ہے، اور اس طرح پکڑ لیا جاتا ہے، کہ وہ ہلنے بھی نہیں پاتا، اس سے توفیق چھن جاتی ہے۔ مگر یہ پکڑ اسی پر آئے گی، جس کو اللہ نے منصب رسالت پر رکھا ہو اور وہ اپنی بات کو، اللہ کے فرمان میں ملانے کا مرتکب ہو۔ جس کو اللہ نے رسولِ امین نہیں بنایا، اس کے قول و فعل میں تضاد قابلِ ذکر ہی کیوں ہو گا۔

حاصل : فرمانِ الٰہی میں اپنی پسند کو داخل کرنے والا، عملاً اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا۔ وہ اگر اللہ کا رسول ہو تو اس پر سخت پکڑ کا مقام آسکتا ہے کہ اللہ نے اپنے فرمان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔

ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ﴿٤٦﴾ پھر اس کی شہ رگ ہی قطع کر دیتے۔

فرمانِ الٰہی میں اپنی کسی بات کو داخل کرنے والے رسول کی شہ رگ قطع کرنے میں اللہ کو دیر ہی کیا لگنی تھی۔ حکم پہنچانے والا، جب حکم دینے والے کا شریک ہو جائے تو اس کو کاٹ کر الگ کر دیا جانا چاہئے کہ یہ ناقابلِ معافی گناہ ہے، اور کائنات میں اس سے بڑا کوئی فساد ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : مقامِ الوہیت، اللہ کی شان کے لائق ہے۔ جو اللہ کا رسول ہوتے ہوئے، مقامِ عبدیّت سے ہٹ جائے اسے کاٹ کر الگ کر دینا، اللہ کے لئے آسان ہے کہ تب حق کی حفاظت کا اور کوئی راستہ رہتا ہی نہیں۔

فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ﴿٤٧﴾ پھر تم میں سے کوئی بھی ہم کو روکنے والا نہ ہوتا۔

اللہ کی قدرت کے سامنے، کسی طاقت کی حیثیت ہی کیا ہے۔ جو بے مثل کے فرمان میں اپنی بات کو شامل کرے، وہ اللہ کے بے مثل ہونے کا عملاً انکار کرتا ہے، وہ اگر رسالت کے منصب پر فائز ہو تو اسے فوراً کاٹ کر الگ کر دینا ہی حق ہے کہ یہ اللہ کا فرمان ہے، جو سب سے بڑے علم والا ہے۔

حاصل : فرمانِ الٰہی میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے کو مٹا کر رکھ دینا ہی اللہ کو پسند ہے، کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔

وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿٤٨﴾ یہ تو متقین کے لئے تذکرہ ہے۔

قرآنِ پاک سے وہی لوگ ہدایت لیتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور جزا کا یقین رکھتے ہیں۔ وہ رب العالمین کے فرمان کی قدر کرتے ہیں، جیسے اس کی قدر کی جانی چاہئے۔

حاصل : قرآنِ پاک سے ہدایت و نصیحت وہی لیتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی پر قرآنِ پاک کے اثرات کے حوالے سے ہی تقویٰ کا دعویٰ کرنا چاہئے۔

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ اور یقیناً ہم مکذبین کا علم رکھتے ہیں۔

جو لوگ قرآن پاک کو فرمانِ الٰہی نہیں مانتے، اصلاحِ حال سے غافل رہتے ہیں، مذاہبِ عالم کو بھلائی کے راستے کہتے ہیں، اور ان کو یکساں اہمیت دیتے ہیں، وہ بھی قرآن پاک کو جھٹلانے والے ہیں۔

حاصل: جو حق کو نہیں مانتے وہ سب مکذبین کے زمرے میں آتے ہیں۔ اللہ سے تو کچھ مخفی ہو ہی نہیں سکتا۔

وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ اور یہ کافروں کے لئے موجبِ حسرت ہوگا۔

حال پر قرآن پاک سے ہدایت وشفا پانا باعثِ فلاح ہے۔ توفیق کے ختم ہو جانے کے بعد کافر اس کو بہت ماننا چاہیں گے، مگر اس وقت کا ماننا، نفع نہ دے گا، اس لئے کافروں کے لئے یہ موجبِ حسرت ہوگا۔

حاصل: کافر حق کے انکار کی بدولت، دنیا سے دوزخ خرید کر لے جاتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ اور بے شک یہ یقیناً حق ہے۔

قرآن پاک کی صورت میں بیان کردہ حق ایسا نہیں ہے، جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ ہو بھی سکتا ہے، نہیں بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ قطعاً یقین پر مبنی ہے۔ حال بھی اس کے مطابق ہوگا، مستقبل بھی اس کے مطابق ہوگا۔ قیامت کے دن کافر یہ کہیں گے، ہائے افسوس کہیں میں نے رسول کی معیت کی راہ اختیار کی ہوتی۔

حاصل: قرآن پاک یقیناً حق ہے، اور اس کی سند سے ہی شک کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

ع فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾ تو اپنے ربِ عظیم کے اسم کی تسبیح کرو۔

رب العالمین کی عظمت ملاحظہ ہو کہ جو کچھ بھی اس کی طرف سے فرمایا گیا ہے وہ ہماری بھلائی کے لئے ہے، اور اس کے فرمان کے علاوہ کہیں بھلائی تلاش کی جائے گی تو پھر ناشکری ہوگی۔ اللہ کے جس اسم پاک کی تسبیح کی جائے وہ باعثِ برکات ہو گی، یا ذُوذُ ذا اسم اعظم ہے، کہ اس کا تصرف خلوت وجلوت پر ہے۔ تسبیح سے حسنِ عبادت کو بڑھنا چاہئے، خدمتِ خلق کی اہلیت میں اضافہ ہونا چاہئے۔

حاصل: اپنے ربِ عظیم کے اسم کی تسبیح کرتے رہنے میں بڑا سکھ ہے۔ تسبیح سے خدمتِ خلق کی اہلیت میں اضافہ ہونا چاہئے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل (17) میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾

اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا پھر تُو بیٹھ رہے گا، مذمت کیا ہوا بے کس۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ ایک سائل نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا۔

قرآن پاک کی صداقت کو ماننے سے استکبار کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ استکبار کے دائرے میں پھنسے ہوئے لوگ ایسی حماقت کی باتیں کرتے ہی ہیں، کہ وہ عذاب آ کیوں نہیں جاتا جس کے بارے میں ایک مدت سے ہم سنتے آ رہے ہیں۔ جس نے بھی عذاب الٰہی کو پا کر حق کو ماننے کا عزم کیا اس نے خسارے کو اپنے لئے مقدر کر لیا، کہ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے ختم ہونے پر حق کو ماننا کبھی نفع نہیں دیتا۔

حاصل : استکبار کے دائرے میں پھنسے ہوئے لوگ یہی کہتے ہیں، کہ جس عذاب سے ہم کو ڈرایا جا رہا ہے وہ ہم پر واقع ہو جائے تو ہم مان لیں گے۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ کافرین کے لئے ہے، اس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

وہ عذاب، جس کا سوال کیا گیا تھا، اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے، کہ وہ کافروں کے لئے ہے، اور اس کو دفع کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ جن اسباب پر کافروں کو زعم ہے، ان اسباب کو برقرار رکھنا بھی کافروں کے بس میں نہیں اور ان اسباب پر اپنی قدرت کو قائم رکھنا بھی ان کے بس میں نہیں۔ قدرتِ خداوندی یہ ہے کہ وہی اسباب جو پہلے ان کے کام آ رہے ہوتے ہیں، امر الٰہی کے ہوتے ہی ان کی جڑ کاٹ دیتے ہیں۔

حاصل : ایسے عذاب کا سوال کرنا، جس کو دفع کرنا ممکن نہ ہو، انتہائی حماقت ہے اور کفر ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ اللہ کی طرف سے ہوگا، جو بلندیوں کا مالک ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، اللہ کی بات ہے، اس لئے آپ کا انکار بھی، اللہ کا انکار ہے۔ اللہ کا انکار ہوگا، تو عذاب بھی اللہ کی طرف سے ہی ہوگا۔ ہر انتہا اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ کوئی بھی کام ہو، نتیجہ اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اور اسی کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ کافر جو صورت بھی اختیار کریں نتیجہ تو ان کی پسند کے مطابق نہیں ہوگا، نتیجہ تو اللہ کی طرف سے ہی ہوگا، جس کی مشیت عالمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حاصل : صورت کوئی ہو، نتیجہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾

ملائکہ اور روح، اُس دن، اُسی کی طرف عروج کریں گے، جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

ملائکہ اور روح الامین، اللہ کی پاک جماعت ہیں۔ جب اجلِ مسمّٰی آجائے گی تو یہ فارغ کر دیئے جائیں گے۔ امورِ دنیا سے فراغت کے بعد یہ امرِ الٰہی کے مطابق عروج کریں گے۔ وہ دن کافروں کے لئے بڑا بھاری ہوگا، اور اس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ اس وقت میں عذاب کو دفع بھی نہ کیا جاسکے گا کم بھی نہ کیا جاسکے گا۔

حاصل: عذابِ الٰہی کا سوال کرنے والے، اس دن کی مقدار کو بھی یاد رکھیں کہ وہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾

تو صبر کرو، صبر جمیل۔

حکمِ الٰہی کے آنے کے انتظار میں رہنا، صاحبانِ حق پر لازم ہوتا ہے۔ صبر جمیل یہ ہے کہ کسی کے ناقص قول کی وجہ سے حق پہنچانے والے کے جمال میں فرق نہ آئے، اور مخالفت کرنے والے کی برائی سے دوری کے معنی، مخالف سے دوری کے نہ ہوں۔ چوٹ کو برداشت کرنے کا علم، اللہ کے محبوب سے ہی عطا ہو سکتا ہے۔ پاک لوگوں کے ساتھ رہنے کی سعادت ہوگی تو سہنے کا حوصلہ بھی ملے گا۔

حاصل: مخالفین کے ساتھ اپنے رویے کو حق کے مطابق رکھنا صبر ہے، اور یہ آس رکھنا کہ اللہ کو منظور ہوا تو وہ بے علمی کے دائرے سے نکل ہی آئیں گے، صبر جمیل ہے۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾

وہ اُسے دور دیکھ رہے ہیں۔

منکرینِ حق انجام کو بہت دور جانتے ہیں۔ نفس کا مزاج یہی ہے کہ وہ انجام کو دور ہی بتاتا ہے۔ اگر انجام کو قریب مان لیا جائے تو غفلت ناپید ہونے لگتی ہے، غافل انجام کو دور جانتے ہوئے خواہشات کے اتباع میں لگے رہتے ہیں۔

حاصل: غافل انجام کو دور دیکھتے ہیں۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾

اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔

جو فلاح کے راستے پر ہے، وہ فلاح کے قریب ہوتا ہے۔ جو خسارے کے راستے پر ہے وہ خسارے کے قریب ہو رہا ہے۔ عمل کے لئے دیا گیا وقت، عامل کو ہر لمحہ انجام کے قریب ہی کر رہا ہے۔ اگر غفلت کے ساتھ وقت کو ضائع کیا جا رہا ہو تو عمل کے لئے دی گئی مہلت سرعت سے گزر جائے گی، پتہ بھی نہیں چلے گا اور انجام سر پر ہوگا۔

حاصل: غافل کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ انجام کے قریب پہنچ چکا ہوتا ہے۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾

جس دن آسمان پگھلی ہوئی دھات کی طرح ہو جائے گا۔

انجام کے لئے جلدی مچاتے والے جان لیں کہ آسمان اس دن پگھلی ہوئی دھات کی طرح ہو گا۔ حدت کا یہ عالم، کافروں پر بہت بھاری ہو گا اور حق کو ماننے والے راحت میں ہوں گے۔

حاصل : انجام کے وقت ہونے والے تغیّرات کو اللہ ہی بیان کر سکتا ہے، کہ انجام اسی کے امر سے واقع ہو گا۔ اس سے فائدہ تو ماننے والے ہی اٹھائیں گے۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ — اور پہاڑ دُھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قوت و استحکام کے لحاظ سے وہ بڑے اونچے درجے میں ہیں، اور انہیں انجام کی کوئی پرواہ نہیں ہے، ان پر واضح فرمایا گیا ہے، کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے، اور دُھنی ہوئی اون کی مانند اڑتے پھریں گے، اس حوالے سے تم اپنی حیثیت کو خود دیکھ لو۔

حاصل : انجام واقع ہونے کے دن، پہاڑ، دُھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ — اور کوئی دوست کسی دوست کی خبر گیری نہ کرے گا۔

غرض و غایت پر مبنی تعلق، غرض و غایت کی حد تک ہی قائم رہ سکتا ہے، اس لئے قیامت کے دن کسی ایسے دوست کو کسی دوست کی خبر گیری کی توفیق نہیں ہو گی۔ متقین کی دوستی، حق کے حوالے سے ہوتی ہے، وہ قیامت کے دن بھی قائم رہے گی۔

حاصل : جو دوستی غرض و غایت پر مبنی ہو گی، اور حق کے حوالے سے نہ ہو گی، قیامت کے دن وہ بے حقیقت ہو جائے گی۔

يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝١١ — وہ انہیں دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنے بیٹوں کو فدیے میں دے دے۔

قیامت کے دن، تعلقات کے دعویدار ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے، مگر وہ کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ خلافِ حق کرنے والے کی یہ تمنا ہو گی کہ وہ عذاب سے چھوٹنے کے لئے اس دن اپنے بیٹوں کو فدیے میں دے ڈالے۔ وہ عذاب اتنا ہولناک ہو گا، کہ مجرم اس عذاب سے نجات کے لئے اس حد تک جائے گا۔

حاصل : جو تعلقات حق کے حوالے سے نہ ہوں گے وہ قیامت کے دن، بے معنی ہو جائیں گے۔ وہ عذاب اتنا ہولناک ہو گا، کہ مجرم اس سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں کو فدیے میں دینا چاہے گا۔

وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ — اور اپنی صاحبہ اور اپنے بھائی کو بھی۔

بیٹوں کا فدیہ اگر کافی نہ ہو، تو مجرم اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو بھی فدیے میں دینا چاہے گا، کہ عذاب کی شدت سے وہ اتنا

خوفزدہ ہوگا کہ وہ اپنے عزیزوں کو فدیے میں دینے کے لئے تیار ہوگا۔

حاصل : مجرم قیامت کے دن اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو بھی عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہوگا۔

وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ اور اپنے کنبے کو بھی جو اس کی حمایت کرتا تھا۔

حیاتِ دنیا میں کنبے کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے، کہ کنبے کی حمایت سے اپنی طاقت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن، حمایت کرنے والے کنبے کو بھی، مجرم، فدیے میں دے کر، عذاب سے چھوٹنا چاہے گا۔ مجرم کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اپنے مفاد کو کنبے کے مفاد پر قربان کردینا مردانگی ہے اور کنبے کے مفاد کو اپنے مفاد پر قربان کردینا بے حمیتی ہے۔

حاصل : مجرم قیامت کے دن، عذاب سے بچنے کے لئے، حمایت کرنے والے کنبے کو بھی فدیے میں دینے کے لئے تیار ہوگا۔

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ اور تمام اہل زمین کو بھی کہ اسے نجات مل جائے۔

عذابِ الٰہی اتنا خوفناک ہوگا، کہ مجرم تمام اہل زمین کو بھی فدیے میں دے کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہے گا۔

حاصل : عذابِ الٰہی سے بچنے کی فکر حال پر کرنی چاہئے۔

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہوگی۔

ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا ہی دی جائے گی۔ کوئی کسی کے بدلے میں نہیں پکڑا جائے گا۔ کوئی کسی کا فدیہ نہ ہوگا۔ مالکِ کل تو اللہ ہے، اس کی عطا کردہ توفیق کے استعمال سے ہی صداقت یا کذب کا پتہ لگتا ہے۔ جب توفیق ہی نہ ہوگی تو یہ تمنا کہ سب کچھ لے کر بھی اسے نجات دے دی جائے تمنا ہی رہے گی۔ مجرم یہاں خوف و حزن کی صورت میں اپنے اعمال کے حاصل کو پاتا ہے، آخرت میں یہ حاصل آگ کی صورت اختیار کرے گا۔

حاصل : مجرم عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکے گا، اس کے اعمال کا حاصل بھڑکتی آگ ہوگی۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ اس کے شعلے چمڑی ادھیڑ لیں گے۔

بھڑکتی آگ کا عذاب، مجرم کے اپنے اعمال کا ہی صلہ ہوگا، اس لئے اس آگ کے شعلے اس کی طرف لپکیں گے، اور اس کی چمڑی ادھیڑ لیں گے۔ حال پر اصلاح کے لئے توفیق بھی ہوتی ہے، مہلت بھی ہوتی ہے اس لئے عذاب ساکن رہتا ہے۔

حاصل : دوزخ کی آگ کے شعلے، مجرم کی چمڑی ادھیڑ لیں گے۔ آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ کو ہے۔

تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وہ آگ انہیں بلا لے گی، جنہوں نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا۔

مجرم لوگوں کے اپنے اعمال کا حاصل جو آگ ہوگی، وہ انہیں بلالے گی۔ وہ تو ان کے انتظار میں ہوگی۔ حال پر جن لوگوں نے حق کو سن کر منہ پھیر لیا اور اعراض کرتے ہوئے چلے گئے، ان کا جرم ان کے ساتھ رہے گا۔ ایسے مجرموں کو آگ کے شعلے اپنی طرف متوجہ کرلیں گے۔

حاصل : دوزخ کی آگ، مجرموں کو اپنی طرف بلالے گی۔ حق سے منہ موڑنے اور پھر جانے کے معنی دوزخ کی طرف جانا ہے۔

وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ اور مال جمع کیا، اور اسے بخل کے ساتھ سنبھالا۔

جن لوگوں نے مال کو جمع کیا، اور بخیل بنے رہے، ان کو بھی دوزخ کی آگ اپنی طرف کھینچ لے گی۔ بخیل مال کو جمع کرتا رہتا ہے، لوٹ کر لوگ لے جاتے ہیں، حساب کتاب اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوگی۔

حاصل : بخالت بڑی حماقت ہے۔ دوزخ کی آگ مال جمع کرنے والے بخیل کو کھینچ لے گی۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ انسان بڑا ہی جی کا کچا بنا ہے۔

انسان کی کمزوری بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی پسند کے دائرے سے باہر نہ نکلے تو وہ جی کا کچا ہی رہتا ہے، کمزوری اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جی کا پکا کرنے کا خوب اہتمام کیا ہے، اسے کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے لئے، رسول بھیجے ہیں۔ وہ حق کو ماننے والے، راسخ العقیدہ لوگوں کے ساتھ جڑ جائے تو جی کا پکا ہو جاتا ہے۔ وہ مخلصین کی صف میں شمار ہو جائے تو شیطان اس کو بہکا نہیں سکتا۔

حاصل : اپنی پسند کے دائرے کے اندر، انسان جی کا کچا ہی رہتا ہے۔

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ جب شر اسے مَس کرے تو گھبراتا ہے۔

انسان جلد بازی کی وجہ سے، اپنی پسند کے لئے ضروری ارکان جمع ہونے سے پہلے ہی نتیجے کا انتظار کرنے لگتا ہے۔ اگر اسے تکلیف چھو بھی جائے تو اسے بہت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اس کی پسند اس کے لئے انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی پسند پر چوٹ لگ جائے تو گھبراہٹ بھی شدید ہوتی ہے۔

حاصل : انسان کو جب تکلیف پہنچے تو وہ گھبراتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ اور جب خیر اسے مَس کرے تو بخیل بن جاتا ہے۔

جب انسان کو کشادگی نصیب ہو، آسانیاں حاصل ہوں، تو وہ بخیل بن جاتا ہے، اور دوسروں کو سکھ دینے سے روکنے والا بن جاتا ہے۔ حالانکہ تکلیف کے وقت میں اس نے یہی دیکھا ہوتا ہے کہ دوسروں کو سکھ دینے سے بڑا ضروری کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ بندگی بے حقیقت ہے جس سے دوسروں کو سکھ نہ ملتا ہو۔

حاصل : جب انسان کو کشادگی حاصل ہو جائے تو وہ بخل کا مظاہرہ کرتا ہے، حالانکہ تکلیف

اٹھانے کے بعد اپنے تجربے کی بنا پر اسے سخاوت کے مقام پر ہونا چاہیئے تھا۔

إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ مگر نمازی۔

نمازی ایسا نہیں کرتے کہ تکلیف میں تو گھبرا جائیں اور کشادگی حاصل ہونے پر بخیل بن جائیں۔ یہ تکلیف کے وقت میں صبر کرتے ہیں، اور سکھ کے وقت میں شکر کرتے ہیں۔

حاصل : نمازی تکلیف کے وقت میں صبر کرتے ہیں، سکھ کے وقت میں شکر کرتے ہیں۔

الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ جو دائماً نماز پڑھتے ہیں۔

دائمی نماز پڑھنے والے، نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کرتے ہیں جو نماز فجر ہے۔ نماز کے وقت سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا، اور مقررہ وقت پر نماز ادا کرنے کا عزم ان کا طریق زندگی ہوتا ہے۔ شاہدین کی معیت مقصود ہو تو نماز کی مداومت ممکن ہوتی ہے، ورنہ مصائب و آلام کی چوٹ پڑتے ہی قول و عمل تتر بتر ہو جاتے ہیں۔

حاصل : دائماً نماز پڑھنے والے، اس حوالے سے اتباعِ رسول کے دعوے میں سچے ہوتے ہیں۔

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ اور جن کے اموال میں ایک معلوم حق ہوتا ہے۔

زکوۃ ادا کی جائے تو مال پاک ہوتا ہے، اور مال پاک ہو تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ نمازی پاک مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں، اور خیرات میں سبقت کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بھلائی کے کاموں پر خرچ کیا جائے گا، تو بھلائی بڑھے گی، صرف باتوں سے بھلائی میں کبھی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

حاصل : دائماً نماز پڑھنے والوں کے اموال میں ایک معلوم حق ہوتا ہے، اور وہ اس کی ادائیگی کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔

لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ سائل کے لئے اور محروم کے لئے۔

سائل وہ ہوتا ہے جو اپنے سوال کو زبان سے یا جسم کی حرکات سے بیان کرے، اور اس کا سوال خواہش پر مبنی نہ ہو۔ مثلاً کھانے کا سوال ہو تو اس میں پر تکلف کھانے کی خواہش نہ ہو، اور جو مل جائے اسے اللہ کی عطا جان کر خوشی سے قبول کیا جائے اور اس میں افادیت بھی دیکھی جائے۔ محروم وہ ہوتا ہے جو نادار تو ہو مگر سوال کو زبان پر نہ لائے۔ سائل خود آ کر اپنا حق لے جاتا ہے، محروم کو اس کا حق پہنچایا جاتا ہے۔ سائل کی مدد کی دوسروں کو ترغیب دی جا سکتی ہے، محروم کی مدد اس طرح سے کرنی چاہیئے کہ اس کی کوئی خبر نہ بنے۔

حاصل : سائل اور محروم کو ان کا حق ادب سے دینا چاہیئے، اور ان کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنا حق لے کر، دینے والے پر ایسی مہربانی کی ہے کہ فانی شے کو اس کے لئے دائمی نعمت بنا دیا ہے۔

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ اور جو یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔

اپنے اموال میں سائل اور محروم کے حق کو معلوم، ماننے والے، یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔ یوم الدین کا یقین ان کے رخ کو درست رکھتا ہے۔

حاصل : یوم الدین پر یقین رکھنے والے ہی ہدایت پر ہوتے ہیں، اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اور وہ جو اپنے ربّ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

پوچھ عطائے الٰہی کے حوالے سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معیار اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس معیار کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کہنا ممکن ہی نہیں ہو تا کہ میں نے حق کو کما حقہ ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ جس قدر علم بڑا ہو، اسی قدر خوفِ خدا زیادہ ہو تا ہے۔

حاصل : اللہ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے، ہمارے اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔ راہِ راست پر رہنے والے، اللہ کی ناراضگی سے بہت ڈرتے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ بے شک ان کے ربّ کے عذاب سے نڈر نہیں ہونا چاہئے۔

عذابِ الٰہی سے نڈر ہونا غفلت کا ثبوت ہو تا ہے۔ اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے، اسی کی نسبت سے پوچھ ہوگی۔ عذابِ الٰہی کے آجانے کے بعد اس سے بچ جانا ممکن ہی نہیں ہو تا۔ حال پر اپنے اموال سے سائل اور محروم کو حق کے مطابق نوازنا اور پھر یہ ڈر بھی رکھنا کہ دانستہ یا نادانستہ کوئی کوتاہی نہ ہو گئی ہو جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بن جائے، بھلے لوگوں کی طریقت ہے۔

حاصل : عذابِ الٰہی سے نڈر ہونا غفلت کا ثبوت ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اور وہ جو اپنی فروج کی حفاظت کرتے ہیں۔

شرم گاہوں کی حفاظت یہ ہے کہ انہیں صرف حق کے مطابق کھولا جائے۔ خلوت پاک ہوگی تو جلوت پاک ہوگی، ورنہ اخلاق کی پاکیزگی کے معنی کچھ بھی نہیں ہوں گے۔

حاصل : اپنی شرم گاہوں کو صرف حق کے مطابق کھولنا، پاکیزگی ہے اور یہی ان کی حفاظت ہے۔

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ سوائے اپنی ازواج کے یا کنیزوں کے تو اس میں ان کو کوئی ملامت نہیں۔

شرم گاہوں کے کھولنے کے مقامات کا ذکر ہے۔ جو آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے مومن کنیز سے نکاح کی اجازت ہے۔ پھر کنیز جن کے ہاں امانت ہے، ان کے اذن سے نکاح کا ہونا لازم ہے، اور مہر کی ادائیگی بھی فرض ہے۔ منشاء بقاءِ نسل ہو تو یہ شرم گاہوں کے کھولنے کی طبعی صورت ہوگی، اور اس میں کوئی ملامت کا مقام نہیں۔

حاصل : ازواج یا کنیزوں کے ساتھ طبعی اور معروف تعلق میں کوئی ملامت نہیں۔

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

تو جو ان کے علاوہ چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ازواج یا کنیزوں کی حد تک شرمگاہوں کا کھولنا درست ہے کہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ جو خواہشات کی پیروی میں لگ جائے وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حد کا احترام نہیں کرپائے گا، اور راہِ راست سے ہٹ جائے گا، جس کے معنی قطعاً خسارے کے ہیں۔

حاصل : ازدواجی زندگی میں پاکیزگی، حدود اللہ کے احترام کی سند ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

امانتوں کی رعایت یہ ہے کہ ان کی حفاظت فی سبیل اللہ کی جائے، اور عہد کی رعایت یہ ہے کہ اس کو حق کے مطابق نباہیا جائے۔ اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی قدر کرنے والے اس لائق ہوتے ہیں کہ ان سے بے خطر معاملہ کیا جائے۔ جس نے ہمارے ساتھ کی وجہ سے کوئی عہد کیا ہے، اس کے عہد کو پورا کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہوگی۔

حاصل : امانتوں کی رعایت یہ ہے کہ انہیں اپنی خواہشات پر نہ لگایا جائے۔ عہد کی رعایت یہ ہے کہ اسے زندگی بھر نباہیا جائے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔

شہادت حق کو اپنے مشاہدے کے حوالے سے روشن کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس میں نہ تو کسی سے اجر کا سوال ہوتا ہے اور نہ کسی کا خوف رکھا جاتا ہے۔ اللہ کی رضا مقصود ہو تو شہادتوں پر قائم رہنا ممکن ہوتا ہے۔

حاصل : اللہ کی رضا مقصود ہو تو شہادتوں پر قائم رہنا ممکن ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

نماز کی حفاظت یہ ہے کہ خلوت و جلوت میں بندہ پاک رہے، اوقاتِ مقررہ پر نماز پڑھنے کی نیت رکھے، نماز کے وقت سے پہلے اس کے لئے تیاری کرے، اور وقت پر نماز ادا کرنے کے بعد یہ بھی کہے : یا اللہ میری نماز کو عبادِ مخلصین کی نماز سے جو نسبت ہے، تو اسے خوب جانتا ہے، تو قبول فرمالے تو تیری عنایت ہے، میں تو یہی عرض کرتا ہوں یا اللہ میرے قول و فعل کی کوتاہیوں کو نہ دیکھیو، اپنے فضل و کرم کی طرف دیکھیو۔ اگر نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے اندر خوبیاں نظر آنے لگیں اور لوگوں کے اندر نقائص نظر آنے لگیں تو پھر یہ نماز استکبار کا باعث بنتی چلی جائے گی، اور استکبار بندگی کی نفی کردیتا ہے۔

حاصل : اپنی نماز کی حفاظت کرنا فلاح پانے والوں کی نشانی ہے۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

یہی لوگ، جنتوں میں مکرم ہوں گے۔

جن لوگوں کو قیامت کے دن، راحتوں سے نوازا جائے گا، ان کی صفات یہ ہیں : وہ نمازی ہیں اور دائمی نماز پڑھنے والے ہیں، ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق معلوم ہے، وہ یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں، وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں، وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہ ان کو صرف حق کے حوالے سے کھولتے ہیں، امانتوں میں خیانت نہیں

کرتے، عہد کو پورا کرتے ہیں، شہادتوں پر قائم رہتے ہیں، اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ صفات اگر موجود ہوں تو حال پر ان کا شکریہ ادا کیا جائے، جن سے یہ صفات عطا ہوئی ہیں، اور یہ صفات موجود نہ ہوں تو عمل کے لئے دیے گئے وقت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

حاصل : جو حال پر راہِ خیر پر ہیں وہ شاہدین کے ساتھ ہیں، آخرت میں بھی انہیں راحتوں سے نوازا جائے گا اور وہی مکرم ہوں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد (47) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾

تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے روشن نشانی پر ہے، اس جیسا ہوگا، جسے اس کے برے عمل بھلے دکھائے گئے، اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا۔

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾

تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کے پاس دوڑے آرہے ہیں۔

کافروں کو جب معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقِ حسنہ والے لوگ، مستقبل میں راحتوں اور آسائشوں سے نوازے جائیں گے تو وہ اس حق کی تردید کے لئے اظہارِ حق کرنے والے کے پاس دوڑے آتے ہیں۔ منشاء یہ ہوتا ہے، کہ زبان سے بھی ان کو جھٹلایا جائے، جسم کی حرکات سے بھی ان کو جھٹلایا جائے، اور یہ ثابت کیا جائے کہ ہماری وضع اور کیفیت حال پر تم لوگوں سے بہتر ہے، تو آخرت میں بھی ہماری وضع اور کیفیت تم سے بہتر ہوگی۔

حاصل : اخلاقِ حسنہ والے لوگوں کے مستقبل کو تابناک کہنے والے کی تردید کے لئے کافر دوڑے آتے ہیں۔

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾

دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی گروہ در گروہ۔

کافروں کو یہ بات حیرت زدہ کر دیتی ہے کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو خواہشات اور غرض وغایت کے حوالے سے یک جا نہیں ہیں، وہ مخلوق کی خدمت بھی کرتے ہیں، اور اجر کا سوال بھی نہیں کرتے، اور وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جارہا ہے، یہی دیکھتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے کے لئے کافروں کے گروہ آتے ہیں، اور انہیں دائیں سے بھی دیکھتے ہیں، بائیں سے بھی دیکھتے ہیں۔

حاصل : کافر پاک لوگوں کی پسند کو بھی دیکھتے ہیں، ناپسند کو بھی دیکھتے ہیں، اور پاک لوگوں کا آپس میں تعلق انہیں حیرت زدہ کر دیتا ہے۔

أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾

کیا ان میں سے ہر ایک کو یہ طمع ہے، کہ وہ نعمتوں والے جنّت میں داخل ہو۔

کافر یہ ضرور چاہتے ہیں، کہ ان کا مستقبل ان کے حال سے بہتر ہو مگر انہیں حال پر اپنی چاہت کے دائرے سے نکلنا گوارا نہیں ہوتا۔ نعمتوں والے جنت میں کوئی ایسا فرد داخل ہو جائے جو حق کے مقابل من مانی کرتا ہو، یہ ممکن ہی نہیں۔

حاصل : نعمتوں والے جنت میں کوئی محض اپنے طمع کی بنا پر داخل ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔

كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَٰهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ہم نے انہیں جس چیز سے خلق کیا ہے وہ انہیں معلوم ہے۔

نعمتوں والے جنت میں کوئی اپنے طمع کی بنا پر داخل ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں۔ جزا دینے والا جس کو وہاں داخل ہونے کا حکم دے گا، وہی وہاں داخل ہو گا۔ اللہ نے بندوں کو خلق فرمایا ہے، نفس کا مزاج یہی ہے کہ وہ اپنے پیمانے کو لبریز نہیں ہونے دیتا، وہ ہر مقام پر کمی ہی دکھاتا ہے۔ نفس کا مزاج لوگوں کو معلوم بھی ہے، کہ اسے پیچھے لگنے سے پریشانی ہی ہوتی ہے، آخرت میں بھی یہی ہو سکتا ہے۔

حاصل : نفس برائی کا ہی امر کرتا ہے، اس کے پیچھے لگنے سے پریشانی ہی ہوتی ہے، پریشانی ہی ہو سکتی ہے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَٰرِقِ وَالْمَغَٰرِبِ إِنَّا لَقَٰدِرُونَ ﴿٤٠﴾

مشارق و مغارب کے رب کی قسم، ہم قادر ہیں۔

طلوعِ آفتاب کے دو انتہائی نقاط کے درمیان طلوعِ آفتاب کے ہر روز بدلنے والے مقامات مشارق ہیں، اور غروبِ آفتاب کے دو انتہائی نقاط کے درمیان غروبِ آفتاب کے ہر روز بدلنے والے مقامات مغارب ہیں۔ ان تمام مقامات پر ربوبیت اللہ کے علم سے ہوتی ہے۔ یہ شانِ یکتائی ہے، جس کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ مشارق و مغارب کے تمام مقامات پر اور ان کے مابین تمام مقامات پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ کسی مقام پر کوئی تبدیلی، اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔ اس کی مشیت کے سامنے کسی کا طمع کوئی معنی نہیں رکھتا۔

عَلَىٰٓ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾

اس پر کہ ہم ان سے بہتر بدل دیں اور کوئی ہم پر سبقت نہیں کر سکتا۔

زندگی کی ایک صورت، حال پر ہے، جس میں حق کو ماننا اور نہ ماننا ممکن ہے۔ ایک صورت آخرت میں ہو گی، وہاں حق کا انکار ممکن نہ ہو گا۔ جو حال پر ہے وہ حال پر بہتر ہے، جو صورت مستقبل میں ہو گی، وہ مستقبل میں بہتر ہو گی۔ جزا دینے والا خوب جانتا ہے، کس مقام پر کیا ہونا چاہیے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اللہ کی مشیت میں حائل ہونا، اسے عاجز کرنا، اس پر سبقت حاصل کرنا قطعاً ممکن نہیں۔

حاصل : مشیتِ الٰہی ہمیشہ غالب ہوتی ہے۔ اس پر سبقت حاصل کرنے کا تصور ہی غلط ہے۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا۟ وَيَلْعَبُوا۟ حَتَّىٰ يُلَٰقُوا۟

انہیں چھوڑ دیجیے کہ وہ باتیں بناتے رہیں

يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿٤٢﴾ اور کھیل کود میں لگے رہیں حتیٰ کہ اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ ہے۔

کافروں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ حق پہنچانے والوں کو اپنے قیاسات سناتے ہیں، جن کے ساتھ کوئی سند نہیں ہوتی، ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور اپنی خواہشات کے کھیل میں الجھے رہتے ہیں۔ جب ان پر ڈر سنانے کا کوئی اثر نہ ہو، وہ مقصدِ حیات کی بات سننے کو تیار ہی نہ ہوں، تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینے کا حکم ہے، کہ عمل کے لئے دیے گئے وقت کو پورا ہونا ہوتا ہے۔ کافر عمل کے لئے دیے گئے وقت کو ضائع کر کے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے، اس کے بعد اصلاح کو قبول کرنا نفع نہیں دیتا، جزا کے دن کا وعدہ تو بہر حال پورا ہونا ہی ہے۔

حاصل : جو حق کو سننے سے انکار کر دے اور ہنسی مسخری اور کھیل کود میں لگا رہے، اسے اس کی حالت پر چھوڑ دینے کا حکم ہے، وہ انجام کو سامنے دیکھ کر ہی رکے گا۔

يَوۡمَ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمۡ اِلٰى نُصُبٍ يُّوۡفِضُوۡنَ ﴿٤٣﴾ جس دن قبروں سے جھپٹتے ہوئے نکلیں گے، گویا وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں۔

بعث بعد الموت کا انکار کرنے والے، قیامت کے دن تیزی کے ساتھ قبروں سے نکلیں گے، اور سرعت کے ساتھ اس مقام کی طرف بڑھیں گے، جو مشیتِ الٰہی نے ان کے لئے رکھا ہوگا۔ اس دن من مانی کا کوئی کام نہ ہوگا۔

حاصل : قیامت کے دن تو کافروں کو منزل کی طرف تیزی سے بڑھنا ہی ہے، حال پر وہ منزل کی طرف یکسو ہو کر چلیں تو انہیں فلاحِ دارین حاصل ہو۔

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿٤٤﴾ ع ٨ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذِلّت ان پر سوار ہوگی، یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ تھا۔

جزا کا انکار کرنے والے، جب یوم الدین کو دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ زینتِ حیاتِ دنیا کو باعثِ عزت جاننے والوں پر اس دن ذِلّت سوار ہوگی، اور ان سے فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

حاصل : قیامت کے دن خسارے کے یقین سے کافروں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذِلّت ان پر سوار ہوگی، ان سے فرمایا جائے گا، یہ ہے وہ دن جس سے تم کو آگاہ کیا جاتا رہا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت (29) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿٤٠﴾

اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے، ولیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

سُورَةُ نُوحٍ
اٰیاتھا ۲۸ رکوعاتھا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ①

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ انہیں ڈر سنائیں، قبل اس کے کہ ان پر المناک عذاب آئے۔

اتمام حجت، اللہ کی شان ہے۔ اللہ نے کسی قوم کو اتمام حجت کے بغیر عذاب کی گرفت میں نہیں لیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا، کہ وہ اپنی قوم کو ڈر سنائیں، انہیں ان کے انجام سے آگاہ کریں کہ یہ اتمام حجت کا اہم رکن ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت کے بغیر کبھی عذاب نہیں بھیجا جاتا۔

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ②

آپ نے فرمایا، اے میری قوم میں تمہارے لئے صریحاً ڈر سنانے والا ہوں۔

قوم کا تعلق عقیدے سے نہیں ہوتا۔ مرسلین کے ماننے والے بھی ان کی قوم سے تھے، انکار کرنے والے بھی ان کی قوم سے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا، آپ انہی میں سے تھے۔ آپ کی زبان وہی تھی، آپ اس معاشرے کو خوب جانتے تھے، ان کی پسند ناپسند آپ کے علم میں تھی، ان کے رجحانات آپ پر واضح تھے۔ آپ اس معاشرے کے طبقات کے مابین تعلقات کا بھی بڑا علم رکھتے تھے۔ قوم کو رہنمائی کے لئے جس دائرے میں جو کچھ درکار تھا، وہ آپ دے سکتے تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے صریحاً ڈر سنانے والا ہوں۔ طلبِ ہدایت رکھتے ہوئے جہاں بھی تم راہِ راست کو جاننا چاہو گے، میں تمہیں راہِ راست دکھا دوں گا۔

حاصل : قوم کا تعلق عقیدے سے نہیں ہوتا۔ صریح ڈر سنانے والا، رہنمائی کا جو حق ادا کر سکتا ہے، اسی کی شان کے لائق ہوتا ہے، کہ اس قوم کے انجام پر بھی اسی کو شاہد بنایا جاتا ہے۔

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ③

کہ اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے سلامتی کے راستے کو روشن کرتے ہوئے فرمایا، کہ اللہ کی عبادت کرو، اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کیے جاؤ۔ اللہ کی بندگی تبھی ہو گی جب بندہ اللہ کا ہو جائے، اور اللہ کی رضا کے مقابل اسے کچھ مطلوب نہ ہو۔ اللہ کا بندہ، اپنے معبود کی ناراضگی سے ڈرتا رہتا ہے، اصلاح حال کے لئے اس کے سامنے وہ معیار رہتا ہے، جس کی اطاعت میں فلاح کی ضمانت موجود ہوتی ہے۔

حاصل : اللہ کی عبادت کرنا، اللہ سے ڈرنا، اور صراطِ مستقیم دکھانے والے کی اطاعت کرنا۔

طلبِ ہدایت رکھنے والوں کی نشانیاں ہیں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا، اور تمہیں ایک وقت تک مہلت دے گا۔ بے شک جب اللہ کی طرف سے اجل آجائے گی تو تاخیر نہیں ہوگی۔ کہیں تمہیں معلوم ہوتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا، کہ اللہ کی بندگی سے، اس کا ڈر رکھنے سے اور میری اطاعت کو طریقِ زندگی بنانے سے تمہارے ماضی کے گناہوں کی نفی ہو جائے گی۔ تمہارا حال، ماضی سے الگ ہو جائے گا، تو تمہارے ماضی کے اعمال کو ختم کر دیا جائے گا۔ حق کو ماننے کے دعوے میں سچا ثابت ہونے کے لئے تمہیں جس قدر مہلت دی جانی چاہئے، وہ مہلت بھی اللہ تمہیں دے گا، کہ وہی مہلت دے سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت ختم ہو جاتی ہے، تو پھر لوگ یہ درخواست کیا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اجلِ قریب تک مہلت دے دے، کہ ہم تیری دعوت کو مانیں اور رسولوں کا اتباع کریں۔ (14:10) مگر اس وقت یہ درخواست مانی نہیں جاتی۔ جو لوگ حال کی اہمیت کو جانتے ہوں وہی اس بات کی قدر کر سکتے ہیں۔

حاصل : جس ماضی کا حال شاہد نہ ہو اس کی نفی کر دی جاتی ہے۔ جس کے گناہ بخش دیئے جائیں اسے اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے مہلت بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ جب مہلت کلی طور پر ختم ہو جائے گی، تو پھر اصلاحِ حال کا امکان نہ ہوگا۔ علم والے، اصلاحِ حال سے غافل نہیں ہوتے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾

عرض کی، اے میرے ربّ میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ایک عرصہ تک اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا، اور حق کی احسن ادائیگی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آپ کو شاہد بنا کر بھیجا گیا تھا، اس لئے آپ نے شہادت دی، ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

حاصل : مخلصین کی طریقت یہی ہے کہ وہ طلبِ ہدایت کے لئے آنے والوں کے لئے وقت مخصوص نہیں کرتے۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾

تو میری دعوت نے ان کے فرار کو ہی بڑھایا۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے بارے میں شہادت دے رہے ہیں کہ آپ نے شب و روز دعوت دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر اس دعوت کا اثر ان پر یہی ہوا، کہ ان کے اندر حق سے دوری بڑھتی گئی۔

حاصل : حق کی طرف بلانے والے کی قدر نہ کی جائے تو اس کی دعوت، حق سے دوری کو ہی بڑھاتی ہے۔

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا

اور میں نے جتنا اُنہیں بلایا کہ تو اُنہیں بخشے،

أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾

اُنہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اور اپنے کپڑوں سے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ضد کی اور استکبار کیا، بڑا استکبار۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے بارے میں شہادت دے رہے ہیں کہ میں نے انہیں جس قدر بلایا، اس کا منشا یہی تھا کہ وہ تیری بخشش سے فیض حاصل کریں، مگر انہوں نے میری دعوت کو سننا ہی گوارا نہ کیا، اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بھی کیا کہ اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا، اور میری مخالفت پر اڑے رہے، اور میری صداقت کی روشن نشانیوں کو دیکھ لینے کے باوجود وہ اپنی بے سند باتوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ یہ استکبار کی حد ہے کہ وہ اپنی بے سند باتوں کو ہی معیار قرار دینے پر مصر رہے۔

حاصل: حق کی طرف بلانے والا، بخشش کی طرف بلا رہا ہوتا ہے۔ اس کی دعوت کو سننے سے گریز کیا جائے تو اس سے منکرین کی ضد اور استکبار کا ہی ثبوت ملتا ہے۔

ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾

پھر میں نے انہیں برملا دعوت دی۔

جب منکرین حق نے حضرت نوح علیہ السلام کی باتیں سننے سے گریز کو طریقِ زندگی بنالیا تو آپ نے ان تک حق کو پہنچانے کے لئے برملا دعوت دینے کی راہ اختیار کی۔ اس طرح وہ جس بات کو سننے سے گریز کرتے تھے، وہ ان تک پہنچ گئی۔

حاصل: جو حق کو سننے سے گریز کرے، اس کو حق کا پہنچانا اسی طرح ممکن ہوتا ہے، کہ دعوت برملا ہو، اور جھنجھوڑنے والی ہو۔

ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾

پھر میں نے اُنہیں اعلانیہ طور پر بھی سمجھایا اور اسرار و رموز سے بھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ حق کے ہر ہر پہلو کو حسبِ حال اہمیت دی۔ اعلانیہ دعوت دینے کا موقعہ ملا تو جماعت کو سمجھانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا، سرداروں میں سے کسی کے ساتھ میل ہوگیا، تو اسے اسرار و رموز کے ساتھ سمجھایا۔

حاصل: دعوتِ حق حسبِ حال ہونی چاہئے۔ اعلانیہ کا مقام ہو تو اعلانیہ ہونی چاہئے، مخفی کا مقام ہو تو مخفی ہونی چاہئے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾

میں نے کہا کہ اپنے رب سے استغفار کرو، بے شک وہ غفّار ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اعلانیہ اور خفیہ جو ہدایت دی، وہ یہ تھی کہ لوگو اپنے رب سے بخشش مانگو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اس کے حضور استغفار کرنے والا یہ کہے تو سہی اے میرے رب، تو ہی میرا خالق ہے، تو ہی میرا مالک ہے، تو ہی سب سے بڑے علم والا ہے، تجھ سے زیادہ میری ضروریات کو کوئی نہیں جانتا، میں تیرا راستہ بھول گیا تھا، اور اپنی من مانی کرنے میں لگ گیا تھا، اب میں تیری طرف واپس آیا ہوں، میری کوتاہیوں کو معاف کردے، بندہ تو تیرا ہی ہوں، معاف بھی

تو ہی کر سکتا ہے، یہ کہنے والا اگر استغفار میں سنجیدہ ہے تو پھر وہ سابقہ حرکات سے باز آجائے گا، اللہ تعالیٰ تو صداقت کے ساتھ بخشش طلب کرنے والوں کو بہت نوازتا ہے کہ وہ غفار ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی بخشش بہت وسیع ہے۔ استغفار کرنے والا، صداقت کے ساتھ بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وہ تم پر خوب مینہ برسائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو لوگوں کے حالات کا علم تھا۔ ایک عرصے سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ جس دکھ میں مبتلا تھے آپ اس دکھ کو دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تمہاری خطاؤں کو بخش دے گا تو وہ تم پر خوب مینہ برسائے گا، اور تمہاری مُردہ زمین کو زندہ کر دے گا۔

حاصل : لوگوں کو اُن کی طلب کے حوالے سے، معطیٔ مطلق کے قریب ہونے میں مدد دینا، پاک لوگوں کا کام ہے۔

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ اور اموال اور بیٹوں کے ساتھ تمہیں فروغ دے گا، اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا، اور تمہارے لئے انہار جاری کرے گا۔

بخشش کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے، کہ وہ اموال سے مدد دے گا، وہ بیٹوں سے مدد دے گا، باغات عطا کر دے گا، اور ان باغات کو شاداب رکھنے کے لئے نہریں جاری کر دے گا۔ یہ انعامات، اس قوم کو بہت مطلوب تھے، اور یہ انعامات اللہ ہی عطا کرتا ہے۔

حاصل : اظہارِ حق کے ساتھ، لوگوں کے سامنے متوقع انعامات کا ذکر بھی کرنا چاہئے۔ یہ انعامات عطا کرنا بھی اللہ کے ایک ہونے کا ثبوت ہے اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کی امید نہیں رکھتے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا، کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کہ تم آس ہی توڑ بیٹھے ہو۔ تم اللہ سے یہ امید ہی نہیں رکھتے کہ وہ تم پر مہربانی فرمائے گا، اور تمہیں اپنی عنایات سے نوازے گا۔

حاصل : ناامیدی کے دائرے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو یوں مدد دینی چاہئے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کی امید نہیں رکھتے۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ حالانکہ اُس نے تمہیں پیدائش کے کئی مراحل سے گزارا ہے۔

حضرت انسان کی اپنی تخلیق کے کئی مراحل ہیں۔ ان پر غور و فکر کرنے سے نورِ معرفت حاصل ہوتا ہے۔ انسان کے وجود کا مٹی سے بننا پھر بقاءِ نسل کے لئے نطفہ، علقہ، مضغہ کے مراحل سے گزرنا، پھر جنین کی رحم مادر میں پرورش اور ایک معین وقت کے بعد پیدائش، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہی ثبوت ہے۔ ربوبیت تمام مقامات پر اللہ کے علم سے ہی ہو رہی ہوتی ہے۔

حاصل : پیدائش کے مراحل پر غور کیا جائے، تو اللہ کی شانِ ربوبیت واضح ہوتی ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان خلق کئے، ایک پر ایک۔

اللہ کی قدرت کو روشن کرنے کے لئے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ فکر و نظر دی، اور فرمایا: اللہ نے سات آسمان بنائے ہیں، اور وہ تہ بہ تہ ہیں۔ ان کی وسعت کو دیکھو، ان کی صنعت کو دیکھو، ان کے افعال کو دیکھو، کیا خالقِ کل کے لئے تمہاری تخلیق کا اعادہ مشکل ہو سکتا ہے۔

حاصل : آسمانوں کی تخلیق کرنے والے خالقِ کل کے لئے ہمیں دوبارہ پیدا کرنا کچھ بڑا کام نہیں ہے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾

اور اس نے قمر کو نور ٹھہرایا۔ اور شمس کو اس نے چراغ ٹھہرایا۔

قمر کا تعلق رات سے ہے اس لئے یہ پہلے رکھا گیا ہے، اس کے نور کے اثرات عالمین پر ہوتے ہیں۔ شمس کا تعلق دن سے ہے، اور عالمین کی ربوبیت میں سورج کے اثرات کا علم، انسان کو اس کے تجربات و مشاہدات کے حوالے سے ہے۔ چاند اور سورج کے بغیر نور کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : چاند اور سورج کو بنانے والا ہی خالقِ کل ہے۔ وہی حال کا مالک ہے، وہی مستقبل کا مالک ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾

اور اللہ نے تمہیں نباتات کی طرح زمین سے نکالا ہے۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ حضرت انسان کی نشو و نما اور پرورش کا سارا اہتمام بالواسطہ اور بلاواسطہ زمین سے تعلق رکھتا ہے۔ نباتات جب زمین سے نکلتی ہیں تو کمزور ہوتی ہیں، ان کو تقویت دینے کا سارا کام اللہ کے علم سے ہوتا ہے، انسان کی تمام ضروریات بھی اللہ کے علم سے پوری ہوتی ہیں۔

حاصل : پیدائش کے تمام مدارج، پرورش کے تمام مراحل، اللہ کے علم سے تعلق رکھتے ہیں۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾

پھر وہ تمہیں اسی میں لے جائے گا، اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالے گا۔

زمین سے انسان کی پیدائش، زمین میں انسان کی واپسی اور اسی سے انسان کا قیامت کے دن دوبارہ نکالنا، یہ سب اللہ کے

کام ہیں۔ اللہ کی قدرت انسان کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کو مان لیا جائے تو ٹیڑھ دور ہو جائے گی، ورنہ حقائق کا انکار کرنے سے حقائق بدل تو نہیں جاتے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کو ماننے میں ہی انسان کا بھلا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بچھا ہوا فرش بنایا ہے۔

زمین سے حاصل ہونے والے مفادات تو انسان کے علم میں ہیں، یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ رب العالمین نے ہم پر کس قدر مہربانیاں فرمائی ہیں۔ زمین کا فرش ایسا ہے کہ اس میں انسان کے لئے بے شمار سہولتیں موجود ہیں۔ آسائشوں کو ملحوظ رکھا جائے، اور آسائشیں عطا کرنے والے کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کتنی بڑی ناشکری ہوگی۔

حاصل : زمین کے فرش ہونے کی قدر کرنی چاہئے، اور اس کے بنانے والے کی شان کو دیکھتے رہنا چاہئے۔

ع لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

تا کہ تم اس کے کشادہ راستوں سے گزرو۔

زمین کے توازن کو قائم رکھنے کے لئے اللہ نے اس میں پہاڑوں کو میخوں کی صورت میں گاڑ دیا ہے، اور ان پہاڑوں میں وسیع گزرگاہیں بنادی ہیں۔ انسان ان راستوں سے گزرتے ہوئے بہت سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ عقل مندی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ان دروں کو بنانے والے قادرِ مطلق کی عنایات کو بھی دیکھا جائے۔

حاصل : پہاڑی دروں کو اللہ کی بڑی عنایت جان کر، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، کہ انسانوں کے مابین میل جول کے لئے اللہ نے کشادہ راستے رکھے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص (28) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

پھر اگر آپ کا کہنا نہ مانیں تو معلوم رہے کہ وہ اپنی خواہشات کے اتباع میں لگے ہوئے ہیں، اور اس سے بڑا گمراہ کون ہے جو اپنی خواہشات کا اتباع کرے، اللہ کی ہدایت کے بغیر۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾

نوح (علیہ السلام) نے عرض کی، اے میرے ربّ انہوں نے میری نافرمانی کی، اور ان کا اتباع کیا، جن کے مال اور اولاد نے ان کے خسارے کو ہی بڑھایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اتمامِ حجت کے بعد قوم کے حال کے بارے میں یہ شہادت دی، کہ ان لوگوں نے میری نافرمانی کی ہے، اور یہ ان کے پیچھے لگے ہیں، جو مال اور اولاد پر فخر کرتے ہوئے خلاف حق کرتے ہیں۔ مال کو اللہ کی راہ میں حق کے مطابق خرچ نہ کیا جائے تو اس کا حاصل بھی خسارہ ہی ہوتا ہے اور اولاد کو خدمتِ خلق کی تربیت نہ دی جائے تو اس کا حاصل بھی خسارہ ہی ہوتا ہے۔ جب ناصح امین کی نصیحت کو ماننے کی بجائے، خسارے کی طرف جانے والوں کا اتباع کیا جائے تو یہ نصیحت کرنے والے صاحب سے عملاً دشمنی ہوگی۔

حاصل: قوم کے رخ کے بارے میں شاہد کی شہادت، اللہ کے دربار میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾

اور انہوں نے مکر کیا، بڑا مکر۔

قومِ نوح کے گمراہ سرداروں نے جو مال و اولاد کے حوالے سے محترم مانے جاتے تھے، قوم کو الجھانے کے لئے بڑا مکر کیا، اور لوگوں سے یہ کہا کہ نوح علیہ السلام کی پاکیزگی میں تو شک نہیں ہے، ان کی باتیں بھی خوب ہیں، مگر ان کا اتباع کرنے والے رذیل اور نادار لوگ ہی ہیں۔ (11:27) ہمیں مستقبل سے بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔

حاصل: لوگوں کی بھلائی کے نام پر ان کو خواہشات کے جال میں پھنسانا بڑا مکر ہے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾

انہوں نے کہا ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا، اور ہرگز ود اور سواع کو نہ چھوڑنا، اور یغوث، یعوق اور نسر کو بھی نہ چھوڑنا۔

گمراہ سرداروں نے قوم کے لوگوں سے یہ کہا کہ نوح علیہ السلام تو کہتے ہیں، اللہ کی عبادت کی جائے، اس کا ڈر رکھا جائے اور نوح علیہ السلام کی اطاعت کی جائے۔ اس طریقِ زندگی کو تبھی اختیار کیا جاسکتا ہے، جب ہم اپنے ماضی سے کٹ جائیں۔ ہمارے معبود بہت مشہور ہیں، ان کو چھوڑ دینے سے ہماری تاریخ ختم ہو جائے گی۔ ہمارا راستہ ہمارے آباء و اجداد سے جدا ہو جائے گا تو پھر ہماری شناخت کیا رہ جائے گی۔ اس لئے ہماری مانو تو اپنی شناخت کو قائم رکھو، اور اپنے بتوں کو نہ چھوڑو۔

حاصل: مکر کرنے والے سردار، قوم کو ماضی کے نظریات سے جوڑ کر رکھنے میں اپنی سرداری کا استحکام دیکھتے ہیں اس لئے انہیں اپنے معبودوں کے چھوڑنے سے منع کرتے ہیں۔

وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

اور انہوں نے کثیر لوگوں کو گمراہ کیا، اور اب تُو ظالمین کی گمراہی کو ہی بڑھا۔

قوم کے سرداروں نے، کثیر لوگوں کو ان کی خواہشات کے دائرے میں الجھا کر گمراہ کر دیا، تو حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دیکھ لیا، کہ اب یہ لوگ اصلاح کی طرف آنے والے نہیں ہیں، یہ ضد میں اس انجام کی طرف بڑھتے جائیں گے، جس سے ان کو آگاہ کیا گیا ہے۔ آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اب ان ظالمین کو ان کے انجام تک پہنچا دے۔ جو دعا حق کے مطابق ہو اس کو بد دعا کہنا بے ہودگی ہے۔

حاصل: کثیر لوگ اپنی خواہشات کے دائرے میں ہی الجھے رہتے ہیں جس کا نتیجہ گمراہی ہوتا ہے۔ جو دعا حق کے مطابق ہو، اس کو بد دعا کہنا بڑی بے سمجھی ہے۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

وہ اپنی خطاؤں کی بنا پر غرق ہوئے، پھر آگ میں داخل کیے گئے، تو انھوں نے اللہ کے مقابل کوئی نصرت دینے والا نہ پایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب سے آگاہ کر دیا تھا، اور ان کے سامنے اس عذاب سے بچنے کی راہ بھی واضح کر دی تھی۔ ان لوگوں نے شعور کے ساتھ خلافِ حق کرنے کی راہ اختیار کی، یوں وہ اپنی خطاؤں کی بنا پر غرق ہوئے۔ عذاب میں پکڑے جانے کے بعد ان کو اپنے اعمال کا سامنا کرنا پڑا، جو آگ کی صورت میں تھا۔ یہ آگ قیامت سے پہلے مخفی ہے، مگر ہے آگ۔ اس عذاب سے ان کو بچانے والا، اللہ کے مقابل انھیں نصرت دینے والا، کوئی نہیں ہو سکتا تھا، کوئی نہ ہوا۔

حاصل: حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن اپنی خطاؤں کی بنا پر غرق ہوئے۔ بُرے اعمال کا حاصل آگ ہے۔ اللہ کے مقابل نصرت دینے والا نہ کوئی ہوا ہے نہ کوئی ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی، اے میرے ربّ زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔

یہ قوم کی حالت کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کی شہادت کا ایک حصہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس حق کے مطابق جو آپ پر عائد ہوتا تھا یہ بیان دیا کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ، ورنہ اللہ تو ہر شے کا علم رکھتا ہے، کافروں کا کیا دھرا، اللہ سے مخفی تو نہیں تھا۔

حاصل: شاہد کی شہادت اس دائرے کے حوالے سے ہوتی ہے، جس میں اسے شاہد بنایا گیا ہو، اور حق کے مطابق ہوتی ہے۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

اگر تُو ان کو چھوڑے گا، تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے، اور ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہی ہو گی۔

یہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی شہادت کا حصہ ہے جو آپ نے قوم کی حالت پر دی۔ آپ نے یہ عرض کی اے میرے رب اگر تو کافروں کو مزید مہلت دے گا، تو یہ لوگوں کو گمراہ ہی کریں گے۔ ان سے کسی بھلائی کا ہونا میرے مشاہدے کے حوالے سے ممکن نہیں ہے۔ ان کی اولاد بھی فاجر و کافر ہی ہو گی۔ ان کی اولاد کے بارے میں بھی میرا احساس یہی ہے کہ وہ کفر پر قائم رہنے کو ہی اپنا امتیاز بنائیں گے۔

حاصل: حالتِ کفر کو جو اپنی پہچان بنا لے، وہ لوگوں کو گمراہ ہی کر سکتا ہے۔ اولاد اگر اپنے آباء و اجداد کے اتباع میں کسی سند کو دیکھنے کے لئے تیار ہی نہ ہو تو وہ خلافِ حق ہی کرے گی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

اے میرے ربّ مجھے بخش دے، میرے

بَيۡتِىَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

والدین کو بخش دے، اور انہیں بخش دے جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہوں، اور تمام مومنین اور مومنات کو بخش دے، اور ظالموں کی تباہی کو ہی بڑھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی، اے میرے رب مجھے بخش دے۔ اپنے لئے مغفرت طلب کرنا اظہار بندگی کا حصہ ہے۔ آپ نے یہ کہا کہ حق کو بطریق احسن لوگوں تک پہنچانا بڑا کام ہے، اس میں کوتاہی کسی درجے کی بھی ہو کوتاہی ہی کہلائے گی، اور صرف اللہ ہی اس کوتاہی کو بخش سکتا ہے۔ والدین کے لئے بخشش کی دعا کرنا بھی حق ہے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ ان کی نیت کے بارے میں اچھے ہونے کی شہادت دی جائے اور ان کے لئے یہ دعا کی جائے کہ یا اللہ ان کی بھول چوک کو معاف کرنا۔ اگر ان کے بارے میں یہ علم ہو کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں تو پھر پاک لوگوں کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور یہ دعا کریں کہ یا اللہ مسلم و مجرم کو مساوی ٹھہرا دے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے بھی بخشش کی دعا کی جو آپ کے رحمت خانے میں بحیثیت مومن داخل ہوں۔ جن لوگوں کو آپ کی معیت نصیب ہوئی، وہ آپ کے ہاں آئے تو کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی میں سوار ہونے کی دعوت تو دعوتِ فلاح تھی اور عام تھی۔ تمام مومنین اور مومنات کے لئے بھی بخشش کی دعا کرنا حق ہے کہ ان سب کا مقصود ایک ہوتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوں ان کا رخ حق کے مطابق ہوتا ہے۔ تمام مومنین اور مومنات کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار بھی اللہ کے نزدیک پسندیدہ بات ہے۔ ظالموں کے بارے میں یہ دعا کرنا کہ ان کو اپنی پڑ جائے، اور ان کی تباہی عبرتناک ہو اور یہ جلد اپنے انجام کو پہنچ جائیں، ایسی بات ہے جو دکھی لوگوں سے ہو جاتی ہے۔

حاصل : اپنے لئے مغفرت طلب کرنا، اپنے والدین کے لئے مغفرت طلب کرنا، اپنے ساتھیوں کے لئے مغفرت طلب کرنا، اور تمام مومنین اور مومنات کے لئے مغفرت طلب کرنا، دعا کا معمول ہو جائے تو بہتر ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف (46) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِىۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴﴾

فرما دیجئے بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے مقابل پکارتے ہو، مجھے دکھلاؤ انہوں نے زمین سے کیا خلق کیا ہے، یا آسمان میں ان کی کیا شرکت ہے۔ اس سے قبل کی کوئی کتاب ہو، یا علم کے آثار ہوں تو اپنی صداقت کا ثبوت دینے کے لئے پیش کرو۔

آیاتہا ٢٨ سُوْرَةُ الْجِنِّ رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿١﴾

فرما دیجئے کہ مجھے وحی ہوئی ہے، کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآنِ مجید سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا، حکمِ الٰہی سے فرمایا۔ آپ نے فرمایا: کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے اپنی قوم پر واضح کیا، کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ یہ جنّ یقیناً عربی زبان کو خوب جانتے تھے اور حق کو جاننے کی طلب بھی رکھتے تھے۔ ان کی طرف سے اپنی قوم کے سامنے یہ گواہی بڑی شان رکھتی ہے، کہ قرآن مجید سے بہتر پڑھنے کی کوئی چیز ان کے سننے میں نہیں آئی۔

حاصل: ہمارے لئے اللہ کے رسول کی بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآنِ پاک کا علومِ سابقہ سے تقابل کرنے والا ہی اس کی شان کے عجیب ہونے کی گواہی دے سکتا ہے۔

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿٢﴾

رُشد کی راہ دکھاتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے، اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

قرآنِ مجید، رُشد کی راہ دکھاتا ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے جب حق کو پالیتے ہیں تو انہیں کفر، فسق اور عصیاں سے کراہت ہو جاتی ہے، یہی صاحبانِ رُشد کی نشانی ہے۔ رشد کے مقام پر آجانے کے بعد نورِ معرفت بندے کو عطا ہوتا ہے۔ پھر بندگی کے اظہار کے لئے یہی کلمہ زبان سے نکلتا ہے کہ ہم نے اس کو مان لیا، اب کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حاصل: قرآن مجید، رُشد کی راہ دکھاتا ہے، اس کو ماننے والے کبھی کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿٣﴾

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے اپنے لئے نہ بیوی ٹھہرائی ہے نہ اولاد۔

جنوں نے قرآن مجید کو سنا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی احدیت کا ذکر بھی تھا، اللہ کی صمدیت کا ذکر بھی تھا، اللہ کے بے مثل ہونے کا ذکر بھی تھا۔ ان پر یہ روشن ہوا، کہ اللہ کی کوئی بیوی نہیں ہو سکتی، اور اولاد اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

حاصل : بے مثل کی شان سب سے اعلیٰ ہے۔ اس کی شان کسی کی بدولت نہیں ہے، باقی ہر شان اس کی مشیت کے تابع ہے۔ بیوی اور اولاد، اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾

اور یہ کہ ہمارا بے وقوف، اللہ کے متعلق بے سند باتیں کرتا رہا ہے۔

مذکورہ جنّوں نے یہ اعتراف کیا کہ ان کے سردار نے اگر حق کے خلاف باتیں کی ہیں، تو یہ قطعاً اس سردار کی بے وقوفی ہے، عقل مند کب، فرمانِ الٰہی میں کسی بات کو شامل کرنے کا تصور کر سکتا ہے۔ جو بات شانِ الٰہی کے لائق نہیں وہ، اللہ سے منسوب کر دی جائے تو یہ بے سند ہو گی اور کہنے والا بے وقوف ہو گا، کہ معبود کے کلام کی شان سے واقف ہی نہ ہو گا، اور عبد و معبود کے کلام کے مابین وقت کا لحاظ نہیں رکھے گا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سند باتیں کرنا بے وقوفی ہے، سردار کو بے وقوف نہیں ہونا چاہئے کہ وہ قائد ہوتا ہے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾

اور ہمارا گمان تھا کہ انسان اور جنّ کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں کہتے۔

کائنات میں انسان کے مرتبے سے یہ جن آگاہ تھے۔ جنّوں کا مقام بھی ان پر بہت واضح تھا۔ اتنا بڑا مقام رکھنے والوں کے متعلق گمان یہ ہونا چاہئے کہ وہ اللہ کے بارے میں جھوٹی بات نہ کہیں گے۔ جن کے لئے اللہ نے سب کچھ بنایا ہے، وہ کیوں خواہش کی پیروی کریں گے، اور خواہش کی پیروی نہ ہو تو خلافِ حق کہنے کا موقع ہی کیسے آسکتا ہے۔

حاصل : انسان اور جن کو اللہ کے بارے میں کبھی بے سند بات نہیں کرنی چاہئے، ورنہ یہ اپنی شان گنوا بیٹھتے ہیں۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾

اور یہ کہ انسانوں کے کچھ لوگ، جنّوں کے کچھ لوگوں کی پناہ لیتے رہے ہیں، تو اس سے وہ زیادہ سر چڑھنے لگے۔

حقائق کو روشن کرنے والے جنّوں نے یہ کہا کہ کچھ انسان، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے، جنّوں کی پناہ لیتے رہے ہیں، اور جن جو کچھ آسمانی خبروں کو سن گن لیتے تھے، وہ کچھ انسانوں کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے ہیں، اور اس سے ان کی سرکشی بہت بڑھی ہے۔ جب کچھ جنوں کو کچھ انسانوں نے عملاً احساسِ برتری دلایا، تو جنّوں کی سرکشی کو بڑھنا ہی تھا۔

حاصل : انسان جب اپنے مرتبے سے گر جائے تو پھر اس پر جنّوں کی پناہ لینے کا مقام بھی آسکتا ہے۔ جب جنّوں کی برتری تسلیم کر لی جائے تو ان کی سرکشی یقیناً بڑھے گی۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ

اور یہ کہ انہوں نے بھی تمہاری طرح یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ، ہر گز کسی کو مبعوث

يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ نہیں کرے گا۔

خواہشات کے اتباع کو، جو لوگ مقصدِ حیات بنالیتے ہیں، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی معیارِ ہدایت تو ہے نہیں، اور اس کے سامنے آنے کا امکان بھی نہیں، حالانکہ خوف و حزن سے نجات کا راستہ ہدایت یافتہ کے اتباع سے ہی ملتا ہے۔

حاصل : جو لوگ من مانی کاروائیوں میں لگے رہتے ہیں، وہ کسی معیارِ ہدایت کو نہیں مانتے۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو مَس کیا تو اسے سخت پہرے اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔

جنوں کو طاقتِ پرواز، اللہ نے ہی دی ہے، وہ اللہ کی عطا کردہ توفیق سے آسمان تک جاسکتے ہیں۔ مومن جن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے آسمان کے قریب ہو کر دیکھا تو ہمیں بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں بڑا سخت پہرہ ہے، اور اسے شہابوں سے بھر دیا گیا ہے، اب وہاں سے کسی خبر کا اچک لانا ممکن نہیں رہا۔

حاصل : کسی مقام پر حفاظتی تدابیر، وہاں تک پہنچ جانے والوں کی اہلیت کو ملحوظ رکھ کر، کرنی چاہئیں۔

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۗ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ اور یہ کہ ہم آسمان میں کچھ موقعوں پر سُن گن لینے کو بیٹھتے تھے، تو اب جو ایسا کرے گا، تو وہ شہاب کو گھات میں پائے گا۔

مومن جنوں نے یہ بات بھی اپنی قوم کو بتائی کہ وہ آسمانی خبریں لینے کے لئے کچھ موقعوں پر کوشش کرتے تھے، مگر اب یہ ممکن ہی نہیں رہا۔ اب جو بھی ایسا کرے گا، وہ ایک شہاب کو گھات میں پائے گا، اور یہ شہاب اس کو سزا دینے کا خدائی بندوبست ہے، جس سے بڑا کوئی بندوبست ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : اس مقام کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، جہاں پر مستقبل کے حوالے سے فیصلے کئے جاتے ہیں، اور جن فیصلوں کو دشمن کے علم میں نہیں آنا چاہئے۔

وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ اور یہ کہ ہمیں درک نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کسی شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ربّ نے ان کے لئے رُشد کا ارادہ فرمایا ہے۔

جنوں نے آسمان میں خصوصی انتظامات کو دیکھ کر یہ کہا، کہ ان انتظامات کو دیکھتے ہوئے ہم یہی کہتے ہیں، کہ ہمیں اس کا ادراک نہیں ہے، کہ زمین والوں کے ساتھ کوئی سختی کی جانے والی ہے، یا ان کے رب نے ان کے لئے مہربانی کا ارادہ فرمایا ہے۔

جن یہ کہہ رہے ہیں، کہ نتیجہ جو بھی ہو، ہوتا باذن اللہ ہی ہے۔

حاصل : ایمان والے جنّ کبھی نتائج کو جاننے کا دعویٰ نہیں کرتے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ

نتائج باذن اللہ ہوتے ہیں۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

اور یہ کہ ہم میں سے کچھ صالح ہیں، اور کچھ ان کے مقابل دوسری طرح کے۔ ہمارے راستے، الگ الگ ہیں۔

جنوں نے اپنی قوم پر یہ واضح کیا، کہ ہم میں سے صالح بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہیں۔ ایمان کے حوالے سے وصل ہونا چاہئے، اور ایمان نظر نہ آئے تو فصل ہونا چاہئے۔ سب کو مساوی جاننا قطعاً درست نہیں ہے۔ جب راستے الگ الگ ہیں تو صالح اور غیر صالح کے درمیان وقف لازم کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

حاصل : جو حق کے حوالے اصلاح کو قبول کرتے ہیں، وہ صالح ہیں، جو من مانی کرتے ہیں وہ غیر صالح ہیں۔ حق کو ماننے یا نہ ماننے کے حوالے سے جن کے راستے الگ الگ ہیں ان کو مساوی قرار دینا قطعاً درست نہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾

اور یہ کہ ہمیں پتہ ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے اور نہ آسمان میں ہی کہیں بھاگ کر جاسکتے ہیں۔

جنوں نے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کا ذکر کیا ہے، اور یہ تسلیم کیا ہے کہ ہمیں پتہ ہے، کہ زمین میں بھی ہم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جاسکتے، آسمان میں بھی ہم اس کی قدرت کے احاطے سے باہر نہیں جاسکتے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے ہماری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو ملحوظ رکھنے والے راہِ راست پر رہتے ہیں۔

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾

اور یہ کہ جب ہم نے قرآن کی ہدایت سنی، ہم اس پر ایمان لائے۔ تو جو اپنے رب پر ایمان لے آئے، اس کو نہ کسی حق تلفی کا خوف ہوگا، نہ کسی زیادتی کا۔

مومن جنوں نے اپنا حال اپنی قوم کے سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا، کہ جب ہم نے قرآن کی ہدایت سنی تو ہم نے اس کو مان لیا، اور اس کو مان لینے میں ہی بھلائی ہے۔ جو اپنے رب پر ایمان لے آئے، اسے اس کی صداقت کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا، اس کی حق تلفی نہ ہوگی، اس پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہوگی۔

حاصل : اپنے رب پر ایمان لانے والوں کا ہی بھلا ہوتا ہے۔ خوف و حزن سے نجات پانے کا راستہ صرف یہی ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور یہ کہ ہم میں مسلم بھی ہیں اور خلافِ حق کرنے والے بھی ہیں۔ تو جنہوں نے حق کو تسلیم کر لیا ہے، انہوں نے راہِ ہدایت کو چنا ہے۔

جنوں میں مسلمان بھی ہیں، کافر بھی ہیں۔ مسلمان حق کو مانتے ہیں، کافر خلافِ حق کرتے ہیں۔ مسلمان اپنے ساتھ بھی سلامتی سے رہتے ہیں، اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی سلامتی سے رہتے ہیں۔ کافر خلافِ حق کرتے ہیں۔ سلامتی ان کا حال نہیں ہوتی۔ مسلمان حق کو اس طرح مانتے ہیں، کہ ان کی پسند حق کے تابع رہتی ہے، راہِ ہدایت کا انتخاب کرنے والوں کی پہچان یہی ہے۔

حاصل : مسلمان کی حقیقت سلامتی ہے۔ خلافِ حق کرنے والے سلامتی سے تعلق نہیں رکھتے۔ حق کو ماننے والے ہمیشہ راہِ ہدایت کا انتخاب کرتے ہیں۔

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور خلافِ حق کرنے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

خلافِ حق کرنے والے، اپنے کیے کی جزا پائیں گے۔ یہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ خلافِ حق کرنے والے، اپنی پسند کو حق پر ترجیح دیتے ہیں، شیطان کے ساتھ لگ جاتے ہیں، اور جہنم کو اپنے لئے مقدر کر لیتے ہیں۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے، جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

اور یہ طریقت پر استقامت سے رہتے تو ہم انہیں خوب سیراب کرتے۔

خلافِ حق کرنے والوں کا ان کی خواہشات سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اس دائرے سے نکلنے کے کام میں ان کو مدد دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے، کہ تم حق کو مانتے اور پھر اس راہ پر استقامت سے رہتے تو ہم تمہیں انعامات سے خوب نوازتے۔ جس کی صداقت کا ثبوت مل جائے، اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

حاصل : طریقت وہ معیار ہے جو حق کے حوالے سے قائم ہے۔ اس پر استقامت سے قائم رہنے والوں کو انعامات سے خوب نوازا جاتا ہے۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾

کہ ہم انہیں دیکھیں۔ تو جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کریں گے تو وہ انہیں ایسے عذاب میں ڈالے گا، جو بلند ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں بھی دیکھا جاتا ہے، کہ بندہ آسانیوں کو باذن اللہ جانتا ہے یا اپنی کارکردگی کی بدولت جانتا

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾

فرما دیجیے کہ میں تو اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو بھی اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

اللہ کے بندے کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے رب کو ہی پکارے اور کسی اجتماع سے مرعوب نہ ہو۔ مشرکین کو یہ بتادیا جائے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، تو اس سے حکم الٰہی کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ اپنے رب کو پکارنے والا، اللہ کا ذکر کرے، اور نفع وضرر کو باذن اللہ مانے تو اس کی شان واضح ہوتی ہے۔

حاصل : جلوت میں اللہ کا ذکر کرنا اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانے کا اعلان کرنا بڑی شان رکھتا ہے۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾

فرما دیجیے میں تمہارے لئے کسی ضرر کا مالک بھی نہیں ہوں، کسی رشد کا مالک بھی نہیں ہوں۔

حق پہنچانے والے کو اللہ نے فارغ ہونے کا بھی شرف بخشا ہے۔ اس کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ میں تو صرف حق پہنچانے والا ہوں، کسی کو ماننے پر مجبور کرنا حق نہیں ہے۔ نہ تمہارے نفع وضرر کا مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، نہ تمہاری ہدایت وضلالت کا مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جو حق کو ماننے کا رخ اختیار کرے گا، وہ اپنے کئے کی جزا پائے گا، جو حق کے خلاف کرتا رہے گا، وہ بھی اپنے کئے کا صلہ پائے گا۔

حاصل : حق پہنچانے والے کو سامعین سے یہ کہنا چاہیے کہ میں تمہارے لئے کسی نفع وضرر کا مالک بھی نہیں ہوں، اور کسی ہدایت وضلالت کا مالک بھی نہیں ہوں۔

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾

فرما دیجیے، ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا، اور ہرگز میں اس کے مقابل کسی کی پناہ نہیں پا سکوں گا۔

کافروں کا استدلال بے سند ہوتا ہے، اس کو اس طرح سے دفع کرنا کہ ان کے اندر حدت نہ پیدا ہو، بڑے علم کا کام ہے۔ اس لئے حق میں اپنی پسند کو شامل کرنے کا انجام بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب بہترین ہے۔ اللہ کی گرفت سے بچانے والی قوت بھی کوئی نہیں، اور اللہ کے مقابل کسی کی پناہ حاصل کرنا بھی ممکن نہیں۔

حاصل : سامعین کا انجام ان پر اس طرح سے روشن کرنا کہ ان کے اندر حدّت نہ پیدا ہو، بڑے علم کا کام ہے۔ یہ طریقہ اللہ نے سکھایا ہے۔

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ

بس اللہ کی طرف سے ابلاغ ہے، اور اس کے پیغاموں کو پہنچا دینا ہے۔ اور جو اللہ اور

اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَاۤ اَبَدًا ؕ ﴿۲۳﴾

اس کے رسول کا حکم نہ مانے، اس کے لئے نارِ جہنّم ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے معیارِ ہدایت اسی لئے بھیجا ہے، کہ میرا حکم حال پر مان کر دکھانے والا سامنے ہو تو ماننا آسان ہوگا۔ جو حق کو نہ مانے، ناحق اس کے گلے پڑ جاتا ہے۔ خلافِ حق کرنے کا حاصل جہنم کی آگ ہے۔ اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا ممکن نہیں۔

حاصل : اللہ کے دوست کو دوست بنانے میں ہی فلاحِ دارین ہے۔ اس کی حکم عدولی، دنیا میں مشقت اور آخرت میں عذابِ جہنّم کا باعث ہوگی۔

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

حتیّٰ کہ جب دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جا رہا ہے، تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے ناصر نہایت ضعیف ہیں اور کس کا عدد نہایت قلیل ہے۔

قیامت جب ناقابلِ تردید صورت میں کافروں کے سامنے ہوگی، تو ان پر فوراً یہ واضح ہو جائے گا کہ جن کو وہ اپنا مددگار سمجھتے رہے، ان کی حیثیت تو کچھ بھی نہیں، جس جمعیت کو وہ اپنی عددی قوت جانتے رہے، وہ تو بہت ہی قلیل ہے۔ اللہ کے رسول کی شان قیامت کے دن معلوم ہوگی۔ اس دن کافر کہیں گے، افسوس ہم نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی، ان کا اتباع نہ کیا، اور خسارے کو اپنے لئے مقدر کر لیا۔

حاصل : انجام سامنے آئے گا، تو یہی ثابت ہوگا، کہ اللہ کے رسول کو نصرت دینے والی قوت سب سے بڑی ہے، ان کی جمعیت بھی سب سے بڑی ہے، تب کفار کے مددگار نہایت ہی کمزور اور نہایت ہی قلیل ہوں گے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

فرما دیجئے، مجھے پتہ نہیں آیا وہ قریب ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے یا میرا رب اسے ایک وقت کے بعد ٹھہرائے گا۔

قیامت کے تعین کے بارے میں کافروں کی طرف سے ہمیشہ سوال کیا جاتا رہا ہے، جواب میں یہی کہنے کا حکم ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے وہ کب آئے گی۔ وہ بالکل قریب ہے، یا کچھ وقت کے بعد آئے گی، اس کے جان لینے سے ہدایت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہدایت کی طلب تو اس بات سے ثابت ہوگی، کہ قیامت کے وقوع کو مان لیا جائے۔

حاصل : قیامت کے واقع ہونے کا ذکر کرنا حق ہے۔ اس کے وقت کا تعین اللہ کی شان کے لائق ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ

عالم الغیب، کسی پر اپنے غیب کو ظاہر

اَحَدًا ﴿۲۶﴾ نہیں کرتا۔

عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خالق کل ہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کس مقام پر کس علم کی ضرورت ہے۔ اللہ ہی علم عطا کرنے والا ہے۔ غیب کے جاننے سے، لوگوں کے خرابی میں پڑنے کی صورت بھی بنتی ہے، اور اللہ لوگوں پر مہربانی فرماتا ہے ان پر رحم فرماتا ہے۔

حاصل : غیب کے جاننے سے لوگ خرابی کی طرف بھی چل پڑتے ہیں، اس لئے اللہ اپنے غیب کو ظاہر نہیں فرماتا۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

مگر ان رسولوں پر جن کو وہ چن لیتا ہے، اور وہ ان کے آگے پیچھے پہرہ مقرر کر دیتا ہے۔

جن رسولوں کے حالات اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ انہیں ایک حد تک علمِ غیب ہو، اللہ نے انہیں وہ علم اس حد تک عطا فرمایا۔ کسی محل پر بھی ابلاغ رسالت میں مدد دینے کے لئے جو علم درکار تھا، اللہ ہی اس کا سب بڑا علم رکھنے والا تھا، اللہ ہی وہ علم عطا کر سکتا تھا، اللہ ہی نے وہ علم عطا کیا۔ پھر اس علم والے کی حفاظت بھی فرمائی، جیسے اس کی حفاظت ہونی چاہیے تھی۔

حاصل : کسی بھی محل پر ابلاغ رسالت کے لئے جو کچھ درکار تھا، اللہ ہی اس کا عطا کرنے والا تھا۔ اللہ ہی حق پہنچانے والوں کی نگہبانی کرنے والا تھا۔

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَىْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۹ / ۱۲

کہ وہ دیکھ لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں، اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اس کے احاطے میں ہے، اور اس نے ہر شے کو گن رکھا ہے۔

علم غیب بھی حق رسالت کی ادائیگی کے لئے عطا کیا جاتا رہا ہے۔ اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ وہ دیکھتا رہا ہے کہ اس کی عطا کو اس کی منشا کے مطابق استعمال کیا گیا ہے یا نہیں۔ توفیق اللہ کی ہی عطا کردہ تھی، کہ توفیق وہی عطا کرتا ہے، اور اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ اس نے ہر شے کو گن رکھا ہے، اور اللہ دیکھتا ہے کہ کس شے کو حق کے مطابق استعمال کیا گیا، اور کیا شے استعمال ہونے سے رہ گئی۔

حاصل : ابلاغ رسالت کا کام اللہ کے عطا کردہ علم سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہر شے اللہ کے احاطۂ قدرت میں ہے۔ کوشش کرنی چاہئے کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہو، وہ حق کے مطابق استعمال میں آئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید (57) میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ

اَللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان بھیجی کہ لوگ عدل قائم کریں، اور ہم نے لوہا اتارا کہ اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ اور اس لئے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾

اے چادر میں لپٹنے والے۔

سورۃ مزمل کی ابتداء ذاتِ رسول کی ایک مبارک صفت سے ہوتی ہے۔ جس حال کو اللہ کا محبوب پسند کرے، اللہ اسے پسند کرتا ہے۔ چادر اوڑھنا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چادر کو پاک رکھنا اور ناپاکی سے الگ رہنا، سنتِ رسول کے حوالے سے تقاضاءِ ادب ہے۔

حاصل : چادر اوڑھنا، اللہ کے رسول کی سنت ہے۔ اپنی چادر کو پاک رکھنا چاہئے، کہ یہ تقاضاءِ ادب ہے۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾

رات کو قیام فرمایئے، سوائے کچھ رات کے۔

نمازِ عشاء کے بعد رات کے ابتدائی حصے میں آرام کرنا اور رات کے آخری حصے میں قیام کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ نمازِ عشاء کے بعد جلد سو جانے والے ہی رات کے آخری حصے میں اٹھ سکتے ہیں۔ رات کو نماز کے لئے قیام کرنا، جسمانی قوت میں بھی اضافہ کرتا ہے، روحانی قوت میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ رات کی حقیقت خلوت ہے، اور خلوت قیام لیل سے روشن ہوتی ہے۔ دن کی حقیقت جلوت ہے۔ خلوت روشن ہو تو جلوت روشن ہوتی ہے۔

حاصل : قیامِ لیل سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں، وہ کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾

نصف شب یا اس سے کچھ کم کر لیجئے۔

آدھی رات کو قیامِ لیل کے لئے اٹھنا یا رات کے ڈھل جانے پر قیامِ لیل کے لئے اٹھنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

طریقت ہے۔ یہ نماز تہجد کے لئے وقت بتایا گیا ہے، کہ یہ رات کا آخری نصف حصہ بھی ہو سکتا ہے، اس سے کچھ کم بھی ہو سکتا ہے۔

حاصل : نمازِ تہجد کا وقت رات کا آخری نصف حصہ ہے یا اس سے کچھ کم۔

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ یا اس کو کچھ زیادہ کر لیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

رات کے آخری نصف حصے میں تہجد کے لئے قیام کرنا، اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ کام ہے، اس لئے اس میں کچھ وقت بڑھا بھی لیا جائے تو باعثِ راحت ہو گا۔ مگر آرام کرنے کا حکم بھی حکمِ الٰہی ہے، اور قیامِ لیل کے وقت کو بڑھانے کے معنی اسے عشاء کے قریب لے جانے کے نہیں ہیں۔ قرآن شریف کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا یہ ہے کہ اسے آرام سے پڑھا جائے، ادب سے پڑھا جائے، لحن سے پڑھا جائے۔ دائرۂ عبدیت میں ہونے کا ثبوت امرِ الٰہی کی تعمیل سے دیا جائے اور احکامِ الٰہی کی شان کو ملحوظ رکھا جائے۔

حاصل : رات کے آخری نصف حصے میں نمازِ تہجد کے لئے قیام کو قدرے بڑھا بھی لیا جائے تو درست ہو گا۔ قرآن شریف کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے، ادب سے پڑھا جائے، لحن سے پڑھا جائے، امرِ الٰہی کی تعمیل کے ارادے سے پڑھا جائے، اور احکامِ الٰہی کی شان کو ملحوظ رکھا جائے۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ ہم عنقریب آپ پر ایک ثقیل بات کا القاء کرنے والے ہیں۔

قولِ ثقیل کے تحمل کے لئے نمازِ تہجد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں باقاعدگی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ قولِ ثقیل، حق کے اظہار کے بعد، مخالفین کے تکلیف دہ رویے کو صبر سے برداشت کرنے کا حکم ہے۔ منکرینِ حق کی مخالفت کو ان کی کم علمی کی بدولت جاننا، ان کو راہِ فلاح دکھانے کے لئے پوری پوری سعی کرنا، بڑے عزم کے کام ہیں۔ مخالفت کرنے والوں کے مطابق رہنا، مروت ہے، اور مروت بڑا بھاری کام ہے۔

حاصل : بھاری بات کے تحمل کے لئے نمازِ تہجد بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مروّت کا حکم بھاری بات ہے۔ مروت سے ہی حق پہنچانے والے کی شان کا پتہ لگتا ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ یقیناً رات میں اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے، اور بات خوب سیدھی ہوتی ہے۔

رات میں اٹھنا نفس پر بہت گراں ہوتا ہے۔ اپنے نفس پر حاکم ہونے کا راستہ، اللہ کے محبوب کے قدم کی بدولت روشن ہے اور روشن رہے گا۔ جاگنے والوں سے ہی جاگ لگے تو راتوں کو جاگنا نصیب ہوتا ہے۔ طالب و مطلوب ایک ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے بات خوب سیدھی ہوتی ہے۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے، کہ اللہ کے پیاروں کے سوا سب سو جاتے ہیں۔

حاصل : رات میں اٹھنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ اس وقت کی دعا بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ بے شک دن میں بھی آپ کے لئے تسبیح

طویل ہوتی ہے۔

اللہ نے اپنے محبوب کو خیر کی تقسیم کا جو شرف بخشا ہے، اس کی شان بہت بلند ہے۔ جسمانی امراض سے لوگوں کو نجات حاصل کرنے میں مدد دینا، روحانی امراض سے نجات حاصل کرنے میں لوگوں کو مدد دینا، آنے والوں کے لئے ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرنا اور ان کے انتظار میں رہنا، آنے جانے والوں کی سلامتی کا پورا دھیان رکھنا، کسی بھی صورت سے آنے والے کو ذکرِ الٰہی کی طرف ضرور راغب کرنا، یہ سب اللہ کے محبوب کی تسبیح ہے، مصروفیت ہے، اور مسلسل ہے، اس لئے طویل ہے۔

حاصل : خدمتِ خلق کے لئے تیاری کرنا، اور خدمتِ خلق میں لگے رہنا، حق کو ان پر روشن کرنا اور آنے جانے والوں کی سلامتی کا پورا پورا دھیان رکھنا، بڑی مصروفیت ہے، اور مبارک مصروفیت ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

اور اپنے رب کے اسم کا ذکر کیجئے، اور اسی کی طرف توجہ رکھیئے۔

اپنے رب کے جس اسم شریف کا بھی ذکر کیا جائے وہ باعثِ برکات ہوگا۔ ذکر حسبِ حال ہو تو راحت بے پایاں ہوتی ہے۔ امورِ دنیا سے، فراغت کے لمحات میں، ذکرِ الٰہی میں مصروف ہونے سے جو روحانی تقویت ملتی ہے، اس کو محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ ذکر کرنا، اللہ کے محبوب کی سنت ہے، درود پاک پڑھنا، اللہ کی سنت ہے۔ ذکر کرنے والا اللہ کے محبوب کا قرب پالیتا ہے، درود پاک پڑھنے والا اللہ کا قرب پالیتا ہے۔

حاصل : اپنے رب کے اسم کا ذکر کرتے رہنا چاہئے، اور لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی، مقصود اللہ کی رضا ہی ہونی چاہئے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾

جو مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسی کو اپنا وکیل بنایئے۔

مشرق و مغرب کے تمام مقامات پر پالنے کا علم، اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، جو خالقِ کل ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کی عبادت، اللہ کے رسول کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوگی تو وہ بندگی ہوگی، ورنہ وہ شوکتِ نفس کی کوئی صورت ہوگی۔ اللہ کو وکیل بنانا یہ ہے کہ اپنا حق ادا کرنے کے بعد اسی سے یہ دعا کی جائے: یا اللہ تیرے محبوب کا اتباع تیرے فضل و کرم سے ہی ممکن ہے، تو ہمارے کام کو آسان کردے، کہ تو ہی کارساز ہے۔

حاصل : مشرق و مغرب کو ہر مقام پر ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اللہ کی رضا ہی ہر مقام پر مقصود ہونی چاہئے۔ اپنے رب کو وکیل بنانے والے، یہ یقین رکھتے ہیں کہ جو بھی ہو رہا ہے ہماری بھلائی کے لئے ہو رہا ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾

اور ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اچھے طریقے سے ان سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔

منکرینِ حق کی تکلیف دہ باتوں پر، صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صبر یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ حق کے حوالے سے ہمیں لوگوں کے ساتھ کیا کرنا ہے، یہ نہ دیکھا جائے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔ جب کوئی حق کو ماننے سے انکار کا اعلان کر دے، تو اس سے کنارہ کشی کرنے کا مقام آجاتا ہے۔ اچھے طریقے سے کنارہ کشی اختیار کرنا یہ ہے کہ منکرِ حق کی بے علمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اس کے راستے کو آسان بنانے کی کوشش کی جائے۔

حاصل : دل آزاری کرنے والوں کی باتوں پر صبر کرنے کا حکم ہے، اور ان سے کنارہ کشی کے لئے اچھے طریقے کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾

اور چھوڑیئے مجھے اور صاحبانِ نعمت مکذّبین کو اور انہیں تھوڑی مہلت دیجئے۔

صاحبانِ نعمت کو مترفین بھی کہا گیا ہے۔ یہ غرور و غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ نعمت کی موجودگی میں اپنی شان کو دیکھتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ توفیق دینے والے کے حضور پیشی ہوگی، تو یہ بھی پوچھا جائے گا کہ ہماری عطا کردہ نعمت کو تم نے کیسے استعمال کیا۔ یہی لوگ انجام سے آگاہ کرنے والوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ اتمامِ حجت کے حوالے سے ان مکذّبین کو تھوڑی مہلت دینے کا حکم دیا گیا ہے، کہ ان سے کنارہ کشی کے بعد ان کو یہ موقع بھی ملے کہ یہ اپنے رویے پر نظر کریں اور اپنے بہی خواہوں کو پہچانیں۔ اتمامِ حجت کے بعد مکذّبین اللہ کی گرفت میں آ ہی جائیں گے۔

حاصل : صاحبانِ نعمت مکذّبین سے نپٹنا اللہ کے ذمے ہے۔ ان سے کنارہ کشی کے بعد انہیں کچھ مہلت دینی امرِ الٰہی ہے۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾

ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔

نعمت پر اترانے والے مکذّبینِ حق کا انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کے لئے، ان کے اعمال کا صلہ اللہ کے ہاں، بھاری بیڑیوں اور بھڑکتی آگ کی صورت میں موجود ہے۔ بھاری بیڑیاں ان کو ساکن کر دیں گی اور بھڑکتی آگ ان کے اعمال کا حاصل ہوگی۔

حاصل : بھاری بیڑیوں سے کسی کی حرکات کو ختم کرنے کی کوشش کرنا بھی بندے کا حق نہیں ہے، کسی کو آگ کی سزا دینا بھی بندے کا حق نہیں ہے۔

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾

اور گلے میں پھنسنے والا طعام اور المناک عذاب۔

صاحبانِ نعمت جو حق کی تکذیب کرنے میں اپنی شان دیکھتے ہیں، ان کو قیامت کے دن ایسا کھانا دیا جائے گا، جو ان کے گلے میں پھنسے گا، اور اس کے ساتھ ان کے لئے المناک عذاب بھی ہوگا۔ جو کھانا اللہ کی رضا کے خلاف ہو، طیبات پر مشتمل نہ ہو، اور خدائی مہمانوں کا حصہ اس میں نہ رکھا گیا ہو، وہ حال پر برا کھانا ہے۔ یہ حال پر بھی جسم کو نقصان پہنچاتا ہے، آخرت میں بھی نقصان پہنچائے گا۔ یہ کھانا بھی ایک عذاب ہوگا، اور اس کے بعد المناک عذاب بھی ہوگا۔

حاصل : گلے میں پھنسنے والا طعام نہیں کھانا چاہئے، کسی کو بھی نہیں دینا چاہئے، کہ یہ عذاب

کا درجہ رکھتا ہے۔ المناک عذاب، انسان کے اپنے اعمال کا پورا پورا صلہ ہوگا، جو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

جس دن زمین اور پہاڑ تھر تھرائیں گے اور پہاڑ، ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے بن جائیں گے۔

زینتِ زمین کی صورت میں اللہ نے جو اہتمام کیا ہے اور زمین کے اندر اللہ نے جو خزانے رکھے ہیں، اور زمین کو ہلنے سے روکنے کے لئے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا ہے، یہ سب قیامت کے دن تک ہے۔ قیامت کے دن زمین زلزلے سے لرز اٹھے گی، اور اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر رکھ دے گی۔ پہاڑ اس پر تھر تھرا کر ٹوٹیں گے، اور ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ مضبوطی میں پہاڑ کی مثال دی جاتی ہے، جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، تو کسی دوسری چیز کی مضبوطی کے معنی کیا رہ جائیں گے۔

حاصل : اللہ کی قدرت حال پر بھی محیط ہے، آخرت پر بھی محیط ہے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی مضبوطی کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے کہ تم پر شاہد ہے، جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ شاہد ہیں۔ راہِ راست پر رہنے والوں کو ان کے اچھے انجام کی بشارت دینا اور خلافِ حق کرنے والوں کو ان کے برے انجام سے ڈرانا آپ کا کام ہے۔ ماضی میں بھی رسول بھیجے گئے ہیں۔ فرعون کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔

حاصل : شاہد کی شہادت سے صداقت و کذب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ماضی میں بھی ایسے ہوا ہے۔

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾

تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی پھر ہم نے اسے سخت سزا دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کی بھلائی چاہی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی روشن نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی آپ سے عداوت جاری رکھی اور آپ کی نافرمانی کو اپنا طریقِ زندگی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے توفیق چھین لی اور اسے عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا۔

حاصل : جو اپنے ہی خواہ کی نافرمانی کرے، اس سے توفیق چھن جاتی ہے، اور اس کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿۱۷﴾

پھر اس دن کیسے بچو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

قیامت کے دن کی سختی کو واضح فرمایا گیا ہے، کہ دنیا کے مصائب و آلام تو اپنی جگہ رہے، قیامت کے دن کی ہولناکی اس قدر شدید ہوگی، کہ وہ بچوں کو بوڑھا کردے گی۔ اس دن کے عذاب سے بچنے کی فکر حال پر کرنی چاہئے، کہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

حاصل: حال پر بچوں کی افزائش کو شدید طور پر متاثر کرنے والے ہولناک مناظر سے ان کی حفاظت کرنی چاہئے۔

السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾

آسمان اس دن پھٹ جائے گا، اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بھی بے مقصد نہیں بنایا۔ آسمان کو جس منشاء کے لئے بنایا گیا ہے، یہ قیامت کے دن پورا ہو جائے گا۔ اس دن آسمان پھٹ جائے گا، اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تمام اشیاء اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ حضرت انسان کو بھی اپنے منشاء تخلیق کو دیکھنا چاہئے، کہ اسی میں اس کی فلاح ہے۔

حاصل: جب انسان کو دی گئی مہلت کلی طور پر ختم ہو جائے گی، تو قیامت واقع ہو جائے گی، اور آسمان پھٹ جائے گا۔ ہمارے وعدے کو بھی بحیثیت عبد اللہ پورا ہونا چاہئے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى
رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۱۹﴾ ع ۱۹ع ۱۳

یہ تو تذکرہ ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

قرآن شریف کی شان بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ نصیحت ہے۔ جو اس نصیحت کی قدر کرتا ہے، وہ ناصح امین سے محبت رکھتا ہے۔ جو ناصح امین سے محبت رکھتا ہے، وہ اس کا اتباع کرتا ہے۔ جو اس کا اتباع کرتا ہے، وہ اپنے رب کی طرف راہ لیتا ہے۔ یہی راہ، راہِ فلاح ہے۔

حاصل: نصیحت کو وہی مان سکتا ہے جو ناصح سے محبت رکھتا ہو۔ اپنے رب کی راہ پانے کی یہی صورت ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (7) میں ارشاد فرمایا ہے۔

فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَـكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ ﴿۷۹﴾

تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور فرمایا۔ اے میری قوم، میں نے تمہیں اپنے رب کا بھیجا ہوا پہنچایا، اور تمہیں نصیحت کرتا رہا، مگر تم ناصحین سے محبت ہی نہیں رکھتے تھے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ

بے شک آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ اور آپ کی معیت میں ایک جماعت

الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ
النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ
سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ
فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ
اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا
مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ
هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

دو تہائی رات کے قریب، یا نصف رات یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں۔ اور اللہ، لیل و نہار کا اندازہ رکھتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تو اس نے تم پر نظر عنایت کی، تو اب قرآن میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو۔ اسے علم ہے کہ کچھ تم میں سے مریض بھی ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے بھی جائیں گے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو فی سبیل اللہ جہاد کریں گے، تو جتنا آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو، اور صلوۃ قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو، اور اللہ کو قرض دو، قرض حسنہ۔ اور جو کچھ تم اپنے لئے آگے بھیجو گے خیر سے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور اجر میں عظیم تر پاؤ گے، اور اللہ سے استغفار کرتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام آسانیاں اپنے محبوب کی بدولت ہی عطا فرمائی ہیں، اس لئے حضور کی قدر کرنی چاہئے، جیسے آپ کی قدر کرنے کا حق ہے۔ حضور کبھی دو تہائی رات قیام فرماتے، کبھی آدھی رات کو قیام فرماتے، کبھی ایک تہائی رات قیام فرماتے۔ جن حضرات کو حضور سے جاگ لگی وہ بھی آپ کے ساتھ قیام لیل کرتے رہے، اور اس طرح جاگنے والے قیامت تک بڑھتے ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ وہ کلی علم رکھتا ہے۔ اس نے ہر شے کو گن رکھا ہے۔ اللہ نے ہی اپنے محبوب کے لئے یہ رحمت و برکات کا وقت رکھا ہے، محب سے زیادہ محبوب کا انتظار کسی کو کیا ہوگا۔ یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اس نے آسانی عطا فرما دی ہے کہ جتنا آسانی سے پڑھ سکو اسی قدر پڑھ لیا کرو۔ اگر وقت زیادہ ہو تو زیادہ پڑھ لیا کرو اور کم ہو تو کم پڑھ لیا کرو۔ پڑھنے کے آداب یہی ہیں کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے، اور ارشاد الٰہی کی تعمیل میں اپنی فلاح دیکھی جائے۔ قیام لیل کے حوالے سے اگر وقت مقرر کر دیا جاتا تو اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کا امکان نظر آتا ہے۔ مریض کو بھی قیام لیل میں آسانی درکار ہوتی ہے، اس لئے اللہ نے اسے آسانی دی ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے زمین میں سفر کرنے والے کو بھی آسانی درکار ہوتی ہے، اس لئے اللہ نے اسے آسانی دی ہے۔ جو لوگ فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف ہوتے ہیں انہیں بھی آسانی درکار ہوتی ہے،

اس لئے اللہ نے انہیں بھی آسانی دی ہے۔ یہ سب محسنین قیامِ لیل کی اہمیت کو ملحوظ رکھیں اور جس قدر قرآن شریف پڑھنا ان کے لئے آسان ہو، اتنا پڑھ لیا کریں اور پڑھا ترتیل سے جائے۔ نماز قائم کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز تک، اللہ کے ساتھ خلوت و جلوت میں پاک رہنے کے عہد پر قائم رہیں۔ پھر نماز کے وقت سے پہلے اس کے لئے نیت کریں، تیاری کریں اور وقت مقررہ پر نماز پڑھیں۔ نماز کا درجہ قول کا ہے، زکوٰۃ کا درجہ عمل کا ہے۔ قول، عمل کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے، اس لئے نماز پڑھنے والا، زکوٰۃ ادا کرتا رہے گا تو اللہ کے ہاں اس کی نماز قبول ہو گی، ورنہ بے معنی ہو گی۔ اللہ کو قرضِ حسنہ دینے کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد پاک مال سے، اللہ کی رضا کے مطابق لوگوں کو آسانیاں مہیا کی جائیں۔ جس کو بھی قرض دیا جائے، اس کو سہولت بھی دی جائے، اور اس کو دی ہوئی رقم کو مانگ کر اس کے لئے مشکلات نہ پیدا کی جائیں۔ وہ قرض کی رقم لوٹا دے تو یہ کسی دوسرے مستحق کو دے دی جائے۔ جب منشاء اللہ کی رضا کے مطابق کسی کو قرض دے کر اس کی زندگی سے معاشی تعطل کو دور کرنا ہو گا تو وہ قرض، قرضِ حسنہ ہو گا۔ جو بھلائی کرے گا، وہ ایک فانی شے کو ہی تو اللہ کی راہ میں دے گا۔ وہ شے اللہ کے ہاں اس کے لئے دائمی نعمت بن جائے گی، اور بہت بڑا اجر بھی ساتھ ہو گا۔ معطیٔ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کے راضی ہو جانے سے بندے کو جو راحت نصیب ہوتی ہے، اس کی شان کو لفظوں میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ سے بخشش طلب کرنا یہ ہے کہ قول سے بھی استغفار ہو اور یہ اعتراف بھی ہو کہ یا اللہ تیری عطا کو پوری طرح تقسیم کرنے کا حق نہیں ادا ہو سکا، اور یہ یقین بھی ہو کہ سائل کا بھیجنے والا، اللہ تعالیٰ ہے، اس کا مقصود ہمارے پاس ہے، تو وہ ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ حق کی ادائیگی کے بعد بھی یہی کہا جائے، یا اللہ تیرے محبوب کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہم سے حق کی ادائیگی نہیں ہو سکی، تو بخش دے تو تیری مہربانی ہو گی۔ اللہ کے محبوب کو محبوب بنا لیا جائے تو اللہ کی بخشش اور رحمت ہر مقام پر احاطہ کئے رکھتی ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

حاصل: رات کے قیام میں اللہ نے مہربانی سے وقت کا تعین نہیں فرمایا۔ محبّ کو محبوب کا بڑا انتظار ہوتا ہے۔ وقت کو بھی اللہ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ مریض، سفر تجارت پر جانے والا اور مجاہد بھی قیامِ لیل کو معمول بنائیں اور وقت کے مطابق جس قدر قرآن شریف پڑھ سکیں پڑھ لیا کریں۔ نماز قائم ہو، زکوٰۃ ادا کی جائے، اللہ کو قرضِ حسنہ دیا جائے، تو اللہ کی رضا حاصل ہو جائے گی۔ جس شے کو اللہ کے لئے وقف کر دیا گیا ہو، اس کو اللہ کے لئے وقف ہی رہنا چاہئے، اس لئے اللہ کے لئے قرضِ حسنہ کی صورت سے دی جانے والی رقم کو پھر اللہ کی رضا کے مطابق ہی لگانا ضروری ہوتا ہے۔ فانی شے جب معطیٔ مطلق کی رضا پر لگ جائے، تو دائمی نعمت بن جاتی ہے۔ بندے کے لئے اس سے بڑی کوئی راحت نہیں کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ حق کی ادائیگی کے ساتھ یہ اعتراف کہ ہم سے حق کما حقہٗ ادا نہیں ہوا، استغفار کرنے والوں کی طریقت ہے۔ اللہ کے دوست کو دوست بنانے سے ہی اللہ کی بخشش اور رحمت کا احاطہ نصیب ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذّٰریٰت (51) میں ارشاد فرمایا ہے۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾

محسنین رات میں تھوڑا سوتے تھے، اور اوقاتِ سحر میں اللہ سے بخشش مانگتے تھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱

اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھ کر لیٹتے تھے۔ اللہ نے آپ کو اس خطاب سے بھی نوازا ہے۔ جو اوڑھنا، اللہ کی رضا کے لئے ہو، اس میں حکمت بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے اور راحت بھی ہوتی ہے۔ جو اوڑھنا اپنی خواہش سے تعلق رکھتا ہو، اس سے صرف وقتی فرحت ہی حاصل ہو سکتی ہے پھر اس سے دکھ ضرور پہنچتا ہے۔

حاصل : کپڑا لے کر لیٹنا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲

اُٹھیے پھر ڈر سنایئے۔

جس کا لیٹنا اللہ کے لئے ہو، اس کا اٹھنا اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ کے محبوب کی خاموشی بھی اللہ کے لئے تھی، بولنا بھی امرِ الٰہی سے ہوا۔ ڈر سنانے کا حکم، گویائی کا مرتبہ عطا کرنے کے بعد دیا گیا۔ جس کا بولنا اس کی خواہش کے تحت ہوگا، وہ اس شانِ گویائی کو کیا سمجھے گا۔

حاصل : لیٹتے وقت آنے والی نماز کی نیت کر کے لیٹنا چاہیے۔ ڈر سنانے کا کام اپنی خواہش کے تحت نہیں ہونا چاہیے۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

اور اپنے رب کی تکبیر کہئے۔

لوگوں کو ان کے انجام سے آگاہ کرنے کا کام، ان کو ڈر سنانے کا کام، اللہ کی تکبیر سے شروع ہوتا ہے، اللہ کی شان کو روشن کرنے سے شروع ہوتا ہے۔ اپنے رب کی کبریائی بیان کرنے والا اپنے مشاہدے کے حوالے سے بات کرتا ہے، تو باطل پر مبنی عقائد کی نفی ہونے لگتی ہے۔ اپنے رب کی کبریائی بیان کرنے والا، کسی شے کو مطلوب بنا لے تو اس کے عمل سے اس کے قول کی تصدیق نہیں ہوگی، اس کی کہی ہوئی تکبیر سے ماحول منور نہیں ہو سکتا۔

حاصل : اپنے رب کی تکبیر کہنے والا، اللہ کی عطا کو اپنے لئے پورا جانے اور اللہ کی رضا پر راضی رہے تو اس کی کہی ہوئی تکبیر سے ماحول منور ہو جاتا ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴

اور اپنے لباس کو پاک رکھئے۔

ڈر سنانے والے کا لباس پاک ہونا چاہیے۔ پاک لباس وہی ہوگا، جو اللہ نے بندے کو عطا کیا ہے۔ سوتی لباس جسم کو سوت رکھتا ہے، اور یہ اللہ نے بندے کے لئے پسند کیا ہے۔ اگر اپنے لباس کو دھو دھو کر پہنتے رہیں تو اس سے پاکیزگی لباس کے حکم کی ادائیگی نہیں ہوگی، اپنا لباس کسی حق دار کو دیا جائے تو لباس کی پاکیزگی حاصل ہوگی۔ شک سے بہر طور پاک رہنا ضروری ہے کہ

شک کی حقیقت ناپاکی ہے۔

حاصل : ڈر سنانے والے کا لباس صورت کے اعتبار سے بھی پاک ہونا چاہئے، معنوں کے اعتبار سے بھی پاک ہونا چاہئے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ اور ناپاکی سے دور رہئے۔

ڈر سنانے والے کے طریق زندگی کو روشن کیا جارہا ہے۔ ناپاکی سے دور رہنا، پہلے قول کے درجے میں ہوتا ہے۔ ذو معنی الفاظ میں بات کرنے سے، جس سے نفس کی خوشی مقصود ہو، کراہت ہونی چاہئے۔ انکسار سے بچنا چاہئے کہ یہ عملاً ناپاکی ہے۔ حق کے مقابل اپنی پسند کو وقعت دینے سے بچنا چاہئے کہ یہ علماً ناپاکی ہے۔

حاصل : ڈر سنانے والے کو ناپاکی سے دور رہنا چاہئے، قولاً بھی، عملاً بھی اور علماً بھی۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿۶﴾ اور زیادہ لینے کے لئے کسی پر احسان نہ کیجئے۔

ڈر سنانے والے کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی پر احسان کرتے وقت یہ ملحوظ رکھے کہ اس کو بہتر صلہ ملے گا، اس کا رخ تو اللہ کی رضا کے حصول کا ہونا چاہئے۔ جہاں ڈر سنانا فی سبیل اللہ نہ ہو وہاں معاملہ درست نہیں رہ سکتا۔ جس کی خدمت کی جائے، اس کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے کہ اس کی بدولت ایک فانی شے، دائمی نعمت کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

حاصل : زیادہ لینے کی نیت کے ساتھ احسان کرنا، باعثِ مشقت ہوتا ہے۔ مخدوم کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اس کی بدولت فانی شے، دائمی نعمت بن جاتی ہے۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔

ڈر سنانے والے کی شان یہی ہے کہ اس کا اجر رب العالمین پر ہوتا ہے۔ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں کو سن کر برداشت کیا جائے اور یہ دعا بھی کی جائے کہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو کہ یہ بے علمی کے دائرے سے نکل نہیں پارہے، پاک لوگوں کی طریقت ہے۔

حاصل : صبر کے ساتھ ہی حق کی ادائیگی ممکن ہوتی ہے۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿۸﴾ تو جب صور پھونکا جائے گا۔

قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا، تو جزا کے وقت کی ابتدا ہو جائے گی اور عمل کے لئے دی گئی مہلت کلی طور پر ختم ہو جائے گی۔ اس وقت تک، عطائے الٰہی سے استفادہ کرنا چاہئے، اور کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جس لمحے حق کے مقابل اپنی خوشی عزیز ہو وہ لمحہ ضائع ہی ہو جاتا ہے۔

حاصل : جس نے مہلت دے رکھی ہے، اس کے حکم سے ختم بھی ہو جائے گی، اسی کے حکم سے صور پھونکا جائے گا۔

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿۹﴾ وہ دن بڑا کٹھن دن ہوگا۔

قیامت کے دن وہ انجام سامنے ہوگا، جس کا ڈر سنانے والوں نے خوب حق ادا کردیا ہے۔ اس وقت حق کو ماننا کسی کو نفع نہ

دے گا، مگر حق کو ماننے کی طلب انتہائی درجے کی ہو گی، یوں وہ دن بڑا کٹھن ہو گا۔

حاصل: جس دن حق کو ماننے کی طلب انتہائی درجے کی ہو، اور حق کو ماننا نافع بھی نہ ہو، وہ دن بڑا کٹھن ہو گا۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾ کافروں پر آسان نہ ہو گا۔

کافروں کی زندگی، جزا کے انکار میں گزرتی ہے۔ قیامت کے دن کو دیکھ کر انہیں جس دکھ کا سامنا ہو گا، وہ ان کے لئے انتہا کا دکھ ہو گا، اور اس دکھ کے سامنے ان کی بے بسی بھی انتہائی ہو گی۔

حاصل: ہماری بھلائی چاہنے والے کا انکار ہی ہمیں بڑے دکھ میں ڈال دیتا ہے۔

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ مجھے اور اس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے چھوڑ دیجئے۔

جزا کا انکار کرنے والا اپنے لئے ہی برا کرتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اللہ اس کو جو سزا دے سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ طبعی پیدائش کی صورت یہی ہے کہ بچہ اکیلا پیدا ہو۔

حاصل: جو حق کے انکار میں ہی اپنی شان سمجھتا ہو، اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اللہ اسے جو سزا دے سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ میں نے اسے بہت مال دیا ہے۔

مال، اللہ ہی دیتا ہے۔ جو اسے اللہ کی عطا جانتا ہے، وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے مال کو اللہ کی راہ پر لگاتا بھی ہے۔ جو اسے اپنی محنت کی بدولت جانتا ہے، وہ اسے اپنی خواہشات پر ہی لگاتا رہتا ہے۔ اللہ ہر ایک کو اپنے علم سے دیتا ہے۔ مال حق کی ادائیگی کے لئے حال پر ہمیشہ وافر ہوتا ہے۔

حاصل: مال کو عطائے الٰہی جاننا حق ہے، اور حق کی ادائیگی کے لئے وافر جاننا بھی حق ہے۔

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾ اور حاضر خدمت رہنے والے بیٹے دیئے۔

بیٹے بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ والدین کافر بھی ہوں تو ان کی خدمت کا حق اولاد پر ضرور رہتا ہے۔ جب والدین اللہ کے دشمن ہو جائیں تو پھر ان سے الگ ہو جانا ضروری ہے۔ اطاعت اسی کی حق ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو اور شاہد ہونے کا مرتبہ رکھتا ہو۔ بیٹے کے حاضر خدمت رہنے سے باپ کو جو خوشی نصیب ہوتی ہے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی۔ پھر بیٹے عطا کرنے والے کی شان کو نظر انداز کرنا کتنی بڑی ناشکری ہو گی۔

حاصل: حاضر خدمت رہنے والے بیٹے کو عطائے الٰہی جاننا حق ہے۔ معطی کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے۔ باحقیقت بیٹے کی حاضری علم سے ہوتی ہے، وہ کبھی والدین کی خدمت سے غافل نہیں ہوتا۔

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ اور اس کے لئے سامانِ زیست میں

وسعت دی۔

اتمامِ حجت فرد کی زندگی میں بھی ہوتا ہے، جماعت کی زندگی میں بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھا جاتا ہے کہ کون سامانِ زیست کو عطائے الٰہی جانتے ہوئے راہِ راست پر رہتا ہے اور کون اس کو اپنی کارکردگی کا نتیجہ جانتا ہے۔ سامانِ زیست میں وسعت دینے والا، اللہ تعالیٰ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر سامانِ زیست میں وسعت دینے والے مالکِ کل کو نہ مانا جائے تو پھر خلافِ حق کرنے سے رک جانا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل: آسانیاں عطا کرنے والے مالکِ کل کو ادب سے ماننا چاہئے، ورنہ توازن درست نہیں رہ سکتا۔

ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ پھر طمع رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں۔

یہ طمع کہ اسے اور بھی دیا جائے، اسی کے لئے درست ہو سکتا ہے، جو اللہ کی عطا کے شکریے کا حق ادا کر رہا ہو۔ جو پہلے ہی ناشکرے ہونے کا ثبوت دے چکا ہو، اس کو مزید دینے سے وہ سرعت کے ساتھ عذاب کے قریب ہی ہوتا جائے گا۔

حاصل: سامانِ زیست کی وسعت میں اپنی شان دیکھنے والا، یہ چاہتا ہے کہ اسے مزید بھی حاصل ہو۔ بندے کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ پہلے عطائے الٰہی کے شکریے کا حق ادا کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔

كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔

جو اللہ کی آیات سے عناد رکھتا ہے، وہ اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اور جو معاملہ دوست کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ کبھی دشمن کے ساتھ نہیں کیا جاتا، کہ حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔

حاصل: اللہ کے دوست کو دوست نہ بنانا، اللہ کی روشن نشانیوں سے عناد رکھنے کا ثبوت ہے۔ جہاں یہ عناد ثابت ہو جائے، وہاں اللہ مزید آسانیاں عطا نہیں فرمایا کرتا۔ اگر ایسا محسوس ہو تو اس کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔

سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ عنقریب میں اس کو ایک چڑھائی چڑھاؤں گا۔

جو سامانِ زیست پر اترانے لگے، وہ غرور میں مبتلا رہتا ہے۔ دوسروں کے مقابل امتیازات تلاش کرنے والا، ایک چڑھائی چڑھنے لگتا ہے۔ جب وہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو اسے اوندھے منہ نیچے گرا دیا جاتا ہے، اور زینتِ دنیا اس پر ہنستے ہوئے یہ کہتی ہے کہ میرے ساتھ پیار کرنے والے، تیرا یہ انجام ہے۔

حاصل: غرور میں مبتلا رہنے والا، برے انجام کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ اس نے فکر کی اور تجویز کی۔

جو غور و فکر خواہشات سے جڑی ہوئی ہو، اس کی حقیقت ظلمت ہی ہوتی ہے۔ جو سوچ بچار طلبِ ہدایت سے تعلق رکھتی

ہو، وہ صحیح رخ پر ہوتی ہے۔ منفی سوچ سے قبیح منصوبہ ہی بنتا ہے۔

حاصل : غور و فکر میں رخ درست ہونا چاہیئے۔ فکر درست نہ ہو تو تجویز بھی درست نہیں ہوگی۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ تو مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔

محب کو وہ بات بہت تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے جو اس کے محبوب کے بارے میں، کہنے والے کے قیاس کا درجہ رکھتی ہو اور منفی سوچ سے پیدا ہوئی ہو۔ جو محبوب کو محب کی نظر سے دیکھے اسی کو لطافت کا علم ہوگا۔

حاصل : محب اپنے محبوب کے بارے میں قبیح منصوبہ بنانے والے کا بھلا چاہے یہ ممکن نہیں۔

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ پھر مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔

حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود، جو شاہد کے بارے میں بے ہودہ رائے قائم کرلے وہ لوگوں کی راہ نمائی کرنے کی بجائے، ان کی خواہشات کا احترام کرتا ہے، مگر کرتا اس طرح سے ہے کہ لوگ اس کو بڑا مدبر سمجھتے ہیں، اور اس کی تجویز کو پسند کرتے ہیں۔

حاصل : مدبرانہ انداز میں لوگوں کو خرابی کی راہ پر آگے بڑھانے والے، قابل نفرت ہوتے ہیں۔

ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ پھر نظر کی۔

اپنی غرض و غایت کے دائرے میں پھنسے ہوئے مغرور کو جب لوگ مدبر سمجھتے ہوں اور کسی مقام پر اس سے، اس کی رائے جاننا چاہیں تو وہ ان کو اپنے فکر کی بلندی کا احساس دلانے کے لئے کچھ حرکات کرتا ہے۔ پہلی حرکت یہ ہوتی ہے کہ سوچ بچار سے نکلنے کا اظہار کرنے کے لئے وہ لوگوں کی طرف نگاہ کرتا ہے۔

حاصل : اپنی غرض کے لئے، لوگوں کو مشورہ دینے والے ایسی حرکات کرتے ہیں، جس سے بے علم لوگ انہیں سنجیدہ اور ان کی رائے کو صائب مان لیتے ہیں۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔

لوگوں کو اپنے فکر کی بلندی کا احساس دلانے کے لئے، ان کو اپنی تجویز کی قدر و منزلت کا احساس دلانے کے لئے، غرض و غایت میں الجھے ہوئے مدبر، اپنی جسمی زبان سے کام لیتے ہوئے، ایک انداز کے ساتھ ماتھے پر شکن لاتے ہیں اور منہ بنا کر دکھاتے ہیں، منشاء یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑی سنجیدگی سے موضوع پر غور کر کے اپنی صائب رائے کو لوگوں کے سامنے لانے والے ہیں۔

حاصل : غرض و غایت میں الجھے ہوئے دانش ور، لوگوں کو اپنے فکر کی بلندی کا احساس دلانے کے لئے، جسم کی حرکات سے مدد لیتے ہیں، جس میں تیوری چڑھانا اور منہ بگاڑنا بھی شامل ہوتا ہے۔

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ پھر پیٹھ پھیری اور استکبار کیا۔

غرض وغایت میں الجھے ہوئے دانشور کے جسم کی حرکات کا ذکر ہو رہا ہے، کہ جب اس سے حق کے بارے میں پوچھا جائے، تو وہ مدبرانہ انداز میں تیوری چڑھا کر، منہ بگاڑ کر، کھڑا ہوتا ہے، اور سوال کرنے والوں کی طرف پیٹھ کر کے چلنے لگتا ہے، اور اس کی چال میں غرور نمایاں ہوتا ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے، کہ اس نے غور و فکر کی حد کر دی ہے۔

حاصل : لوگوں کی طرف سے پیٹھ پھیرنے والا، اور استکبار کرنے والا مدبر کبھی باحقیقت نہیں ہوتا۔

فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ پھر کہنے لگا، یہ تو وہی سحر ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے۔

غرض وغایت میں الجھا ہوا دانشور حق کے بارے میں لوگوں کو اپنی رائے کے صائب ہونے کا احساس دلانے کے لئے پہلے مذکورہ حرکات کرتا ہے، اور پھر زبان سے یہ کہتا ہے کہ جس کلام کے بارے میں، آپ نے میری رائے طلب کی ہے، یہ تو وہی جادو ہے، جو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ حق کو جادو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے اثرات کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا، اور اس کو مان لینے سے استکبار کی جڑ کٹ جاتی ہے جو متکبر کو گوارا نہیں ہوتی۔ طلبِ ہدایت ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرنے سے، ہدایت نصیب ہوتی ہے، اور بے حقیقت لوگوں سے وقف رکھنے کا مقام معلوم ہو جاتا ہے۔ ایک ہی معاشرے میں رہنے والے جب حق کو ماننے اور نہ ماننے کے حوالے سے الگ الگ ہو جاتے ہیں تو بے حقیقت لوگ اسے جادو کا نام دے کر لوگوں کو گمراہ کرنے لگتے ہیں۔

حاصل : غرض وغایت میں الجھے ہوئے دانشور، حق کو جادو کہہ کر اس کی شان کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کے سامنے اپنی بے بسی کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ یہ تو محض قول بشر ہے۔

حق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس کی مثل کبھی پیش نہیں کی جاسکی، اس کی مثل کبھی پیش نہیں کی جاسکے گی، اور قول بشر کو تو بے مثل کہنا ہی بے ہودگی ہے۔ حق کو حکم الٰہی مان لیا جائے تو پھر من مانی کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، اور من مانی کرنے سے رک جانا، بہت بڑا کام ہے، اس لئے حق کو قولِ بشر کہہ کر اپنے آپ کو اور سننے والوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حاصل : حق کو قولِ بشر کہنا، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور گمراہ کرنے والے کی غرض اس میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ عنقریب میں اس کو واصل جہنم کروں گا۔

حق کی تکذیب کرنے والے کا انجام بتایا گیا ہے، کہ اس کو اس کے کئے کا بدلہ دیتے ہوئے واصل جہنم کیا جائے گا، اور جہنم میں حق کی تکذیب کرنے والے کو اس کی برائی کے مطابق پوری پوری سزا دی جائے گی۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے کو اس کے کئے کے صلے میں واصل جہنم کیا جائے گا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ اور تم نہیں جانتے وہ آگ کیسی ہے۔

ڈرسنانے والے شاہد کو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ جن کو ڈر سنایا گیا ہے، ان کے ہر فرد کو یہ سنایا گیا ہے کہ تمہیں نہیں پتہ وہ آگ کیسی ہے۔ اگر اس آگ کا پتہ لگ جائے تو پھر غفلت کا مقام کب باقی رہ سکتا ہے۔ اپنے اعمال سے پیدا ہونے والی آگ کو دیکھنا غفلت کے دائرے میں ممکن ہی نہیں۔

حاصل : جہنم کی آگ کے بارے میں یہ پتہ لگ جائے کہ وہ کیسی ہے تو پھر غفلت کا مقام باقی نہیں رہ سکتا۔

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔

جہنم کی آگ کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ برائی کے نتائج کو کچھ باقی نہ رہنے دے گی، اور کچھ رعایت نہ برتے گی۔ اس سے فرار ممکن نہ ہو گا کہ وہ انسان کے ساتھ اس کے اعمال کے حاصل کے طور پر لگی ہوئی ہو گی۔

حاصل : جہنم کی آگ سے بچنے کی راہ کو حال پر ہی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ نارِ جہنم مجرم سے کچھ رعایت برتے، یہ ممکن نہیں۔

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ جِلد کو دگرگوں کردے گی۔

نارِ جہنم جلد کو جلا کو دگرگوں کردے گی۔ احساسِ سزا کو برقرار رکھنے کے لئے اس کو پھر بدل دیا جائے گا، یوں سزا جاری رہے گی۔

حاصل : جلد کو جلانے کا حق صرف یوم الدین کے مالک کو ہے۔ بندے کو حدودِ عبدیت سے کبھی تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ اس پر انیس (۱۹) داروغہ ہیں۔

دوزخ کے انیس (۱۹) داروغے ہیں۔ جن حدود سے تجاوز باعثِ عذاب ہو گا، ان کی صورت بھی یہی ہے۔ حدود اللہ سے تجاوز ہی باعثِ عذاب ہوتا ہے۔ حق پہنچانے والے ہر زمانے میں عذابِ الٰہی کا ڈر سناتے رہتے ہیں۔

حاصل : حدود اللہ کے عدم احترام سے دوزخ کا احاطہ بنتا ہے۔ حدود اللہ کی نسبت سے ہی داروغوں کا تعلق ہے۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور ہم نے ملائکہ ہی دوزخ کے فرشتے مقرر کئے ہیں، اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کے لئے فتنے کی صورت سے رکھی ہے، اس لئے کہ کتاب والوں کو یقین آئے، اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہو،

الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا
مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ
۳۱ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع ۱۵

اور کتاب والوں کو اور مومنوں کو کوئی شک نہ رہے، اور جن کے قلوب میں مرض ہے اور کافر، یہ کہیں کہ اس مثال سے اللہ کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ اور تمہارے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔ اور یہ تو بشر کے لئے نصیحت ہی ہے۔

ملائکہ وہی کرتے ہیں، جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوتا ہے۔ وہ اپنے اپنے مقام پر حقِ عبادت ادا کر رہے ہیں۔ دوزخ کے داروغوں کی تعداد کا ذکر کافروں کو حیرت زدہ کرتا ہے، اور وہ اس پر باتیں بنانے لگتے ہیں، اپنے اندازے قیافے بیان کرنے لگتے ہیں۔ سابقہ کتبِ آسمانی میں بھی دوزخ کے داروغوں کا ذکر ہے، اور وہاں بھی یہی تعداد بیان ہوئی ہے۔ اس لئے اہلِ کتاب کو ماضی کا علم ہے، مومنوں کو قرآن شریف کے حوالے سے حال کا علم ہے، اور ماضی حال کی تصدیق کرتا ہے، حال، ماضی کی تصدیق کرتا ہے۔ تصدیق سے شک ختم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ حق کو ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں، مگر شاہد سے محبت نہیں رکھتے، ان کے قلوب میں مرض ہوتا ہے۔ جب ان کے سامنے اور کافروں کے سامنے یہ بات آتی ہے تو وہ کہتے ہیں، اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا ارادہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی بات کو اپنی سمجھ کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اور جو بات ان کی سمجھ میں آجائے اسی کو حق جانتے ہیں۔ حالانکہ حق ان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اللہ نے جو نازل فرمایا ہے، وہ حق ہے۔ کتاب اور شنید راستہ ہے، مقصود نہیں ہے۔ مقصود اللہ کا محبوب ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے اسی معیارِ ہدایت سے روشنی حاصل کرسکتے ہیں۔ جو اللہ کے محبوب کو نہ مانے، اللہ اسے نہیں چاہتا۔ جسے اللہ نہیں چاہتا اسے ہدایت نہیں ملتی۔ جو اللہ کے محبوب کو چاہتا ہے، اللہ اسے چاہتا ہے۔ جسے اللہ چاہتا ہے، اسے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ہمارے رب کے لشکروں کا علم، ان کی وسعت کا علم، ہمارے رب کو ہی ہے کہ ہمارے رب کے لشکر، اسی کے علم سے اور اسی کے حکم سے کرتے ہیں جو بھی کرتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی تو بشر کے لئے نصیحت ہے۔ نصیحت فائدہ تو اسے ہی دیتی ہے جو ناصح کو اپنا بھی خواہ مان لے۔

حاصل: حق کو ماننے والا بامراد ہوتا ہے، نہ ماننے والا نامراد ہوتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ القلم (68) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾

بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾

ان کا خیال ہرگز درست نہیں، قسم ہے قمر کی۔

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں، ان کا خیال ہرگز درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے چاند کی قسم کھائی ہے۔ اللہ نے چاند کے
لئے منزلیں ٹھہرا دی ہیں، وہ بڑھتے بڑھتے پورا ہوتا ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر کائنات کا حسن قائم نہیں رہ سکتا،
اسی طرح چاند کی روشنی کے بغیر پرورش نہیں ہو سکتی۔ چاند کے فوائد پر نظر ہو تو انسانی زندگی پر براہِ راست اور بالواسطہ اس
کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کا شکریہ ادا کیا جانا چاہئے۔ جس طرح چاند کی تکمیل میں تدریج کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، اسی
طرح ایک وقت کے بعد قیامت بھی آجائے گی۔

حاصل : نصیحت کو روشن کرنے کے لئے، اللہ نے اپنی تخلیق کی قسمیں بھی کھائی ہیں۔

وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ ﴿۳۳﴾

اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے۔

نصف شب تک تو رات آتی ہے، اس کے بعد جاتی ہے، اس جانے کے عمل کو پیٹھ پھیرنا کہا گیا ہے۔ سورج کی روشنی میں
ہونے والے تغیرات سے جو کچھ بنتا ہے، وہ رات کو اپنے اپنے محل پر سنبھالا جاتا ہے۔ جب رات پیٹھ پھیرتی ہے تو اس وقت دن
کے نمودار ہونے کے آثار نظر نہیں آتے، مگر ایک وقت کے بعد وہ نظر آنے لگتے ہیں اور پھر دن نمودار ہو جاتا ہے۔ اسی
طرح حیاتِ دنیا کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت آجائے گی۔

حاصل : رات جب پیٹھ پھیرتی ہے تو دن کا ظہور قریب آنے لگتا ہے، اسی طرح حیاتِ دنیا
کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت آجائے گی۔

وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ ﴿۳۴﴾

اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

رات کی تاریکی کے ختم ہو جانے کے بعد صبح کے روشن ہونے کا مقام، اللہ کے حکم سے آتا ہے۔ اسی طرح حیاتِ دنیا
کے ختم ہونے کے بعد قیامت کا مقام اللہ کے حکم سے آجائے گا۔ رات کے بعد دن کے آنے سے کسی کو حیرت نہیں ہوتی
تو حیاتِ دنیا کے بعد حیاتِ آخرت کے آنے سے حیرت زدہ ہونے کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل : جس کے حکم سے رات کے بعد دن کا مقام آتا ہے، اسی کے حکم سے حیاتِ دنیا کے
خاتمے کے بعد قیامت آجائے گی۔ اللہ کی قدرت کا احاطہ ہر مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ ﴿۳۵﴾

بے شک وہ ایک بہت بڑی آفت ہے۔

دوزخ کی آگ بہت بڑی آفت ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دوزخ کی آگ بہت بڑی آفت ہے کہ مجرم اس سے چھوٹ نہ سکے گا، کوئی اس کو چھڑا نہ سکے گا۔
اللہ کے مقابل کوئی مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : جس آفت سے چھوٹ جانا ممکن نہ ہو، اس کو بڑی آفت ماننے میں کوئی مشکل
نہیں ہونی چاہئے۔

نَذِيۡرًا لِّلۡبَشَرِ ﴿۳۶﴾

اور بشر کے لئے موجبِ ڈر۔

بشر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو توفیق دی گئی ہے، اس کا خلافِ حق استعمال ہو تو انجام کار بڑی آفت کا سامنا ہو گا۔
دوزخ سے بشر کو ڈرنا چاہئے کہ وہاں اسے اس کے برے اعمال کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا، اور سزا مسلسل ہو گی۔

حاصل: دوزخ کی آگ سے بچنے کی فکر نہ کرنا بہت بڑی غفلت ہے۔ بشر کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے انجام کی پرواہ ہی نہ کرے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ جو کوئی تم میں سے چاہے کہ آگے آئے یا پیچھے رہے۔

ڈر سنانے والے کی شان یہ ہے کہ وہ خلافِ حق کرنے کے انجام سے آگاہ کرتا ہے، اور کسی اجر کا سوال بھی نہیں کرتا۔ اگر کوئی اس خطرے کی طرف بڑھتا ہے تو وہ اپنے کیے کا صلہ پائے گا، اور اگر کوئی دوزخ سے بچنے کی راہ لیتا ہے، تو وہ فلاح پائے گا۔ توفیق اللہ نے دی ہے، اس کا استعمال خلافِ حق ہوگا تو خسارہ بھی منکر کو ہی ہوگا، اور حق کے مطابق ہوگا تو اس کا فائدہ بھی ماننے والے کو ہی ہوگا۔

حاصل: توفیق اللہ نے دے رکھی ہے، کوئی اس کو خلافِ حق استعمال کرے تو وہ خسارے میں پڑے گا، جو حق کے مطابق استعمال کرے وہ فلاح پائے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ ہر نفس اپنے کسب کے بدلے میں رھن ہے۔

ہر نفس کو ایک رخ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جو حق کو نہ مانے، وہ ناحق کو ضرور مانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کی جزا دینا اللہ کا کام ہے۔ اپنے اعمال کے صلے سے اپنے آپ کو الگ کر لینا ممکن نہ ہوگا۔

حاصل: اپنے نفس کو اس کے رخ کے حوالے سے دیکھنا چاہیے، کہ اپنے اعمال کا صلہ تو ضرور ملے گا۔

مع ۱۶ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ مگر اصحابِ یمین۔

جو لوگ، اللہ کے محبوب کو محبوب بنا لیتے ہیں، وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکل جاتے ہیں۔ رب العالمین کے محبوب کو معلم مانتے ہیں، اور اپنی پسند کو اپنے معلم کی پسند سے ملا لیتے ہیں۔ جس چیز کو معلمِ کتاب وحکمت ناپسند کرے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ان کا نفس ان کی سواری بن جاتا ہے۔ یہ اصحابِ یمین ہیں۔

حاصل: عام لوگوں پر اُن کا نفس سوار ہوتا ہے، اصحابِ یمین اپنے نفس پر سوار ہوتے ہیں۔

فِيْ جَنّٰتٍ ۚ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ وہ جنتوں میں ہوں گے اور پوچھیں گے۔ عند المتقدمین ۱۲

جن لوگوں کو اُن کے اعمال نامے، اُن کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے، وہ جنتوں میں ہوں گے۔ اُنھیں حال پر بھی راحت نصیب ہوتی ہے، آخرت میں بھی اُنھیں راحت ہوگی۔ وہ اللہ کے محبوب کی محبت کا شغف رکھتے ہیں، اور اس قدر مشغول ہوتے ہیں کہ وہ ہر وقت کسی کارِ خیر میں لگے رہتے ہیں۔ فارغ بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اُنھیں اپنا کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔ وہ جنتوں میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے، ماضی کی طرف دیکھیں گے، تو ایک دوسرے سے سوال جواب کریں گے۔

حاصل: اصحابِ یمین جنتوں میں ہوں گے، اور ایک دوسرے سے اللہ کا شکر کرتے ہوئے بات چیت کریں گے۔

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مجرمین سے۔

اصحابِ یمین آپس میں ماضی کے حوالے سے سوال وجواب کرتے ہوئے، جب مجرمین کے ماضی کو یاد کریں گے، تو مجرمین کے انجام کو دیکھنا انہیں ضروری معلوم ہوگا، اور اُن مجرمین کو وہ جہنم میں دیکھیں گے تو اُن سے اپنے ماضی کے تعلقات کے حوالے سے سوال، جواب کریں گے۔ اصحابِ یمین محرم ہوتے ہیں، وہ اللہ کی رضا کو مقصود بنالیتے ہیں، اُن کے مقابل مجرم اپنے نفس امارہ کے امر کو ہی مانتے ہیں۔

حاصل: محرم یہاں مجرمین کو خوف و حزن میں پھنسا ہوا دیکھتے ہیں، آخرت میں وہ انہیں عذاب میں پھنسا ہوا دیکھیں گے، اور ان سے سوال جواب کریں گے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ تم دوزخ میں کیوں پڑے۔

اہل جنت مجرمین سے پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے۔ حیاتِ دنیا میں جن لوگوں سے واسطہ رہا ہوگا، آخرت میں انہیں ان کے مقام کے حوالے سے دیکھ لینا، اہل جنت کے لئے ممکن ہوگا۔

حاصل: اہل جنت مجرمین سے پوچھیں گے، تم دوزخ میں کیوں پڑے۔

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

اہل جنت کو یہ یقین ہوگا، کہ مجرم لوگوں نے دوزخ کی راہ پورے شعور کے ساتھ اختیار کی تھی، سوال اس لیے کیا جائے گا، کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مجرم اپنے ماضی کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مجرم اپنے ماضی کو بیان کرتے ہوئے پہلا اعتراف یہ کریں گے، کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ اس سے یہ روشن ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ صرف نماز پڑھنا کافی نہیں ہے، نماز سے قول پاک ہو جاتا ہے، قول پاک ہو تو اعمال کی اصلاح کا مقام آتا ہے۔

حاصل: نماز پڑھنے والوں سے نہ ہونا، دوزخ والوں کی ایک نشانی ہے۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ اور مسکین کو طعام نہ دیتے تھے۔

دوزخ والے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ ہم مسکین لوگوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ مساکین کا حق ہمیں ضرور بتادیا گیا تھا، مگر ہم اللہ کے دیے ہوئے رزق کو محض اپنی خواہشات پر ہی لگاتے تھے، یوں ہم اللہ کے دیے ہوئے رزق کی ناشکری کرتے رہے۔

حاصل: مسکین کو کھانا نہ کھلانا دوزخ والوں کی صفت ہے۔

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ اور ہم اہل باطل کے ساتھ مل کر کٹ حجتیاں کرتے تھے۔

دوزخی اپنے دوزخ میں پڑنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے، تیسرا سبب یہ بتاتے ہیں، کہ ہم اہل باطل کے ساتھ مل کر حق کا مذاق اڑاتے تھے، کٹ حجتیاں کرتے تھے، ہماری بات حق کے حوالے سے نہ ہوتی تھی، ہم بے ہودگی میں مزہ لیتے تھے۔

حاصل: اہل باطل کا ہم نشین ہونا، ان کی آواز میں اپنی آواز ملانا اور بے ہودگی میں مزہ لینا

دوزخ والوں کی نشانی ہے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ اور ہم یوم الدین کی تکذیب کرتے تھے۔

دوزخ میں پڑنے کا چوتھا سبب، یہ بتایا گیا ہے کہ ہم یوم الدین کا انکار کرتے تھے۔ جزا کا انکار ہمارے ہاں نظامِ حیات کا محور رہا۔ جزا کے انکار کی وجہ سے ہم من مانی کرتے رہے۔

حاصل : یوم الدین کی تکذیب، دوزخ والوں کی نشانی ہے۔

حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ حتی کہ ساعتِ یقین آ پہنچی۔

موت کے ساتھ، عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہو جاتی ہے، اور حقائق بالکل واضح نظر آنے لگتے ہیں، ڈرسنانے والوں کی شان بھی معلوم ہو جاتی ہے، مگر اس وقت راستہ بدل لینا ممکن نہیں ہوتا۔ دوزخ والے یہ اعتراف کرتے ہیں، کہ انہیں بحیثیت مسلمان موت نہیں آئی۔

حاصل : بحیثیت مسلمان اس دنیا سے رخصت نہ ہونا بھی دوزخی ہونے کی نشانی ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ تو انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی۔

جو لوگ نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں ہیں، جو لوگ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے، جو لوگ اہل باطل کے ساتھ مل کر حق کا مذاق اڑاتے ہیں، جو لوگ یوم الدین کو جھلاتے ہیں، اور جنہیں حالتِ کفر پر موت آتی ہے، انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی، کہ وہ اس صلاحیت کو ہی ضائع کر چکے ہوں گے، جس کی موجودگی میں شفاعت نفع دے سکتی ہے۔

حاصل : اللہ کے محبوب کا دشمن، اس اہلیت کو ہی کھو بیٹھتا ہے جس کی موجودگی میں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع دے سکتی ہے۔ جس پودے کی جڑ سوکھ جائے وہ مبارک پانی سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ تو انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس تذکرہ سے اعراض کرتے ہیں۔

یہ نصیحت بھیجنے والا، علیم مطلق ہے۔ اس کی بھیجی ہوئی نصیحت بے مثل ہے۔ ناصح کی صداقت شک وشبہ سے بالا ہے۔ ناصح کے امین ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اس نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہے۔ اس نصیحت کو نظر انداز کرنے سے کسی کا بھلا ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں۔ تو پھر اس نصیحت سے اعراض کرنا قطعاً عقل مندی نہیں ہے۔

حاصل : نصیحت بھیجنے والا، علیم مطلق، نصیحت بے مثل، ناصح، صادق، ناصح کی طرف سے کسی اجر کا سوال بھی نہیں، خوف وحزن سے نجات کے لئے اس نصیحت کو ماننا لازم ہے، پھر اس نصیحت سے اعراض کو قطعاً عقل مندی نہیں کہا جا سکتا۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ گویا وہ وحشت زدہ گدھے ہیں۔

نصیحت سے گریز کرنے والوں کا رویہ ایسا ہے، جیسا وحشت زدہ گدھوں کا ہوتا ہے۔ انہیں نصیحت سے بدکنے کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ وہ آواز ہی انہیں وحشت زدہ کر دیتی ہے۔

حاصل : نصیحت سے بدکنا، بڑی بے سمجھی ہے۔

فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ جو شیر سے بھاگ رہے ہیں۔

بے عقل لوگ، نصیحت سے اس قدر وحشت زدہ ہو جاتے ہیں، کہ جیسے اس کا ماننا انہیں کھا جائے گا اور وہ اس سے ایسے بدکتے ہیں، جیسے وحشت زدہ گدھے، شیر سے بدکتے ہیں۔

حاصل : اپنے رویے اور اپنی استعداد پر نظر رکھنی چاہئے۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ بلکہ ان میں کا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے عطا ہوں۔

نصیحت سے اعراض کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ انہیں ذاتی تجربہ ہو، ان کا مشاہدہ ان کے ایمان لانے کا سبب ہو، ان میں کا ہر شخص ذاتی تجربہ اور مشاہدہ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم اپنے علم سے بھیجتا رہا ہے۔ اللہ کا چنا ہوا ہی بہترین بندہ ہو سکتا تھا، کہ اللہ ہی سب سے بڑے علم والا ہے۔

حاصل : ذاتی تجربے اور مشاہدے کی خواہش الجھاؤ کا باعث بنتی ہے، اور اس کے معنی علمِ الٰہی کا انکار ہی ہوتا ہے۔

كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿۵۳﴾ ہرگز نہیں، بلکہ انہیں خوفِ آخرت نہیں۔

آخرت کا یقین ہو تو عمل کے لئے دیئے گئے وقت کا درست استعمال ہونا چاہئے۔ یہ امید ہو کہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی تو پھر غفلت کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

حاصل : آخرت کا یقین نہ ہو تو وقت فضول چاہتوں میں ضائع ہوتا رہتا ہے۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ ہرگز نہیں، وہ تو تذکرہ ہے۔

فرمانِ الٰہی تذکرہ ہے، نصیحت ہے، اور نصیحت اسی کے ہاں سے پہنچنی چاہئے جو اس نصیحت کو ماننے کا بہترین نمونہ ہو۔ جو حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے کی چاہت رکھتا ہو وہ کبھی ناصح نہیں ہو سکتا۔

حاصل : فرمانِ الٰہی نصیحت ہے اور ناصح اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا بندہ ہے۔

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿۵۵﴾ تو جو چاہے اس سے نصیحت لے۔

فرمانِ الٰہی روشن نصیحت ہے۔ اسی سے فلاح دارین عطا ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اس سے فیض یاب ہونے کی اہلیت اللہ نے دے رکھی ہے۔ شعور کی موجودگی میں رخ کو درست رکھنے والے ہی اس سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

حاصل : فرمانِ الٰہی سے نصیحت حاصل کرنے کی اہلیت، اللہ نے دے رکھی ہے۔ جو چاہے اپنا رخ سیدھا رکھے۔

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ
اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝٥٦
وہی اہل تقویٰ اور وہی اہل مغفرت ہیں۔

ہدایت بھی اللہ دیتا ہے، ضلالت بھی اللہ دیتا ہے۔ جو ناصح سے محبت رکھتا ہے، وہ نصیحت کی قدر کرتا ہے، اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ جو حق کو اپنی پسند کے مطابق بنانے میں لگا رہتا ہے، اللہ اس کو اس کے فسق کی بدولت گمراہ کر دیتا ہے۔ نصیحت کو وہی مانتے ہیں جو اہل تقویٰ ہیں، جو اہل مغفرت ہیں۔ اہل تقویٰ وہ ہیں کہ جوں جوں ان کا علم بڑھے ان کے اندر خوفِ خدا بڑھتا ہے۔ اہل مغفرت اپنے معلم کو محسنِ اعظم مانتے ہیں۔ نصیحت سے استفادہ کرنے کے لئے، اہل تقویٰ سے ہونا ضروری ہے، اہلِ مغفرت سے ہونا ضروری ہے۔

حاصل : ہدایت بھی باذنِ اللہ ہے، ضلالت بھی باذنِ اللہ ہے۔ اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہی نصیحت کو مانتے ہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝٢٨

بے شک اللہ اسراف کرنے والے، کذّاب کو راہ نہیں دکھاتا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١
نہیں، میں تو یومِ قیامت کی قسم کھاتا ہوں۔

جو لوگ قرآن مجید کو فرمانِ الٰہی ماننے سے گریزاں ہیں، ان کے خیال کی نفی سے بات شروع کی جا رہی ہے، اور قرآن مجید کے فرمانِ الٰہی ہونے پر قسم کھائی گئی ہے۔ قسم کھانے والا، احتیاج سے پاک ہے قادر مطلق ہے، اور لوگوں کو آسانی عطا کرنے کے لئے قسم کھاتا ہے۔

حاصل : قسم حق کو روشن کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے، یہ غفلت کے دائرے سے نکلنے میں مدد دیتی ہے۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢
اور نہیں میں تو نفسِ لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔

نفس کے تین درجات ہیں۔ پہلا درجہ ہے، نفسِ امارہ۔ اس درجے میں نفس برائی کا امر کرتا ہے۔ رب کی رحمت

شامل حال ہو تو اس درجے سے نکلنا نصیب ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ ہے لوامہ۔ اس درجے میں اللہ کے محبوب کی شان نظر آنے لگتی ہے، اپنے نقائص بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ جب نفس، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے صاحب کا اتباع کرتے ہوئے اپنی پاکیزگی کے اظہار کی طرف مائل ہو تو نفس لوامہ کی طرف سے ملامت کی جاتی ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ تو اپنی ذات کی نمائش سے ابھی باز نہیں آیا۔ اسی طرح نور معرفت بڑھتا رہتا ہے، اور شاہد کو جا اور بے جا دونوں مقامات پر پورا دیکھنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ درجہ مطمئنہ کہلاتا ہے۔ نفسِ لوامہ کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے، کہ انسان کو اگر اس کائنات کی ایک اکائی مان لیا جائے، اور تمام اکائیوں کے مجموعے کو عالم کہا جائے، تو جو کچھ ایک اکائی کے اندر ہو رہا ہے، وہ پورے عالم میں ہوگا۔ حال پر انسان کے اندر حساب قائم ہوتا ہے، تو یقیناً عالم میں بھی ایک یوم الحساب قائم ہوگا۔

حاصل: نفسِ لوامہ، انسان کے حق کے مطابق ہونے کا یا حق کے خلاف ہونے کا پتہ بھی دیتا ہے، اور اگر بندہ اپنی پاکیزگی کے اظہار میں مزہ لینے لگے تو اسے ملامت بھی کرتا ہے۔ بندہ جو کچھ اپنے اندر پاتا ہے، یہی ایک دن ساری کائنات میں ہوگا، اور وہ دن قیامت کا دن ہوگا۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے۔

انسان جب حیاتِ دنیا کو پورا کر کے، اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے وجود میں موت کے بعد کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں، اور ایک وقت کے بعد ہڈیاں بھی یک جا نہیں رہتیں۔ اس مشاہدے کے حوالے سے زندہ انسان یوم قیامت کا انکار کرنے لگتا ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ رب العالمین کے علم سے ہو رہا ہے، تو پھر قیامت اس کے علم سے کیوں نہیں آسکتی۔ ہڈیوں کو بنانا اور جمع کرنا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ ہر ہر شے اللہ کے حکم کو ادب سے ماننے کے لئے تیار رہتی ہے۔ حکم الٰہی کے ہونے کی دیر ہے، وہ سب تبدیلیاں جو یومِ قیامت سے تعلق رکھتی ہیں، واقع ہو جائیں گی۔ فرد کو عمل کے لئے ایک وقت دیا گیا ہے، پوری کائنات کے لئے بھی ایک وقت رکھا گیا ہے۔

حاصل: وجود کی تخلیق بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اس کا بکھرنا بھی اللہ کے علم سے ہوتا ہے، اس کا قیامت کے دن اٹھایا جانا بھی اللہ کے علم سے ہوگا۔

بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٤﴾

ہاں ہاں ہم اس کے پور پور کو درست کر دینے پر قادر ہیں۔

خالقِ کل نے جو کچھ پہلے بنایا ہے، اس کا علم بھی انسان کو پورا ہو تو معرفتِ الٰہی سے بندے کا سر اللہ کے حضور جھک جاتا ہے۔ ہر ہر جوڑ کو اس کے محل پر طبعی حرکات کے حوالے سے سنوارنا، اس جوڑ میں کام آنے والی ہڈیوں کو اس طرح سے ٹھیک رکھنا کہ ان کے ابھار اور قعر درست رہیں، جو رطوبتیں وہاں درکار ہیں وہ پوری رہیں، جو پردے ان کی حفاظت کے لئے درکار ہیں وہ درست رہیں، جو رباط حرکات کے لئے درکار ہیں وہ درست رہیں، اور جو جو کچھ وہاں درکار ہے وہ پورا رہے، اللہ کی شان ہے۔ جو حال پر قادرِ مطلق ہے وہی مستقبل میں قادرِ مطلق ہے، ہم اس کی قدرت پر زبان کھولنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔

حاصل: ہڈیوں کا جمع کرنا، اور جسم کو دوبارہ بالکل ٹھیک کر دینا اللہ کے لئے آسان ہے، کہ پہلے بھی اسی نے بنایا ہے، دوبارہ بھی وہی بنائے گا۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ ﴿٥﴾ بلکہ انسان چاہتا ہے، کہ آگے کو خود سری کرتا چلا جائے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ اس کے تجربات کی روشنی میں ہوتا رہتا ہے۔ جب انسان اللہ کی قدرت کا انکار کرتا ہے تو اس کے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہوتی، بس خود سری اس کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ من مانی کرنے کی طلب اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ حق کو سن کر ان سنا کر دیتا ہے، اور خود سری اور ڈھٹائی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

حاصل : قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے رہنے کے باوجود انسان خود سری کرتا چلا جائے تو اسے بے عقلی ہی کہا جائے گا۔

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴿٦﴾ پوچھتا ہے، یومِ قیامت کب ہوگا۔

وقتِ قیامت کے تعین کے بارے میں منکرینِ قیامت پوچھتے چلے آرہے ہیں، اس سوال کا مقصد کبھی حق کو جاننا نہیں ہوتا، محض خود سری اور ڈھٹائی کی بنا پر یہ سوال کیا جاتا ہے۔ سوال کرنے والے کو مہلت تو موت تک ہے، یومِ قیامت کے وقت کا تعین اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

حاصل : جب بندے کو مہلت ہی موت تک ہے، تو قیامت کے وقت کا تعین کرنے کے بارے میں اس کا سوال کسی سنجیدگی کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ ﴿٧﴾ تو جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

یوم قیامت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس دن آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ اس کا وقوع اس قدر روشن ہوگا کہ آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ جس قیامت کو انسان نے ناممکن الوقوع کہا تھا، اس کو سامنے پاکر وہ حیرت زدہ ہو جائے گا اور مرسلین کی صداقت کا اعتراف کرے گا۔

حاصل : قیامت کے دن کے تعین کے بارے میں سوال کرنے والے کو اپنی حیثیت ضرور دیکھنی چاہیے۔ قیامت کو دیکھ کر منکر قیامت کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ ﴿٨﴾ اور قمر گہنا جائے گا۔

قیامت کے دن چاند بے نور ہو جائے گا۔ اس کا مقصدِ تخلیق پورا ہو چکا ہوگا۔ اس کا نور تب درکار نہیں رہے گا۔ چاند حکم الٰہی سے منور ہے، حکم الٰہی سے ہی بے نور بھی ہو جائے گا، اور وہ تبدیلی جو چاند کے بے نور ہونے سے تعلق رکھتی ہے، الفاظ کب اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

حاصل : جس کے حکم سے، جس کے علم سے چاند روشن ہے، اسی کے حکم سے، اسی کے علم سے قیامت کے دن یہ بے نور ہو جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ ﴿٩﴾ اور شمس و قمر جمع کر دیے جائیں گے۔

شمس و قمر، اجل مسمی تک جاری ہیں۔ حیاتِ دنیا کے خاتمے کے ساتھ ہی ان کی ضرورت بھی ختم ہو جائے گی۔ کائنات

کے انتہائی اہم ارکان کو بنانے والا ہی ان کو سنبھال بھی لے گا۔

حاصل : قیامت کے دن شمس و قمر کو سنبھال لیا جائے گا۔

يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿١٠﴾ اس دن انسان کہے گا، مفر کہاں ہے۔

انسان خلافِ حق کرتا ہوا جب اس نتیجے پر پہنچتا ہے جو اس کے لئے سخت تکلیف دہ ہوتا ہے تو اس سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ قیامت کے دن بھی انسان اپنے اسی مزاج کے مطابق اپنے اعمال کے نتیجے سے فرار حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوگا۔

حاصل : جو خلافِ حق کرتا ہے وہ اپنے اعمال کے نتیجے کا سامنا نہیں کر سکتا، وہ اس سے فرار چاہتا ہے۔

كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ ہرگز نہیں، پناہ کہیں نہیں۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت میں بھی کسی ناپسندیدہ نتیجے سے بچنے کی صورت، وقتی ہوتی ہے اور باذن اللہ ہوتی ہے۔ انسان اس کو اپنی دانش و تدبیر سمجھتا رہے تو وہ ایسے خسارے میں جا پڑتا ہے، جس سے وہ نکل نہیں سکتا۔ قیامت کے دن، عمل کے لئے دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہوگی، اس لئے اپنے اعمال کے انجام سے فرار بھی ممکن نہ ہوگا، اور پناہ بھی کہیں نہیں ہوگی۔

حاصل : اپنے اعمال کے انجام سے فرار ممکن نہ ہوگا، پناہ بھی کہیں نہ ہوگی۔

إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾ اس دن تمہارے رب ہی کی طرف مستقر ہوگا۔

قیامت کے دن، رب العالمین کے حضور پیشی ہوگی، یہی مقام مستقر ہوگا، کہیں اور بھاگ جانے کی استعداد ہی نہ ہوگی۔ جس پیشی کا یقین ہو اس کے لئے تیاری بھی کرنی چاہئے۔

حاصل : اپنے رب کے حضور، پاکیزگی کے ساتھ حاضر رہنا چاہئے، اسی میں فلاحِ دارین ہے۔

يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿١٣﴾ اس دن انسان کو اس کا مقدم و مؤخر بتا دیا جائے گا۔

انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی جو آگے بھیجتا ہے وہ اس کا مقدم ہے، اور جو پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کا مؤخر ہے۔ قیامت کے دن انسان کا کیا دھرا سب اس کو بتا دیا جائے گا۔ جس مقدم پر اللہ کے محبوب کی شہادت نہ ہوگی، وہ بے حقیقت ہوگا، جس مؤخر پر اللہ کے محبوب کی شہادت نہ ہوگی وہ بے حقیقت ہوگا۔

حاصل : ہمارا مقدم و مؤخر حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس سے حال پر بھی راحت ہوتی ہے، قیامت کے دن بھی راحت ملے گی۔

بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ﴿١٤﴾ بلکہ انسان خود اپنے حال سے آگاہ ہے۔

انسان جس راستے کو بھی اختیار کرے، شعور کے ساتھ ہی کرتا ہے۔ اسے آگاہی ہوتی ہے کہ وہ حق کو مان رہا ہے یا اپنے نفس کے حکم کو مان رہا ہے۔ اگر کسی کام میں نفس کی خوشی مطلوب ہو تو حکومت نفس کی ہوتی ہے، اور اگر اللہ کی رضا مطلوب ہو تو محکوم بھی نفس ہی ہوتا ہے۔ اس طرح انسان اپنے حال سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے۔

حاصل : انسان اپنے حال سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے۔

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ اگرچہ وہ معذرتیں پیش کرتا رہے۔

معذرت پیش کرنا انسان کو اس وقت ضروری معلوم ہوتا ہے، جب وہ کسی مقام سے اپنا تعلق ثابت کرنا چاہتا ہو اور اس کا حال اس مقام سے عدم تعلق کی گواہی دے رہا ہو۔ رخ درست ہو تو بھول ہو سکتی ہے۔ تب یہ معذرت درست ہوتی ہے۔ رخ خلافِ حق ہو تو معذرت کار نفس ہی ہوتی ہے۔

حاصل : رخ خلافِ حق ہو تو معذرت کارِ نفس ہی ہوتی ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اس کو سنبھال لینے کے لئے اپنی زبان سے تعجیل نہ کیجئے۔

حق کو سنبھالنا اور سنبھالنے میں انتہائی احتیاط کرنا اظہار ادب کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا بحر بے کراں اپنے محبوب کو اس طرح نوازتا ہے کہ محبوب کو اس عجلت سے بھی فارغ کر دیتا ہے۔ اب حق کی یہ صورت ہے کہ اسے یاد رکھنے میں کوئی مشقت موجود نہیں۔ جہاں اس کا مقام آئے وہ جلوہ گری کرتے نظر آنے لگتا ہے۔

حاصل : علم حق کو سنبھالنے میں کسی مشقت سے واسطہ نہیں پڑتا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمّے ہے۔

قرآن پاک کی ترتیب اور قرات میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، کہ یہ اللہ کا کام ہے، جو علیم مطلق ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی آیات کو جہاں جہاں رکھا ہے، حکم الٰہی سے رکھا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کو جیسے پڑھ کر سنایا ہے ویسے ہی آپ کو پڑھایا گیا ہے۔ ہمارے سامنے آیات کا وہ مجموعہ اور سورتوں کی وہ ترتیب جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی ہے، قرآن شریف ہے۔ شاہدین اسی کو حفظ کرتے آرہے ہیں، حفظ کراتے آرہے ہیں۔

حاصل : قرآن پاک کے جمع کرنے اور اس کے پڑھ کر سنانے کا کام قطعاً علم الٰہی سے ہوا ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شاہد ہیں۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ تو جب ہم اس کو سنا چکیں تو اس کا اتباع کیجئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، امت کے لئے معلم کتاب وحکمت ہیں۔ آپ کو قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا، پڑھ کر سنایا گیا، اور فرمانِ الٰہی کے اتباع کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے جو سنا وہی پڑھا، اور جو پڑھا عملاً وہی کرکے دکھایا۔ صراطِ مستقیم کو روشن کرنے کی یہی صورت اللہ نے رکھی ہے۔

حاصل : معلم کو پہلے پڑھنا چاہئے، متعلم کو پیروی کرنی چاہئے، قولاً بھی عملاً بھی۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ پھر اُس کا بیان بھی ہم پر ہے۔

قرآن پاک کا بیان اور اس کی وضاحت بھی اللہ تعالٰی کے ذمے ہے۔ جس بیان میں فرمانِ الٰہی کی وضاحت، فرمانِ الٰہی سے ہو، اس میں اختلاف کا مقام نہیں ہو سکتا۔ جن حضرات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نورِ ہدایت عطا ہوا، ان پر آپ کا بیان اس قدر روشن ہوا کہ ان کی اپنی کوئی بات نہ رہی۔ انہوں نے آپ کا اتباع کیا۔ ان کی زندگی آپ کی معیت اور محبت کی بدولت منور ہو گئی۔ اس طرح یہ نورِ ہدایت بڑھتا رہتا ہے۔ کبھی خلوت میں ہوتا ہے، کبھی جلوت میں ہوتا ہے۔

حاصل : جن کے چراغ، اللہ کے محبوب سے روشن ہوئے ہیں، انہی کا بیان روشن بیان ہوتا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ کوئی نہیں، بلکہ تم جلد گزر جانے والی سے محبت رکھتے ہو۔

حیاتِ دنیا جلد گزر جانے والی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں حبِ دنیا سما جاتی ہے، وہ اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں، اور اسی کی لذتوں کو مقصود بنا لیتے ہیں۔ جب انہیں حق سنایا جاتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حاصل : حبِ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ، حق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ اور آخرت کو نظر انداز کر دیتے ہو۔

حبِ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ، آخرت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہر عمل کے ساتھ نتیجہ تو ضرور ہوتا ہے، جب نتیجے کو نظر انداز کرنے میں فرحت محسوس ہو تو رخ درست نہیں ہوتا۔

حاصل : آخرت کو نظر انداز کر دینے والے عقل مند نہیں ہوتے، ان کا رخ درست نہیں ہوتا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اُس دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے۔

جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں، قیامت کے دن ان کے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ حال پر جو لوگ اللہ کے محبوب سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے رخ کو حق کے مطابق بناتے ہیں، انہی کے چہروں پر تازگی ہوتی ہے۔ آخرت میں بھی یہی ہو گا۔ جس کی یہ صبح ہے شام بھی اسی کی ہو گی۔

حاصل : آخرت کا یقین رکھنے والوں کے چہرے قیامت کے دن تر و تازہ ہوں گے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ اپنے ربّ کی طرف دیکھنے والے۔

آخرت کا یقین رکھنے والے، حال پر بھی اپنے رب کی رحمت کے شاملِ حال ہونے کی امید رکھتے ہیں، آخرت میں یہ اُمید بدرجہ اتم ہو گی، اور اس کا وقوع بھی قریب نظر آئے گا۔ اللہ تعالٰی حال پر بھی تعین سے بالا ہے، قیامت کے دن بھی تعین سے بالا ہو گا۔

حاصل : اپنے رب کی رحمت کے شامل حال ہونے کی امید رکھنی چاہئے۔ آخرت میں یہ امید بدرجۂ اتم ہو گی۔

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ اور اس دن کچھ چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔

جو لوگ حال پر آخرت کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں، ان کے چہرے قیامت کے ہول کو دیکھ کر بگڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کی پریشانی بدرجۂ اتم ہو گی، اور یہ پریشانی ان کے چہروں سے ہویدا ہو گی۔

حاصل : آخرت کے منکر، قیامت کے دن پریشان ہوں گے، ان کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔

تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ جانتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ کیا جائے گا جو کمر توڑ کر رکھ دے گا۔

مجرمین کو قیامت کے دن عذاب الٰہی کا پتہ لگ جائے گا۔ انہیں یہ بھی پتہ ہو گا، کہ اپنے اعمال کے حملے سے بچ جانا ممکن نہیں۔ مرسلین کی صداقت ان پر بہت واضح ہو چکی ہو گی۔ تب وہ جانتے ہوں گے کہ عنقریب ان کے ساتھ وہ کیا جائے گا، جو ان کی کمر توڑ کر رکھ دے گا۔

حاصل : سخت سزا کے یقین سے چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ اعمال کی پوری پوری جزا صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ ہرگز نہیں، جب جان گلے میں آپہنچے گی۔

جب وجود سے جان نکلتی ہے تو پاؤں پہلے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور یہ ٹھنڈک سر کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح ہاتھ بھی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور یہ ٹھنڈک بھی سر کی طرف بڑھتی رہتی ہے۔ جب جان گلے میں آپہنچتی ہے تو پھر یہ نظر آتا ہے کہ اب من مانی کرنا ممکن نہیں ہے، تب اپنا رخ درست کرنے کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

حاصل : جان گلے کو آپہنچے تو پھر اصلاحِ حال کی مہلت کب ہوتی ہے۔

وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ اور کہا جائے گا، ہے کوئی جو شفا دے۔

جب جان گلے کو آپہنچتی ہے، تو پھر اپنے وجود کے افعال کو بحال کرنے کے لئے مدد طلب کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے، ہے کوئی جو اس تکلیف سے نجات دلا سکے۔ جان ڈالنے والا ہی جان نکالنے پر قادر ہے۔ اس کی مشیت میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔

حاصل : اپنی بے بسی کا یقین ہو جائے تو پھر باہر سے مدد مانگی جاتی ہے۔

وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ اور وہ سمجھ لے گا یہی وقتِ فراق ہے۔

جب اپنی بے بسی بھی واضح ہو، کوئی مدد بھی نہ مل سکے، جان گلے کو آپہنچی ہو تو پھر یہ سمجھ آجاتی ہے کہ یہ وقت دنیا سے

چل چلاؤ کا ہے، اس وقت حق کا مان لینا کسی کو نفع نہیں دیتا۔

حاصل: جب جان نکلنے والی ہو تو سمجھ آجاتی ہے کہ اب وقت چل چلاؤ کا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

پورے وجود سے جان کا نکلنا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے، مگر گلے سے اوپر جان نکلتے وقت کرب بڑا شدید ہوتا ہے، اور اس شدت کرب کی وجہ سے پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جاتی ہے۔ حق کو ماننے والے بحیثیت مسلم اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، حق کو نہ ماننے والے بحیثیت مجرم یہاں سے جاتے ہیں، اور مسلم اور مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے۔

حاصل: گلے سے اوپر جان نکلتے وقت شدتِ کرب انتہائی ہوتا ہے۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ اس دن آپ کے ربّ کی طرف ہی جانا ہوگا۔

موت کے ساتھ ہی توفیقِ عمل ختم ہو جائے گی، پھر رخ ایک ہی ہوگا، اور وہ اپنے رب کی طرف واپسی کا رخ ہوگا۔ جب رب کی طرف جانا یقینی ہے تو پھر اس کے لئے تیاری نہ کرنا بے عقلی کا ثبوت ہے۔ رب العالمین نے جو بھی فرمایا ہے، ہماری فلاح دارین کے لئے فرمایا ہے، وہ کبھی ہمارے لئے خسارے کو پسند نہیں کرتا۔

حاصل: جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اسی کی طرف جانا ہوگا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا رخ طبعی طور پر بہر حال ربّ کی طرف ہی ہونا چاہئے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک (67) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۲۲﴾

تو کیا جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ جو صراطِ مستقیم پر سیدھا چلے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿۳۱﴾ تو اس نے نہ سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت میں جس کا رخ درست نہیں ہوتا، اس کی صفات کو بیان کرنا بھی اللہ کی مہربانی ہے، کہ بندہ حال پر ہی اپنی اصلاح کی طرف آسکتا ہے۔ جو حق کو مان لے، اس کی اپنی بات ختم ہو جانی چاہئے، اور اسے نماز بھی قائم کرنی چاہئے۔ جو حق کو ماننے کا دعویٰ بھی کرے اور نماز بھی نہ پڑھتا ہو اس کا دعویٰ بے معنی ہو جائے گا۔

حاصل: حق کو ماننے کا دعویٰ تبھی سچا ہوگا، جب نماز قائم کی جائے گی۔

وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۳۲﴾ ولیکن تکذیب کی اور منہ پھیرا۔

جو حق کو نہ مانے وہ اس کی تکذیب ضرور کرتا ہے، جو تکذیب کرتا ہے، اس کا رخ درست نہیں رہ سکتا۔ توفیق اللہ نے دی ہے، شعور کے ساتھ اسے جس طرح استعمال کیا جائے گا، اسی کی بندے کو جزا دی جائے گی۔ رخ درست ہوگا، تو عمل درست ہوگا۔

حاصل: جو حق کو جھٹلائے گا، اس کا رخ درست نہیں رہ سکے گا۔

ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿۳۳﴾ پھر اپنے اہل کی طرف، اکڑتے ہوئے چلا۔

حق کی تکذیب کرنے والا، اپنی من مانی کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ وہ حق کی تکذیب کو، حق سے اعراض کو بڑی کامیابی سمجھتا ہے، اور اس کامیابی کا ذکر کرنے کے لئے اپنے اہل کی طرف متکبرانہ چال سے آتا ہے۔

حاصل : حق کی تکذیب اور اس سے اعراض کو کامیابی سمجھنے والا، اپنے اہل کی طرف اکڑتے ہوئے چل کر آتا ہے کہ انہیں اپنی کامیابی سے آگاہ کرے۔

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے۔

جو حق کی مخالفت کرتے ہوئے، غرور میں مبتلا ہو جائے، وہ خرابی کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ شاہد کو اس کے انجام سے آگاہی کی بدولت افسوس ہوتا ہے۔ مغرور پر اس کے رویے کو دیکھتے ہوئے اظہارِ افسوس کرنا، شاہد کے حسنِ اخلاق کو روشن کرتا ہے۔

حاصل : مغرور کے رویے پر اظہارِ افسوس کرنا بھی پاک لوگوں کی شان ہے۔

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ پھر افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے۔

کسی کو اس کے انجام سے ڈرانے والے شاہد کو جو کچھ نظر آ رہا ہوتا ہے، غافل کو اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ افسوس کے اظہار میں تکرار یہی ثابت کرتا ہے کہ مغرور کی بھلائی کی بڑی حرص ہے ڈر سنانے والے صاحب کو۔

حاصل : مغرور کے رویے پر اظہارِ افسوس میں تکرار کرنا، اتمامِ حجت کے حوالے سے بڑا اہم ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔

حضرتِ انسان کو یہ نظر آتا ہے کہ اس کے اعضاء اپنے اپنے دائروں میں ان افعال کو سرانجام دے رہے ہیں، جن کے لئے وہ بنائے گئے ہیں۔ جب اعضاء بے مقصد نہیں ہیں، تو پورا وجود کیسے بے مقصد ہو سکتا ہے۔ کائنات کی ہر شے ایک مقصد کے حوالے سے وجود پاتی ہے، تو پوری کائنات کیسے بے مقصد ہو سکتی ہے۔ انسان اگر اس توفیق کو دیکھے جو اسے دی گئی ہے، تو مقصدِ حیات کی طرف اس کی نظر جانی چاہئے۔ لوازماتِ حیات کو مقصود جاننا انتہائی بے علمی ہے۔

حاصل : توفیق کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کی نسبت سے پوچھ ہوگی۔

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہ تھا، جس کو ٹپکایا جاتا ہے۔

بقاءِ نسل کے حوالے سے دعوتِ فکر و نظر دی گئی ہے۔ منی کی تخلیق بھی اللہ کے علم سے ہوتی ہے، انسانی علم کبھی اس کا بدل نہیں بنا سکتا۔ وہ مقام جہاں پر نر اور مادہ کے جوہر حیات کو ملتا ہوتا ہے وہ بھی اللہ نے بنایا ہے۔ طبعی صورت کو جب بھی نظر انداز کیا جائے گا، خرابی ضرور پیدا ہوگی۔

حاصل : ابتداء جس کے حکم اور علم سے ہوئی ہے، انتہا بھی اسی کے حکم اور علم سے ہوگی۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت میں شعور کے ساتھ رخ کو درست رکھنے میں ہی انسان کا بھلا ہے۔

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ پھر علقہ ہوا، تو اس نے خلق کیا، اور سنوارا۔

نطفہ کے بعد علقہ کا مقام رحم مادر میں بنتا ہے۔ علقہ کے بعد اس میں زندگی کی حرکات شروع ہوتی ہیں۔ پھر اعضاء بننے لگتے ہیں۔ اللہ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے۔ انسان کو ہر مقام پر یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ طبعی اور سیدھا راستہ اختیار کرے۔

حاصل : علقہ کے بعد زندگی کی حرکات شروع ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اعضاء کو سنوار دیتا ہے۔ غیر طبعی پیدائش میں انسان کی جہالت کو تلاش کرنا چاہئے۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ پھر اس سے زوجین بنائے، مذکر اور مونث۔

رحم مادر میں جنین کی تخلیق کے آخری مراحل میں جنس واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی مذکر و مونث کو بناتا ہے۔ مذکر و مونث کی تعداد میں توازن کو قائم رکھنا بھی اللہ کا کام ہے۔ کسی ایک جنس کی تعداد اگر بہت بڑھ جائے تو ایسی خرابی پیدا ہو سکتی ہے، جس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔

حاصل : جنس بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ علم الٰہی سے بڑا کوئی علم نہیں۔ اپنی طلب کا اظہار کرنے میں بھی حدود وادب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

ع
۱۸
اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ کی قدرت کا علم ہو تو یہ کتنا ممکن ہی نہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ جس نے پہلے عدم سے وجود بنایا ہے، نطفے سے لے کر وضع حمل تک تمام مراحل پر لوازمات کا نہایت احسن اہتمام کیا ہے، اس کی قدرت کو جان لیا جائے تو یہ ماننا قطعاً مشکل نہیں رہتا کہ اللہ قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرے گا۔

حاصل : جس نے پہلے عدم سے وجود بنایا ہے، اسے مُردوں کو زندہ کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات (49) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تعارف کے لئے تمہارے شعبے اور قبیلے ٹھہرائے ہیں۔ بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ علم والا، خبر والا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْسَانِ — اٰیاتہا ۳۱ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۱

کیا انسان پر کوئی ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہیں تھا۔

انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ ذرا اپنی ابتدا کو بھی دیکھ لو، کیا ایسا نہیں ہے کہ انسان پر ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ نطفے سے لے کر حمل کی ابتدا تک پہلے تین مہینے میں انسان کوئی قابلِ ذکر شے نہیں ہوتا۔ اس وقت اس کی پرورش بھی ہو رہی ہوتی ہے، حفاظت بھی ہو رہی ہوتی ہے۔ علیم مطلق ہی جانتا ہے اس وقت انسان کی ضروریات کیا ہوتی ہیں، وہی ان ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

حاصل: رحمِ مادر میں احساسِ حمل سے پہلے انسان کوئی قابلِ ذکر شے نہیں ہوتا۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا ۲

ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے اس کو مختلف مقامات سے گزارتے ہوئے، سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔

مرد اور عورت کے مخلوط نطفے سے پیدائش کی ابتدا ہوتی ہے۔ پھر خون کی پھٹکی بنتی ہے۔ پھر گوشت کی بوٹی سی بنتی ہے۔ رحمِ مادر میں پرورش ایک معین وقت تک ہوتی ہے، پھر حمل وضع ہوتا ہے۔ احسن الخالقین ہی جانتا ہے کہ وہ نطفے کو کن کن مقامات سے گزارتا ہے، اور پھر صورتِ انسان میں پیدا کر دیتا ہے۔ انسان سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے۔ سماعت و بصارت وہ صفات ہیں، جو انسان کو قابلِ ذکر بنا دیتی ہیں۔ جس کی قدرت سے وہ شے جو قابلِ ذکر نہیں تھی، قابلِ ذکر ہو گئی، اسی قادرِ مطلق کے حضور ہماری پیشی ہو گی۔ وہی ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل: کوئی تخلیق بے مقصد نہیں ہوتی۔ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس نے ہمیں توفیق دی ہے، اسی کے حضور جزا کے لئے ہماری پیشی بھی ہو گی۔

اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۳

ہم نے راستے کو واضح کر دیا ہے۔ اب وہ شاکر ہو جائے یا کفر کرنے والا ہو جائے۔

حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اسے صراطِ مستقیم کو روشن کرنے کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ انسان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت دے کر صراطِ مستقیم دکھا دیا گیا ہے۔ اب وہ جو رخ اختیار کرے گا، اسی کی جزا پائے گا۔ شاکر ہو گا تو اللہ کی عطا کو عبادِ مخلصین کے راہ پر رہتے ہوئے جزا کے یقین سے استعمال کرے گا، کافر ہو گا تو حق کو سن کر ان سنا کر دے گا، اور من مانی کرنے میں لگا رہے گا۔

حاصل : سماعت وبصارت کے درست استعمال سے بندہ شکر گزار ہو جاتا ہے۔ اس عطائے الٰہی کے خلافِ حق استعمال سے ناشکرا ہو جاتا ہے۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④

ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

خلافِ حق کرنے والے کافر ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کا حاصل، زنجیریں ہوں گی۔ ان کو ان زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا، ان کے گلے میں طوق ڈال دیے جائیں گے، اور ان کے اعمال سے پیدا ہونے والی آگ انہیں سنبھال لے گی۔

حاصل : کافر، ناشکرے ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کا حاصل، زنجیریں، طوق اور بھڑکتی آگ ہو گی۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤

ابرار ایسے جام سے پئیں گے، جس کا مزاج کافوری ہو گا۔

شکر گزار بندے، جنت میں جائیں گے۔ جو اللہ کے یار کو یار بنا لیتے ہیں، وہ خوب سنتے ہیں اور خوب دیکھتے ہیں۔ انہیں ابرار ہونے کا مرتبہ عطا ہوتا ہے۔ وہ محبوب کی محبت کا جام پیے رہتے ہیں۔ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتے ہیں، اور لوگوں کی حدت کا جواب ٹھنڈے مزاج سے دیتے ہیں۔ اپنے صاحب کی سنت کو ادب سے پورا کرنے والوں کو قیامت کے دن ایسے جام نوش کرنے کی سعادت نصیب ہو گی، جن کا مزاج کافوری ہو گا، اور راحت بے حساب ہو گی۔

حاصل : ابرار کو حال پر بھی راحت نصیب ہوتی ہے، آخرت میں بھی راحت نصیب ہو گی۔ مخالف کے مطابق رہنے والے کو وہ جام نصیب ہو گا جس کا مزاج کافوری ہو گا۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

وہ ایک چشمہ ہو گا، جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے، وہ اسے جہاں چاہیں گے جاری کر لیں گے۔

حال پر جو لوگ اللہ کے محبوب کے سر چشمۂ فیض سے پیتے ہیں، ان ابرار کی شان یہ ہے کہ وہ اس سے مشکیں نہیں بھرتے، وہ تو اس سے نالے نکال لیتے ہیں۔ وہ ماننے کے اس درجے میں ہوتے ہیں، کہ چشمۂ فیض ان کی طرف جاری ہو جاتا ہے۔ وہ جہاں چاہیں چشمۂ فیض ان کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ مستقبل میں بھی یہی ہو گا۔ اللہ اپنے بندوں کو جس طرح نوازے گا، وہ اللہ ہی کی شان ہے۔

حاصل : اللہ ابرار کے لئے ایسا چشمہ ٹھہرا دے گا، کہ وہ جہاں چاہیں گے اسے جاری کر لیں گے۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ⑦

وہ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں، اور اس دن کا خوف رکھتے ہیں جس کا ہول پھیل جائے گا۔

ابرار کے اوصاف کو بیان فرمایا گیا ہے، کہ یہ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ کی عطا کا شکریہ ادا کرنے کا عہد نذر کہلاتا

ہے۔ جو لوگ اپنے عہد کو پورا کریں گے، وہ یقیناً فرمانِ الٰہی کے قدر دان ہوں گے۔ وہ قیامت کے دن سے یوں ڈرتے رہتے ہیں، کہ اس دن سب کیا دھرا سامنے آجائے گا، کہیں کسی ناشکری کی بدولت، قیامت کے دن ہم شاہدین کی معیت سے محروم نہ ہو جائیں۔

حاصل: اپنی نذر کو پورا کرنا اور ناشکری کے انجام سے ڈرتے رہنا، ابرار کے اوصاف میں سے ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۞٨

وہ اپنا طعام ضرورت کے باوجود، مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلا دیتے ہیں۔

ابرار اپنی ضرورت کے باوجود اپنا طعام، مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ مسکین وہ محتاج ہوتا ہے، جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ یتیم وہ محتاج ہوتا ہے، جو بلوغت کو نہ پہنچا ہو اور اس کو سنبھالنے والا وفات پا جائے، اور اسیر وہ محتاج ہوتا ہے، جس کی حرکات پر پابندی لگادی گئی ہو۔ مسکین، یتیم اور قیدی اپنا اہتمام خود نہیں کر سکتے، ابرار ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں۔

حاصل: ابرار اپنی ضرورت کے باوجود اپنا طعام مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۞٩

ہم تو تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے جزا لینے کا ارادہ ہے، نہ تم سے شکر گزاری کی طلب ہے۔

ابرار کو اپنے یار کی معیت مقصود ہوتی ہے۔ وہ کھانے والوں سے کسی جزا کے طلب گار نہیں ہوتے، اور شکریے کی چاہت میں بھی مبتلا نہیں ہوتے۔ ان کا کام تو اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ جس کا رخ درست ہو گا، وہ اللہ کے محبوب کے نقشِ قدم سے روشنی لے رہا ہو گا۔

حاصل: مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے وقت یہ کہنا چاہئے کہ ہم آپ سے کوئی جزا لینے کا ارادہ نہیں رکھتے، آپ سے شکر گزاری کی طلب بھی نہیں رکھتے، یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے ہمیں فرمانِ الٰہی کی تعمیل کا موقع فراہم کیا ہے۔

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۞١٠

ہم تو اپنے رب کے اُس دن سے خوف کھاتے ہیں جو اُداسی والا، سختی والا ہو گا۔

پاک لوگ قیامت کے دن کے بارے میں یہ جانتے ہیں، کہ اس دن ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی، اور کسی کا کوئی عمل ایسا نہ ہو گا جو اس کے سامنے نہ آئے۔ اس دن اگر کسی کو اس کے رخ کے حوالے سے باحقیقت ہونے کی سند مل جائے تو وہ فلاح پا جائے گا، اگر کسی کو اس کے رخ کے درست نہ ہونے کی سند مل جائے تو وہ خسارے میں پڑ جائے گا۔ وہ دن بڑا اُداسی والا اور سختی والا ہو گا۔ حق کی شان بڑی واضح ہو گی، مگر اس وقت حق کو ماننا نفع نہ دے گا۔

حاصل: یوم الدین کے مالک سے ڈرنا چاہئے کہ وہ دن بڑا اُداسی والا اور سختی والا ہو گا۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾

تو اللہ اُنہیں اُس دن کے شر سے بچالے گا، اور اُنہیں تازگی اور سرور سے نوازے گا۔

قیامت کے دن جن لوگوں کو شاہدین کی معیت نصیب ہوگی، ان کو اس دن کی اُداسی اور سختی سے نجات مل جائے گی۔ ان کے چہروں پر تازگی ہوگی۔ انہیں سرور سے نوازا جائے گا۔ فلاح کی بشارت ان کے حال سے واضح ہوگی۔

حاصل: یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہمیں قیامت کے دن کے شر سے بچائے اور اس دن ہمیں تازگی اور سرور سے نوازے۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

اور ان کے صبر کی جزا میں انہیں جنّت و حریر دے گا۔

جو نعمت کو اللہ کی رضا پر لگاتا ہے، وہ اپنی ذات کے ساتھ صابر رہتا ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ صابر رہنے کی جزا راحت ہے، جو بصورتِ جنت عطا ہوگی، اور اس سے بہتر لباس کوئی ہو ہی نہیں سکتا، جو اللہ اپنے بندے کے لئے پسند فرمائے۔

حاصل: جو اپنی ذات کے ساتھ صابر رہے، اسے راحت بھی عطا ہوتی ہے، لباس بھی عطا ہوتا ہے، مستقبل میں بھی یہی ہوگا۔

مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

اُس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں نہ دھوپ کی حدّت پائیں گے نہ سردی کی شدت۔

صبر کی جزا پانے والے پاک لوگ، جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں نہ دھوپ کی حدت ہوگی، نہ سردی کی شدت ہوگی، فضا ان کے لئے بالکل سازگار ہوگی۔

حاصل: اللہ کے پاک بندوں کی میزبانی میں ان کی راحت کے حوالے سے فضا کو سازگار بنانا، اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

اور اس کے سایے ان پر پڑ رہے ہوں گے اور اس کے خوشے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے۔

جو اللہ کے حضور جھک جاتا ہے، وہ اللہ کے محبوب کو اپنا شاہد بنالیتا ہے۔ نعمتیں اس کی طالب ہو جاتی ہیں، اور اس کے سامنے جھکادی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جانا یہ ہے کہ اپنا رخ درست رکھا جائے، حق کی ادائیگی اپنا کام سمجھا جائے اور نتیجے کو باذن اللہ مانا جائے، مقامِ شکر ہو تو بھی اللہ کا ساتھ ہوگا، مقامِ صبر ہو تو بھی اللہ کا ساتھ ہوگا۔

حاصل: جو اللہ کی طرف جھک جائے، سایے اس پر جھکتے ہیں، نعمتیں اس کے سامنے جھکادی جاتی ہیں۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾

ان کے سامنے چاندی کے برتنوں اور شفّاف پیالوں کا دَور ہو گا۔

اللہ کے ماننے والوں کو جن انعامات سے نوازا جائے گا، ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ جن برتنوں میں ان کو کھانے اور مشروبات پیش کیے جائیں گے، وہ سفید ہوں گے، چاندی کے ہوں گے، مگر صاف شفاف ہوں گے، جیسے شیشے کے ہوں۔ اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

حاصل : برتن سفید ہوں اور صاف ہوں تو یہ مہمانوں کی عزت افزائی ہوتی ہے۔

قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾

شیشے چاندی کے ہوں گے، ان کو بڑے اندازے سے ماپا گیا ہو گا۔

برتن چاندی کے ہوں اور شفاف اس قدر ہوں کہ جیسے شیشے کے ہیں، تو ان کی خوبصورتی بھلی لگے گی۔ پھر ان کو مہمانوں کی ضرورت کے حوالے سے بڑے اندازے سے تیار کیا گیا ہو گا، کہ وہ ہر لحاظ سے موزوں ہوں گے۔

حاصل : برتنوں کا صاف شفاف ہونا اور سفید ہونا اور مہمانوں کی ضرورت کے حوالے سے موزوں ہونا قابلِ قدر بات ہے۔ حسنِ اہتمام میں بھی اللہ کی شان سب سے بلند ہے، کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾

اور وہ اس میں پلائے جائیں گے، جس کا مزاج زنجبیل کا ہو گا۔

جنت میں پاک لوگوں کو جو مشروب بھی دیے جائیں گے، ان کی کیفیت غذائی مہمانوں کے حسبِ حال ہو گی۔ پہلے کافوری مزاج کے مشروب کا ذکر ہوا ہے، یہاں سونٹھ کی آمیزش والے مشروب کا ذکر ہے۔ سونٹھ طبیعت کو نظامِ ہضم کے حوالے سے اعتدال پر لاتی ہے۔ اس کی خوشبو اور ذائقے سے راحت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حاصل : پینے والے کے سکھ کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ سونٹھ کا استعمال افادیت کے حوالے سے معمول ہونا چاہیے۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾

اس میں ایک چشمہ ہے، جس کا نام سلسبیل ہے۔

جنت میں ایک چشمہ کا نام سلسبیل فرمایا گیا ہے۔ اس سے پینا باعثِ راحت بھی ہو گا، اور اس سے قوت و لطافت بھی بڑھے گی۔

حاصل : جو مشروب افادیت کے ساتھ، شفاف بھی ہو، بے رنگ بھی ہو، خوش ذائقہ بھی ہو، اور راحت افزا بھی ہو، وہ قابلِ قدر ہوتا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾

اور سدا رہنے والے نوجوان ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو سمجھو گے، کہ وہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

جنت میں خدمت گار ایسے نوجوان ہوں گے، جو خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے، اپنے مخدوموں کو سکھ دیں گے۔ وہ لڑکے جو خدمت کی صلاحیت رکھتے ہوں، مخدوم کو سکھ دینے کی نیت رکھتے ہوں، لباس اور خصائل کے حوالے سے پاک ہوں، وہ موتیوں کی مانند ہی ہوتے ہیں، کہ ان کا دیکھنا بھی باعثِ راحت ہوتا ہے۔

حاصل : نوجوان پاک ہوں، خدمت میں اپنی شان دیکھیں اور مخدوم کو سکھ دیتے ہوں تو وہ موتیوں کی مانند ہی ہوتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

جہاں دیکھو گے وہاں نعمت اور بڑی بادشاہی دیکھو گے۔

جنت کی نعمتیں ہر لحاظ سے شان دار ہوں گی۔ اللہ کی بادشاہی وہ شان رکھتی ہو گی، کہ ہر ہر شے اپنے محل پر خوب نظر آئے گی۔ جو اللہ کی معیت کے دعوے میں سچا ثابت ہو جائے اس کی شان کے کیا کہنے ہیں۔

حاصل : جو اللہ کی معیت کے دعوے میں سچا ثابت ہو جائے، اس کی شان بھی بڑھتی ہے، اختیار بھی بڑھتا ہے۔

عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾

ان کے بالا پوش سبز ریشم اور استبرق کے ہوں گے، اور وہ چاندی کے دست بند پہنے ہوئے ہوں گے، اور ان کا رب انہیں شرابِ طہور پلائے گا۔

جنتی حضرات کا لباس تو اپنی نفاست کے لحاظ سے اور لباسِ تقویٰ کی جزا ہوتے کے اعتبار سے بہت ہی خوب ہو گا۔ ان کے بالا پوش بھی بہت خوش رنگ سبز ریشم کے ہوں گے، جو باریک بھی ہوں گے، موٹے بھی ہوں گے اور حسبِ ضرورت بھی ہوں گے۔ ان حضرات کو ان کے درجے کے حوالے سے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، اور انہیں ان کے رب کی طرف سے قدر و منزلت نصیب ہو گی، اور ایک پاک مشروب عطا ہو گا۔

حاصل : تکریم کے حوالے سے بھی علمِ الٰہی کو ہی معیار جاننا چاہئے۔ جس کو شان دی جائے، اس کی شان کا لحاظ بھی رکھنا چاہئے۔

إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾ ع

یہ تو تمہاری جزا ہے اور تمہاری سعی مشکور ہوئی۔

راحت کی تمام صورتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے، کہ یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے، تم نے حیاتِ دنیا میں اپنا رخ درست رکھا اور اسوۂ حسنہ کا معیار جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا تھا اس کو ملحوظ رکھتے رہے، تمہاری کوشش اللہ کے دربار میں مقبول ہوئی، مشکور ہوئی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جزا دینے والا ہے۔ جس کی سعی اللہ کے دربار میں مشکور ہوئی، اس کو بندگی کا حق ادا کرنے کی سند مل گئی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٥﴾

وہی زندگی دینے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو مخلصین اسے ہی پکاریں اسی کے دین کے ہو کر۔ حمد اللہ ہی کی ہے، جو رب العالمین ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾

ہم نے آپ پر قرآن کو بتدریج نازل فرمایا ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے اور رحمۃ للعالمین پر نازل فرمایا گیا ہے۔ ماننے والوں کو پہلے قول عطا ہوا، پھر اس قول کو صالح اعمال سے ماننے کا ثبوت دیا گیا، پھر صالح اعمال کے بعد علم عطا ہوا۔ قول، عمل اور علم، یہ تینوں درجات حق کے مطابق ہوں تو اخلاص، حسن کی صورت جلوہ گری کرنے لگتا ہے۔

حاصل : قرآنِ پاک کی تنزیل رب العالمین کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس کی سند سے بڑی کوئی سند ہو ہی نہیں سکتی۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾

تو اپنے ربّ کے حکم کے لئے صابر رہیے اور کسی گناہ گار یا ناشکرے کی نہ مانیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو جو بھی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وحی سے کرتے تھے، یہ حکم تعلیم امت کے لئے ہے۔ اپنے رب کے حکم کی تعمیل بندے کی شان ہے۔ گناہ گار کا مشورہ ماننے والا، یقیناً من مانی کرے گا اور مشقت میں پڑے گا۔ ناشکرے کا مشورہ ماننے والا، عطائے الٰہی کو اپنی کاوش کا نتیجہ سمجھے گا، اور اس کو خلافِ حق استعمال کرے گا۔

حاصل : حکمِ الٰہی کا ماننا حق ہے، کہ وہ ہمیشہ ہماری بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ ہر گناہ گار اور ناشکرے کی بات میں اس کی غرض پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کو ماننے سے ہمیشہ خرابی ہی حاصل ہوتی ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾

اور اپنے ربّ کے نام کا صبح و شام ذکر

کیجئے۔

مومن کے لئے دن کی ابتدا نمازِ فجر سے ہوتی ہے۔ نمازِ فجر کے بعد اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے، اس سے جسمانی اور روحانی فائدہ ہوتا ہے، حقوق العباد کی ادائیگی میں رخ درست رہتا ہے۔ نمازِ مغرب کے بعد ذکر کیا جائے اور یہ کہا جائے: یا اللہ جو کچھ میں نے کیا ہے، تیرے سامنے ہے، میرے اعمال کی طرف نہ دیکھیو، اپنے کرم کی طرف دیکھیو۔ صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے کی یہ صورت قائم رہنی چاہئے۔

حاصل: نمازِ فجر کے بعد ذکر کرنا چاہئے، نمازِ مغرب کے بعد ذکر کرنا چاہئے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہنا چاہئے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اور رات میں بھی اسے سجدہ کیجئے اور بڑی رات تک اس کی تسبیح کیجئے۔

کچھ رات گئے نمازِ عشاء کا وقت ہوتا ہے۔ نمازِ عشاء کے بعد آرام کا وقت رکھا گیا ہے کہ اللہ نے رات کو آرام کے لئے بھی بنایا ہے۔ نمازِ تہجد کے لئے اٹھنا اپنے نفس پر حاکم ہونے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ بڑی رات تک تسبیح الٰہی میں لگے رہنا بڑی سعادت ہے۔ اس سے جو روحانی راحت حاصل ہوتی ہے، وہ اس کے بے بدل عبادت ہونے کا ثبوت ہے۔

حاصل: نمازِ عشاء کے بعد آرام کرنا چاہئے۔ نصف شب کے قریب سے نمازِ فجر سے کچھ پہلے تک، اللہ کی تسبیح کرتے رہنے سے جو برکات حاصل ہوتی ہیں ان کو محسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

یہ لوگ جلد گزر جانے والی کی حب رکھتے ہیں اور بھاری دن کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

زینتِ حیاتِ دنیا میں الجھ جانے والے لوگ دنیائے عاجل سے محبت رکھتے ہیں، فوری اور وقتی فائدے پر ان کی نظر ہوتی ہے، بڑے اور دائمی فائدے کو وہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ قیامت کا دن بڑا بھاری ہوگا، اس دن اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہوگا، اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، جزا سے بچ جانا ممکن نہ ہوگا۔ جلد گزر جانے والے وقتی فائدے کے لئے دائمی خسارے کا راستہ اختیار کرنا بڑی جہالت ہے۔

حاصل: جلد گزر جانے والے وقتی فائدے کے لئے دائمی خسارے کی راہ کو اختیار کرنا بڑی جہالت ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہم نے اُنہیں خلق کیا اور اُن کے جوڑ بند مضبوط کئے۔ ہم جب بھی چاہیں گے، ان کی مثل بدل دیں گے۔

اللہ ہی نے ہمیں خلق کیا ہے، کوئی دوسرا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جسم کی حرکات میں جوڑ، بند، بڑی واضح اہمیت کے حامل ہیں، ان کو بھی علیم مطلق نے ہی بنایا ہے۔ موت کے بعد حرکات ختم ہو جاتی ہیں۔ اللہ نے پہلے سب کچھ بنایا ہے، تو خلقِ آخر

میں اسے کیا مشکل پیش آسکتی ہے۔ وہ جب چاہے گا، قیامت برپا ہو جائے گی۔

حاصل : اللہ ہی خالق کل ہے۔ ہماری حرکات اسی کی عطا کردہ توفیق سے ہیں۔ وہ جب چاہے گا، قیامت برپا ہو جائے گی، اور ہم اس کے حضور جزا کے لئے حاضر ہو جائیں گے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾

یہ تو تذکرہ ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

تذکرہ وہ نصیحت ہے، جس کے درست ہونے کی سند موجود ہو، جس میں ناصح کی کوئی خواہش پوشیدہ نہ ہو، جس کے ساتھ اجر کا سوال نہ ہو اور جس کے ماننے میں فلاح کی بشارت موجود ہو۔ اپنے رب کی طرف راہ لینے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے صاحب کا اتباع کیا جائے۔ تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم، عطا کرنے کا شرف، شاہد کو عطا فرمایا گیا ہے۔

حاصل : تذکرہ سے رب العالمین کی راہ روشن ہوتی ہے، اور بندے کو شعور کے ساتھ اپنے رخ کو درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ۙ

اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ بیشک اللہ علیم و حکیم ہے۔

ہدایت اسے ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرے اور طلبِ ہدایت رکھتا ہو۔ گمراہ وہ ہوتا ہے، جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور فاسق ہو جائے۔ ہدایت و ضلالت اللہ کی مشیت کے تابع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے، بڑی حکمت سے ہوتا ہے۔

حاصل : ہدایت و ضلالت، اللہ کی مشیّت کے تابع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کام بڑے علم سے ہوتا ہے، اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾ۧ

جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لئے اس نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جو رحمۃ اللعالمین کو محبوب بنالیتا ہے، اسے اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ شاہد سے محبت کی بدولت اس کی حفاظت ہوتی رہتی ہے، قول کی صورت سے بھی، اعمال کی صورت سے بھی۔ جس کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، وہ کسی کا حق تلف کرنے کا تصور بھی نہیں کرتا، اور جو لوگ خلافِ حق کرتے رہتے ہیں وہ ظالم ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال کا حاصل آگ کی صورت میں، قیامت کے دن، ان کے لئے تیار ہوگا، اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کرے۔

حاصل : جو رحمۃ اللعالمین کو محبوب بنالے، اللہ اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ ظالموں کو ان کے اعمال کا صلہ بصورتِ عذاب تیار ملے گا۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی پر

ذرہ برابر بھی ظلم کرے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک (67) میں ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۨ ﴿١﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ﴿٢﴾

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔ وہی ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جس نے موت وحیات کو پیدا کیا کہ یہ دیکھے تم میں سے کس کا عمل احسن ہے۔ وہی عزت والا، بخشنے والا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ قسم ان ہواؤں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم اس کی انتہائی مہربانی کا درجہ رکھتی ہے، مشاہدے سے تعلق رکھتی ہے، اور سننے والے کے لئے، دیکھنے والے کے لئے باعثِ قربِ الٰہی ہوتی ہے۔ ہوا کی موجودگی اور اس کے ارکان کا تناسب، زندگی کے لوازمات سے ہے، اور اللہ ہی یہ اہتمام کرتا ہے، کر بھی وہی سکتا ہے۔

حاصل : ہواؤں کی ترکیب وتناسب کو قائم رکھنا، اللہ ہی کی شان ہے۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ اور ان کی جو زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں۔

ہواؤں میں ہونے والے تغیرات کی بدولت، جب کسی جگہ دباؤ میں کمی آجاتی ہے، تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے زور سے ہوا ادھر کو چلتی ہے، یوں زور کا جھونکا بن جاتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کا پورا پورا علم رکھنے والا اللہ ہی ہے، اللہ ہی زوردار جھونکے سے اس کمی کو پورا کر دیتا ہے، جس کے بارے میں انسان کی معلومات بھی کافی نہیں ہوتیں۔

حاصل : ہوا کے توازن، تناسب کو درست رکھنے کے لئے جھکڑ چلانا بھی اللہ کی مہربانی ہے۔

وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾ اور ان کی جو ابھار کر پھیلا دیتی ہیں۔

اللہ کے علم اور حکم سے ہوائیں بادلوں کو ابھار دیتی ہیں، پھیلا دیتی ہیں۔ بخارات کا اٹھانا، پانی کے بوجھ کو سہارنا، اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو برسانا، ہواؤں کا کام ہے۔ بارش ماہِ مبارک کی صورت سے ہو تو زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اللہ چاہے تو یہ عذاب کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔

حاصل : بادلوں کو اُبھارنا، بخارات کو سنبھالنا اور حکمِ الٰہی کے مطابق ان کو برسانا، وہ خدمت ہے جو اللہ نے ہواؤں کے سپرد کی ہے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ اور ان کی جو فرق کرتی ہیں جدا جدا کر کے۔

ہوائیں بارش کو امرِ الٰہی کے مطابق تقسیم کرتی ہیں۔ جہاں بادلوں کو برسانے کا حکم ہو، وہیں برساتی ہیں اور جس قدر برسانے کا حکم ہو اسی قدر برساتی ہیں۔ جہاں برسانے کا حکم نہ ہو، وہاں سے جلد گزر جاتی ہیں۔ یہ فرق کرنا، حکمِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔

حاصل : ہوائیں بارش کو امرِ الٰہی کے مطابق، جہاں حکم ہو اور جس قدر حکم ہو برساتی ہیں۔ جہاں سے گزر جانے کا حکم ہو وہاں سے گزر جاتی ہیں۔ بارش کا ہونا اور نہ ہونا امرِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ پھر ان کی جو نصیحت بنتی ہیں۔

انسان کو اس کی حیثیت کا احساس دلانے میں ہواؤں کا کام، امرِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ ہوائیں قدرتِ الٰہی کے احاطے کا پتہ دیتی ہیں، حیاتِ دنیا کو واضح کرتی ہیں، غفلت کے پردوں کو اڑا دیتی ہیں اور عمل کے لئے دیے گئے وقت میں طلبِ ہدایت رکھنے والوں کی آنکھیں کھول دیتی ہیں۔

حاصل : جن ہواؤں سے بندوں کو اپنی حیثیت جاننے میں مدد ملے وہ ان کے لئے باعثِ نصیحت ہو جاتی ہیں۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔

امرِ الٰہی کے مطابق ہوائیں باعثِ ہلاکت بھی ہو جاتی ہیں، اور عذابِ ادنیٰ کی صورت میں آئیں تو ڈراوے کا باعث بھی بنتی ہیں۔ باعثِ ہلاکت ہوں تو دیکھنے والے، مجرمین کے عبرتناک انجام سے سبق لیتے ہیں، ورنہ راہِ راست پر استقامت سے رہنے کا عزم کرتے ہیں۔

حاصل : اتمامِ حجت کے حوالے سے جن کی مہلت ختم ہو جائے، ان کا عبرتناک انجام بھی اپنے اندر ایک سبق رکھتا ہے۔ جن کو مہلت دی جائے تو وہ اپنے زعم کو چھوڑ کر راہِ راست پر آنے کا عزم کرتے ہیں۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور واقع ہو گا۔

ہواؤں کی قسمیں کھانے کے بعد یہ فرمایا گیا ہے، کہ تم سے وعدہ ہے کہ قیامت آئے گی، تو وہ ضرور واقع ہو گی۔ اللہ کے مرسلین اس سے آگاہ کر چکے ہیں۔ جس نے کائنات بنائی ہے، جو اس کی ربوبیت کر رہا ہے، وہی یوم الدین کا مالک ہے، وہی قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل : جزا دینے کا وعدہ، توفیق دینے والے مالکِ کل کی طرف سے ہے۔ اس کے وعدے کے مطابق قیامت ضرور واقع ہو گی۔

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ جب ستارے محو کر دیئے جائیں گے۔

یہ علاماتِ قیامت کا ذکر ہے۔ سماءِ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ستاروں سے زینت دی ہے۔ جب قیامت واقع ہو گی تو اس زینت کا منشاء پورا ہو چکا ہو گا، اس لئے ستارے محو کر دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ستارے بھی بندوں کے لئے بنائے ہیں، حیاتِ دنیا کے حوالے سے جو کام ان کے سپرد کیا گیا ہے وہ کام حسن و خوبی سے انجام پا رہا ہے۔ بندوں کو ستاروں کے لئے نہیں بنایا گیا، اس لئے ستاروں کا بندوں پر غالب آنا بے معنی بات ہے۔

حاصل : حیاتِ دنیا میں ستارے بندوں کے لئے ہیں، جزا کے وقت یہ محو کر دیے جائیں گے۔

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔

آسمان کو بنانے والا ہی قادرِ مطلق ہے۔ جس نے زمین کو بندوں کے لئے فرش بنایا ہے، اس نے آسمان کو بندوں کے لئے چھت بنایا ہے۔ جزا کے وقت موجودہ جلوت، خلوت ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ مہلت دینے والا مالکِ کل یہ بتا رہا ہے کہ یہ مہلت کلی طور پر ختم ہو جائے گی، اور اس مہلت کے ختم ہونے کی علامات میں سے آسمان کا پھٹ جانا بھی ایک علامت ہے۔

حاصل : قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا۔ ہر ساخت کا اس کے منشاء کے حوالے سے اندازہ رکھنا چاہئے۔

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے۔

پہاڑ بھی انسانوں کے لئے رکھے گئے ہیں۔ قیامت کے دن ان کا منشاء پورا ہو چکا ہو گا، تو ان کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیا جائے گا۔ جس کی قدرت سے پہاڑ بنے ہیں، وہ ان کے استحکام کو بھی جانتا ہے، ان کی بلندی اور وسعت کو بھی جانتا ہے۔ اس کی قدرت سے یہ قیامت کے دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

حاصل : پہاڑ بھی انسانوں کے لئے ہیں۔ جب عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو جائے گا، تو پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے۔

وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾ اور جب رُسل کے لئے وقت مقرر ہو گا۔

قیامت کے دن لوگوں سے پوچھا جائے گا، کہ رسولوں کے پہنچائے ہوئے علم سے انھوں نے کیا فائدہ اٹھایا۔ پھر رسولوں سے ان کی شہادت لی جائے گی۔ (7:6) جس کو بولنے کا اذن ہو گا، وہی بولے گا۔ دربارِ الٰہی میں ادب کا یہ عالم ہو گا، کہ اذنِ الٰہی کے بغیر کسی کے بولنے کا مقام ہی نہ ہو گا۔

حاصل : جن کو اللہ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے، ان کی شہادت اللہ کے دربار میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی شہادت سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے، جنھوں نے ان کی صفات کو اپنایا ہو گا۔

لِاَيِّ يَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿۱۲﴾ بھلا ان اُمور میں تاخیر کیوں کی گئی۔

اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ اسی وقت بھی دیا جا سکتا تھا، مگر اللہ نے پوری پوری جزا دینے کے کام کو مؤخر کیا۔ اللہ کا کام ہمیشہ بڑے علم سے ہوتا ہے، اس میں ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔

حاصل : کلی فیصلے اللہ ہی کر سکتا ہے۔ ان کے وقت کا تعین بھی اللہ کی شان کے لائق ہے۔

لِيَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿۱۳﴾ فیصلے کے دن کے لئے۔

عمل کے لئے دی گئی مہلت میں اللہ تعالیٰ نے کلی فیصلے کو موخر کرنا پسند فرمایا ہے۔ فیصلے کے دن عمل کی مہلت ختم ہو چکی ہو گی، اس لئے اس دن پوری پوری جزا دی جا سکے گی۔ تب ہر ایک کا کیا دھرا اس کے سامنے آجائے گا۔

حاصل : کلی فیصلے، عمل کے لئے دیے گئے وقت کے خاتمے پر ہی ہو سکتے ہیں۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ﴿۱۴﴾ اور تمہیں کیا پتہ ہے کہ فیصلے کا دن کیسا ہے۔

یوم الفصل کو قیاس سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب توفیق ختم ہو چکی ہو، رخ واضح ہو چکا ہو، مرسلین کی صداقت روشن ہو چکی ہو، اعمال کی جزا سامنے ہو تو اس دن کا تقابل، حال کے دن سے نہیں کیا جا سکتا، اس لئے انسان اس کا ادراک کر بھی کیسے سکتا ہے۔

حاصل : قیامت کی ہولناکی کا، فیصلے کے دن کی ہولناکی کا اندازہ، انسانی مشاہدے میں آنے والی ہولناکیوں کے حوالے سے ممکن نہیں۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۵﴾ خرابی ہے اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے۔

قیامت کے دن، خلافِ حق کرنے والے سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے۔ جس دن کے واقع ہونے کو وہ مانتے نہ تھے، وہ واقع ہو چکا ہو گا۔ جو سب کچھ حق کو جھٹلانے پر لگا چکے ہوں گے، وہ حق کو ناقابل تردید صورت میں دیکھ کر سخت پریشان ہوں گے۔ تب نہ اصلاح ممکن ہو گی، نہ واپسی کا راستہ ہو گا، اور ان کے اعمال کا حاصل، آگ کی صورت میں ان کے سامنے ہو گا، جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے قیامت کے دن سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶﴾ کیا ہم نے اوّلین کو ہلاک نہیں کیا۔

یہ حال پر دعوتِ فکر دی گئی ہے، کہ پہلے جو لوگ خلافِ حق کرتے ہوئے حد اصلاح سے گزر گئے کیا اللہ نے ان کو ہلاک نہیں کیا۔ کیا مجرمین کا کیا ان پر نہیں پڑا۔ جب یہ ہو چکا ہے، تو پھر ہلاکت کے راستے کو اختیار کرنے والے اپنے انجام کو دیکھتے کیوں نہیں۔

حاصل : راہِ ہلاکت سے بچنا چاہئے۔

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ پھر کیا ان کے پیچھے آخرین کو نہیں لگاتے رہے۔

خلافِ حق کرنا ظلم ہے۔ ظلم کا انجام خسارہ ہے۔ پہلے لوگ ظلم کا ارتکاب کر کے خسارے میں پڑے ہیں، ان کے بعد ظلم کرنے والے بھی اسی انجام کو پہنچتے رہے ہیں اور آئندہ ظلم کرنے والے بھی اسی انجام کو پہنچیں گے۔

حاصل : خلافِ حق کرنے کا انجام ہمیشہ خسارہ ہی ہوتا رہا ہے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ ہم مجرمین کے ساتھ ایسے ہی کرتے ہیں۔

مجرمین کو ان کے انجام سے آگاہ ضرور کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ہمیشہ حجت پوری کرتا ہے۔ جو ظلم سے باز نہ آئیں، خسارہ ان کو گھیر لیتا ہے، پھر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

حاصل : مجرمین اپنے کئے کا انجام پاتے رہے ہیں اور پاتے رہیں گے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔

حق کو جھٹلانا جرم ہے۔ قیامت کے دن حق کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہوگی۔ جن کا سب کچھ قیامت کے انکار پر لگ چکا ہوگا، وہ قیامت کو سامنے پا کر کس قدر دُکھ میں ہوں گے، کہ تباہی ان کو ہر طرف سے گھیر چکی ہوگی۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے حال پر بھی خرابی میں پڑے ہوتے ہیں، آخرت میں بھی ان کے لئے تباہی ہی ہوگی۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے خلق نہیں کیا۔

خالقِ کل نے انسان کو اپنی پیدائش پر غور و فکر کرنے کی راہ دکھائی ہے۔ نطفے کو حقیر پانی فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں جو تغیرات بھی ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے علم جنین بڑھتا جائے گا، علمِ الٰہی کی شان واضح ہوتی جائے گی۔

حاصل : نطفے سے پہلا درجہ، تعیّن سے تعلق نہیں رکھتا۔ عدم سے وجود کا خلق فرمانا، اللہ کی شان ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ پھر اسے قرار گاہ میں رکھا۔

نطفے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس مقام پر رکھا جاتا ہے وہ رحمِ مادر ہے۔ یہاں اس کو جس درجے کی حرارت درکار ہے، اللہ نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ جس طرح کی حفاظت درکار ہے، اس کا اہتمام کیا ہے۔ اس کی افزائش کے لئے جو لوازمات ہیں ان کا بھی اہتمام کیا ہے۔

حاصل: رحم کے اندر اللہ نے نطفے کو قبول کرنے کے لئے آمادگی رکھی ہے۔ رحمِ مادر کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا، کہ یہ خدائی بندوبست ہے۔

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ ایک معلوم قدر تک۔

معلوم مدت تک جنین کو رحم میں رکھنا، اللہ کا کام ہے۔ اس وقت میں جنین کی ضروریات بدلتی رہتی ہیں۔ پرورش کرنے والا رب العالمین ہی وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جو وہاں درکار ہوتا ہے۔

حاصل: رحمِ مادر میں جنین کا قیام جس قدر ہونا چاہئے، یہ بھی حکم الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ پھر ہم نے اس کو ٹھہرایا، تو ہم کیا خوب قدرت رکھتے ہیں۔

رحمِ مادر میں نطفے کا ٹھہرانا، اس کی پرورش کرنا اور ایک قدرِ معلوم تک اس کو وہاں رکھنا اور وہاں تکمیل کے مراحل طے کر کے حمل کو وضع کرنا، اللہ کی قدرت کو روشن کرتا ہے۔ انسان کی پیدائش کے مقامات اس پر واضح ہوں تو دوبارہ پیدا کیے جانے کا انکار ممکن ہی نہیں رہتا۔

حاصل: اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والے کو بعث بعد الموت کی بات سمجھ میں آجانی چاہئے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔

حقیر پانی سے انسان کی تخلیق کرنا، اسے رحمِ مادر میں رکھنا، ایک وقت تک اس کی وہاں پرورش کرنا، اور اسے پورا کر کے پیدا کرنا، اللہ کی قدرت کو روشن کرتا ہے۔ قادرِ مطلق کی قدرت کا مشاہدہ کرتے رہنے کے باوجود آخرت کے انکار سے باز نہ آنے والے، قیامت کے دن سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے، کہ انہوں نے غفلت میں وقت کو ضائع کر لیا ہوگا۔

حاصل: غفلت میں پڑے ہوئے لوگ قیامت کے دن سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔

زمین کو جو بھی دیا جائے یہ اسے سمیٹ لیتی ہے۔ زمین میں یہ صفت اللہ نے رکھی ہے، اگر زمین میں یہ صفت نہ رکھی جاتی تو انسانی معاشرت کی شکل کتنی بھیانک ہوتی۔

حاصل: اللہ تعالیٰ ہی ہماری ضروریات کا کلی علم رکھتا ہے۔ زمین کو سمیٹنے کی صفت عطا کر کے اللہ نے ہمارے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔

اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ زندوں اور مُردوں کو۔

زندہ لوگوں کے لئے زمین سامانِ زیست مہیا کرتی ہے، مُردوں کو بھی خوب سمیٹ لیتی ہے۔ زندہ لوگوں کی خدمت اور مُردوں کو سنبھالنا، اتنا بڑا کام ہے کہ یہ صرف اللہ کی قدرت سے ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل : اللہ نے ہی زمین کو زندوں اور مُردوں کی خدمت سپرد کی ہے۔ زمین کی ساخت کو نہ بگاڑنے میں انسان کا ہی بھلا ہے۔

وَّجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

اور ہم نے اس میں اونچے اونچے لنگر رکھے اور ہم نے تمہیں خوشگوار پانی پلایا۔

پہاڑ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر ہیں، اللہ کے علم سے رکھے گئے ہیں، لوگوں کے فائدے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ان کے چشموں سے انسانوں کو خوشگوار پانی ملتا ہے، اور یہ انسان کی کسی محنت کا اجر نہیں ہوتا۔

حاصل : پہاڑوں کی افادیت کو دیکھنا چاہئے۔ انسان کی بے علمی سے اس کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔ پہاڑی چشموں کا پانی خوشگوار ہوتا ہے، اس پانی کی قدر کرنی چاہئے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

اس دن تکذیب کرنے والوں کی تباہی ہے۔

زمین سے استفادہ کرنے والے لوگوں کو یہ دیکھنا چاہئے کہ زمین بنانے والے نے ان کے لئے کیا اہتمام کیا ہے۔ زمین کو سمیٹنے کی صفت عطا کی ہے۔ یہ زندوں کو سامانِ زیست مہیا کرتی ہے، مُردوں کو اپنے اندر اس طرح رکھ لیتی ہے کہ زندگی کا عمل آسانی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ اس کے پہاڑ آب و ہوا کی تبدیلیوں میں اپنا بے بدل مقام رکھتے ہیں۔ وہاں سے پینے کا خوشگوار پانی نصیب ہوتا ہے۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے، وہی لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ بھی دے گا۔ جو حق کی تکذیب کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن اپنی تباہی کو دیکھ لیں گے، مگر اس وقت حق کو ماننا نفع نہ دے گا۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والے اس منزل پر پہنچ جائیں گے جہاں سے واپسی بھی ممکن نہ ہوگی، اور تباہی سے بچنا بھی ممکن نہ ہوگا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾

چلو اس کی طرف جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔

مجرموں کو ان کے انجام کی طرف چلایا جائے گا، جہاں ان کو ان کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا۔ جہنم کی طرف چل کر جانا بذاتِ خود اذیت ناک ہوگا۔

حاصل : حال پر اپنے رُخ کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ہمارا رُخ درست نہ ہو تو انجام ہلاکت کے سوا کیا ہوگا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

چلو اُس دھوئیں کے سایے کی طرف جس کے تین شعبے ہیں۔

دھوئیں کا سایہ بھی مقامِ عذاب ہوگا۔ اس کے تین شعبے ہوں گے۔ ایک شعبہ تخلیق انسان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے باوجود معاد کا انکار کرنے کی بدولت ہوگا، ایک شعبہ حقائق کو حال پر دیکھنے کے باوجود ان کے انکار کی بدولت ہوگا، اور ایک شعبہ مستقبل سے غفلت برتنے کی بدولت ہوگا۔

حاصل : انسانوں کو اُس دھوئیں کی طرف چلایا جائے گا، جس کے تین شعبے ہوں گے، اور یہ دھواں مکذّبین کے اپنے اعمال کا حاصل ہو گا۔

لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اس سایے میں آرام بھی نہیں اور شعلوں کی لپٹ سے بچاؤ بھی نہیں۔

مذکورہ سایہ جس کے تین شعبے ہوں گے، حدت کو کم کرنے والا نہیں ہو گا، اور یہ سایہ دوزخ کے شعلوں کی لپٹ کو روکنے والا بھی نہ ہو گا۔ یہ دھواں بذاتِ خود ایک عذاب ہو گا۔

حاصل : منکرینِ حق کے اعمال سے پیدا ہونے والا دھواں نہ سایہ دیتا ہے نہ آگ کی لپٹ سے بچاتا ہے۔

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ وہ آگ شعلے پھینکتی ہے، جیسے کہ کوئی محل ہو۔

نارِ جہنم کو اپنے مطلوب لوگوں کا انتظار ہو گا۔ وہ بڑے بڑے شعلے پھینکے گی۔ وہ شعلے بڑے اونچے محلوں کے برابر ہوں گے۔ اس طرح اس آگ کی ہولناکی واضح ہو گی، کہ شعلے کی بڑائی آگ کی مقدار سے نسبت رکھتی ہے۔

حاصل : ہماری جلائی ہوئی آگ ماحول پر کیا اثرات رکھتی ہے، اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔

كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ گویا وہ زرد اونٹ ہوں۔

بڑے بڑے شعلے اور شرارے اس قدر تیز ہوں گے کہ وہ زرد اونٹوں کی طرح سرعت سے بکھر جائیں گے، اور منظر کو بڑا ہولناک بنا دیں گے۔

حاصل : حق کی تکذیب کے نتیجے کے طور پر پیدا ہونے والی آگ کی حدت اور شدت کو کبھی بھلانا نہیں چاہئے۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۴﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔

وہ آگ جس میں حق کی تکذیب کرنے والوں کو ڈالا جائے گا، اس قدر شدید ہو گی، اور بڑی ہو گی، کہ وہ منکرین حق کو فوراً گھیرے گی۔ اس سے بھاگ جانا ممکن نہ ہو گا۔

حاصل : قیامت کے دن کا انکار کسی کے لئے مفید تو ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے انجام سے غفلت، سخت خرابی کا باعث ہی بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انجام سے آگاہی کی ہر ہر صورت اتمامِ حجت میں اہمیت رکھتی ہے۔

هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿۳۵﴾ آج کا دن ایسا ہے کہ وہ بولیں گے نہیں۔

جزا کے انکار پر لمبی باتیں کرنے والے، لوگوں کو من مانی کرنے پر اکسانے والے، قیامت کے دن کچھ بولنے کی جرات نہیں رکھتے ہوں گے۔ یہ دن ان پر بہت بھاری ہو گا۔

حاصل: جو زبان خلافِ حق بولتی ہو وہ جھوٹی ثابت ہو جائے تو گنگ ہو جاتی ہے۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ اور انہیں اذن بھی نہیں ہو گا کہ وہ عذر پیش کریں۔

منکرین حق کو یہ اجازت بھی نہیں ہو گی کہ وہ اپنے اعمال کے حوالے سے معذرت پیش کر سکیں۔ جن کو مخلصین کی عملاً مخالفت کرتے ہوئے پایا جائے، ان کا کوئی عذر قابلِ سماعت ہوتا ہی نہیں۔

حاصل: ہمارے نطق کو حق کے مطابق ہونا چاہیے۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔

قیامت کے دن منکرین حق کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہو گی۔ انہیں یہ اجازت بھی نہیں ہو گی کہ وہ اپنے اعمال کے حوالے سے معذرت کر سکیں۔ شفاعت بھی باذن اللہ ہو گی اور جن حضرات کو اس دن شفاعت کرنے کا شرف حاصل ہو گا، ان کی مخالفت کو مقصدِ حیات بنائے رکھنے سے شفاعت کا تو مقام ہی نہ رہے گا۔ حق کو جھٹلانے والے اس دن سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل: قیامت کے دن خرابی سے بچنے کے لئے حق کی تکذیب سے بچنا ضروری ہے۔

هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں بھی اور اوّلین کو بھی جمع کر دیا ہے۔

فیصلے کا دن، یومِ قیامت ہے۔ اس دن کا انکار کرنے والے ہی خلافِ حق کرتے ہیں۔ جو لوگ اس دن کے ہونے کو ناممکن کہتے ہیں، اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں، ان کو بتا دیا جائے گا یہ ہے وہ دن جو فیصلے کے لئے مقرر تھا۔ ہم نے اس میں تمہیں بھی اور تمہارے اگلوں کو بھی جمع کر دیا ہے۔ جس نے پہلے ہمیں پیدا کیا ہے، اس کے امر سے دوبارہ پیدائش کا انکار کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔

حاصل: فیصلے کے دن سب کو جمع کر دیا جائے گا۔ امر الٰہی کے ہوتے ہی قیامت واقع ہو جائے گی۔

فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو وہ مجھ سے کر دیکھو۔

منکرین قیامت سے یہ فرمایا جائے گا، کہ اگر تمہارے پاس اس عذاب سے بچ جانے کی کوئی تدبیر ہے، جو امر الٰہی کے مطابق تمہیں گھیر چکا ہے اور تم پر وارد ہونے والا ہے تو اس تدبیر کو بھی انجام دو۔ مگر اس وقت ان کی سب تدبیریں، ان کی سب تجویزیں، ان کے سب داؤ بے معنی ہوں گے، عذابِ الٰہی کے احاطے سے فرار ممکن ہی نہ ہو گا۔

حاصل: عذابِ الٰہی کے احاطے سے فرار کی کوئی تدبیر کام نہیں آسکتی۔

ع وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ ع اس دن تکذیب کرنے والوں کی تباہی ہو گی۔

قیامت کے دن، حق کی تکذیب کرنے والے ایسے دکھ میں پڑیں گے، کہ وہ سخت عذاب میں ہوں گے اور کچھ کر نہ سکیں گے تب کوئی ان کی مدد کرنے والا بھی نہ ہو گا۔

حاصل : اپنے ہی خواہ کی بے قدری کی جائے تو خرابی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ عذابِ الٰہی احاطہ کر لے تو خرابی کی انتہا ہو جاتی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الذّٰریٰت (51) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾

اور نصیحت کیجئے کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾

متقین سایوں اور چشموں سے فیض یاب ہوں گے۔

اللہ سے ڈرنے والے لوگ، یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا رخ کیا ہے، اور ان کا رخ کیا ہونا چاہئے۔ اللہ کی عطا کا شکریہ ادا کرنے میں ہی بندے کی فلاح ہے، اور شکریہ ادا کرنے کی بہترین صورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ ایسے لوگ حال پر بھی سایۂ رحمت میں رہتے ہیں، اور چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے ہیں، آخرت میں بھی سائے اور چشمے انہیں نصیب ہوں گے۔

حاصل : متقین کے ساتھ میں حال پر بھی بڑا سکھ ہے، آخرت میں بھی بڑا سکھ ہو گا۔

وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾

اور پھل جو انہیں مرغوب ہوں۔

اللہ سے ڈرنے والے اپنی پسند کو اپنے شاہد کے مطابق بناتے ہیں اور اپنی خواہشات کا اتباع نہیں کرتے۔ جن کی نظر افادیت پر ہو ان کی پسند، اللہ کی پسند ہوتی ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کی پسند کی قدر کرتا ہے، قیامت کے دن ان کی پسند کی بڑی قدر ہو گی۔

حاصل : پھلوں کی طرف ہماری رغبت افادیت کے حوالے سے ہونی چاہئے، کہ یہ متقین کی طریقت ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

کھاؤ اور پیو، راحت کے ساتھ، صلہ اس کا جو عمل تم کرتے تھے۔

متقین خدائی مہمانوں کی قدر کرتے ہیں۔ ان کو عزت کے ساتھ کھلاتے ہیں، پلاتے ہیں، ان سے کسی اجر کی چاہت بھی نہیں رکھتے، کسی شکریے کی طلب بھی نہیں رکھتے، اور حق داروں کا جو ان سے استفادہ کر چکے ہوں، شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں، کہ آپ نے خدمت کا موقع دے کر مجھ پر مہربانی کی ہے۔ ایسے لوگوں سے قیامت کے دن یہ فرمایا جائے گا : کھاؤ اور پیو راحت کے ساتھ۔ یہ انعامات جو تمہیں عطا ہوئے ہیں، یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہیں۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے متقین کو ان کے اعمال کا صلہ، خوب دیا جائے گا۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۴﴾ ہم محسنین کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

محسنین، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو معیار جانتے ہیں، اور اسی معیار پر دل و جان سے فدا رہتے ہیں۔ ان کی زندگی میں شرک کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ وہ احسان کریں، اس کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں کہ اس کی بدولت انھیں راحت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے پاک لوگوں کو انعامات سے خوب نوازتا ہے۔

حاصل : ہمیں محسنین کی بڑی قدر کرنی چاہئے کہ یہ اللہ کی سنت ہے۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۵﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔

حق کو جھٹلانے والے، قیامت کے دن اپنے برے اعمال کے صلے میں گرفتارِ عذاب ہوں گے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ جس توفیق کا درست استعمال محسنین کے لئے باعثِ فلاح ہوا ہوگا اس سے بڑی توفیق کا خلافِ حق استعمال مکذبین کے لئے باعثِ خسارہ ہوگا۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے، قیامت کے دن سخت خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿۴۶﴾ تم بھی کچھ کھالو، برت لو، یقیناً ہو تم مجرم۔

حق کو جھٹلانے والے، اللہ کی عطا کو ہمیشہ تھوڑا ہی جانتے ہیں۔ جزا کا انکار کرتے ہوئے من مانی کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے طریقِ زندگی کا نام جو چاہے رکھ لیں، ہوتے وہ مجرم ہی ہیں۔ ان سے یہ حال پر فرمایا گیا ہے، کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت طویل تو ہے نہیں، کچھ گزر بھی چکا ہے، غفلت میں مزید ضائع ہو رہا ہے، باقی تھوڑا ہی ہے۔ اس وقت میں کھالو، برت لو، آگے تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا، جو مجرموں کے ساتھ ہونا چاہئے اور جس سے تم کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والا مجرم ہے۔ اس کا کھانا، برتنا، قلیل مدت کے لئے ہی ہوتا ہے، پھر آگے اس کے لئے اس کے جرم کے حوالے سے سزا ہی گی۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۷﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔

حق کی تکذیب کرنے والے، قیامت کا انکار کرتے ہیں، اور مال کے جمع کرنے میں اپنے وقت کو لگاتے رہتے ہیں۔ کھانا اور برتنا تو ان کا قلیل ہی ہوتا ہے۔ ان کا جمع کیا ہوا مال دوسرے لے جاتے ہیں، حساب کتاب ان کے گلے پڑ جاتا ہے۔ جس دن ہر ہر عمل کی جزا دی جائے گی، اس دن جزا کا انکار کرنے والوں کے لئے سخت تباہی ہوگی۔

حاصل : مجرم مال کی قدر کرتے ہیں، مالکِ کل کی قدر نہیں کرتے، یہ تباہی کا راستہ ہے، قیامت کے دن اس کی انتہا ہوگی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿۴۸﴾ اور جب ان سے جھک جانے کو کہا جائے تو جھکتے نہیں۔

مجرم ناصح سے اپنے تعلق کو نظر انداز کرتا رہتا ہے۔ ناصح ہمیشہ حال پر سب سے بڑا ہی خواہ ہوتا ہے۔ اس کی بات حق

کے حوالے سے ہوتی ہے اس لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ جب مجرم لوگوں سے یہ کہا جائے کہ خرابی کے راستے سے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کرو، تو تم سکھی ہو جاؤ گے، تو وہ مانتے نہیں۔ انہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تم من مانی کا انجام تو دیکھ رہے ہو، حق کو مان کر بھی دیکھو تمہیں بڑا سکھ ملے گا، تو وہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔

حاصل: حق سامنے آجائے تو جھک جانا چاہئے۔ ناصح سے بڑا بھی خواہ حال پر کوئی نہیں ہوتا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔

جو حق کو نہیں مانتا، وہ بہتر جاننے والے کی موجودگی سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس کی من مانی سے اور جہالت سے ایسی خرابی اس کے گلے پڑ جاتی ہے، کہ نہ وہ اس سے چھوٹتا ہے نہ کوئی اس کو چھڑا سکتا ہے۔

حاصل: ظلمات سے نور کی طرف لانے والوں کی مخالفت کی جائے تو حال پر بھی خرابی ہو گی، آخرت میں بڑی خرابی ہو گی۔

ع ۲ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ پھر اس کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

قرآنِ پاک رب العالمین کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ اس کی ہر بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کا بیان قطعاً روشن ہے۔ نصیحت کے قدردان اس سے فیض یاب ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ علیم مطلق کی بات سے بہتر کسی کی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر حال پر قرآن شریف کا انکار کیا جائے تو پھر حق کو ماننے کا مقام کبھی آ ہی نہیں سکتا۔

حاصل: اگر حال پر قرآن شریف کو نہ مانا جائے تو پھر حق کو ماننے کا مقام کبھی آ ہی نہیں سکتا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾

اور جن لوگوں نے اللہ کے مقابل دوست بنا رکھے ہیں، وہ اللہ کی نگاہ میں ہیں، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾ یہ آپس میں کیا چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔

جب بھی حق بیان ہوتا ہے تو، توحید ورسالت کے ذکر کے ساتھ بعث بعد الموت اور جزا کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ جزا کے دن کا یقین، رخ کو درست رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ یوم الدین کا مالک ہے۔ اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دے گا۔ وہاں ظلم نہ ہوگا، کہ ظلم اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔ وہاں کسی کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہوگی۔ شفاعت بھی باذن اللہ ہوگی۔ خواہشات کے دائرے میں پھنسے ہوئے لوگ، اس بیان کو موضوعِ گفتگو بنا کر اپنی غیر سنجیدگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگر انہیں علم مطلوب ہو، تو اہلِ ذکر سے سوال کرنا چاہئے۔ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے سے وہ راہِ راست کو کیسے پالیں گے، اور عمل کے لئے دی گئی مہلت بھی محدود ہے۔

حاصل: سوال علم والے سے ہو، حصولِ علم کے لئے ہو اور ادب سے ہو تو فائدہ دیتا ہے۔

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ اُس بڑی خبر کے بارے میں۔

بڑی خبر یہ ہے کہ فیصلے کا دن اللہ نے رکھا ہوا ہے، اس دن ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی، اور امرِ الٰہی کے ہوتے ہی یہ دن واقع ہو جائے گا۔

حاصل: قیامت کی خبر، بہت بڑی خبر ہے کہ اس کو ماننے سے ہی رخ درست رہتا ہے۔

الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

قیامت کی خبر سن کر غفلت میں پڑے ہوئے لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق باتیں بنانے لگتے ہیں۔ کچھ تو اس کے ہونے کو ہی ناممکن قرار دیتے ہیں، اور کچھ اپنے غلط عقائد کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارے معبود یہاں بھی ہمارے ساتھ ہیں، وہاں بھی ہماری شفاعت کریں گے، فکر کی کوئی بات نہیں۔ قول کے درجے میں اختلاف کے خاتمے کی صورت یہی ہے کہ قول ایک ہو اور جس کی صداقت وامانت کا یقین ہو اس کے سامنے اپنے قول کو ساکن کر دیا جائے۔ عملاً اختلاف تب ختم ہوتا ہے جب ناصح سے محبت ہو جائے، اور اس محبت میں کوئی غرض نہ پوشیدہ ہو۔

حاصل: اختلاف کو حق کے حوالے سے اور سند کے ساتھ ختم کرنا چاہئے۔ بے حقیقت باتوں سے اختلاف ختم نہیں ہوتا۔

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ہرگز نہیں، انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

اختلاف رکھنے والے جیسے سوچتے ہیں، ویسے ہرگز نہیں ہوگا۔ توفیق کے خاتمے کے ساتھ ہی معلوم ہو جائے گا، کہ خلافِ حق کرنے کے انجام سے آگاہ کرتے والوں نے سچ فرمایا تھا۔

حاصل: عمل کے لئے دیا گیا وقت محدود ہے، اس میں سے کچھ گزر بھی چکا ہو تو اسے پورا ہوتے دیر ہی کیا لگتی ہے۔

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ پھر ہرگز نہیں، انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔

فیصلے کے دن کے بارے میں اختلاف رکھنے والے لوگوں کی دوسری قسم کی سوچ کو بھی غلط قرار دیا گیا ہے۔ وہ دن تو دنیا

ہی ہو گا، جیسا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے۔ عمل کے لئے دیا گیا وقت تو موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس وقت کے ختم ہوتے ہی یہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ کا فرمان قطعاً حق ہے۔

حاصل : اس سے بڑی افسوسناک بات کیا ہو گی کہ یہ معلوم ہو کہ حق کیا ہے، مگر اُس کو ماننے اور فائدہ اٹھانے کا وقت گزر چکا ہو۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا،

زمین کو بچھونا بنانے والا، اللہ ہی ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے زندگی کی ضروریات بھی حاصل ہوتی ہیں، موت کے بعد جسموں کو سنبھالنا بھی زمین کا کام ہے۔ اس بچھونے سے استفادہ کرنے کی احسن صورت ہر زمانے میں اللہ نے واضح کی ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان کا انجام خسارہ ہی ہو گا۔

حاصل : زمین ہی بہترین بچھونا ہے۔ اس کا استعمال حق کے مطابق ہو گا، تو بھلا ہو گا، ورنہ خسارہ ہو گا۔

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾ اور پہاڑوں کو زمین کی میخیں نہیں بنایا،

زمین کے بچھونے کو استحکام دینے کے لئے پہاڑوں کو اس میں خوب گاڑ دیا گیا ہے۔ اس کام کی اہمیت واضح ہو تو اس کی بڑی قدر ہو گی، اور لوگ پہاڑوں کو طبعی ضرورت جانتے ہوئے ضائع نہیں کریں گے۔

حاصل : پہاڑ زمین پر میخوں کی طرح ہیں۔ ان کی طبعی حیثیت کو قائم رکھنے میں لوگوں کا بھلا ہے۔

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ اور تمہیں جوڑے جوڑے نہیں پیدا کیا،

اللہ نے ہی ہمیں جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے۔ بقاءِ نسل کے لئے جو صورت اللہ نے رکھی ہے، اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ جوڑے جوڑے بنانے والے کا علم ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے عطا کردہ علم سے ہی زندگی کا توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

حاصل : جوڑے جوڑے بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اس کی مقرر کردہ حدود کا احترام ازدواجی زندگی کو درست رکھتا ہے۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ اور کیا ہم نے تمہاری نیند کو باعثِ سکون نہیں بنایا،

نیند ہمارے جسم کی بڑی ضرورت ہے۔ ہمارے کام میں باقاعدگی اور اعتدال کو قائم رکھنے کے لئے اللہ نے نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ جس کی عنایت سے حسنِ معاشرت قائم ہے، اس کی بندگی سے غفلت ہمیں زیب نہیں دیتی۔

حاصل : نیند اللہ کی عنایت ہے، اس سے تھکن دور ہو جاتی ہے اور قوتِ کارکردگی بحال ہو جاتی ہے۔

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ اور رات کو لباس نہیں ٹھہرایا،

لباس کی حقیقت ڈھانپنا ہے۔ پردے کا اہتمام بھی ہماری بڑی ضرورت ہے۔ اللہ نے ایسا خوب اہتمام کیا ہے کہ رات باقاعدگی سے دن کے بعد آجاتی ہے۔ خلوت میں ہونے والے کام اس میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

حاصل : رات کو اللہ نے لباس ٹھہرایا ہے۔ دوسروں کے سکون کا دھیان رکھا جائے، تو یہ رات کی قدر ہوگی۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ اور دن کو وقتِ معاش نہیں ٹھہرایا،

معاش کی حقیقت اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے۔ اپنے علم سے اللہ کی مخلوق کی بھلائی کرنا اور رزق کو منجانب اللہ جاننا، یہ معاش کی حقیقی صورت ہے۔ دن کو وقتِ معاش بنا کر اللہ نے کیسی مہربانی کی ہے۔ کتنی ہی آسانیاں کام کرنے والوں کو اور کرانے والوں کو دن میں حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، کہ اس نے دن کو ہمارے لئے وقتِ معاش ٹھہرایا ہے۔

حاصل : دن میں اللہ کا فضل تلاش کرنا چاہئے، اپنے علم سے اللہ کی مخلوق کی بھلائی کرنی چاہئے، اور رزق کو منجانب اللہ جاننا چاہئے۔

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ اور کیا تمہارے اوپر سات مستحکم آسمان نہیں بنائے۔

زمین سے متعلق نشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد آسمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس محفوظ چھت کا بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اس سے بندوں کے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ ہوائیں، بادل، بارش، رزق وغیرہ، سات آسمانوں سے بندوں کو کیا کیا عطا ہوتا ہے، اس کا علم رکھنے والے تو کبھی غافل نہیں ہوتے۔

حاصل : آسمان کو اللہ کی بڑی عنایت جاننا چاہئے، اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کو بیان کرنا چاہئے۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ اور کیا اس میں ایک روشن چراغ نہیں ٹھہرایا،

سورج آسمان کی وسعتوں میں ایک چمکتا دمکتا روشن چراغ ہے، جو روشنی بھی دیتا ہے، حرارت بھی دیتا ہے۔ ربوبیت میں سورج کی روشنی اور حرارت کا اتنا کام ہے، کہ اس کا کوئی بدل ہی نہیں ہے۔ کمی بیشی سے اعتدال قائم نہیں رہ سکتا۔ علیم مطلق کا جلایا ہوا ایک ہی چراغ ساری کائنات کو منور بھی کر رہا ہے، حرارت بھی دے رہا ہے اور امر الٰہی کے مطابق اجل مسمّٰی تک اپنے کام کو جاری رکھے گا۔

حاصل : سورج کے بنانے والے کو ہماری ضروریات کا جتنا علم ہے اور اس کو ہماری جتنی پرواہ ہے، کسی اور کو نہیں ہو سکتی۔ ہمیں بھی اس کے ساتھ اپنے تعلق کو دیکھنا چاہئے۔

وَّأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ اور کیا ہم نے بدلیوں سے زور کا مینہ نہیں برسایا،

بادل بنانا بھی اللہ کا کام ہے، ان کو ہواؤں کے ذریعے چلانا بھی اللہ کا کام ہے۔ زور کا مینہ برسانا بھی اللہ کا کام ہے، اور اس مینہ سے مُردہ زمین کو زندہ کردینا بھی اللہ کا کام ہے۔ بارش سے ہماری جتنی ضروریات پوری ہوتی ہیں، ان کا ہمیں علم ہو تو پھر مینہ برسانے والے کی قدر نہ کرنا ممکن ہی نہیں۔

حاصل: زور کا مینہ برسانے والا، ہم پر بڑا اکرم کرتا ہے، کہ اس کا بڑا شکر کرنا چاہیے۔

لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ — کہ اس کے ذریعے ہم فصلیں اور نباتات اگائیں۔

بارش سے زمین کی قوتِ روئیدگی کا تعلق ہے۔ زمین زندہ ہو تو اس سے فصلیں اور نباتات اُگتی ہیں۔ اناج اور سبزہ تو انسانی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ ان کے عطا کرنے والے خالق کل کے ساتھ بھی اپنے تعلق کو دیکھنا چاہیے۔

حاصل: اناج اور سبزے کا عطا کرنے والا، اللہ ہی ہے۔

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾ — اور گھنے باغات۔

زندہ زمین سے ہی گھنے باغات پیدا ہوتے ہیں۔ باغات میں درخت کثرت سے ہوں تو بندے کو خوشی ہوتی ہے، کہ پھلوں کی کثرت سے حاصل ہونے والے فوائد اس کے علم میں ہوتے ہیں۔ پھر عطا کرنے والے کی شان کو نہ دیکھنا کتنی بڑی بے سمجھی کی بات ہوگی۔

حاصل: گھنے باغات بھی اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ معطیٔ مطلق کی قدر کرنے میں بندے کا ہی بھلا ہوتا ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ — بے شک فیصلے کا دن ایک ٹھہرا ہوا وقت ہے۔

مذکورہ آیات میں جس بات کو روشن کیا گیا ہے، جس کی اسناد بیان کی گئی ہیں، وہ یہ ہے کہ فیصلے کا دن ایک ٹھہرا ہوا وقت ہے۔ اللہ نے ہی موت وحیات کو خلق کیا ہے، اسی نے ہمیں توفیق دی ہے، وہی دارِ عمل کے بعد دارِ جزا کو قائم کرے گا، اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔

حاصل: اللہ کی طرف سے فیصلے کے دن کا یقین رکھنے والے ہی صراطِ مستقیم پر ہوتے ہیں۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ — جس دن صور پھونکا جائے گا، تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔

قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا، تو پہلی بار اجل مسمّٰی کے پورا ہونے کا اعلان ہوگا، عمل کے لئے دیے گئے وقت کا کلی طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، اور اسی رُخ پر چلیں گے، جو اللہ چاہے گا، اور فوج در فوج چلے آئیں گے۔

حاصل: فیصلے کا دن امر الٰہی کے ہوتے ہی آجائے گا، اور تمام لوگ فوج در فوج ایک مقام کی طرف چل پڑیں گے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ اور آسمان کھولا جائے گا کہ دروازے، دروازے ہو جائے گا۔

فیصلے کے دن آسمان کو کھول دیا جائے گا، وہ زمین پر چھت کی صورت میں نہ رہے گا۔ جس مقصد کے لئے اسے خلق کیا گیا ہے وہ پورا ہو چکا ہو گا، اور وہ پھٹ چکا ہو گا۔ جس کی قدرت سے آسمان بنا ہے، اسی کی قدرت سے پھٹ بھی جائے گا، اور انسان کے وہ مفادات جو آسمان سے وابستہ ہیں ان کا وقت بھی گزر چکا ہو گا۔

حاصل: آسمان بھی اللہ نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ اجل مسمّٰی کے پورا ہوتے ہی یہ پھٹ جائے گا۔ اپنے مقصدِ حیات کو اس تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے۔

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اور پہاڑ چلائے جائیں گے، کہ وہ سراب بن جائیں گے۔

پہاڑ زمین میں میخوں کی صورت سے گاڑے گئے ہیں۔ یہ میخیں قیامت کے دن اکھاڑ دی جائیں گی، اور پہاڑوں کو اس طرح چلایا جائے گا، کہ وہ باہمی ٹکراؤ سے ریت بن جائیں گے، اور ریت بھی ایسی جو دور سے چمکتی ہوئی نظر آتی ہے تو ایسے لگتا ہے کہ پانی کی لہریں ہیں، مگر جب قریب آکر دیکھا جاتا ہے تو وہاں پانی ہوتا نہیں۔

حاصل: پہاڑوں کو بنانے والا، اللہ ہی ہے، اور اس نے پہاڑوں کو ہمارے فائدے کے لئے بنایا ہے۔ جب وہ ان کو چلائے گا، تو ان کو ریت بنا دینے میں بھی اسے دیر نہیں لگے گی۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ بے شک جہنّم گھات میں ہے۔

انسان کے اپنے اعمال کا حاصل اس کے انتظار میں رہتا ہے۔ حدود اللہ کے تجاوز سے ہی آگ پیدا ہوتی ہے، اور یہی انسان کی راہ تکتی رہتی ہے۔

حاصل: خلافِ حق کرنے والے کے اعمال سے آگ پیدا ہوتی ہے، اور یہ آگ خلافِ حق کرنے والے کے انتظار میں رہتی ہے۔

لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ سرکشی کرنے والوں کا ٹھکانا ہے۔

خلافِ حق کرنے والے، سرکش ہوتے ہیں۔ سرکشی کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

حاصل: سرکشی، بندگی کے ساتھ کبھی میل نہیں کھاتی۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ اس میں مدّتوں رہیں گے۔

کافر اللہ تعالیٰ کا منکر ہوتا ہے، منافق اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوتا ہے۔ اللہ کی شان ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کا فرمان ہے وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، وہ اپنے محبوب کے منکر کو معاف نہیں کرتا۔ منافق جلوت میں حق کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے، خلوت میں اس حق کے خلاف کرتا ہے۔ کافر حق کو مانتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دے گا، بڑے علم سے دے گا اور اسی قدر دے گا، جس قدر سزا کا وہ مستحق ہو گا۔

حاصل : ہر ایک کو اس کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا۔ کافر اپنے کئے کی سزا پائیں گے، منافق اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اس میں نہ کوئی ٹھنڈک پائیں گے، نہ کوئی مشروب۔

طبعی طور پر حرارت کے بعد برودت درکار ہوتی ہے۔ مگر منکرین حق، کبھی حق کی مخالفت میں ٹھنڈے نہیں ہوتے، اس لئے انہیں دوزخ میں کوئی ٹھنڈک نصیب نہ ہوگی۔ وہ کبھی حق کی مخالفت سے باز نہیں آتے، اس لئے انہیں وہاں کوئی خوشگوار مشروب نصیب نہ ہوگا۔

حاصل : حق کی مخالفت میں تسلسل کے ساتھ شدّت کا اظہار کرنے کا حاصل یہ ہوگا، کہ دوزخ میں منکرین حق کو نہ ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ کوئی مشروب۔

اِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ سوائے گرم پانی اور پیپ کے

دوزخ والوں کو پینے کے لئے گرم پانی اور پیپ ہی دی جائے گی، اور یہ پینا ان کے دکھ کو بڑھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں عطا ہوتی ہیں، ان کا کفران باعثِ عذاب بن جاتا ہے۔

حاصل : کفرانِ نعمت کا صلہ سخت سزا ہوگی۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ جزا اُن کے اعمال کے موافق ہی ہوگی۔

اللہ ہی ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا صلہ دے سکتا ہے۔ جہنم والوں کو ان کے اعمال کے موافق ہی صلہ دیا جائے گا۔ ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا، کہ ظلم اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

حاصل : منکرین حق کو ان کے اعمال کے موافق ہی جزا دی جائے گی۔ ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ یہ لوگ محاسبے کی توقع نہیں رکھتے تھے۔

توفیق کی موجودگی، توفیق عطا کرنے والے کا پتہ دیتی ہے، اور توفیق یہ دیکھنے کے لئے دی جاتی ہے، کہ اس کا استعمال کیسے کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو محاسبے کی توقع نہ ہو وہ من مانی کرنے کی حد کر دیتے ہیں، اور اللہ کی مخلوق کو بڑے دُکھ میں ڈالتے ہیں۔ جواب دہی کا یقین ہو تو پھر غفلت کا کوئی مقام نہیں رہتا۔

حاصل : محاسبے کا یقین ہو تو پھر عقیدہ درست رہے گا۔ عقیدہ درست ہوگا تو رُخ درست ہوگا، اور رُخ درست ہوگا تو فلاح ہوگی۔

وَّكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ اور ہماری آیات کی بڑی تکذیب کرتے تھے۔

آیاتِ الٰہی کو جھٹلانا انہی لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے، جو حق کے مقابل اپنی پسند کو اہمیت دیتے ہیں۔ خدمتِ خلق کا حق بھی

توفیق کے حوالے سے ہی عائد ہوتا ہے۔ جن کو اللہ نے بہت کچھ دیا ہو، وہ آیاتِ الٰہی کی بڑی تکذیب کر کے ہی من مانی کر سکتے ہیں۔ آیاتِ الٰہی کی بڑی تکذیب کا صلہ بھی بڑے عذاب کی صورت میں ہوگا۔

حاصل : آیاتِ الٰہی کی بڑی تکذیب کرنے والوں کا انجام بہت برا ہو گا۔ ہمیں محاسبے کا یقین رکھتے ہوئے، راہِ راست پر رہنا چاہئے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ اور ہر شے ہم نے لکھ کر شمار کر رکھی ہے۔

اللہ نے ہر شے کو ایک منشاء کے ساتھ، اپنے علم سے پیدا کیا ہے۔ جو لوگ محاسبے کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں۔ شے کا استعمال خلافِ حق ہو گا، تو اس کا انجام بھی برا ہی ہو گا۔ اعمال کا اندراج تو بالکل ہو رہا ہے اور وہ سامنے بھی آئے گا۔

حاصل : ہر شے کا مالک اللہ ہے۔ کسی شے کو بھی خلافِ حق استعمال کرنا، خسارے کا باعث ہی ہو سکتا ہے۔

ع فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ تو چکھو، اب ہم تم پر صرف عذاب ہی بڑھائیں گے۔

خلافِ حق کرنے والوں سے انجام کار یہ فرمایا جائے گا، اپنے اعمال کا صلہ پاؤ۔ جو برائی تم نے کی اس کا صلہ بھی تمہیں ملے گا، اور جس برائی کے پھیلانے میں تم نے تعاون کیا، اس کا بھی بقدرِ تعاون تمہیں صلہ ملے گا، یہ دارِ جزا ہے۔ اس لئے سزا پانے والوں کی سزا ہی بڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔ جو کچھ کسی کے اعمال کا صلہ ہو گا، وہی اسے ملے گا۔

حاصل : دیکھنا چاہئے ہم کیا کر رہے ہیں۔ خلافِ حق نہیں کرنا چاہئے، اور خلافِ حق کرنے والوں سے تعاون بھی نہیں کرنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف (43) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾

اور بے شک وہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ بے شک متقین کے لئے کامیابی ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے یہ یقین رکھتے ہیں، کہ انہیں ان کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا۔ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے اللہ کی بندگی کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ انہوں نے شاہدین کی معیت میں ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہ اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہتے ہیں، اور انجام سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔

حاصل : متقین کی صف میں شمار ہونے سے فلاحِ دارین حاصل ہوتی ہے۔

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ باغات اور انگور۔

متقین کو جن نعمتوں سے نوازا جائے گا، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ باغات میں ہوں گے، اور انگوروں سے لطف اندوز ہوں گے۔ حق کی قدر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا صلہ خوب دیا جائے گا۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والوں کی قدر کرنی چاہئے۔

وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۳۳ اور نوجوان ہم سن عورتیں۔

متقین کو نوجوان، ہم سن عورتیں، بصورتِ نعمت عطا ہوں گی۔ خدمت کا جو علم ان کو ہوگا اور جو استطاعت ان کو ہوگی، اس سے بہتر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ فی سبیل اللہ خدمتِ خلق کے لئے کمربستہ رہتے ہیں، وہ اللہ کے مہمان ہوں گے، اور اللہ سے بہتر مہمان نوازی کوئی نہیں کر سکتا۔

حاصل : متقین کو نوجوان ہم سن عورتیں، بصورتِ نعمت عطا ہوں گی۔

وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۳۴ اور چھلکتے جام۔

متقین کے لئے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ایسے جام کا درجہ رکھتا ہے، کہ اس سے انہیں مستی عطا ہوتی ہے اور وہ رنج و راحت کو باذن اللہ ماننے لگتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ لوگ ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں، یہی دیکھتے ہیں کہ شاہد کی طریقت کیا ہے۔ جو حال پر کسی کو تشنہ نہ رکھے وہ اللہ سے ڈرتا ہے، ایسے متقین کو یوم الدین میں چھلکتے جام عطا ہوں گے۔

حاصل : متقین حال پر بھی جامِ محبت سے فیض یاب ہوتے ہیں، آخرت میں بھی ہوں گے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۳۵ وہاں نہ لغو سنیں گے، نہ جھٹلانا۔

متقین کو ایسا ماحول پسند ہوتا ہے، جس میں لغو گوئی نہ ہو، بے ہودہ باتیں نہ ہوں، حق کو جھٹلانے والی آوازیں نہ ہوں۔ آخرت میں انہیں ایسا ماحول ہی نصیب ہوگا۔ متقی لوگ ایک دوسرے کی بات کو بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ بات کرنے والا، ہمیں اس انعام سے نوازنا چاہتا ہے، جس سے وہ فیض یاب ہو چکا ہے۔

حاصل : لغو گوئی اور تکذیبِ حق متقین کو قطعاً ناپسند ہوتی ہے۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۳۶ جزا ہے تمہارے ربّ کی طرف سے، حساب سے دی ہوئی۔

متقین کو ان کے اعمال کا پورا پورا صلہ تو دیا ہی جائے گا، مگر ان کی سعی کے مشکور ہونے کی بدولت، اللہ کا فضل بھی ان کے شامل حال ہوگا۔

حاصل : بالکل پوری پوری جزا دینا تو اللہ کی شان ہے، ہمیں بھی کسی کو صلہ دیتے وقت، اللہ کا بندہ ہونے کا ثبوت دینا چاہئے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۳۷ جو ربّ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے، الرحمٰن، کہ وہ اسے

خطاب کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے۔

ربوبیت تمام مقامات پر اللہ کے علم سے ہو رہی ہے۔ آسمانوں کے تمام مقامات پر، زمین کے تمام مقامات پر اور آسمانوں اور زمین کے مابین تمام مقامات پر بھی۔ قیامت کے دن الرحمٰن کے حضور پیشی ہو گی۔ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دی جائے گی۔ اس وقت کسی کی مجال نہیں ہو گی کہ وہ یوم الدین کے مالک کی اجازت کے بغیر زبان کھول سکے۔

حاصل : آسمانوں میں، زمین میں اور آسمانوں اور زمین کے مابین ربوبیت کرنے والا، رب العالمین ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے فرمان کو ماننا چاہیے۔ اس کے حضور صرف اس کے اذن سے ہی بات ہو سکے گی، اس کے بغیر کوئی زبان نہ کھول سکے گا۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾

جس دن روح اور ملائکہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے، کوئی کلام نہیں کرے گا مگر جس کو الرحمٰن نے اذن دیا، اور وہ بالکل درست بات کرے گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام اور ملائکہ سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے، کہ یہی امر الٰہی ہو گا۔ اللہ کے حضور کلام کرنے کی کسی کو جرات نہ ہو گی۔ جس کو اذن دیا جائے گا، وہ بات کرے گا، اور قطعاً حق کے مطابق بات کرے گا۔ جو لوگ اس زعم میں ہیں کہ فرشتے اللہ کے حضور ان کی شفاعت کریں گے، وہ اس آگاہی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو خسارے سے بچ نہیں سکیں گے۔

حاصل : اللہ کے حضور صرف اس کے اذن سے کلام ہو سکے گا، اور وہ بھی قطعاً حق کے مطابق۔ حال پر بھی ہمیں بے جا نہیں بولنا چاہیے۔

ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ مَـَٔابًا ﴿٣٩﴾

وہ دن حق ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

جزا کا دن یقیناً ہو گا۔ اس حق کو ماننے والے ہی اپنے رب کی طرف چل سکتے ہیں۔ انہی کا انجام اچھا ہو گا۔ جو اپنے رب کی طرف چلنے کی بجائے، من مانی کرنے لگیں گے، ان کا انجام خسارہ ہی ہو گا۔

حاصل : یوم الدین حق ہے، اس کے یقین کے ساتھ جو اپنے رب کی راہ اختیار کرے گا فلاح پائے گا۔

إِنَّآ أَنذَرْنَٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَٰلَيْتَنِى كُنتُ تُرَٰبًۢا ﴿٤٠﴾ ع

ہم تمہیں قریب آ گئے عذاب سے ڈراتے ہیں، جس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا، کاش میں مٹی ہوتا۔

عمل کے لئے دیا گیا وقت بتدریج خاتمے کے قریب آرہا ہے۔ اپنے اعمال کی جزا کا یقین نہ رکھنے والے جب اپنے ہاتھوں کی کمائی کو قیامت کے دن دیکھیں گے، تو سخت پریشان ہوں گے، مگر تب خسارے سے بچنے کی کوئی راہ نہیں ہو گی۔ جس کا ہاتھ امین ہو، اس کا دل پاک ہوتا ہے۔ جس کا دل پاک ہو، اس کا سارا جسم پاک ہوتا ہے۔ پاک کو فلاح حاصل ہوتی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کافر اپنے انجام کو دیکھ کر کہے گا، کاش میں مٹی ہوتا۔

حاصل : قیامت کے قریب آنے کو ماننا حق ہے۔ اپنے ہاتھوں ہم کیا آگے بھیج رہے ہیں، اس کو دیکھنا چاہیے۔ فخر و غرور سے بچنا چاہیے، کہ اس کا انجام پچھتاوا ہی ہو گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسٓ (36) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾

اور جتنے بھی ہیں سب ہمارے حضور، حاضر کئے جائیں گے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ جڑیں اکھاڑ دینے والی ہواؤں کی قسم۔

قوم عاد پر جس باد تند کو بھیجا گیا تھا، قرآن پاک میں اس کو تنزِعُ النّاس فرمایا گیا ہے۔ وہ تند ہوا لوگوں کو ایسے اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ کھجوروں کے تنے ہوں۔ اللہ کی قدرت انسان کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے، اس مشاہدے کے حوالے سے یہ واضح کیا جارہا ہے، کہ قادر مطلق اللہ ہی ہے، اور قیامت اسی کے امر سے آئے گی۔

حاصل : اللہ کی قدرت کا مشاہدہ حقائق کو ماننے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ اور آہستہ چلنے والی ہواؤں کی قسم۔

ہواؤں کے آہستہ چلنے سے انسان کے کتنے ہی مفادات وابستہ ہیں۔ انسان کو ان کے بارے میں پورا علم بھی نہیں ہوتا، مگر ہوائیں امر الٰہی کے مطابق اپنا کام سرانجام دیتی رہتی ہیں۔ اللہ ان سے جو کام لینا چاہے، وہ لے لیتا ہے۔ اسے قیامت کے برپا کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔

حاصل : امر الٰہی کو ماننے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾ اور فضا میں تیرنے والے بادلوں کی قسم۔

ہوائیں بادلوں کو لے کر چلتی ہیں۔ بادل اپنے اندر پانی کا بوجھ لے کر چلتے ہیں۔ جس کی قدرت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے، اسی کی قدرت سے قیامت واقع ہو جائے گی۔

حاصل : امر الٰہی کے سامنے حال پر بھی کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی، مستقبل میں بھی یہی ہو گا۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ پھر ایک دوسرے پر سبقت کرنے والے۔

بادل، امر الٰہی کے مطابق حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ جس قادر مطلق کے امر کو ماننے میں وہ پورے زور سے لگے ہوتے ہیں، اسی کی قدرت عالمین کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

حاصل : حال پر اللہ کی قدرت پر نظر ہو، تو پھر مستقبل میں اس کی قدرت کا انکار کس بنا پر ہو گا۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ پھر امر کی تدبیر کرنے والے۔

بارش کا ہونا امر الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس مقام پر جس قدر حکم ہو، اسی قدر ہوتی ہے۔ جس مقام پر حکم نہ ہو، وہاں نہیں ہوتی۔ امر الٰہی کو ماننے میں بادلوں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ یہ بات تو انسان کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے، پھر اس بات کو ماننے میں کیا مشکل ہو سکتی ہے، کہ اللہ کے امر سے یوم الدین واقع ہو گا۔

حاصل : امر الٰہی کی شان کو ماننے والے، غرور میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ جس دن کپکپاہٹ طاری ہو گی۔

قیامت کے دن زمین لرزا اٹھے گی۔ صورِ اسرافیل پھونکا جائے گا، تو امر الٰہی کے مطابق وہ سب تبدیلیاں آجائیں گی، جو پہلی بار اس آواز کے برآمد ہونے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کائنات کی ہر شے یہ ظاہر کرے گی کہ عمل کے لئے دی گئی مہلت پوری ہو چکی ہے۔

حاصل : صورِ اسرافیل کی پہلی آواز کے ساتھ ہی زمین لرزا اٹھے گی، اور اس کی کپکپاہٹ بتائے گی کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷ اس کے پیچھے دوسرا جھٹکا آئے گا۔

صورِ اسرافیل کی پہلی آواز کے بعد ایک وقفہ ہو گا۔ پہلی آواز سے واقع ہونے والی تبدیلیاں واقع ہو جائیں گی، تو اس کی دوسری پھونک سے ایک اور جھٹکا آئے گا، اور قیامت کے دن بعث بعد الموت شروع ہو جائے گی۔ لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، اور وہ سب کچھ ہوتا نظر آئے گا، جس سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا رہا تھا۔

حاصل : صورِ اسرافیل کی دوسری آواز سے قیامت کا کام پورا ہو جائے گا۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ کچھ قلوب اس دن سخت مضطرب ہوں گے۔

جو دل پاک نہ ہوں گے، وہ قیامت کے دن سخت اضطراب میں ہوں گے، کہ مرسلین کی صداقت ان پر واضح ہو چکی ہو گی، اور اصلاح کا امکان بھی ختم ہو چکا ہو گا۔ دل اسی کا پاک ہوتا ہے، جس کا ہاتھ امین ہو۔

حاصل : جو دل پاک نہ ہوں گے، وہ قیامت کے دن سخت اضطراب میں ہوں گے۔

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی۔

حق کی تکذیب کرنے والے، قیامت کے دن اس قدر خوف زدہ ہوں گے، کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔
حاصل : حق روشن ہو جائے اور اس کا انکار ممکن نہ رہے تو ماضی میں اس کی تکذیب کرنے والوں کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔

يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠ کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں پلٹ آئیں گے۔

حق کی تکذیب کرنے والے، بعث بعد الموت کو ناممکن قرار دیتے ہوئے، یہ کہتے ہیں، کہ موت کے بعد زندگی کی پہلی حالت میں لوٹ آنا فہم میں نہیں آتا۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے، کہ جس نے پہلے عدم سے وجود بنایا ہے، اس کو دوبارہ بنانے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس کا امر ہوتے ہی نہ ہونے سے ہونا بن جائے گا۔
حاصل : اللہ کی قدرتِ تخلیق کا علم ہو تو بے ہودہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝١١ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔

قیامت کا انکار کرنے والے، اس بات کو بعید از فہم قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ مُردے کا زندہ ہونا تو مانا جا سکتا ہے، مگر جب بدن مٹی کے ساتھ مل کر مٹی ہو جائے، اور ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں، کھنکھنا جائیں، تو پھر جسم زندگی کی طرف کیسے لوٹ آئے گا۔ جاننے کی بات یہ ہے، کہ تخلیق اول میں بھی کسی نے خالق کل کا ہاتھ نہیں بٹایا، کہ تخلیق ثانی میں اسے کوئی مشکل پیش آ سکتی ہے۔ تخلیق اول بھی اسی کے امر سے ہوئی ہے، تخلیق ثانی بھی اسی کے امر سے ہو گی۔
حاصل : جس کے امر سے پہلی بار تخلیق ہوئی اسی کے امر سے دوبارہ ہو گی۔

قَالُوا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢ کہتے ہیں، یہ لوٹنا تو سخت خسارہ ہو گا۔ ع

قدرتِ الٰہی کا انکار کرنا، ناممکن جانتے ہوئے، قیامت کو جھٹلانے والے بطور استہزاء یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے گئے تو یہ ہمارے لئے بڑا سخت خسارہ ہو گا۔ اگر یہ بات سنجیدگی سے کہی جائے تو اس خسارے کے امکان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، اور ممکن خسارے سے بچنے کے لئے سعی کرنا طبعی بات ہے۔
حاصل : جب کسی قول کا جواب علم سے نہ دیا جا سکے تو حق کی تکذیب کرنے والے اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝١٣ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہو گی۔

صورِ اسرافیل جب دوسری بار پھونکا جائے گا، تو وہ آواز سنتے ہی لوگ اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ ڈانٹ دربارِ الٰہی میں حاضر ہونے کے لئے حکم کا درجہ رکھے گی۔
حاصل : دربارِ الٰہی میں حاضری کا حکم ہوتے ہی سب کا رخ وہی ہو گا۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝١٤ جبھی وہ میدان میں آ رہیں گے۔

ایک ہی آواز سے سب قبروں سے باہر آجائیں گے۔ عدم سے وجود کو بننے کچھ دیر نہیں لگے گی۔ اسباب پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ اسباب، اللہ کا حکم ہوتے ہی وہ صورت اختیار کر لیتے ہیں، جو اللہ چاہے۔

حاصل : دربارِ الٰہی میں ہمیں حاضر ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ کیا موسیٰ (علیہ السلام) کی بات تمہیں پہنچی ہے۔

حال کی وضاحت کے لئے ماضی کی شہادت سند کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ہمیں پہنچ چکی ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ اللہ کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

حاصل : حال کی وضاحت کے لئے ماضی کی شہادت سند کا درجہ رکھتی ہے۔

إِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ جب آپ کو آپ کے ربّ نے مقدس وادیٔ طویٰ میں ندا دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ کی ضرورت تھی، رات کا وقت تھا، آپ اس حوالے سے اس وادی کی طرف گئے، جس کو مقدس فرمایا گیا ہے۔ وہاں آپ کو آپ کے رب نے جوتے اتار دینے کا حکم دیا اور یہ فرمایا آپ وادیٔ مقدس میں ہیں، اس کا نام طویٰ ہے۔

حاصل : بندے کے لئے اس کے رب کی طرف سے آنے والی ندا جس قدر باعثِ راحت ہوتی ہے، الفاظ میں وہ بیان ہو ہی نہیں سکتی۔

اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فرعون کے پاس جایئے کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا۔ آپ کو یہ بتایا گیا کہ فرعون نے سرکشی کو اپنا معمول بنالیا ہے، وہ انجام سے بالکل غافل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کام کو بہت بڑا کام جانتے تھے۔ آپ نے اللہ سے مدد مانگی، اللہ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔

حاصل : سرکشی کرنے والے کے پاس حق کو روشن کرنے والے کا جانا، اللہ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰى أَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ تو اس سے کہئے، کیا آپ کو تزکیہ مطلوب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم الٰہی عطا فرمایا گیا، یہ کہنے کا حکم دیا گیا، کہ فرعون سے پوچھئے، کیا آپ کو تزکیہ مطلوب ہے، اگر آپ کو پاکیزگی کی طلب ہو تو آپ کی مدد کی جائے گی۔ خوف و حزن کے دائرے سے نکلنا اسی طرح ممکن ہوتا ہے کہ بندہ، پاک کرنے والے کے ساتھ لگ جائے۔

حاصل : فرعون کے ساتھ نرمی کے لہجے میں بات کرنے کا حکم تھا، اس لئے نرم الفاظ کا

استعمال تو امر الٰہی تھا۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ کیا میں آپ کو آپ کے ربّ کی راہ دکھاؤں کہ آپ اُس سے ڈرنے والے بن جائیں۔

جس کو پاک ہونے کی طلب ہو اسے رب کی راہ دکھائی جا سکتی ہے۔ جسے پاک کرنے کا شرف ہو وہ رب کی راہ دکھا سکتا ہے۔ جو رب کی راہ دیکھ لے وہ اللہ سے ڈرنے والا بن جاتا ہے۔ وہ حق کو بڑے ادب سے ادا کرتے کے بعد یہ کہتا ہے یا اللہ جو کچھ تیری طرف سے عطا ہوا تھا، اس کو پورا پورا تیری رضا کے مطابق تصرف میں لانا مجھ سے ہو نہیں سکا، تو معاف کر دے گا تو تیری عنایت ہو گی۔

حاصل : اللہ سے ڈرنا شانِ عبدیت ہے۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ پھر اس کو بڑی نشانی دکھائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا، تو فرعون نے کہا اپنی صداقت کا ثبوت لائیے۔ آپ نے اپنا عصا مبارک رکھ دیا تو وہ یک دم بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ فرعون حیرت زدہ ہو گیا۔ آپ نے اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اژدہا کو ہاتھ لگایا وہ پھر عصا مبارک ہو گیا۔ طلبِ ہدایت ہوتی تو فرعون کو اس بڑی نشانی سے فائدہ پہنچ سکتا تھا۔

حاصل : وہ نشانی جو کسی کو گمان کے دائرے سے نکلنے میں بڑی سہولت دے، بڑی نشانی ہوتی ہے۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ تو اس نے تکذیب کی، اور نافرمانی کی۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ ءِ رسالت کے ساتھ، ان کی صداقت کی بڑی نشانی کو دیکھ کر، آپ کو جھٹلایا، اور آپ کی دعوتِ خیر کو ماننے سے انکار کیا۔ اسے پاک ہونے کی طلب ہوتی تو وہ ایسے نہ کرتا، اسے اپنے رب کی راہ مطلوب ہوتی تو وہ ایسے نہ کرتا۔ غرور کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کا بھلا نہیں ہو سکتا تھا، اور غرور کے دائرے سے نکلنے کو وہ تیار نہ تھا۔

حاصل : حق کی تکذیب اور حق پہنچانے والے کی نافرمانی، فرعون کی صفت ہے۔ جہاں یہ صفت ہو گی، موصوف بھی ہو گا۔

ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ پھر پیٹھ پھیری اور مسلسل کوشش کی۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ رسالت کو دیکھا تو وہ بہت مرعوب ہوا، مگر آپ کے فرمان کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے، اس نے پیٹھ پھیری اور اس کوشش میں لگ گیا، کہ آپ کو نیچا دکھانے کے لئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لاتا ہے۔

حاصل : حق کا انکار کرنے والے کی قوت، صاحبِ حق کو نیچا دکھانے کی کوشش میں ضائع ہوتی رہتی ہے۔

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ پھر لوگوں کو جمع کیا اور اعلان کیا۔

فرعون نے بڑے علم والے جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا، اور لوگوں سے ایک کھلے میدان میں جمع ہونے کو کہا گیا۔ فرعون کو یہ گمان تھا، کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جو کچھ کریں گے اس سے اس کی بادشاہی کی شان بڑھے گی، اس لئے اس مقابلے کی تشہیر میں پورا زور لگایا گیا۔

حاصل : مغرور تبھی لوگوں کو اکٹھا کرتا ہے، جب اسے اپنے منشاء کے پورا ہونے کا یقین ہو۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ پھر کہنے لگا کہ تمہارا ربِّ اعلیٰ میں ہوں۔

جادوگروں نے سحرِ عظیم کا مظاہرہ پیش کیا، مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی بناوٹوں کو نگلنے لگ گیا۔ جادوگروں نے یہ دیکھا تو مان لیا، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں، اور ان کا علم، علمِ سحر نہیں ہے، یہ اللہ کے رسول ہیں، اور ان کا علم، علمِ الٰہی ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے میدان میں یہ اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لاتے ہیں، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ یہ بات تو فرعون کو گوارا نہ تھی۔ اس نے ایمان لانے والوں کو سخت سزا دینے کا اعلان کیا، اور کہا کہ ربِ اعلیٰ تو میں ہوں۔

حاصل : علمِ الٰہی کی شان واضح ہو جانے کے بعد اپنی بڑائی کا دعویٰ قطعاً غرور و جہالت کا ثبوت ہوتا ہے۔

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ تو اللہ نے اسے آخرت کے اور دنیا کے عبرتناک عذاب میں پکڑا۔

فرعون کو اس کے اعمال کا صلہ آخرت میں بصورتِ عذاب تو ملے گا ہی، دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی وہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوا۔ وہ بنی اسرائیل کے سامنے غرق کر دیا گیا، اور اپنے لشکر کے ساتھ غرق کر دیا گیا، اور جو ربِ اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وہ خود کو عذابِ الٰہی کے سامنے بے بس پا کر رب العالمین کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہوا راہیء ملکِ عدم ہوا۔

حاصل : مغرور اور سرکش لوگوں کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے درسِ عبرت ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ حق کا مذاق اڑانے والے بڑے جاہ و جلال کے مالک ہوں تو بھی ان کا انجام عبرتناک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک ہونے کا موقع دیا جاتا ہے، راہِ ہدایت دکھائی جاتی ہے، منکر اپنے ہی خواہ کی مخالفت پر اڑ جاتے ہیں، پھر اللہ کو ان کے مٹا دینے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

حاصل : ماضی کے واقعات میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے درسِ عبرت موجود ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف (61) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ﴿٧﴾

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر کذب سے افترٰی باندھے اور اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا ﴿٢٧﴾

کیا تمہاری تخلیق مشکل ہے یا آسمان کی، اللہ نے ہی اُسے اٹھایا۔

آسمان کی تخلیق بہت بڑا کام ہے، اور ہماری تخلیق اس کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹا کام ہے۔ اللہ کی قدرت کو کسی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا۔ آسمان کی وسعت کے مشاہدے کے ساتھ اس میں کہیں رخنے کا نہ ہونا، کہیں نقص کا نہ ہونا، اللہ کی قدرتِ تخلیق کی شان کو ظاہر کرتا ہے۔ آسمان بھی اللہ نے ہمارے ہی فائدے کے لئے بنایا ہے۔ جب اجلِ مسمّٰی پوری ہو جائے گی، تو آسمان پھٹ جائے گا۔

حاصل : جس نے آسمان بنایا ہے اس کے لئے ہماری تخلیق بہت ہی چھوٹا کام ہے۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ﴿٢٨﴾

اُس کے گنبد کو رفعت دی پھر اسے درست کیا۔

آسمان کو بلند کرنا کہ وہ ساری زمین کے لئے چھت ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ آسمان کی بلندی اور اس کی درستگی سے اللہ کی شانِ تخلیق روشن ہے۔ ہواؤں کا چلنا، بارش کا برسنا، روشنی اور اندھیرے کا ہونا، موسموں کے تغیرات اور بہت کچھ آسمان کی رفعت سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ سب ہمارے فائدے کے لئے ہے۔

حاصل : چھت کی بلندی علم و حکمت سے ہونی چاہیے۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿٢٩﴾

اور اُس کی رات کو تاریک کیا اور دن کو روشن کیا۔

رات اور دن، اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔ اندھیرے اور اُجالے کا آسمان سے تعلق ہے۔ اتنے بڑے بڑے اہتمام کرنے والے کے لئے ہماری دوبارہ پیدائش کچھ مشکل نہیں ہو سکتی۔

حاصل : رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہمارے لئے اتنی اہمیت رکھتا ہے، کہ اس کے بغیر زندگی کا تسلسل قائم نہیں رہ سکتا۔ قادرِ مطلق کی شان کو بھی دیکھنا چاہیے۔

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ﴿٣٠﴾

اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔

زمین کو انسانی ضروریات کے حوالے سے بچھایا گیا۔ جس خالقِ کل نے اتنی بڑی زمین بنا دی ہے، اس کے لئے ہماری پیدائش کچھ بڑا کام نہیں ہے۔

حاصل : زمین سے استفادہ کرتے ہوئے، اس کے بنانے والے کی شان کو بھی دیکھنا چاہئے۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ﴿۳۱﴾ اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء اس پانی سے تعلق رکھتی ہیں، جو اللہ نے زیر زمین رکھا ہے۔ خالق کل نے ایسا بندوبست کیا ہے، کہ اس پر نظر کرنے سے اس کی قدرت واضح ہو جاتی ہے۔

حاصل : پانی اور چارہ انسانی ضرورت کے حوالے سے بہت اہم ہیں، ان کی ناشکری نہیں کرنی چاہئے۔

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ﴿۳۲﴾ اور پہاڑوں کو گاڑا۔

اللہ نے پہاڑوں کو زمین میں گاڑا۔ ان خدائی میخوں سے بھی انسان کے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ پہاڑوں کو زمین میں گاڑنا، انسان کو موت کے بعد دوبارہ پیدا کر دینے کے مقابل بڑا کام ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے یہ ماننا کچھ مشکل نہیں ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کی جزا کے لئے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

حاصل : خدائی اہتمام کی شان کو دیکھتے رہنا چاہئے اور اپنی حیثیت کو بھی نہیں بھولنا چاہئے۔

مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ یہ تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے متاع ہے۔

ہمارے لئے اور ہمارے مویشیوں کے لئے جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے، اس سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی عطا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی قدرت کو بھی دیکھنا چاہئے۔ جس نے سب کچھ ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے، اس نے ہمیں بھی بے مقصد نہیں بنایا۔ ہمیں جو متاع حیات دی گئی ہے، اسی کے حوالے سے ہم اللہ کے حضور جوابدہ بھی ہوں گے۔

حاصل : خدائی اہتمام کی قدر کرنی چاہئے، اور زندگی کے عمل کو غیر طبعی بنانے سے بچنا چاہئے کہ اس سے بڑی مشقت گلے پڑ جاتی ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿۳۴﴾ پھر جب بڑی آفت آئے گی۔

قیامت کا دن، وہ دن ہو گا، کہ جب موجودہ جلوت، خلوت ہو جائے گی، اور موجودہ خلوت، جلوت ہو جائے گی۔ عمل کے وقت کا خاتمہ ہو چکا ہو گا، جزا کا مقام سامنے ہو گا، اس وقت حق کو ماننا کسی کو نفع نہ دے گا۔

حاصل : جب قیامت آجائے گی تو پھر اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو گا۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿۳۵﴾ اس دن انسان اپنی سعی کو یاد کرے گا۔

قیامت کے دن عمل کی توفیق نہ ہو گی، تو عمل کے لئے دیے گئے وقت کو جس رخ پر استعمال کیا گیا ہو گا، وہ یاد آئے گا۔ حق کے انکار پر سب کچھ لگا دینے والے کس قدر دکھ میں ہوں گے۔

حاصل : اس وقت کو بھی نظر میں رکھنا چاہئے جب اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہو گا، اور

صالحین فلاح پاتے نظر آئیں گے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿٣٦﴾

اور دوزخ، دیکھنے کے لئے آشکار کر دی جائے گی۔

دوزخ اس وقت خلوت میں ہے۔ خلافِ حق اعمال کا صلہ قیامت کے دن سامنے آجائے گا۔ دوزخ قیامت کے دن آشکار کر دی جائے گی۔ تب خلافِ حق کرنے والوں کو اس سے بچ جانا، ناممکن نظر آئے گا۔

حاصل : قیامت کے دن دوزخ نظر آئے گی۔ جزا کے منکر اسے دیکھ لیں گے تو انہیں اپنا انجام بھی نظر آجائے گا۔

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾

تو وہ جس نے سرکشی کی۔

فرمانِ الٰہی کے خلاف کرنے والا، اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کو اپنا طریق زندگی بنالے تو وہ سرکشی کو اپنا امتیاز جانتا ہے۔

حاصل : سرکشی، طاغوتی صفت ہے اور یہ بندے کو زیب نہیں دیتی۔

وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾

اور حیاتِ دنیا کو مقدم رکھا۔

سرکش آخرت کا یقین نہیں رکھتا، حیاتِ دنیا میں من مانی کرنے کو مقصدِ حیات بنالیتا ہے، اور جزا کا انکار کرتے ہوئے دائمی خسارے کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔

حاصل : حیاتِ دنیا پر حیاتِ آخرت کو ترجیح دینے والا کبھی سرکش نہیں ہو سکتا۔

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾

تو اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

حدوداللہ کو بیان فرما کر، اللہ نے ہم پر بڑی مہربانی کی ہے، کہ ان سے ہمیں اپنی حفاظت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جو اپنی حفاظت سے غافل ہو اس کو حق کے ماننے کا دعویٰ کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ سرکش وقتی فائدے کو دائمی فائدے پر ترجیح دیتے دیتے جہنم تک جا پہنچتا ہے۔

حاصل : حیاتِ دنیا کو اپنی خواہشات پر لگا دینے سے، ٹھکانا جہنم ہی بنے گا۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾

اور جس نے اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھا اور اپنے نفس کو خواہش کی پیروی سے روکا۔

جزا کا یقین رکھنے والا یہ خوف رکھتا ہے، کہ رب العالمین کے حضور، یوم الدین کے مالک کے حضور پیشی ہو گی، تو اتباعِ ہدایت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اس لئے قول کو بھی پاک ہونا چاہئے، عمل کو بھی صالح ہونا چاہئے۔ اپنے نفس کو سواری بنانے والا ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ نفس کو اپنے اوپر سوار کر لینے والے کے لئے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ حیاتِ دنیا میں خوف

وحزن سے بچے اور آخرت میں جہنم سے بچے۔

حاصل : ہمیں اپنے رب کے حضور پیشی کا یقین رکھنا چاہئے۔ یقیناً وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ ہمیں اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾ تو اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔

جو اپنے رب کے حضور پیشی کا یقین رکھتا ہے، وہ اپنی خواہشات کی پیروی سے بچتے ہوئے، اپنے رب کے فرمان کو ادب سے مانتا ہے۔ وہ خود بھی سکھی رہتا ہے، لوگوں کو بھی اس سے عافیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔

حاصل : فرمانِ الٰہی کو ادب سے ماننے والا، حال پر بھی راحت میں رہتا ہے، آخرت میں بھی راحت سے ہوگا۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ ساعت کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

قیامت کے وقت کا تعین، حق کو قبول کرنے کے لئے درکار نہیں ہوتا، اس لئے اس سوال کو منکرین حق سے، انبیاءِ کرام نے ہر زمانے میں سنا ہے اور امر الٰہی کے مطابق اس کا جواب دیا ہے۔ قیامت امر الٰہی سے واقع ہوگی، اللہ نے عمل کے لئے جو وقت کلی طور پر رکھا ہے، اس کے ختم ہونے پر واقع ہوگی، اور ایک آواز سے ہی واقع ہو جائے گی۔ اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حاصل : قیامت کے وقت کے تعین کے بارے میں سوال کرنے والے کبھی سنجیدہ لوگ نہیں ہوتے۔

فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ آپ کا اُس کے ذکر سے کیا تعلق۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے، اللہ کے عطا کردہ علم سے فرمایا ہے۔ قیامت کے وقت کا تعین اتمامِ حجت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا، اس لئے اللہ نے یہ علم اپنے رسول کو دینے کی بجائے اپنے پاس رکھا ہے۔

حاصل : جو بات ہم سے تعلق نہیں رکھتی، اس میں پڑنا درست نہیں ہوتا۔ ہماری بات حق کے حوالے سے ہونی چاہئے۔

اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اس کی انتہا تو آپ کے رب کی طرف ہی ہے۔

اللہ نے ہی اجل مسمیٰ رکھی ہے۔ وہی اس کے ختم ہونے کا علم رکھتا ہے۔ وہ جب اس کو واقع کرنا چاہے گا، تو یہ پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہو جائے گی۔

حاصل : جو بات شانِ الٰہ سے تعلق رکھتی ہے، اس کے بارے میں یہی کہنا چاہئے، اس کی انتہا ہمارے رب کی طرف ہی ہے۔

إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَىٰهَا ﴿٤٥﴾

آپ کا کام صرف اُن لوگوں کو انجام سے آگاہ کرنا ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

حق پہنچانے والے، اللہ کی رضا کے مقابل کسی بات کو اہمیت نہیں دیتے۔ فرمانِ الٰہی کو ماننے والے لوگوں کو فلاح کی بشارت دینا اور خلافِ حق کرنے کے انجام سے آگاہ کرنا، ان کی ذمہ داری ہے۔ مگر جو سرکشی کریں، اللہ کے پاک بندوں کا مذاق اڑائیں، وہ اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں، ان کو ڈر سنانا یا نہ سنانا برابر ہوتا ہے وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والے ہی، انجام سے آگاہی کو اپنے لئے باعثِ فلاح بنا سکتے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ﴿٤٦﴾

جس دن اسے دیکھیں گے، تو یوں محسوس کریں گے گویا وہ ایک شام یا اس کی صبح سے زیادہ نہیں رہے۔

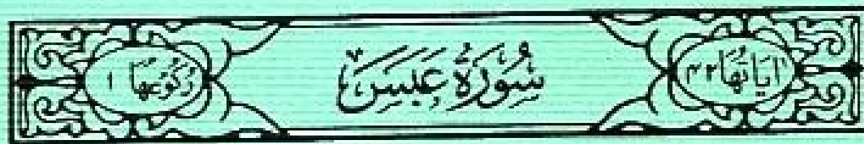
قیامت کے دن کے عذاب کو دیکھ کر، منکرین حق کو ماضی کی زندگی بہت ہی مختصر معلوم ہوگی۔ وہ یوں محسوس کریں گے، کہ وہ ایک دن کے پچھلے پہر وہاں دنیا میں رہے ہیں، یا ایک دن کے پہلے پہر وہ وہاں رہے ہیں۔

حاصل : موجودہ سکھ اگر اہم نظر آئے تو اس کے انجام کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٥﴾

اے لوگو اللہ کا وعدہ حق ہے، تو ہرگز تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا نہ دے اور ہرگز اللہ کے بارے میں تمہیں وہ بڑا فریبی دھوکا نہ دے۔



بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١﴾

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

تبلیغ حق کرنے والے ایک صاحب کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ یہ صاحب تبلیغ کر رہے تھے۔ سامعین کو خیر کی طرف لانے کا کام بڑا نازک ہوتا ہے۔ اگر ان میں طلب ہدایت کی کمی ہو تو یہ کام بہت ہی نازک ہوتا ہے۔ ان صاحب کو بھی ایسی ہی صورت حال سے واسطہ پڑا۔ اسی اثنا میں ایک نابینا صاحب اس مجلس میں حاضر ہوئے

اور حاضرین مجلس کی کیفیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی بات شروع کر دی۔ اس پر تبلیغ کرنے والے صاحب کو نابینا صاحب کی مداخلت ناگوار ہوئی، تو اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ یہ بات قطعاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہیں رکھتی، کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے، یہ بات اس سے میل نہیں کھاتی۔ تدبر فرمایئے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: کہ ہم نے تم ہی میں سے رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے، تمہیں پاک کرتا ہے، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں وہ علم دیتا ہے جو علم تمہیں نہیں تھا۔ (2:151) اب اگر خلق عظیم کے حوالے سے اللہ کا رسول بھی معیار مطلق نہ ہو، تو تزکیہ عطا ہونے کے باوجود، کتاب و حکمت کا علم عطا ہونے کے باوجود، اور وہ علم عطا ہونے کے باوجود جو بڑی شان رکھتا ہے، بندے کی تکمیل تو نہیں ہوگی۔ پھر اللہ کے رسول کی اطاعت ہو تو اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ رسول کی اطاعت نہ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہوتے۔ (3:32) اب اگر اللہ کے رسول کی اطاعت کے ہی معیار مطلق ہونے میں شک ہو جائے تو ایمان کا مقام ہی کہاں رہے گا۔ پھر ارشاد ہے، اگر تم میں کسی بات پر تنازعہ ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو (4:59)، اللہ کے رسول کے ارشاد کو سند مانا جائے گا تو تنازعہ ختم ہوگا۔ پھر ارشاد ہے، اگر تم رسول کی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے، اور رسول کے ذمے تو پہنچا دینا ہی ہے۔ (24:54) اللہ کے رسول کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے پس تیوری چڑھانا اور منہ پھیرنا، آپ کی شان کے لائق ہی نہیں۔ اللہ کے رسول سے محبت ہو تو کفر، فسق اور عصیاں سے کراہت نصیب ہوتی ہے۔ کسی منفی صفت کو آپ سے منسوب کرنا قطعاً بے ادبی ہے۔ حکم ہے جو رسول عطا کریں لے لو، جس سے منع کر دیں، منع ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عقاب شدید ہے۔ (59:7) اللہ کے رسول کے فرمان کو فرمانِ الٰہی مانا جائے تو ماننے کا حق ادا ہو سکتا ہے، ورنہ نورِ معرفت کا حصول ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے نبی کا قوم سے منہ پھیرنا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی مثال دیکھیے، حضرت شعیب علیہ السلام کی مثال دیکھیے، اللہ کے نبی منہ پھیر لیں تو عذابِ الٰہی سے بچ جانا ممکن نہیں رہتا، کہ نبی اللہ کے امر کے مطابق ہی کرتے رہے ہیں۔

حاصل: تبلیغِ حق کے کام میں اسوۂ رسول سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔ طلبِ ہدایت کے لئے آنے والوں پر تیوری چڑھانا اور ان سے منہ پھیرنا، تبلیغ کرنے والے کو زیب نہیں دیتا۔

أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ اس پر کہ وہ نابینا اس کے پاس آیا۔

حق کی تبلیغ میں مصروف مذکورہ صاحب کے پاس، ایک نابینا صاحب حاضر ہوئے۔ ان کی حاضری طلبِ ہدایت کے لئے تھی۔ مبلغ نے ان نابینا صاحب کی بات کو بے جا مداخلت جانا، اور اسے حاضرین مجلس کی حق تلفی جانا۔

حاصل: مجلس میں آنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جانا جائے تو پھر مبلغ پر تیوری چڑھانے اور منہ پھیرنے کا مقام آ ہی نہیں سکتا۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ﴿٣﴾ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ تزکیہ پانے والا ہوتا۔

حق سے استفادہ کرنے کے لئے تزکیہ لازم ہے۔ جو پاک ہونے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اس کو بے قدرے لوگوں کی صف میں شمار کرنا بھی درست نہیں ہوتا، اور کسی کی سماجی حیثیت کا طلبِ ہدایت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حاصل: تبلیغِ حق سے وہی استفادہ کر سکتا ہے، جو تزکیہ پانے کے ارادے سے وہاں حاضر ہو۔

أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾ یا نصیحت سنے تو نصیحت اسے نفع دے۔

طلبِ ہدایت رکھنے والا، نصیحت کو توجہ سے سنتا ہے، اور اپنے حال کی اصلاح کی طرف آتا ہے۔ اسے نصیحت نفع دیتی ہے۔ وعظ تو ہوتا ہی ایسے لوگوں کے لئے ہے۔ جو اپنی خواہشات کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں وہ نصیحت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حاصل : طلبِ ہدایت رکھنے والے کو نصیحت فائدہ دیتی ہے۔ جسے نصیحت نفع دے وہ ناصح کا قدر دان ہوتا ہے۔

أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ وہ جو بے پرواہ بنتا ہے۔

جو تبلیغ حق کرنے والے کے پاس تزکیہ حاصل کرنے کے ارادے سے نہ آئے، طلبِ ہدایت کے لئے نصیحت کو نہ سنے، وہ بظاہر توجہ سے بھی سن رہا ہو تو بھی بے پرواہی اس کی حرکات وسکنات سے عیاں ہو رہی ہوتی ہے۔

حاصل : حق کو سن کر بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے والا، طالب ہدایت نہیں ہوتا۔

فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ تم اس کی طرف رُخ کرتے ہو۔

لوگوں کی سماجی حیثیت کو دیکھتے ہوئے، ان کے عقائد اور ان کے شعور کو وقعت دی جاتی ہے۔ تبلیغ حق کرنے والے کو یہ توقع ہوتی ہے کہ بڑے حلقہ ءاثر والا اگر حق کو مان لیتا ہے تو اس سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوگا، مگر دیکھنے کی بات یہ بھی ہوتی ہے کہ جو بے پرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے، اسے نصیحت کیوں کر نفع دے سکتی ہے۔

حاصل : تبلیغ حق کرنے والے کا بے پرواہی برتنے والے کی طرف رُخ رہے تو طلبِ ہدایت کے لئے آنے والوں کو تکلیف پہنچے گی اور یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔

وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾ حالانکہ، وہ اگر پاک نہ ہو، تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔

جو تبلیغ حق کرنے والے کے پاس پاک ہونے کے ارادے سے حاضر نہ ہو، وہ تو طلبِ ہدایت ہی نہیں رکھتا وہ ہادی سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور ہادی پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہونے کی اللہ نے سند نازل فرمائی ہے۔

حاصل : جو طلبِ ہدایت کے ساتھ ہادی کے پاس حاضر نہ ہو، ہادی پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ دین میں جبر واکراہ کا تو کوئی مقام ہی نہیں رکھا گیا۔

وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ﴿٨﴾ اور جو تمہارے پاس ذوق سے آتا ہے۔

ہادی کے پاس طلبِ ہدایت کے ساتھ حاضر ہونے والا، ذوق سے وہاں آتا ہے۔ وہ بھلائی کی قدر کرتے ہوئے اسے قبول کرتا ہے۔ اس طرح اس کے وجود سے برائی دور ہوتی رہتی ہے، یوں اس کے اندر خوبیاں بڑھتی رہتی ہیں اور پھر وہ وقت بھی آتا ہے، جب وہ بالکل خوب ہو جاتا ہے۔

حاصل : اسلام کا ذوق رکھنے والے کی ذمہ داری، تبلیغ حق کرنے والے پر ضرور ہوتی ہے۔

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾ اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے۔

دلِ حق کا ذوق رکھنے والا، اگر اللہ سے ڈرتا بھی ہے تو پھر وہ اپنی خواہشات کے دائرے سے نکلنے میں مشکل نہیں پاتا۔ اللہ سے ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ حق کی قدر کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرنے والا، اصلاح حال پر مبلغ کو شاہد بنا کر بڑی راحت پاتا ہے۔

حاصل : دلِ حق کا ذوق رکھنے والا جو اللہ سے ڈرتا بھی ہے وہ مبلغ کو اپنی اصلاح پر شاہد بنا کر بڑی راحت پاتا ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ تو تم اس سے بے رخی کرتے ہو۔

دلِ حق کا ذوق رکھنے والے کی، مبلغ پر ذمہ داری ہوتی ہے۔ وہ اگر اللہ سے ڈرتا ہو تو یہ ذمہ داری بڑی ہو جاتی ہے۔ مبلغ پر جس کی بڑی ذمہ داری ہو وہ اس کی توجہ کا بڑا مستحق ہوتا ہے۔ جہاں چراغ موجود ہو، اس میں تیل بھی ہو، بتی بھی ہو، وہاں روشنی کو قبول کرنے کے سب ارکان جمع ہوتے ہیں، ہدایت دینے والے کے چراغ سے ہدایت پانے والے کا چراغ فوراً روشن ہو جاتا ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے سے بے رخی برتی جائے تو پھر نورِ معرفت کو پھیلانے میں کوتاہی ہو جائے گی۔

حاصل : جو توجہ کا بڑا مستحق ہو، اس کی طرف سے بے رخی ہو جائے تو علمِ حقیقی کی روشنی پھیلانے میں کوتاہی ہو جائے گی۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ یوں نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے۔

نصیحت بارانِ رحمت کا درجہ رکھتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے رُخ کے مطابق اس سے اثرات قبول کرتے ہیں۔ ناصح کی شان یہی ہے کہ وہ نصیحت کے قدر دانوں کو نوازتا رہے، کہ نصیحت مومنین کو نفع دیتی ہے۔

حاصل : قرآن شریف کا درجہ نصیحت کا ہے اور اسے منشاء الٰہی کے مطابق پہنچایا جانا چاہئے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ تو جو چاہے اس سے نصیحت لے سکتا ہے۔

ناصح کی قدر ہو، تو نصیحت کی قدر ہوتی ہے۔ قرآن پاک سے استفادہ کرنے کی دعوت سب کے لئے ہے، جو چاہے اس سے نصیحت لے سکتا ہے۔ نصیحت کو وہی قبول کرتا ہے، جو طلب ہدایت رکھتا ہو، اور اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

حاصل : قرآن پاک سے فیض یاب ہونے کی دعوت سب کے لئے ہے۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ ان صحیفوں میں کہ مکرّم ہیں۔

قرآن شریف کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ اس کا نازل فرمانے والا ہے۔ اس کے نزدیک اس کی بڑی شان ہے۔ اس کی شان کو ملحوظ رکھنا اس سے فیض یاب ہونے کے لئے ضروری ہے۔

حاصل : قرآن شریف کی تکریم کرنا، حق ہے، اور اس سے روشنی حاصل کرنے والے کبھی اس حق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ رفعت والے ہیں، مطہّر ہیں۔

قرآن پاک لوحِ محفوظ میں اللہ کے ہاں بڑی شان رکھتا ہے۔ یہ صورت کے اعتبار سے بھی بلند ہے، معنوں کے اعتبار سے بھی بلند ہے۔ یہ صورت کے اعتبار سے بھی پاک ہے، معنوں کے اعتبار سے بھی پاک ہے۔ جس کو رفعت اور طہارت کی قدر ہو گی، وہ قرآن شریف کو ماننے کا حق ادا کر سکے گا۔

حاصل : قرآن شریف کی قدر کے حوالے سے، رفعت اور طہارت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اپنے رخ میں بھی ان صفات کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ پاک کاتبوں کے ہاتھوں میں۔

قرآن شریف سے متعلق تمام امور، اللہ تعالیٰ نے ایسے ہاتھوں کو سپرد کئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قطعاً پسندیدہ ہیں۔ اس کی کتابت، اس کی قرأت، اس کی حفاظت اور اس کی تنزیل ایسے ہاتھوں میں ہے، جو اللہ نے اس کی شان کے لائق دیکھے ہیں۔

حاصل : قرآن شریف کی کتابت کرنے والوں کو خلوت و جلوت میں پاک نظر آنا چاہئے۔

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ جو مکرم ہیں، فرماں بردار ہیں۔

جن ملائکہ کو یہ خدمت اللہ نے سپرد کی ہے، وہ بڑی شان والے ہیں، بڑے فرماں بردار ہیں۔ قرآن شریف کی قدر و منزلت کے کام میں، اس کی حفاظت کے کام میں بالکل کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ شیاطین کو اس سے دور رکھنے کے کام میں کبھی غفلت نہیں برتتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنِ کارکردگی سے خوش ہے۔

حاصل : قرآن شریف سے متعلق جو خدمت بھی کسی کے ذمے ہو، اس کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ اس کی زندگی میں عزت و فرماں برداری جھلکتی نظر آئے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ غارت ہو انسان، یہ کتنا ناشکرا ہے۔

انتہائی قابلِ قدر نعمت کی بے قدری کرنے والا، کتنا ناشکرا ہے کہ اس کا غرور اس کو خرابی کی طرف ہی لئے چلا جاتا ہے۔ وہ نصیحت جس کے ماننے سے اس کی شان روشن ہو سکتی ہے، وہ مکرم ہو سکتا ہے، فلاح پا سکتا ہے، اسے خوف و حزن سے نجات مل سکتی ہے، جس کے بغیر صراطِ مستقیم پر ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اس سے بے اعتنائی برتنے والا، یقیناً خرابی کے راستے پر گامزن ہے۔

حاصل : ہمیں قرآن شریف کی قدر کرنی چاہئے، اور اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ اللہ نے اسے کس شے سے خلق کیا ہے۔

انسان کے غرور کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے، یہ فرمایا گیا ہے، کہ یہ اپنی تخلیق پر بھی نظر کرے، اس کی ابتدا کس چیز سے ہوئی ہے، خالقِ کل کے فرمان کو سن کر اس کا رویہ ہونا کیا چاہئے اور وہ ہے کیا۔

حاصل : اپنے منشاءِ تخلیق کو دیکھنے والا، مغرور نہیں ہو سکتا۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ نطفہ سے، خلق فرمایا پھر اس کا اندازہ رکھا۔

نطفہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، کوئی دوسرا اس کے خالق ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ پھر اس میں جو جو تبدیلیاں آئیں، اللہ کے علم سے آئیں۔ پرورش کے تمام مراحل اللہ کے علم سے طے ہوئے۔ پھر اللہ نے ہی ایک وقت تک بتدریج اس کی نشوونما کا مقام رکھا، پھر کچھ وقت کے بعد زوال کی طرف رُخ کر دیا اور ایک وقت کے بعد حیات کے تمام ہونے کا مقام رکھ دیا۔ یہ تقدیر، عزت والے، علم والے نے ہی رکھی ہے۔

حاصل: نطفے کا خالق بھی اللہ ہے، نطفے سے انسان کو پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے، اور اس کی زندگی کا اندازہ رکھنے والا بھی اللہ ہے۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ پھر اس کا راستہ آسان کیا۔

ماں کے بطن میں پرورش کے مراحل، اللہ کے علم سے طے ہوتے ہیں، اور ان مراحل کی تکمیل کے بعد، وضع حمل کے مقام پر راستہ بھی اللہ کے علم سے ہی آسان ہوتا ہے۔ پیدائش کے بعد، خوراک ماں کے وجود کے ساتھ لگی ہوتی ہے، اور طبعی طور پر اس کا حصول آسان ہوتا ہے۔ یہ راستہ بھی اللہ نے ایسا آسان کیا ہے کہ کسی کو اس کی تعلیم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر اللہ نے پوری زندگی میں بندے کو جو کچھ درکار ہے اس کا خوب اہتمام کر رکھا ہے۔ اللہ کی طرف سے راستہ آسان ہی ہوتا ہے، عسر کا مقام مزید علم عطا کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور عسر کے ساتھ ہی اللہ نے یسر کا مقام بھی رکھا ہے۔

حاصل: جو راستہ اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے، وہ یقیناً آسان ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ پھر اسے موت دی، پھر قبر میں رکھا۔

موت کا مقام بھی، اللہ کے علم سے رکھا گیا ہے، قبر میں دفن کرنے کا طریقہ بھی اللہ کا سکھایا ہوا ہے۔ موت کے مقام کی بدولت، انسان کو بے شمار سکھ اللہ نے دے رکھے ہیں۔ قبر میں دفن کرنے کی بدولت انسان کو بہت سی آسانیاں، اللہ نے دے رکھی ہیں۔

حاصل: موت دینے والا بھی اللہ ہے، قبر میں بھی اسی کے حکم سے رکھا جاتا ہے۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔

نطفے کو پیدا کرنے والا، نطفے سے انسان کو بنانے والا، ضروریاتِ حیات کو پورا کرنے والا، موت دینے والا اور قبر میں رکھنے والا، اللہ ہی ہے۔ اسے انسان کو دوبارہ اٹھا کھڑے کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ بات صرف اس کے امر کی ہے، وہ جب امر کرے گا، قیامت واقع ہو جائے گی۔

حاصل: امر الٰہی کے ہوتے ہی قیامت واقع ہو جائے گی۔ قیامت کے واقع ہونے کو مان لیا جائے تو پھر غفلت کا مقام ختم ہو جانا چاہئے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ ہرگز نہیں۔ اس نے امر کی تعمیل نہیں کی جو اس کے رب نے اسے دیا ہے۔

اگر انسان کی زندگی میں خوف و حزن کا تسلسل موجود ہے، تو وہ با حقیقت نہیں ہے۔ اس نے امر الٰہی کو مانا ہی نہیں۔ اگر اس نے اپنے رب کی طرف سے آنے والی ہدایت کو پایا ہوتا تو اسے فلاح نصیب ہوتی، اس کی زندگی پاکیزگی کا مظہر ہوتی۔

حاصل : امر ربی کے تحت زندگی گزارنے والا ہی با حقیقت ہے۔ انسان کو اپنے حال پر نظر کرنی چاہئے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ انسان کو اپنے طعام پر نظر کرنی چاہئے۔

حیاتِ دنیا میں انسان کی پہلی خوراک ماں کا دودھ ہے، استعمال کرنے والے کو اپنی ضروریات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، اور ماں کے دودھ سے بہتر بچے کے لئے کوئی خوراک نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد استعمال میں آنے والی اشیاء بھی اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ اس کا طعام اللہ نے کس قدر علم و حکمت سے بنایا ہے، اس طعام کے حوالے سے پوچھ نہ ہو، یہ ممکن نہیں۔

حاصل : انسان کو اپنے طعام پر نظر کرنی چاہئے اور یہ بھی یقین رکھنا چاہئے کہ اس عطا کے حوالے سے پوچھ ہوگی۔

أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا۔

پانی، زندگی کے لئے جزو لازم ہے۔ پانی سے ہی زمین کی قوتِ روئیدگی قائم رہتی ہے، اور زمین کو زندہ رکھنا اللہ کا ہی کام ہے۔

حاصل : زمین کو زندہ رکھنے کا کام اللہ کی شان کے لائق ہے۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ پھر زمین کو خوب چیرا۔

زمین میں پانی کے اثر کا نفوذ بھی اللہ کے علم سے ہوتا ہے اور زمین میں اگانے کی صلاحیت پانی کے اثر کے حوالے سے ہوتی ہے۔

حاصل : ہل چلا کر زمین کو خوب باریک کرنا چاہئے، اس سے پانی کا اثر گہرا ہوگا، اور پیداوار بہتر ہوگی۔

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ پھر اس میں اناج اگائے۔

اناج انسانی ضرورت کے حوالے سے بڑی واضح اہمیت رکھتے ہیں۔ اللہ ہی اس ضرورت کو اپنے علم سے پورا کرتا ہے۔ غور کیجئے، زمین اللہ کی، پانی اللہ کا، اسباب کاشت بھی سب اسی کے، کاشت کرنے کی توفیق بھی اسی کی دی ہوئی، اگانے والا بھی اللہ، بندہ تو نتیجے پر قادر ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ کا انکار کس قدر بڑی ناشکری ہے۔

حاصل : اناج اگانے والا اللہ ہی ہے۔ زمین کو طبعی حالت پر رکھنے میں بندوں کا بھلا ہوتا ہے۔

وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ اور انگور اور سبزیاں۔

انگور اور سبزیاں، انسانی ضرورت ہیں۔ روزمرہ زندگی میں ان کا استعمال معروف ہے، اور ان سے بننے والی بہت سی اشیاء

ہمارے کام میں آتی ہیں۔ ان کی افادیت کی قدر ہو تو عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حاصل : انگور اور سبزیاں، اللہ کے علم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا استعمال حق کے مطابق ہو تو کمی کا مقام نہیں ہو گا، اسراف ہو گا تو خرابی ضرور ہو گی۔

وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ اور زیتون اور کھجور۔

زیتون اور کھجور بھی اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں سے حاصل ہونے والے فوائد کا علم ہو تو ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کی قدر نہ کرنا کتنی بڑی ناشکری ہو گی۔ روغن زیتون وہ لطیف روغن ہے، کہ جو جسم کے اندر لطافت پیدا کرتا ہے اور صحت کو بہتر بناتا ہے۔ کھجور وہ نعمت ہے جو اپنے اندر بڑی غذائیت رکھتی ہے، اور سفر و حضر میں اعلیٰ درجے کی خوراک ہے۔

حاصل : زیتون اور کھجور کے استعمال سے لطافت بڑھتی ہے۔

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ اور گھنے باغات۔

گھنے باغات میں درختوں کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ وہ مختلف قسم کے میوہ دار درختوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ زیر زمین پانی ان کو شاداب رکھتا ہے۔ ان سے حاصل ہونے والے فوائد پر نظر ہو تو پھر عطا کرنے والے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونا بھی بندے کی شان کے لائق ہے۔

حاصل : گھنے باغات، بنتے بنتے وقت لگتا ہے۔ ہر درخت کو طبعی طور پر دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے، پھیلاؤ کی ضرورت ہوتی ہے۔ گھنے باغات کی افادیت پر نظر ہو تو معطیٔ مطلق کے حضور سجدہ ریز نہ ہونا ممکن ہی نہیں رہتا۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ اور پھل اور سبزہ۔

مذکورہ پھلوں کے علاوہ بھی بہت سے پھل ہیں۔ اللہ نے ہر ایک پھل کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کے اندر انسان کے لئے منافع رکھے ہیں، بلاواسطہ بھی اور بالواسطہ بھی۔ پھر جانوروں کے لئے سبزہ بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ جانور ہماری ضروریات کے حوالے سے بڑی واضح اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی خوراک کا اہتمام بھی اللہ نے خوب کر رکھا ہے۔

حاصل : پھل ہوں یا سبزہ، انہیں اللہ کی نعمت جانتے ہوئے ان کے منافع کے حوالے سے انہیں استعمال کرنا چاہئے، کسی چیز کو ضائع کرنا ناشکری ہے۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ کہ تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے متاع ہے۔

یہ تمام اشیاء جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، ان سے انسان متمتع ہوتے ہیں، فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ان کے مویشی بھی جن اشیاء پر پلتے ہیں وہ بھی اللہ کی عطا کردہ متاع ہے۔ ربوبیت کا یہ نظام کتنا اعلیٰ ہے۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور ہمیں یہ متاع دی ہے، وہ یقیناً اس کے استعمال کے حوالے سے پوچھے گا بھی۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ متاع ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ انسان طبعی راستے کو چھوڑ کر اپنے لئے دکھ پیدا کر لیتا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ متاع کو پورا جاننا چاہئے، اور زندگی کو غیر طبعی بنانے سے بچنا چاہئے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ پھر جب وہ ہیبت ناک صدا آئے گی۔

صورِ اسرافیل کی آواز ہیبت ناک ہوگی۔ اس آواز کے ساتھ قیامت قائم ہو جائے گی۔ خلوت، جلوت ہو جائے گی اور جلوت، خلوت ہو جائے گی۔ اس تبدیلی کو روکنا ممکن نہ ہوگا۔ اس تبدیلی کے بعد اصلاح کو اختیار کرنا ممکن نہ ہوگا اور اپنے اعمال کی جزا سے بچ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔

حاصل : قیامت ایک ہیبت ناک آواز کے ساتھ واقع ہو جائے گی۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔

قیامت کے دن آدمی کو اپنی پڑی ہوگی، اپنے بھائی کے بارے میں متفکر ہونا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔

حاصل : اپنے تعلقات کے انجام کو حق کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔

وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ اور اپنی ماں اور باپ سے۔

ماں اور باپ کی خدمت حق ہے۔ ان سے حسن واحسان کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی خدمت کے پیچھے کوئی غرض چھپی ہوئی ہو گی، تو غرض ختم ہوتے ہی عمل کی صورت بدل جائے گی۔ اللہ کے نزدیک اس کا کوئی اجر نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کو حال پر بھی اپنی ہی پڑی ہوتی ہے، آخرت میں بھی اپنی ہی پڑی ہوگی۔

حاصل : ماں باپ کی خدمت حق کے حوالے سے ہو تو عمل باحقیقت ہے۔ بے حقیقت عمل آخرت میں کام نہیں آئے گا۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ اور بیوی اور بیٹوں سے۔

بیوی کے ساتھ تعلق بھی حق کے حوالے سے ہو تو درست ہے، خواہش کے تحت ہو تو درست نہیں ہے۔ بیٹوں سے تعلق خدائی مہمانوں کا سا ہو، اور ان کو راہِ راست پر رکھنے کے لئے پوری سعی کی جائے۔ بیوی اور بیٹوں کو اپنی خواہشات کے حوالے سے آگے بڑھایا جائے، تو اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔

حاصل : بیوی اور بیٹوں سے تعلق حق کے مطابق ہو تو انجام خیر ہوگا، ورنہ نہیں ہوگا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک فکر ہوگی، جو اسے کافی ہوگی۔

جو لوگ اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے دی گئی مہلت کو، خلافِ حق کرتے ہوئے ضائع کر لیتے ہیں، قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔ حال پر جو لوگ غرور میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کا نفس ہی انہیں لئے پھرتا ہے، قیامت کے دن انہیں ایسی فکر دامن گیر ہوگی کہ کسی دوسرے کے لئے فکر مند ہونے کا خیال بھی نہ آئے گا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں کو قیامت کے دن کسی دوسرے کے لئے فکر مند ہونے کا

خیال بھی نہ آئے گا۔

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ کتنے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔

جن لوگوں کا رُخ درست ہو، جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کریں، حق کی ادائیگی کے بعد یہ عرض کریں، یا اللہ تیرے محبوب کے ساتھ محبت کا دعویٰ تو ہم کرتے رہے، مگر اس دعوے کو ہر مقام پر سچا ثابت کرنے میں ہم سے کوتاہی ہوئی ہے، یا الہ العالمین ہمارے اعمال کی طرف نہ دیکھیو اپنے کرم کی طرف دیکھیو، ان لوگوں کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے۔

حاصل : رُخ اللہ کے محبوب کا ہو تو چہرہ روشن ہوتا ہے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ خنداں اور مسرور۔

جن کا رُخ حیاتِ دنیا میں درست ہے وہ آخرت میں خنداں اور مسرور ہوں گے۔ انجام بخیر ہونے پر خنداں ہوں گے، اور رضائے الٰہی کے حاصل ہونے پر مسرت ہوگی۔

حاصل : حقیقی خوشی صرف رضائے الٰہی سے ہی تعلق رکھتی ہے۔

وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ اور کتنے چہرے اس دن گرد آلود ہوں گے۔

جن لوگوں کا رُخ حیاتِ دنیا میں درست نہیں ہے، وہ حال پر بھی پریشان رہتے ہیں، آخرت میں بھی پریشان ہوں گے۔ رخ ظلمات کا ہو تو چہرہ گرد آلود ہو جاتا ہے۔

حاصل : جن لوگوں کا رُخ ظلمات کی طرف ہو، ان کے چہرے گرد آلود ہوں گے۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ ان پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔

خلافِ حق کرنے والوں کے اعمال کا حاصل، ندامت کی سیاہی کی صورت میں ان پر چھا رہا ہوگا، اور ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

حاصل : غیر صالح اعمال کا حاصل، ندامت کی سیاہی کی صورت میں چہرے پر چھا جائے گا۔

ع أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ وہی کافر و فاجر ہیں۔

کافر خلافِ حق کرتے کرتے جب حدِ اصلاح سے گزر جائے تو وہ فاجر ہو جاتا ہے۔

حاصل : ہماری شان حق کو ماننے میں ہے۔ خلافِ حق کرتے چلے جانا، کافر و فاجر لوگوں کا طریق زندگی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسٓ (36) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ

كَرِيمٍ ﴿۱۱﴾

آپ تو اسی کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت پر چلے، اور الرحمن سے بن دیکھے ڈرے، تو اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دیجئے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ جب شمس کو لپیٹ دیا جائے گا۔

سورج کا مقصدِ تخلیق پورا ہو جائے گا، تو اس کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ زینتِ کائنات میں سورج کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ کے امر سے یہ اپنے کام کو سرانجام دے رہا ہے۔ اسی کے امر سے کام تمام ہو جائے گا، تو اس وقت حق کو ماننا بہت آسان ہو گا، مگر اس وقت کا ماننا فائدہ مند نہ ہو گا، کہ اس وقت اپنی صداقت کا ثبوت دینے کا وقت ختم ہو چکا ہو گا۔

حاصل: سورج کے لپیٹ دیئے جانے کے بعد، جزا کے بارے میں کچھ شک نہ رہے گا، مگر اس وقت کا ماننا فائدہ نہ دے گا۔

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

سماءِ دنیا کو اللہ نے ستاروں سے مزین فرمایا ہے۔ اس زینت کے ساتھ ستاروں کے منافع بھی ہیں۔ سمت کے تعین میں ان سے مدد ملتی ہے، رات کو وقت کے تعین میں بھی ان سے مدد ملتی ہے، ان کے نور سے نباتات وحیوانات پر مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب عمل کے لئے دیا گیا وقت کلی طور پر ختم ہو جائے گا، تو ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

حاصل: جس قادرِ مطلق کے امر سے ستارے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، اور جس کے امر سے یہ بے نور ہو جائیں گے، اسی کے سامنے ہماری پیشی ہونی ہے۔

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں گے۔

پہاڑ، اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یہ زمین پر اللہ کی گاڑی ہوئی میخوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب دارِ عمل کا خاتمہ ہو جائے گا، تو پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا، اور یہ ریت کی صورت میں اڑتے ہوں گے۔

حاصل: پہاڑوں کو زمین میں گاڑنے والا، ان کے اکھاڑنے کی قدرت بھی رکھتا ہے، انہیں چلانے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ اور جب بیائی اونٹنیاں فراموش کر دی

جائیں گی۔

بیائی اونٹنیاں بڑی قدرو منزلت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں، کہ ان کا درجہ بڑے قیمتی مال کا ہوتا ہے۔ قیمتی مال کی حفاظت کا اہتمام بھی خصوصی ہوتا ہے، مگر دارِ عمل کے خاتمے پر قیمتی مال کو بھی فراموش کر دیا جائے گا۔ جب اپنی پڑی ہو تو قیمتی مال کو سنبھالنے کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔

حاصل: دارِ عمل کے خاتمے کے ساتھ ہی وہ کچھ ہو جائے گا، کہ مقامِ بندگی کے مقابل بندے کو سب کچھ ہیچ نظر آئے گا۔

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝۵ — اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے۔

وحشی جانور بھی ایک مقصدِ حیات رکھتے ہیں۔ اللہ نے ان کو بھی اس کائنات میں کام سپرد کئے ہیں، اور ان میں انسانوں کے لئے منافع رکھے ہیں۔ جب فائدہ اٹھانے والے سے توفیق لے لی جائے گی، تو اس کے لئے رکھا ہوا سامان بھی اکٹھا کر لیا جائے گا۔

حاصل: استعمال کرنے کا مقام ختم ہو جائے تو سامان سمیٹ لیا جاتا ہے۔

وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝۶ — اور جب سمندر ابل پڑیں گے۔

سمندر قیامت کے زلزلے سے اُبل پڑیں گے، اور جن حدود کے وہ پابند ہیں، ان حدود سے نکل پڑیں گے، تو اللہ کی قدرت کو ماننے میں دیر نہیں لگے گی، مگر اس وقت کا ماننا فائدہ نہ دے گا۔

حاصل: جس کے امر سے سمندر اپنے موجودہ فعل سرانجام دے رہے ہیں، اسی کے امر سے یہ قیامت کو ابل پڑیں گے۔

وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝۷ — اور جب نفوس کے جوڑے بنیں گے۔

قیامت کے دن نفوس کو اس قسم سے ملا دیا جائے گا، جس سے ان کا حیاتِ دنیا میں تعلق رہا ہو گا۔ اصحاب میمنہ بھلے لوگ ہوں گے، اصحاب مشئمہ برے لوگ ہوں گے، اور سابقون مقرب ہوں گے۔

حاصل: حال پر اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے۔ جن کے ساتھ ہمارا حال پر تعلق ہے، انہی کے ساتھ آخرت میں جڑنا ہو گا۔

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۝۸ — اور جب زندہ در گور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

متکبر لوگ بھی عورت کے بطن سے ہی پیدا ہوئے ہوتے ہیں، مگر اپنی بیٹی کو کسی کے ساتھ بیاہنے میں انہیں ہتک نظر آتی ہے۔ وہ مظلوم بچی جس کو زندہ در گور کر دیا گیا ہو گا، اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

حاصل: معصوم کی گواہی اللہ کے دربار میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ﴿۹﴾ کہ ان کو کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے گناہ مظلوم بچیوں کو پوچھا جائے گا، کہ انہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے تو وہی ہو سکتے ہیں، جن کے ذمے ان کی پرورش کا کام ہوتا ہے، اور جن کے ذمے ان کے دوسرے کام ہوتے ہیں۔

حاصل : بے گناہ مظلوم پر ظلم کرنے والا سچا ہو ہی نہیں سکتا۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ﴿۱۰﴾ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

جب انسان کے سب اعمال اس کے سامنے آجائیں گے، اور اس کو یہ دیکھ کر حیرت ہو گی کہ اس کا کوئی بھی عمل، اعمال نامے میں درج ہونے سے رہ نہیں گیا، تو یہ وقت منکرین حق پر بہت بھاری ہو گا۔

حاصل : ہمارے اعمال کو حق کے مطابق ہونا چاہیے۔

وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ﴿۱۱﴾ اور جب آسمان کو ادھیڑ دیا جائے گا۔

قیامت کے دن آسمان کا کام پورا ہو چکے گا، تو اس کو ادھیڑ دیا جائے گا، اور یہ اس عمل کے دوران سرخ تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ جس نے آسمان کو بنایا ہے، اس کے لئے اس میں کوئی بھی تبدیلی لانا، مشکل تو نہیں ہو سکتا۔

حاصل : آسمان کے مالک کی قدرت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

وَاِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ﴿۱۲﴾ اور جب جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا۔

انسانوں کے برے اعمال کا حاصل، دارِ عمل میں جمع ہو رہا ہے۔ یوم الدین میں یہ خلوت، جلوت بن جائے گی، اور بھڑک اٹھے گی۔ انسان اپنے ہی برے اعمال کے حاصل میں جلے گا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہی نہیں کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔

حاصل : برے اعمال کا حاصل خلوت میں جمع ہو رہا ہے، اس کو جس مقام پر رکھا جائے گا وہ جہنم ہے، وہاں یہ بھڑکا دیا جائے گا۔

وَاِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ﴿۱۳﴾ اور جب جنت پاس لائی جائے گی۔

متقین کی شان روشن فرمائی گئی ہے، کہ جنت ان کے پاس لائی جائے گی۔ جنت اللہ نے بنائی ہی پاک بندوں کے لئے ہے، اس لئے ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اللہ کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔

حاصل : اللہ کے پاک بندے جنت کو مقصود نہیں بناتے، شاہدین کی معیت کو مقصود ٹھہراتے ہیں۔

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ﴿۱۴﴾ ہر نفس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا حاضر کیا ہے۔

جس شخص نے ذرہ برابر بھلائی کی ہو گی وہ اسے قیامت کے دن دیکھ لے گا، جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی، وہ بھی اسے

دیکھ لے گا۔ ہر نفس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا حاضر کیا ہے۔
حاصل : نفس کو خبردار کرتے رہنا چاہیے کہ جو تم آگے بھیج رہے ہو، اسی کی تم کو جزا ملے گی۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ پس نہیں، میں پلٹ آنے والے ستاروں کی قسم کھاتا ہوں۔

انسان نے ستاروں کے بارے میں اپنے قیاسی علم سے بہت سے دکھ پیدا کر لیے ہیں۔ کہیں ان کے سعد اور نحس ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، کہیں ان کے مصرف بالذات ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، اور پھر مطلوبہ نتائج کے لئے لوگوں کو الجھایا جاتا ہے۔ اللہ نے قسم کھا کر حقائق کو واضح کیا ہے، ستارے انسان کے لئے ہیں، انسان تو ستاروں کے لئے نہیں ہے۔ جو جو خدمات ان کو سپرد کی گئی ہیں، ان کو بڑی خوبی کے ساتھ وہ سر انجام دے رہے ہیں۔ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانا اور پھر لوٹ آنا اس فعل کی باقاعدگی کو قائم رکھنے کے لئے ہے جو ان کے ذمے ہے۔ مصنوع سے ہی صانع کی قدرت کا پتہ چلتا ہے۔
حاصل : ستارے انسان کی قسمت پر کوئی تصرف نہیں رکھتے۔ وہ تو ہمہ وقت اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں، جو اللہ نے ان کے سپرد کی ہے۔

الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ اور جو چلتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔

کائنات پر اللہ کی قدرت کا احاطہ ہے۔ ستاروں کا چلنا پھر غروب ہو جانا، ان کے حاکم ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا، ان کے محکوم ہونے کا ثبوت ہی ہو سکتا ہے۔ اجرام فلکی پر اللہ کی قدرت کے احاطے کو دیکھنے والے ہی راہِ راست پر رہتے ہیں۔
حاصل : اجرامِ فلکی پر اللہ کی قدرت کے احاطے کو دیکھنا چاہیے، اس سے وسعتِ نظر پیدا ہوتی ہے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ اور رات کی قسم جب وہ پشت پھیرتی ہے۔

دن کے بعد رات کا لانا اور رات کے بعد دن کا لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ رات کی تاریکی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو وہ رک جاتی ہے، پھر وہ لوٹنے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی حکمت رکھی ہے۔
حاصل : اللہ ہی رات کی تاریکی کو لوٹا دینے پر قادر ہے۔

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اور صبح کی جب وہ دم بھرتی ہے۔

رات کی تاریکی کی انتہا کے بعد سپیدۂ سحر کا مقام رکھا گیا ہے۔ اللہ ہی صبح کو نمودار کرتا ہے۔ حق کے انکار کی حقیقت اندھیرا ہے، ایمان کی حقیقت نور ہے۔ انکار جب انتہا کو پہنچ جائے گا، اور سارے عالم میں پھیل جائے گا، تو پھر نورِ سحر کے ساری کائنات میں پھیلنے کی ابتدا ہو گی۔
حاصل : صبح کا دم بھرنا، اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ بے شک یہ رسولِ کریم کا قول ہے۔

مشاہدے میں آنے والے حقائق کی قسمیں کھا کر یہ فرمایا گیا ہے، کہ بے شک یہ ہمارے بھیجے ہوئے کریم کا قول ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، اس کلام کے لانے والے ہیں۔ اس کلام میں کسی خلافِ حق بات کا تصور بھی نہیں ہونا چاہئے۔

حاصل : حق پہنچانے والے کا کریم ہونا ضروری ہے کہ کریم کی اپنی کوئی بات نہیں ہوتی، اس کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے۔

ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿٢٠﴾ قوت والا ہے۔ عرش والے کے نزدیک مرتبے والا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شان بیان فرمائی گئی ہے، کہ اللہ نے اس فرشتے کو جو قوت عطا فرمائی ہے وہ کلام الٰہی کی حفاظت کے حوالے سے بڑا مقام رکھتی ہے۔ عرش کا مالک علیم مطلق ہے۔ اس نے جو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے، ان کا کام اس مرتبے سے تعلق رکھتا ہے۔

حاصل : حق پہنچانے والے کا قوی ہونا ضروری ہے۔ حکم دینے والے کو اپنے ماتحت کے مرتبے کی حفاظت کرنی چاہئے، کہ یہ اللہ کی سنت ہے۔

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿٢١﴾ اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ امین ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہیں، اللہ نے انہیں بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے، اور وہ امین ہیں، فرمانِ الٰہی کو پوری حفاظت کے ساتھ منشاءِ الٰہی کے مطابق پہنچاتے رہے ہیں۔

حاصل : قربِ سلطان کے حوالے سے جس کی اطاعت لازم ہو، اس کا امین ہونا ضروری ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢٢﴾ اور تمہارے صاحب مجنون نہیں ہیں۔

مجنون کی باتیں بے ربط ہوتی ہیں۔ مجنون اپنے دعوے کے ساتھ اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دیا کرتا۔ اس کے بیان کے ساتھ ماضی کی شہادت موجود نہیں ہوتی۔ بھلائی کے انجام کی بشارت اور برائی کے انجام سے ڈرانا مجنون کا کام نہیں ہوتا۔ مجنون کبھی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ اس کا اتباع کرنے والے کو خوف وحزن سے نجات ہو جائے گی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کا اتباع کرنے والے یہ شہادت دیتے رہے ہیں، دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے کہ آپ کے اتباع سے خوف وحزن دور ہو جاتے ہیں۔

حاصل : مجنون کبھی شاہد نہیں ہو سکتا۔ شاہد بشارت وانذار کا شرف رکھتا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿٢٣﴾ اور آپ نے اس کو روشن افق پر دیکھا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو روشن افق پر دیکھا ہے۔ حضور اس کے مرتبے کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ آپ کبھی اندازے، قیافے اور ظن گمان سے بات نہیں کرتے۔ قاب قوسین یا اس سے بھی کم کا مقام آپ کو حاصل ہوا۔ یہ فریبِ نفس تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر یہ کیا بات ہوئی کہ آپ تو اپنا مشاہدہ بیان فرمائیں، اور جھگڑا کرنے والے اپنے ظن کے اتباع میں لگے رہیں۔

حاصل : اپنے مشاہدے کو بیان کرنے والے کے بیان کو بڑی توجہ سے سننا چاہئے کہ وہ ہمیشہ محسن ہوتا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ اور آپ غیب کی باتوں کے بیان کرنے میں بخل نہیں کرتے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ انہیں یہ حرص ہے کہ ہم فلاح پائیں، ہم رافت و رحمت سے نوازے جائیں۔ اس لئے عطاءِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے میں آپ کو بڑی راحت ہوتی ہے۔ حق سے استفادہ کرنے والوں کا آپ کو ہمیشہ انتظار رہتا ہے۔

حاصل : علم حقیقی کی تقسیم میں بخل کرنے والا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا، کہ وہ اللہ کے نبی کا اتباع کرتا ہے، کہ بخل اللہ کے نبی کی شان کے منافی ہے۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ﴿٢٥﴾ اور یہ شیطانِ رجیم کا قول نہیں ہے۔

جو قول سند کا درجہ رکھتا ہو، جو قول پاک ہو، اور جس میں ماننے والوں کے لئے فلاح کی ضمانت موجود ہو، جس قول کے پہنچانے والے کی طرف سے اجر کا سوال نہ کیا جائے، کہ اس کا اجر رب العالمین پر ہوتا ہے، ایسے قول کو ادب سے ماننا چاہئے، کہ وہ قول حق ہوتا ہے۔ شیطان مردود تو خواہشات کی پیروی کی دعوت دے کر بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا قول کبھی دعوتِ خیر کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : جو قول دعوتِ خیر کا درجہ رکھتا ہو، وہ قول شیطان کا نہیں ہو سکتا، کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ پھر کدھر کھوئے جاتے ہو۔

جب قرآن پاک کی شان واضح ہے، اس کی مثل پیش نہیں کی جاسکتی، اس کے پہنچانے والے اللہ کے بھیجے ہوئے شاہد ہیں، اس میں زندگی گزارنے کی وہ طریقت سکھائی گئی ہے، جس سے بندہ سکھی ہو جاتا ہے، اسے صراطِ مستقیم پر ہونے کا یقین ہوتا ہے، روشن راستے کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹکنا عقل مندی تو نہیں ہوگی۔

حاصل : روشن راستے کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹکنا عقل مندی تو نہیں ہوگی۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿٢٧﴾ وہ تو عالمین کے لئے نصیحت ہے۔

قرآن مجید سارے عالمین کے لئے نصیحت ہے۔ یہ نصیحت رب العالمین کی طرف سے ہے، اس لئے اس سے بہتر کوئی نصیحت ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نصیحت کو ماننے والے لوگوں کے لئے، اپنے رسول کو نمونہ ٹھہرایا ہے۔ آپ کا اتباع کرنے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔

حاصل : صرف قرآنِ مجید ہی عالمین کے لئے نصیحت ہے، اس نصیحت کو ماننے سے عالمین کا بھلا ہو سکتا ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ اُس کے لئے جو تم میں سے صراطِ مستقیم کو اختیار کرنا چاہے۔

جو طلبِ ہدایت رکھتا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہے۔ وہ حق کو مانتا ہے، پھر اس پر جانے کا مقام آتا ہے۔ جس کی صداقت وامانت سند کا درجہ رکھتی ہو، اس کے قول کو مان لینے سے بندے کا قول پاک ہو جاتا ہے۔ اس سے محبت ہو جائے تو اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ صالح اعمال کے بعد علم حقیقی حاصل ہوتا ہے۔ ان تینوں مقامات پر پورا رہنے والے پر اخلاص، حسن کی صورت سے برسنے لگ جاتا ہے۔ اس نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے ہمیشہ صراطِ مستقیم پر ہوتے ہیں۔

حاصل : جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانا چاہے، وہ من مانی کرنے سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرے اسے یقیناً ہدایت نصیب ہوگی۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع اور تم نہیں چاہو گے مگر وہ جو اللہ ربّ العالمین چاہے۔

اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے، جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ جو اللہ کے محبوب سے محبت رکھتا ہے، وہ اس کی نصیحت کی قدر کرتا ہے، وہ اس کے قول کو سند مانتا ہے، اپنے اعمال کی اس کے حال کے حوالے سے اصلاح کرتا ہے۔ اپنا تشخص کبھی اس کا مسئلہ نہیں ہوتا۔ جس سے علم عطا ہو اس کے نام کو روشن کیا جائے تو نورِ ہدایت پھیلتا ہے۔ اللہ رب العالمین ہے، جو اس کے فرمان کو مان لے، وہی راہِ راست پر رہ سکتا ہے۔

حاصل : جو اللہ کے محبوب کی صفات کو اپنا لے، اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ رب العالمین کا علم سب سے اعلیٰ ہے۔ اس کے عطا کردہ علم کو ہمیشہ ادب سے ماننا چاہیے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں، اور جو کچھ روک لے تو اس کی روک کے بعد اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں، اور وہ ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

اٰيَاتُهَا ۱۹ — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ جب آسمان پھٹ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ جس شے کا منشاءِ تخلیق پورا ہو جائے، اس کا خاتمہ بھی ضرور

ہوتا ہے۔ آسمان سے انسان کے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ عمل کے لئے دیے گئے وقت کے خاتمے کے بعد آسمان پھٹ جائے گا۔

حاصل : اپنے منشاءِ تخلیق کو جاننا چاہئے، ورنہ مہلت کا درست استعمال ہو ہی نہیں سکے گا۔

وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿٢﴾ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

ستارے آسمان کی زینت ہیں۔ یہ زینت اپنے اندر انسان کے لئے بہت سے فوائد بھی رکھتی ہے۔ ستارے بھی عمل کے لئے دیے گئے وقت کے کلی طور پر پورے ہو جانے کے بعد جھڑ جائیں گے۔ اس وقت جزا کا مقام آشکار ہو جائے گا، اس لئے اس وقت حق کو ماننا نفع نہ دے گا۔

حاصل : توفیق کی موجودگی میں حق کو ماننا نفع دیتا ہے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ اور جب بحر بہہ نکلیں گے۔

زمین کو قیامت کا زلزلہ اس قدر ہلا دے گا، کہ اس کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سمندر اپنی حدود سے بہہ نکلیں گے، اس وقت حق کو ماننا، کسی کو فائدہ نہ دے گا۔

حاصل : سمندر، اللہ کے امر سے موجودہ حدود کے اندر ہیں، اس کے امر سے ہی موجودہ حدود سے بہہ نکلیں گے۔

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ اور جب قبور کو زیر و زبر کر دیا جائے گا۔

قیامت کے دن زمین کو زلزلے سے اس قدر ہلایا جائے گا، کہ وہ اپنے بوجھ نکال کر رکھ دے گی۔ قبریں زیر و زبر ہو جائیں گی۔ جس توفیق کی بنا پر حق کے انکار کا راستہ، منکرین نے اختیار کیا تھا، وہ ختم ہو چکی ہو گی۔

حاصل : قبروں سے اٹھائے جانے کا یقین ہو تو حیاتِ دنیا میں پاک رہنا، اور پاکی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہونا ہمارے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہو گا۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾ تب ہر نفس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑا ہے۔

جب انجام سامنے ہو، تو کیا دھرا سب واضح ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے مطابق ہی بندے نے خرچ کرنا ہوتا ہے۔ جس نے اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کیا ہو گا، یقیناً اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سامنے رہا ہو گا۔ جس نے خلافِ حق کیا ہو گا، اس نے من مانی کی ہو گی۔ جس نے اولاد کو راہِ راست پر رہنے کی تربیت دی ہو گی، اس نے بھلائی کو پھیلایا ہو گا۔ جس نے اولاد کو غرور کے راستے پر ڈالا ہو گا، اس نے برائی کو پھیلایا ہو گا۔ ہر ایک کے سامنے اس کا آگے بھیجا ہوا، اور پیچھے چھوڑا ہوا واضح ہو جائے گا۔

حاصل : ہمیں دیکھنا چاہئے ہم کیا آگے بھیج رہے ہیں، اور کیا پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ اے انسان تجھے تیرے رب کریم کے

سامنے کس چیز نے مغرور بنادیا ہے۔

رب کریم ہی انسان کو اپنے علم سے پالتا ہے، اور ہر مقام پر ربوبیت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ انسان کو ہوش سنبھالتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس سے پہلے بھی میری پرورش ہوتی رہی ہے، جو توفیق حال پر مجھے حاصل ہے، یہ بھی رب کریم کی ہی دی ہوئی ہے، جو اسباب مجھے حاصل ہیں، یہ بھی رب کریم کے ہی دیے ہوئے ہیں۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ انسان کو بڑا فریب دے کر، اسے رب کریم سے دور کر دیتا ہے۔

حاصل : شیطان انسان کو اس کی خواہشات کا غلام بنا کر یہ دکھاتا ہے، کہ اسی میں تمہاری شان ہے، اس سے بڑا فریب اور کیا ہوگا۔

الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾ جس نے تجھے خلق کیا، پھر درست کیا، پھر اعتدال پر رکھا۔

انسان کی تخلیق، اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اسے نطفے سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنا کر اسے درست کیا گیا ہے۔ پھر اس کے جسم کو متوازن کیا گیا ہے۔ جسم کے درمیان ناف اور ناک سے گزرتا ہوا ایک خط اس کے توازن کا ثبوت ہے۔ اعضاواحشا اگر جوڑے کی صورت میں ہیں تو بھی اس میں حکمت ہے، اگر کسی مقام پر ایک ہے تو بھی اس میں حکمت ہے۔

حاصل : ہمارا خالق، ہمارا سنوارنے والا، ہمیں اعتدال پر رکھنے والا، رب کریم ہی ہے۔ اپنے رُخ کو اسی کی طرف رکھنا چاہئے۔

فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ اور جس صورت پر چاہا تجھے مرکّب کیا۔

صورت بنانے والا، اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کی بنائی صورتوں کے ارکان تو وہی ہیں، مگر صورتیں الگ الگ ہیں۔ اگر دو صورتیں ایک دوسرے کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہوں تو بھی ان میں فرق ضرور ہوتا ہے۔

حاصل : صورت بنانے والا، اللہ ہی ہے، اس لئے صورت پر اعتراض، اللہ پر اعتراض ہوگا۔

کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ کوئی نہیں، بلکہ تم دین کی تکذیب کرتے ہو۔

جزا کا یقین رکھنے والے، اپنے قول کی صحت کو بھی ضروری جانتے ہیں، اپنے اعمال کی درستگی کو بھی ضروری جانتے ہیں۔ جزا کے منکر اپنی خواہشات کے الجھاؤ سے نکلتے ہی نہیں۔ ایک خواہش پوری ہو تو دوسری ان کو گھیر لیتی ہے، پھر پوری ہونے پر بھی انہیں چین نہیں ہوتا۔ جزا کا یقین ہی نہ ہو تو حق کو ماننا ممکن نہیں ہوتا۔

حاصل : حق کا انکار جزا کے انکار پر ہی مبنی ہوتا ہے، نام چاہے جو بھی رکھ لیا جائے۔

وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ بے شک تم پر حفاظت کرنے والے مامور ہیں۔

موت کے وقت تک توفیق عطا کر کے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔ اس کے ہر ہر عمل کو محفوظ کیا جاتا ہے، اور خلوت میں اس کا اعمال نامہ تیار ہوتا رہتا ہے۔

حاصل : ہمیں ہمارے کیے کی جزا ہی دی جائے گی، ہمارا کیا ہوا محفوظ کیا جارہا ہے۔

كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ معزز کاتبین۔

اعمال نامہ تیار کرنے والوں کی صفت بیان فرمائی گئی ہے، کہ وہ معزز ہیں، اللہ کے امر کی تعمیل میں قطعاً کوتاہی نہیں کرتے، انسان کا رخ بھلائی کا ہو تو بھی لکھ لیتے ہیں، برائی کا ہو تو بھی لکھ لیتے ہیں۔

حاصل : جو لکھنے والا، حق کے مطابق لکھے اسے معزز ماننا چاہیے۔

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

کراماً کاتبین جانتے ہیں کہ فعل کرنے والے کا رخ کیا ہے۔ حق کو ماننے کا رخ ہو تو حسنِ نیت کے حوالے سے فوراً لکھ لیا جاتا ہے۔ حق کے خلاف کرنے کا رخ ہو تو بھولنے کا امکان بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے، اس لئے بھول اور غلطی میں فرق واضح ہونے تک لکھا نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے قول و فعل کو جس طرح محفوظ کیا جا رہا ہے، اس میں شک کا کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : فعل سرزد ہونے کے بعد لکھا جاتا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ بے شک ابرار سکھ میں ہوں گے۔

جو لوگ اللہ کے محبوب کی نصیحت کو مان لیتے ہیں، ایمان ان کے قلوب میں داخل ہو جاتا ہے۔ بے چینی انہیں چھوڑ جاتی ہے۔ نعمتیں ان کی طالب ہو جاتی ہیں۔ وہ جہاں بھی جائیں نعمتیں ان کے انتظار میں ہوتی ہیں۔ وہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں، اور ان کے ہاں برکات بڑھتی رہتی ہیں۔ جو بندگی کا حق ادا کر رہا ہے وہ حال پر بھی سکھی ہے، آخرت میں بہت سکھی ہوگا۔

حاصل : ابرار شاہدین کی معیت میں ہوتے ہیں، اس لئے سکھی ہوتے ہیں اور سکھی ہوں گے۔

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ اور بدکار دوزخ میں ہوں گے۔

بدکار خلافِ حق کرتے ہیں۔ وہ غرور کو اپنا امتیاز جانتے ہیں۔ وہ جس قدر آگے بڑھتے جاتے ہیں، اس قدر اندھیرے میں گھرتے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی موت کا مقام آجاتا ہے اور وہ حالتِ کفر پر ہی ہوتے ہیں۔ موت کے وقت ان پر واضح ہو جاتا ہے کہ وہ خسارے والوں میں سے ہو چکے ہیں۔ وہ اس وقت حق کو ماننے کا اعلان تو کرتے ہیں مگر صداقت کا ثبوت دینے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ انجام سے آگاہی اور سزا کا یقین بھی ایک سزا ہے۔

حاصل : بدکار حال پر بھی دُکھ میں ہوتے ہیں، آخرت میں بھی دُکھی ہوں گے۔

يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ یوم الدین، اس میں پڑیں گے۔

یوم الدین کا مالک اللہ ہے۔ اللہ نے جزا کا دن رکھا ہی اس لئے ہے کہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دی جائے۔ بدکار لوگوں کے اعمال کا حاصل اب خلوت میں ہے، یوم الدین کو یہ جل اٹھے گا، اور بدکار اس سے بھاگ نہیں سکیں گے۔

حاصل : بدکار لوگوں کو آگ کی سزا، یوم الدین کو ہوگی۔

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ اور وہ اُس سے غائب نہ ہو سکیں گے۔

اپنے اعمال کے حاصل سے پیدا ہونے والی آگ تو ساتھ رہے گی، اس سے اوجھل ہو جانا ممکن نہ ہو گا، اس لئے اپنے قول کی حفاظت میں بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے، اپنے اعمال کی حفاظت میں بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

حاصل : اپنے اعمال کے حاصل سے اوجھل ہو جانا ممکن نہیں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٧﴾ اور تجھے کیا پتہ یوم الدّین کیا ہے۔

انسان کو اسی سورۃ کی چھٹی آیت میں خطاب کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے، اے انسان کس چیز نے تجھے تیرے رب کریم کے سامنے مغرور بنا دیا ہے۔ اسی انسان سے یہ فرمایا گیا ہے، تجھے کیا پتہ کہ یوم الدین کیا ہے۔ مجرم، انجام سے آگاہ کرنے والوں کی بات سنے تو اسے پتہ لگے۔ جب پتہ دینے والوں کی طرف پشت کی ہوئی ہو تو پتہ کیسے لگ سکتا ہے۔

حاصل : یوم الدین کا پتہ اندازے سے نہیں لگ سکتا، شاہدین سے ہی لگ سکتا ہے۔

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٨﴾ پھر تجھے کیا پتہ کہ یوم الدّین کیا ہے۔

یہ تکرار انسان پر اللہ کی مہربانی کے لئے ہے، یوم الدین کی اہمیت کو سمجھانے کے لئے ہے، خواہشات کے الجھاؤ سے نکلنے میں مدد دینے کے لئے ہے۔ یوم الدین کو اللہ کے حضور پیشی ہو گی۔ انسان کا کیا دھرا اس کے سامنے آ جائے گا۔ مرسلین کی صداقت کا اعتراف ہو گا۔ فلاح پانے والوں کے چہرے روشن ہوں گے، خسارے والے لوگوں کے لئے وہ دن بڑا بھاری ہو گا۔

حاصل : یوم الدین، یومِ جزا ہے، جب ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾ ع

اُس دن کوئی نفس دوسرے نفس کا اختیار نہ رکھے گا، اور امر اس دن اللہ ہی کا ہو گا۔

یوم الدین کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ اس دن کسی نفس کو دوسرے نفس پر اختیار نہ ہو گا۔ حیاتِ دنیا میں یہ اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے استعمال سے انسان کے رُخ کا پتہ لگتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے رُخ کے مطابق جزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن عمل کی توفیق نہیں ہو گی، اس لئے بندوں کے مابین امر کا مقام ختم ہو جائے گا۔ اس دن امر صرف اللہ ہی کی شان کے لائق ہو گا۔ حال پر بھی بندے کو امر الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اور تعمیل کراتے ہوئے اپنی حیثیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

حاصل : اختیار کا استعمال حق کے حوالے سے ہو تو بھلا ہوتا ہے۔ امر الٰہی کو ادب سے ماننا بندگی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾

فرمایا۔ اے میری قوم کیوں برائی کے لئے جلدی کرتے ہو، بھلائی سے پہلے۔ اللہ سے استغفار کیوں نہیں کرتے کہ وہ تم پر رحم فرمائے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔

جو لوگ ناپ تول میں کمی کر کے دوسروں کو گھاٹا دیتے ہیں، وہ اپنے لئے دنیا و آخرت کی خرابی جمع کرتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں معاشی ترقی حاصل ہو رہی ہے، حالانکہ رزق میں کمی بیشی مشیتِ الٰہی کے تحت ہوتی ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنے والے، عملاً اللہ کی ربوبیت کا انکار کرتے ہیں۔ جب ان کی حقیقت لوگوں پر کھل جاتی ہے تو دنیا میں بھی ان کے لئے خرابی ہوتی ہے، آخرت میں تو انہیں اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا ہی۔

حاصل : ناپ تول میں کمی کرنے والے، عملاً اللہ کی ربوبیت کا انکار کر رہے ہوتے ہیں، وہ خود خرابی کو گلے لگا لیتے ہیں۔

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وہ جب خود لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی کرنے والے، جب لوگوں سے کچھ لیتے ہیں، تو انہیں یہ شک ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ وہی کیا جائے گا جو وہ لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں، اس لئے وہ ناپ تول کے مقررہ معیار کی درستگی کو بھی دیکھتے ہیں، پیمانوں کو بھی دیکھتے ہیں، استعمال کرنے والے ہاتھوں کو بھی دیکھتے ہیں، خرید کردہ شے کو بھی دیکھتے ہیں۔ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ انہیں گھاٹا نہیں دیا گیا، تب تک انہیں چین نہیں آتا۔

حاصل : کوئی شے لیتے وقت حق کے مطابق تحقیق کر لینی چاہئے، شکوک و شبہات میں پڑنا درست نہیں ہوتا۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اور جب دوسروں کو ناپ تول کر دیں تو انہیں خسارہ دیتے ہیں۔

مطففین کی صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ لیتے وقت تو پورا لیتے ہیں، مگر دیتے وقت لوگوں کو گھاٹا کر دیتے ہیں۔ ایک نفع تو قیمت خرید پر لیتے ہیں یہ خریدار کے علم میں ہوتا ہے، جو فائدہ وہ خریدار کو گھاٹا دے کر حاصل کرتے ہیں وہ حرام ہوتا ہے، اس طرح وہ اپنے رزق کو ناپاک کر لیتے ہیں۔ نفع اور نقصان تو باذن اللہ ہوتا ہے۔ جس سودے میں صرف نفع کا ہی امکان ہو اسے تو سود ہی کہا جا سکتا ہے، اور وہ اللہ نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔

حاصل : دوسروں کو گھاٹا دینے والے خود خرابی میں پڑتے ہیں۔ نفع و نقصان کو باذن اللہ جاننا حق ہے۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ کیا وہ باور نہیں کرتے کہ وہ مبعوث ہوں گے۔

جن لوگوں کو بعث بعد الموت کا یقین ہو، انہیں یہ خیال کیونکر آسکتا ہے، کہ وہ اپنے نامۂ اعمال کو خراب کریں۔ جب ہاتھ امین نہ رہے تو دل پاک نہیں ہوسکتا۔ دل پاک نہ ہو، تو پاکی محال ہوتی ہے، اور فلاح پاک کو ہی ہوتی ہے۔

حاصل : بعث بعد الموت کا یقین ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے، ورنہ حق کو ماننے کا دعویٰ بے معنی ہو جائے گا۔

لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ یومِ عظیم کے لئے۔

قیامت کے دن کو یومِ عظیم فرمایا گیا ہے، کہ اس دن صادقین کو ان کے صدق کی جزا دی جائے گی۔ مکذبین کو ان کے کذب کا بدلہ ملے گا۔ حق و باطل کے درمیان جس دن قطعاً امتیاز ہو جائے گا، اور دونوں طرف کے لوگ اپنے اپنے اعمال کے نتیجے کو پہنچ جائیں گے، وہ دن، یومِ عظیم ہوگا۔

حاصل : قیامت کا دن یومِ عظیم ہوگا۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ جس دن لوگ ربّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

یومِ عظیم کو روشن فرمایا گیا ہے، کہ اس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال کیا ہوگا، وہ فلاح پانے والوں کے ساتھ ہوگا، جس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے خلاف استعمال کیا ہوگا، وہ خسارے والوں میں شمار ہوگا۔ سچے کے لئے یہ حاضری باعثِ راحت ہوگی، جھوٹے کے لئے یہ حاضری بڑی تکلیف دہ ہوگی۔

حاصل : ربّ العالمین کے حضور کھڑے ہونے کا یقین رکھنا چاہئے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿۷﴾ ہرگز نہیں، فجار کے اعمال نامے سجّین میں ہوں گے۔

جو لوگ حق کا انکار کرتے ہوئے، شدتِ انکار میں دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں، انہیں فجار کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال نامے سخت سزا کے حوالے سے اس مقام پر رکھے جاتے ہیں، جس کو سجّین فرمایا گیا ہے۔ فجار کو ان کے جرم کی نوعیت کے حوالے سے الگ رکھا جاتا ہے، ان کے اعمال ناموں کے رکھنے کی جگہ بھی الگ ہے۔

حاصل : فجار کے اعمال نامے، سخت سزا کے حوالے سے سجّین کے مقام پر رکھے جائیں گے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿۸﴾ اور تجھے کیا پتہ سجّین کیا ہے۔

انسان کو خطاب کیا گیا ہے، کہ تجھے کیا پتہ ہے کہ سجّین کیا ہے۔ جو لوگ حق کی مخالفت میں انتہا کو پہنچ جاتے ہیں، یہ ان کا مقام ہے۔ یہ لوگ حال پر غرور میں مبتلا ہوتے ہیں، اور امتیازات کے ساتھ ہی خوش ہوتے ہیں، آخرت میں ان کے اعمال نامے، ایسے مقام پر رکھے جائیں گے کہ وہ مقام ہی ان کے جرم کی نوعیت کا پتہ دینے کے لئے کافی ہوگا۔

حاصل : مجرم کو اپنے مقام کا پتہ انجام کو پہنچ کر ہی لگتا ہے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وہ رقم زدہ سرنوشت ہے۔

حق کے انکار کو طریق زندگی بنا لینے والے لوگوں کے قلوب پر مہر کر دی جاتی ہے، ان کی سماعت پر مہر کر دی جاتی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہوتا ہے۔ ان کے اعمال ناموں کو سجین میں رکھا جاتا ہے، یہ مقام مجرموں کے اعمال ناموں کے لئے ہے۔

حاصل : مجرمین کے ریکارڈ کی حفاظت ضروری ہوتی ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔

جب رب العالمین کے حضور کھڑے ہونے کا مقام آئے گا، تو اس دن حق کو جھٹلانے والوں کے پاس کیا ہوگا، ان کا تو سب کچھ اس دن کے انکار پر صرف ہو چکا ہوگا، اس لئے اس دن حق کی تکذیب کرنے والوں کے لئے خرابی ہوگی۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والوں کا انجام برا ہوگا۔

الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ جو یوم الدین کی تکذیب کرتے ہیں۔

جو لوگ قیامت کے دن کے انکار پر اپنے اعمال کی بنیاد رکھتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی، کہ جس کو ناممکن کہتے ہوئے وہ من مانی کرتے رہے ہوں گے، وہ حقیقتاً ان کے سامنے ہوگی، اور بچاؤ کی کوئی صورت بھی ممکن نہ ہوگی۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے، یوم الدین کا انکار کرتے ہیں۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اس کی تکذیب وہی کرتے ہیں جو حد سے بڑھنے والے، گناہ گار ہوتے ہیں۔

یوم الدین کا انکار کرنے والے، اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں، اور دوسروں کے حقوق کو غصب کر لیتے ہیں، اور جو کچھ دینا ان کے ذمے ہو، اس کو نہ دینے کے بہانے بھی تلاش کرتے رہتے ہیں۔

حاصل : حد سے بڑھنے والے، گناہ گار، یقیناً یوم الدین کے منکر ہوتے ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، کہتا ہے یہ اوّلین کی کہانیاں ہیں۔

حد سے بڑھنے والے، گناہ گار کو بھی جب نصیحت سنائی جائے، اور ماضی کی مثالوں سے سبق سیکھنے کی راہ دکھائی جائے، تو وہ کہتا ہے یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ حالانکہ جس راستے پر مجرم چل رہا ہوتا ہے، اس راستے پر پہلے خسارے میں پڑنے والوں کے انجام سے سبق نہ لینا خلافِ عقل ہوتا ہے، مگر نفس کا کارن یہی ہے کہ اسے اپنی پسند کو چھوڑنا گوارہ نہیں ہوتا۔ وہ گریز کا راستہ تلاش کرتے ہوئے یہ کہہ دیتا ہے، کہ وقت بدل گیا ہے، اب حال کی ماضی سے مماثلت ہی کیا رہ گئی ہے۔ دیکھنا یہ بھی چاہئے کہ اسباب کی صورت بدل بھی جائے تو مسبب الاسباب کی قدرت کا احاطہ قائم رہتا ہے، اور اسباب کی صورت میں تغیر بھی اتمامِ حجت کے لئے ہوتا ہے۔

حاصل : قرآن پاک کی نصیحت کو اگلوں کی کہانیاں کہنا، حد سے بڑھنے والے گناہ گار کا کام ہے۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہر گز نہیں بلکہ ان کے قلوب پر ان کے کسبوں کا زنگ چڑھ گیا ہے۔

جو قلوب، ناصح کی محبت سے خالی ہوں، ان پر نفس کی حکومت کو روکنا ممکن نہیں رہتا۔ اشیاء کی طلب انھیں زنگ آلود کرتی رہتی ہے۔ خواہش کی پیروی میں ان کا ہر کسب ان کے زنگ کو بڑھاتا رہتا ہے۔

حاصل : اشیاء کی طلب میں خلافِ حق کرنے سے قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ امین ہو جائے تو دل کا زنگ اترتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ؕ

کوئی نہیں اس دن وہ اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے۔

جو لوگ اشیاء کی طلب میں خلافِ حق کرنے کو معمول بنالیں، وہ مالکِ کل کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ ان کو اپنی کاوش اور کسب کی توفیق دینے والا نظر نہیں آتا۔ وہ حجاب میں آجاتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی ان کو ان کے رب سے حجاب میں ہی رکھا جائے گا۔ یہ سزا تو بڑی ہے مگر ہوگی ان کے اعمال کا حاصل۔

حاصل : جو عطائے الٰہی کو پورا نہ جانتا ہو وہ حجاب میں آجاتا ہے۔ اس کے مشاہدے کو بھی وقعت نہیں دینی چاہئے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ؕ

پھر وہ واصل جنّم ہوں گے۔

جو لوگ توکل کو چھوڑ دیں، وہ اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ خلافِ حق کرنے سے وہ اپنے لئے جلنے کا سامان اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن یہ اپنے کسبوں کے نتیجے میں واصل جنم ہوں گے۔

حاصل : زنگ آلود قلوب والے لوگوں کو، اپنے رب سے حجاب میں رکھا جائے گا، پھر انھیں واصل جنم کیا جائے گا۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ؕ

پھر فرمایا جائے گا، یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

مجرموں کو واصل جنم کرتے وقت، فرمایا جائے گا، یہ وہی جنم ہے، جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اس وقت حق کو ماننا کسی کو نفع نہ دے گا، کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت گزر چکا ہوگا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے جب اپنے انجام کو پہنچ جائیں، تو ان کے سامنے اللہ کی قدرت کے احاطے کا ذکر کرنا چاہئے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ؕ

ہاں بے شک ابرار کا اعمال نامہ علّیّین میں ہے۔

ابرار وہ حضرات ہیں، جو اللہ اور اس کے پیاروں کی رضا کو مقصود جانتے ہیں۔ ان کی شان یہ ہے کہ ان کے اعمال نامے بلندی پر ہیں، اور یہ بلندی سجّین کی پستی کے مقابل ہے۔ جن لوگوں کا رُخ درست ہو ان کے اعمال نامے، علیین میں ہوں گے۔ جن لوگوں کا رخ خلافِ حق ہو ان کے اعمال نامے سجّین میں ہوں گے، اور ملائکہ ہر ایک کے اعمال کا بہر حال اندراج کرتے رہتے ہیں۔

حاصل : جن لوگوں کا رُخ درست ہو ان کے اعمال کی قدر کرنی چاہیے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾ اور تجھے کیا پتہ علّیین کیا ہے۔

انسان، علیین کو قیاس سے نہیں جان سکتا۔ حال آئے تو پتہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی بنایا ہے، اپنے علم مطلق سے بنایا ہے۔ انسان کو جو رفعت رُخ کے درست رکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے وہ اندازے، قیافے سے نہیں جانی جا سکتی۔

حاصل : حال آئے تو پتہ لگتا ہے۔ اپنے رخ کو درست رکھنا چاہیے۔

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾ رقم زدہ سرنوشت ہے۔

خیر کا رُخ رکھنے والوں کا حال، علیین میں لکھا ہے۔ خلافِ حق کرنے والوں کا حال سجّین میں لکھا ہے۔ لکھنے والے اللہ کے مقرر کردہ ہیں، اس لئے قطعاً درست لکھتے ہیں۔

حاصل : علیین رقم زدہ سرنوشت ہے، جس سے پاکی کی شان روشن ہوتی ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾ مقرب ہی اسے دیکھتے ہیں۔

علیین کو کتابِ مرقوم فرمایا گیا ہے۔ اس پاک سرنوشت کے مشاہدے کا شرف صرف مقربین کو ہوتا ہے۔ بشر کے مرتبے کا مشاہدہ کرنے کا شرف، بڑی فضیلت ہے۔

حاصل : مقربینِ بارگاہِ الٰہی، مشاہدے کے شرف کو اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام جانتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾ بے شک ابرار نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

ابرار وہ پاک بندے ہیں، جن کو اللہ کی رضا کے مقابل کچھ عزیز نہیں ہوتا۔ وہ اللہ سے راضی ہوتے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوتا ہے۔ اللہ جن سے راضی ہو، نعمتیں ان کی طالب ہوتی ہیں، چین ان کا حال ہوتا ہے۔ اس حال کا مستقبل بہت روشن ہوگا۔

حاصل : جن سے اللہ راضی ہو، نعمتیں ان کی طالب ہوتی ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے۔

جو خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہے، جلوت میں اللہ کے محبوب کے ساتھ باادب رہے وہ ابرار کی صف میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس کو آسانیاں عطا ہو جاتی ہیں۔ آخرت میں ابرار کو بڑی راحتوں سے نوازا جائے گا۔ انہیں وہ نظارے نصیب ہوں گے جو اللہ ان کے لئے پسند فرمائے گا۔

حاصل : ابرار کو بڑی راحتوں سے نوازا جائے گا۔

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾ ان کے چہروں پر نعمتوں کی بشاشت نمایاں ہو گی۔

جو لوگ خدمتِ خلق کو اپنے صاحب کی سنت جانتے ہوئے، کارِ خیر میں لگے رہتے ہیں، ان کی مصروفیت میں محبت جلوہ گر ہوتی ہے، اس لئے انہیں تھکن نہیں ہوتی، ان کے چہروں پر تازگی قائم رہتی ہے۔ نعمتیں ان کا طواف کرتی رہتی ہیں۔ عطائے الٰہی کی بشاشت ان کے چہروں پر جھلک رہی ہوتی ہے۔ آخرت میں ان کی شان مزید روشن ہو گی۔

حاصل : عطائے الٰہی کا شکریہ ادا کرنے والوں کے چہروں پر نعمتوں کی بشاشت جھلکتی ہے، آخرت میں یہ بہت نمایاں ہو گی۔

یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ ان کو پلائی جائے گی، سربہ مُہر۔

جو لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو محبت سے ادا کرتے ہیں، سکھ ان کے چہروں سے عیاں ہوتا ہے۔ ان کے لئے ان کے اخلاص کے حوالے سے انعام مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ یہ مہر لگا ہوا ہوتا ہے اور علیم مطلق کا عطا کردہ ہوتا ہے۔

حاصل : جو محبت سے حق کی ادائیگی میں لگا رہے، اس کے لئے انعام مخصوص کر دیا جاتا ہے، اور اس سے جو راحت حاصل ہوتی ہے، وہ عطا کرنے والا جانتا ہے، یا وہ جانتا ہے جسے عطا ہو۔

خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿ؕ۲۶﴾ اس پر مشک کی مُہر ہو گی، اور اسی پر چاہئے رغبت کرنے والے رغبت کریں۔

محبت سے حق کو ادا کرنے والوں کو جو مخصوص انعام ملے گا، اس کو خوشبو کے ساتھ مہر زدہ کیا گیا ہو گا۔ وہ نعمت جو بندے کے وجود کے اندر محبت کی طغیانی لے آئے، اس کی طرف رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے۔

حاصل : انعام کو معطر ہونا چاہئے، اور انعام پانے والے کی شان کے لائق ہونا چاہئے۔

وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ﴿ۙ۲۷﴾ اور اس کا مزاج تسنیم سے ہے۔

وہ پاک مشروب، جس کو مشک سے سربہ مہر کیا گیا ہو گا، اس کا مزاج ایسا ہو گا کہ اس سے راحت تو بڑھے گی، مگر بے ربط ہونے کا مقام نہیں ہو گا۔

حاصل : مزاجِ تسنیم کی شان یہ ہے کہ راحت کو عروج ہو مگر بے ربط ہونے کا مقام نہ آئے۔

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿ؕ۲۸﴾ وہ چشمہ جس سے مقرب پیتے ہیں۔

حقیقت کی کھیتی چشم کے پانی سے سیراب ہوتی ہے۔ حق کی احسن ادائیگی کے بعد خوفِ خدا سے رونا اور یہ عرض کرنا، یا اللہ تیرے محبوب کے اتباع کا حق ادا کرنے میں کوتاہیاں ہوئی ہیں، تُو معاف کر دے اور بخش دے تو یہ تیری عنایت ہے، یہ تیرا فضل ہے، مقربین کی طریقت ہے۔ مقربین کو ان کے قرب کا انعام جس چشمے کی صورت سے ملے گا، وہ اللہ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کی سند ہو گی۔

حاصل : مقربین کو جس چشمے سے نوازا جائے گا، وہ اللہ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کا

ثبوت ہو گا۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾

بے شک مجرم لوگ، ایمان والوں کی تضحیک کرتے تھے۔

مجرم لوگ، من مانی کرنے کو عقل مندی جانتے ہیں۔ ایمان والوں کے نزدیک حق کو ماننا عقل مندی ہے۔ مجرم اپنی منوانے میں راحت محسوس کرتے ہیں، ایمان والے، بہتر جاننے والوں کی ماننے میں راحت محسوس کرتے ہیں۔ مجرم لوگ اپنی شان کو زینتِ حیاتِ دنیا سے جوڑتے ہیں، ایمان والے تقویٰ کرنے والوں کی تکریم کرتے ہیں۔ مجرم مال کی بہتات سے مرعوب ہوتے ہیں، ایمان والے طیب مال کی قدر کرتے ہیں، خبیث کی بہتات کو وقعت نہیں دیتے۔ مجرم یہ سمجھتے ہیں کہ اشیاء انسان کو بڑا بناتی ہیں، ایمان والے یہ جانتے ہیں کہ اشیاء سب انسان کے لئے ہیں۔ مجرم لوگوں کو ایمان والوں کے طریق زندگی میں استغنا حیرت زدہ کر دیتا ہے، وہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

حاصل : مجرم لوگ، ایمان والوں کی تضحیک کرتے ہیں، ایمان والے یہ دیکھتے ہیں کہ پاک لوگوں کے ساتھ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾

اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے، تو اشاروں سے ان کا مذاق اڑاتے۔

مجرم لوگ، ایمان والوں کے حال کو تو جانتے ہی نہیں، ان کا قیاس ہی انہیں گھماتا رہتا ہے۔ ان کی بات کسی سند کے ساتھ تو ہوتی نہیں، نفس کی خوشی اس میں ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے وہ موقع کو دیکھتے ہوئے، آپس میں اشاروں سے ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

حاصل : نفس کو جب کسی بات کے اظہار میں خطرات کا احساس ہو تو وہ آنکھوں کے اشارے سے کام چلا لیتا ہے۔

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾

اور جب اہل کی طرف لوٹتے تو مگن ہو کر لوٹتے۔

مجرمین جب ایمان والوں کی تضحیک کے بعد اور اشاروں کے ساتھ ان کا مذاق اڑانے کے بعد گھروں کو لوٹتے تو اپنی کارکردگی کو اپنے گھر والوں کے سامنے ہنس ہنس کر بیان کرتے۔ اللہ کے پاک بندے یہ دھیان رکھتے ہیں کہ ان کے گھر والے ان کے حال کو دیکھ کر، اللہ کے احکام کو ماننا سیکھیں، کہ اسی میں فلاح دارین ہے۔

حاصل : مجرم، ایمان والوں کی تضحیک کو بہت قابل ذکر جانتے ہوئے، اپنے گھر والوں کی طرف مسرور لوٹتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾

اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یہ لوگ بھٹکے ہوئے ہیں۔

مجرمین کی راہ خلافِ حق کرنا ہوتی ہے، من مانی کرنا ہوتی ہے۔ ان کا سب کچھ جزا کے انکار پر مبنی ہوتا ہے۔ ایمان والوں کا سب کچھ جزا کے یقین پر مبنی ہوتا ہے۔ مجرمین اپنی راہ کو درست سمجھتے ہوئے ایمان والوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔

حاصل : مجرم لوگ، ایمان والوں کے رخ کو اپنے خلاف دیکھتے ہوئے انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں۔

وَمَآ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَ ؕ‏ ﴿۳۳﴾ اور یہ ان پر محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔

مجرمین یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہماری حفاظت پر مامور تو نہیں کیا گیا، ان کو ہمارے عقائد میں نقائص ہی نقائص نظر آتے ہیں۔

حاصل : ناصحین کی قدر کرنے والوں کا ہی بھلا ہوتا ہے۔

فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَۙ‏ ﴿۳۴﴾ تو آج ایمان والے کفار پر ہنستے ہیں۔

آخرت میں ایمان والے، کفار پر ہنسیں گے، کہ جن تجاویز پر یہ لوگ فخر کرتے تھے، وہ تو ان کے کسی کام بھی نہ آئیں۔ جو متاعِ حیات ان کی صداقت وکذب کو دیکھنے کے لئے دی گئی تھی، یہ اسی پر نازاں تھے، اور اس کو خلافِ حق استعمال کرتے تھے، کتنے بے وقوف تھے یہ لوگ۔

حاصل : یوم الدین میں ایمان والے کفار کی بے وقوفی پر ہنسیں گے۔

عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۙ يَنۡظُرُوۡنَ ؕ‏ ﴿۳۵﴾ تختوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں۔

ایمان والے، اللہ کی بندگی میں اپنی شان دیکھتے ہیں۔ ان کا حال اچھا ہوتا ہے، ان کا مستقبل بھی اچھا ہوگا۔ آخرت میں وہ تختوں پر بیٹھے ہوئے شاہدین کی صداقت کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے، اور دیکھ رہے ہوں گے کہ کافر اسی انجام کو پہنچے ہیں، جس کا ڈر انہیں سنایا گیا تھا۔

حاصل : ایمان والے شاہدین کی صداقت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کریں گے۔

۳۶ ع ۸ هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾ کیا کفار نے اپنے کئے کا بدلہ پالیا ہے۔

ایمان والوں کو کافروں کا انجام دکھانے کے بعد ان سے پوچھا جائے گا، کہ کیا کفار نے اپنے کئے کا بدلہ پالیا ہے، اور یہ بدلہ وہی ہوگا، جس سے کافروں کو آگاہ کر دیا گیا تھا۔

حاصل : ایمان والوں کی عزت افزائی کے لئے، کافروں کا انجام انہیں دکھایا جائے گا، اور پوچھا جائے گا، کیا کفار نے اپنے کئے کا بدلہ پالیا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ ص (38) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ‌ۖ وَّمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ‌ ﴿۶۵﴾

فرما دیجئے میں تو ڈر سنانے والا ہی ہوں، اور معبود کوئی نہیں مگر اللہ جو واحد ہے، قہار ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

اٰیاتھا ۲۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ جب آسمان شق ہو جائے گا۔

آسمان کی وسعت انسان کے مشاہدے میں ہے۔ جس نے آسمان کو بنایا ہے، اس کی قدرت اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جب اس کا منشاءِ تخلیق پورا ہو جائے گا، تو یہ امر الٰہی سے پھٹ جائے گا۔ آسمان کے پھٹ جانے کے بعد حق کا انکار ممکن نہ ہو گا، اس لئے اس وقت حق کو ماننا کسی کو نفع بھی نہ دے گا۔

حاصل : آسمان کا پھٹ جانا دارِ عمل کے خاتمے سے تعلق رکھتا ہے۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ اور اپنے رب کے فرمان کو ادب سے مانے گا، اور یہی اسے زیبا ہے۔

آسمان اپنے رب کے حکم سے قائم ہے۔ اس وقت یہی اسے زیبا ہے۔ جو کام اس کو سپرد کیے گئے ہیں ان کو منشاءِ ربی کے مطابق سرانجام دے رہا ہے۔ جب پھٹ جانے کا حکم ہو گا، ادب سے اس کی تعمیل کرے گا، یہی ماننے کا حق ہے۔

حاصل : ہمیں بھی اپنے رب کے فرمان کو ادب سے ماننا چاہئے، کہ یہی ہمیں زیبا ہے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی۔

زمین کی زینت بھی، ربّ العالمین کے علم سے ہے۔ عمل کے لئے دیے گئے وقت کے خاتمے کے بعد زمین کو ہموار کر دیا جائے گا۔ اس کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اس کے نشیب و فراز سب ختم ہو جائیں گے۔

حاصل : عمل کے لئے دیے گئے وقت کے کلی طور پر ختم ہو جانے کے بعد زمین کو ہموار کر دیا جائے گا۔

وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر نکال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔

زمین کے اندر جو کچھ بھی ہے وہ بھی اللہ کے علم سے ہے۔ قیامت کے دن زمین کو حکم ہو گا، کہ اپنے بوجھ باہر نکال دو، اور خالی ہو جاؤ۔ زمین بھی اپنے رب کے حکم کی ادب سے تعمیل کرے گی، اور اسے زیبا بھی یہی ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ بھی رکھا ہے بڑے علم سے رکھا ہے۔ قیامت کے دن زمین اپنے بوجھ سے فارغ ہو جائے گی کہ یہی امر الٰہی ہو گا۔

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ﴿۵﴾
اور اپنے ربّ کے حکم کو ادب سے مانے گی اور یہی اسے زیبا ہے۔

زمین کے اندر جو کچھ بھی ہے، وہ اس نے اپنے رب کے حکم سے سنبھال رکھا ہے۔ جب سب کچھ باہر نکال دینے کا حکم ہو گا، یہ فوراً حکم ربی کی تعمیل کرے گی، یہی اسے زیبا ہے۔

حاصل : زمین اب بھی اپنے ربّ کے حکم کی تعمیل کر رہی ہے، آئندہ بھی کرے گی۔ ہمیں بھی اپنے رب کے حکم کو ماننا چاہئے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ ﴿۶﴾
اے انسان تو اپنے ربّ کی طرف جا رہا ہے، پھر اُس سے ملنے والا ہے۔

انسان کا آنا ہی اس کے جانے کا ثبوت ہے۔ تمام اشیاء انسان کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اگر انسان انہی سے دل لگالے تو مقصود سے دور ہونے لگتا ہے۔ جب واپسی کا حکم آتا ہے تو پھر وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ جس کی طرف سے آنا ہوا ہے، اس کی طرف واپسی کا سفر بھی شروع ہے۔ جس نے توفیق دی ہے، اس سے ملاقات ہو گی، اور توفیق کے حوالے سے پوچھ بھی ہو گی۔

حاصل : انسان کا آنا ہی اس کے جانے کا ثبوت ہے۔ بھیجنے والے کے حضور، پیشی ہو گی اور توفیق کے حوالے سے پوچھ بھی ہو گی۔

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ﴿۷﴾
تو جسے اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

حیاتِ دنیا میں جن لوگوں کا رُخ بھلائی کا ہوتا ہے، انھیں ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ خیر کا رخ اللہ کے محبوب کے نقوشِ قدم سے روشن ہوتا ہے، جو لوگ اس راہ پر رہتے ہیں، وہ اللہ کی سنتے ہیں، اللہ کا محبوب اس کا شاہد ہوتا ہے۔

حاصل : جس کا رخ بھلائی کی طرف ہو، اسے اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ﴿۸﴾
تو عنقریب اس کا حساب آسان ہو گا۔

جو صراطِ مستقیم کو اختیار کرے وہ شاہدین کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو شاہدین کے ساتھ ہو، اس کا حساب آسان ہو جاتا ہے، کہ اس کے قول پر بھی شہادت موجود ہوتی ہے، اعمال پر بھی شہادت موجود ہوتی ہے۔

حاصل : جس کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا حساب آسان ہو گا۔

وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ﴿۹﴾
اور اپنے اہل کی طرف مسرور لوٹے گا۔

جس کا حساب آسان ہو گا، وہ مسرت کے ساتھ اپنے اہل کی طرف لوٹے گا۔ اپنے اہل کے ساتھ ایک مقام پر ہونے میں طبعی طور پر راحت ہوتی ہے۔ معصوم اہل کی طرف لوٹنا تو واضح ہے، اور اپنے اہل و عیال کو راہِ راست پر رکھنے والے ہی فلاح

پاتے ہیں۔

حاصل : اپنے اہل کی طرف، حساب کے بعد مسرور لوٹنا بہت بڑی راحت ہے۔

وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۝۱۰ اور جس کو اس کا اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۔

جس کا رُخِ حیات دنیا میں خلافِ حق ہوتا ہے، وہ اپنے رب کی نہیں سنتا، وہ اس کی طرف پشت کئے رکھتا ہے، اسے اس کا اعمال نامہ پشت پیچھے سے دیا جائے گا، اور یہ خسارہ پانے والوں میں شمار ہونے کا ثبوت ہو گا۔

حاصل : جو حق کا انکار کرتا ہے وہ اپنے رب کی طرف پشت کئے رکھتا ہے، اسے اس کا اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔

فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۝۱۱ تو وہ موت مانگے گا۔

خلافِ حق کرنے والا، اپنے اعمال کے انجام سے اس قدر خوف زدہ ہو گا کہ موت مانگے گا۔ مگر آخرت میں موت اپنے منشاء کے پورا ہو جانے کے بعد ختم ہو چکی ہو گی۔ حساب کی سختی کے مقابل موت کو ترجیح دینا واضح کرتا ہے کہ حساب بھی شدید ہو گا اور بچاؤ کی بھی کوئی صورت نہ ہو گی۔

حاصل : اپنے رب کے حضور حاضری کا یقین نہ ہو تو انجام بہت ہی برا ہو گا۔

وَّیَصۡلٰی سَعِیۡرًا ۝۱۲ اور واصل جہنّم ہو گا۔

مجرم یہ چاہے گا کہ اسے موت آجائے اور یوں وہ دُکھ سے نجات پا جائے، مگر ایسا نہیں ہو گا اور مجرم اپنے اعمال کے صلے میں واصل جہنم ہو گا، اور ایسی سزا پائے گا، جو اس کے اعمال کی پوری پوری سزا ہو گی۔ آگ کی سزا دینے کا حق صرف اللہ کی شان کے لائق ہے، کہ یہ صرف علیم مطلق کا کام ہے۔

حاصل : مجرم اپنے اعمال کی پوری پوری سزا واصل جہنّم ہو کر پائے گا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ۝۱۳ وہ اپنے اہل میں مسرور رہتا تھا۔

خلافِ حق کرنے والے، دوسروں کا حق چھیننے کو اپنی کامیابی جانتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ناپاک مال سے ہی وہ اپنی اولاد کو بھی کھلاتے ہیں، اور اپنے اہل کو من مانی کرنے کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ ان کی مسرت ناپاکی سے تعلق رکھتی ہے۔

حاصل : جس مسرت کا تعلق ناپاکی سے ہو، اس کا انجام جہنم ہو گا۔

مع اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ۝۱۴ وہ سمجھتا تھا کہ کبھی لوٹ کر جانا نہیں ہو گا۔

خلافِ حق کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اسے کبھی اپنے رب کی طرف لوٹ کر نہیں جانا۔ وہ اپنی پسند کے دائرے سے نکلتا ہی نہیں۔ اسے اپنے رُخ کے درست ہونے کا یقین حاصل کرنا غیر ضروری نظر آتا ہے۔

حاصل : منزلِ مقصود کی طرف جانے والا، اپنے رُخ کی صحت کا دھیان رکھتا ہے۔

بَلٰٓی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾ ہاں، اس کا ربّ اس کو دیکھ رہا تھا۔

رب العالمین سے کچھ مخفی نہیں ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جس نے توفیق دی ہے، وہی دیکھ رہا ہے کہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال کیا جارہا ہے، یا حق کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔

حاصل : جب جزا دینے والا سب کچھ دیکھ رہا ہے تو پھر خلوت و جلوت میں پاک رہنا ہی باعثِ فلاح ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ تو قسم ہے شفق کی۔

دن کے پورا ہونے کے بعد اور رات کی تاریکی کی ابتدا سے پہلے جو سرخی مغربی افق پر پھیلتی ہے، اس کی قسم کھائی گئی ہے۔ شفق یہ خبر دیتی ہے کہ دن پورا ہو گیا ہے اور رات آنے والی ہے، جلوت ختم ہو گئی ہے، خلوت آرہی ہے۔ اسی طرح اس کائنات کے لئے رکھا گیا وقت بھی کلی طور پر ختم ہو جائے گا۔ ہم قادرِ مطلق کی قدرت کا مشاہدہ حال پر بھی کرتے رہتے ہیں، مستقبل میں بھی کریں گے۔

حاصل : شفق کی قسم کھا کر یہ دکھایا جارہا ہے، کہ جو اس وقت جلوت ہے، یہ خلوت ہو جائے گی، اور اللہ کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ اور رات کی اور جن کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔

شفق رات کی آمد کی خبر دیتی ہے۔ پھر رات میں سکون پانے والے، اپنے اپنے مقامات پر سمٹ آتے ہیں۔ اسی طرح حیاتِ دنیا کے خاتمے کے بعد اس مقام کی طرف سمٹ آنا یقینی ہے، جو مقامِ محشر ہے۔

حاصل : رات امرِ الٰہی سے ہی آتی ہے، اور رات میں سکون پانے والے بھی اللہ کی عطا سے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ اور قمر کی قسم جب وہ پورا ہو جاتا ہے۔

چاند چودھویں تاریخ کو پورا ہوتا ہے۔ بدرِ کامل ہونے میں بھی تدریج مشاہدے میں آتی ہے، اور یہ تدریج اللہ کے امر کے تابع ہوتی ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے والوں کو کہیں، اللہ کا کوئی شریک نظر نہیں آسکتا۔ پھر بعث بعد الموت کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ نے چاند کو جو خدمت سپرد کی ہے، وہ اجلِ مسمّٰی تک اسے پورا کرتا رہے گا۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔

رُخ حق کے مطابق ہو تو بھی منزل بہ منزل آگے بڑھنا ہوتا ہے، رُخ حق کے خلاف ہو تو بھی منزل بہ منزل آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ پہلا درجہ قول ہے۔ قول حق کے مطابق ہو جائے تو سدید ہو جاتا ہے پھر اصلاحِ حال کا مقام آجاتا ہے۔ ناصح سے محبت کی بدولت قلب منور ہو جاتا ہے۔ پھر علم سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جو ان مقامات پر پورا رہے وہ مخلص ہو جاتا ہے۔

اسے حال پر بھی فلاح نصیب ہوتی ہے، آخرت میں بھی ہو گی۔ خلاف حق کرنے والے اپنی خواہشات کے پیچھے لگتے ہیں۔ ان کا قول بگڑ جاتا ہے، ان کے اعمال بگڑ جاتے ہیں، ان کا علم بھی برائی سے تعلق رکھتا ہے، اور وہ حال پر بھی خسارے والوں میں شمار ہوتے ہیں، آخرت میں بھی ہوں گے۔

حاصل : انسان، منزل بہ منزل آگے بڑھتا ہے۔ جس کی قدرت ہم پر محیط ہے، اس کو ماننے میں ہی ہماری فلاح ہے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾ پھر انہیں کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کائنات میں تغیرات مسلسل ہو رہے ہیں، کسی ایک مقام پر لگے رہنا محال ہے اور منزل بہ منزل بڑھتے رہنا ضروری ہے، تو پھر فلاح کی طرف بڑھنے کا ثبوت دینا چاہئے۔ ہدایت دینے والے کا اتباع ہوگا، تو خوف و حزن سے نجات مل جائے گی۔ من مانی کرنے کا نتیجہ گمراہی ہی ہو سکتا ہے۔

حاصل : اپنے مشاہدات و تاثرات سے درست نتائج اخذ کرنے والے کو، عقل کی موجودگی میں حق پر ایمان لے آنا چاہئے۔

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿۲۱﴾ اور جب اُن پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہی عالمین کے لئے نصیحت کا درجہ رکھتا ہے، اس حوالے سے نصیحت کرنے والے اجر کے سوال سے پاک ہوتے ہیں۔ جو اپنی بھلائی کی بات کو نہ مانے، وہ سجدۂ تسلیمی کا منکر ہوتا ہے۔ قرآن پاک کا سجدۂ تلاوت، احدیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا وقت بھی متعین نہیں ہے، اس کی سمت بھی متعین نہیں ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں، ان کا رُخ بھی متعین ہے، اوقات بھی مقررہ ہیں۔

حاصل : سجدۂ تسلیمی کا انکار اپنی بھلائی کا انکار ہے۔

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿۲۲﴾ بلکہ کافر تکذیب کر رہے ہیں۔

کافر اپنی بھلائی کی بات کو تسلیم کرتے تو ان کا بھلا ہوتا، مگر وہ تو حق کی تکذیب کرتے ہیں، علیم مطلق کے فرمان کے مقابل من مانی کرتے ہیں اور خرابی میں پڑ جاتے ہیں۔

حاصل : جو اپنی بھلائی کی بات کو جھٹلا دے وہ سخن شناس نہیں ہوتا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿۲۳﴾ اور اللہ کو بڑا علم ہے جو جی میں رکھتے ہیں۔

حق کی تکذیب کرنے والے، اپنے دل میں جو مقاصد رکھتے ہیں، اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ ان کی نیت بھی اللہ سے مخفی نہیں ہے، اعمال بھی مخفی نہیں ہیں۔ یہ اگر آخرت کو مان لیں تو موجودہ رخ کو چھوڑنا ضروری ہو جاتا ہے اور اس کے لئے یہ تیار نہیں ہیں۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والے کی نیت بھی اللہ کے سامنے ہوتی ہے، اعمال بھی سامنے

ہوتے ہیں۔ وہ بہت تھوڑے فائدے کے لئے دائمی خسارے کی راہ کو اختیار کر لیتا ہے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ تو انہیں المناک عذاب کی بشارت دیجئے۔

حق کی تکذیب میں خوشی کا اظہار کرنے والے کو، اس کے انجام کی بشارت دینے کا حکم دیا گیا ہے، اور اسے بشارت یہ دی گئی ہے، کہ تیرے اعمال کا حاصل المناک عذاب ہو گا۔

حاصل : حق کو جھٹلانے والے کو اس کے انجام سے آگاہ کرنا، اتمامِ حجت کا حصہ ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور صالح عمل کئے ان

۲۵ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع کے لئے دائمی اجر ہے۔

جو لوگ کفر کی راہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اور حق کو مان لیتے ہیں، وہ صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ وہ صالحین کے ساتھ ہوتے ہیں۔ من مانی کرنا ان کا طریق زندگی نہیں ہوتا۔ وہ عادتاً بھی کوئی کام نہیں کرتے۔ عادتاً جو بھی کیا جائے اسے صالح عمل نہیں کہا جا سکتا۔ جو حق کو ماننے کے دعوے میں سچا ہو اسے دائمی پاک دامنی کا مقام عطا ہو جاتا ہے۔ اس کا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں ہوتا۔

حاصل : ایمان کے دعوے کے ساتھ صالح اعمال کی شہادت لازم ہے۔ جو سچا ثابت ہو جائے اسے دائمی پاک دامنی کا مقام عطا ہو جاتا ہے۔ اس کا اجر دائمی انعام کی صورت میں ملتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

کیوں سجدہ نہیں کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ بروج والے آسمان کی قسم۔

آسمان میں وہ مقامات جو حفاظت کے لئے بنائے گئے ہیں، جن پر اللہ کے فرشتے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور شیاطین کی ملاءِ اعلیٰ تک رسائی ناممکن بنا دیتے ہیں، بروج ہیں۔ دنیا میں کسی کو جس قدر صاحبِ ثروت ہونے کا مقام

حاصل ہو، بروج والے آسمان کے مالک کے سامنے اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کسی قوم کے غرور کو خاک میں ملاتے وقت اللہ کو دیر نہیں لگتی۔

حاصل : تخلیق، خالق کی شان کو روشن کرتی ہے۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ اور یومِ موعود کی قسم۔

یومِ موعود وہ دن ہے، جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ بروج والے آسمان کا مالک ہی یہ قسم بھی کھا رہا ہے کہ ایک دن جزا کا ضرور ہو گا۔ ماننے والے بھی اس کی طرف بڑھ رہے ہیں، نہ ماننے والے بھی اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حق کو ماننے والے اس دن فلاح پائیں گے، نہ ماننے والے خسارے میں پڑیں گے۔

حاصل : یومِ موعود، یوم قیامت ہے۔ اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو گا۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ اور شاہد اور مشہود کی قسم۔

شاہد، اللہ کے محبوب کا مرتبہ ہے۔ جو اللہ کے محبوب کو شاہد بناتا ہے، وہ مشہود ہوتا ہے۔ مشہود، شاہد سے اپنی کوئی صورت نہیں رکھتا، شرطِ محبت ہی نہیں کہ وہ شاہد سے اپنی کوئی صورت رکھے۔ مشہود سے شاہد کی شان کا پتہ لگتا ہے۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلتے ہیں، جلتے رہے ہیں اور جلتے رہیں گے۔

حاصل : شاہد و مشہود، حال پر دعوتِ مشاہدہ دے رہے ہوتے ہیں۔ دنیا میں بھی ان کی صداقت مستند ہے، آخرت میں بھی مستند ہو گی۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے۔

کفار، مومنین پر جبر و قہر کرتے رہے ہیں، اس کی ایک انتہائی قابلِ نفرت صورت یہ بھی رہی ہے کہ کھائیاں کھود کر، مومنین کو ان میں ڈال دیتے تھے، اور اپنے عقائد کی مخالفت کرنے والوں کا انجام لوگوں کو دکھاتے تھے۔ یہ ظلم کرنے والے، اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائیں گے، اور ایسا بدلہ پائیں گے جو ان کے لئے انتہائی سزا ہو گی اور ختم نہ ہونے والی سزا ہو گی۔ جن کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا، وہ تو مصائب کو باذن اللہ جاننے والے تھے، ان کو اللہ کی معیت نصیب تھی۔

حاصل : جبر و قہر کی انتہا کر دینے والے سخت خسارے میں پڑتے ہیں۔

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ شعلوں اور آگ سے پُر کھائیاں۔

مومنین کو مرعوب کرنے کے لئے، کھائیاں کھدوا کر ان کو بڑی آگ سے بھروانا اور مومنین کو ملتِ کفر کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دینا اور ان کے انکار کو عبرتناک سزا کا منظر بنا دینا یہ شیطانی طریقہ تھا۔ جو اللہ کی قدرت پر نظر رکھتا ہو، وہ خلافِ حق کرنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

حاصل : مومنین کو مخالفین جانتے ہوئے اُنہیں انتہائی دکھ دینا یہی ثابت کرتا ہے، کہ کافر اللہ کی قدرت پر نظر نہیں رکھتے۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ جب وہ اُس پر بیٹھے تھے۔

کھائیوں کو آگ سے بُر کر کے، اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے والے کافر یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کفر کے خلاف زبان کھولنے کی جرات ختم ہو جائے گی، مگر ایسا ہوتا نہیں۔

حاصل : کفر کو پھیلانے والے، اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے وقت استکبار کی حد کر دیتے ہیں۔

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷

اور جو کچھ وہ مومنین سے کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے۔

کافروں نے ایمان والوں کو جو اذیتیں دی ہوتی ہیں وہ سب ان کی شعوری کوشش سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ مومنین کی استقامت کو بھی دیکھتے ہیں، وہ حیرت زدہ بھی ہوتے ہیں کہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرنا کیسے ممکن ہو جاتا ہے، مگر وہ اپنے عقائد کو غلط ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، کہ اس طرح خواہشات کی پیروی ممکن نہیں رہتی۔

حاصل : کافر اپنے کئے کو بھی دیکھتے ہیں، مومنین کی استقامت کو بھی دیکھتے ہیں۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸

اور اُنہیں اُن کی یہی بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے، جو عزّت والا، حمد والا ہے۔

ایمان والوں پر اعتراض یہی تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے اور اللہ کی تقدیس بیان کرتے تھے، اس کی حمد کرتے تھے، اور اس کے علاوہ کسی کو معبود نہیں مانتے تھے۔ ایمان والے مانتے تھے کہ اللہ ہی خالق کل ہے، وہی توفیق دینے والا ہے، اس کے فرمان کو ماننے والا ہی سکھی رہ سکتا ہے، اس کو ماننے والا ہی فلاح پا سکتا ہے، اس کا انکار کرنے والا کبھی راہِ راست پر نہیں ہو سکتا۔

حاصل : منکرین حق کو ایمان والوں پر یہی اعتراض ہوتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو عزت والا، حمد والا ہے۔

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹

اسی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔

مومنین یہ مانتے ہیں کہ مالکِ کل اللہ ہی ہے، اسی کی قدرت ہر شے پر محیط ہے، اسی کی بادشاہت آسمانوں میں ہے، اسی کی بادشاہت زمین میں ہے اور اسی کی بادشاہت آسمان اور زمین کے مابین ہر مقام پر ہے۔ وہ ہر شے کو علم سے پاتا ہے۔ وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے ماننے والوں کو ہر مقام پر پاک رہنا چاہئے۔

حاصل : اللہ کو مالکِ کل ماننے والا، اللہ کو ہر مقام پر موجود ماننے والا، اللہ کو قادرِ مطلق ماننے والا ہی ہر مقام پر پورا رہ سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰

جنہوں نے مومنین اور مومنات کو فتنے میں ڈالا، پھر توبہ نہ کی ان کے لئے عذابِ جہنم ہے، اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔

مومنین اور مومنات کا راستہ روکنے والے، ان پر سختیاں کرنے والے، انھیں دکھ دینے والے انھیں اپنی ملت میں لوٹ کر آنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، مگر ایمان والے ملتِ کفر سے اپنی کراہت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ مومنین اور مومنات کے ساتھ سختی کرنے کے گناہ سے باز نہ آئیں، تائب نہ ہوں، ان کا انجام جہنم میں ہوگا، اور انھیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

حاصل : مومنین اور مومنات کے ساتھ زیادتی کرنے والے، اگر توبہ کرلیں تو ان کا رخ بدل جاتا ہے، ورنہ عذاب کو اپنے لئے مقدر کرلیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾

جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے ان کے لئے جنتیں ہیں، جن کے تحت نہریں جاری ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ جو لوگ سچے ثابت ہو جائیں ان کے لئے آخرت میں سدا بہار جنت ہوں گے۔ رضائے الٰہی کا حصول بڑی کامیابی ہے۔

حاصل : ایمان کا دعویٰ صالح اعمال کی شہادت سے ہی سچا ثابت ہوتا ہے۔ رضائے الٰہی کا حصول بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾

بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے۔

انسان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اپنے رب کی پکڑ سے ڈرے، کہ وہ پکڑ بڑی شدید ہوتی ہے۔ جب کسی پر اس کے رب کی طرف سے گرفت کا مقام آتا ہے تو پھر اسباب اس کے کام نہیں آتے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب انسان پر پکڑ کا مقام آتا ہے تو پھر اسباب اس کے کچھ کام نہیں آتے۔

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾

آغاز بھی وہی کرتا ہے، لوٹانے والا بھی وہی ہے۔

پہلے بھی اللہ نے ہی سب کچھ پیدا کیا ہے، موت کے بعد جزا کے لئے اٹھانے والا بھی وہی ہے۔ اس کی قدرت میں نہ پہلے کسی کو دخل تھا، نہ آئندہ کسی کو دخل ہو سکتا ہے۔ جب پہلے بنانے والا ہی پھر بنانے کا دعویٰ کر رہا ہے تو پھر اس کا دعویٰ قطعاً سچا ہے۔

حاصل : جس نے پہلے بنایا ہے، اسے دوبارہ بنانے کی قدرت حاصل ہے۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾

وہی بخشنے والا، محبت کرنے والا ہے۔

طلب ہدایت رکھنے والے جب بھلائی کے رخ کو اختیار کرلیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا ثبوت، محبوبِ الٰہی کے اتباع کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر نعمتیں ان کی طالب ہو جاتی ہیں۔

حاصل : اللہ سے بخشش مانگنی چاہئے، اور لوگوں کو جب وہ قصور کا اعتراف کرلیں معاف کر دینا چاہئے، کہ اللہ جن سے محبت کرتا ہے، ان کی طریقت یہی ہے۔

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ عرش والا بڑی شان والا ہے۔

عرش والا بڑی شان والا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔ عرش والا جس سے محبت کرے، اس سے دوستی کرنی چاہئے۔ وہ پاک ہوتا ہے، اور طلبِ ہدایت رکھنے والے کو تزکیہ عطا کرتا ہے۔ تزکیہ عطا ہو تو فلاح نصیب ہوتی ہے۔ یوم الدین کا مالک اللہ ہی ہے، عرش والا بھی وہی ہے، جزا دینا بھی اسی کی شان ہے۔

حاصل : عرش والے، شان والے کی طرف سے جو کچھ عطا ہو سکتا ہے، اس کی کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، علیم مطلق ہے، حکیم مطلق ہے۔ اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ جس سے اللہ کو محبت ہو، اس کے سارے کام تائید ایزدی سے آسان ہو جاتے ہیں۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے۔ کوئی طاقت مشاءِ الٰہی کو روک نہیں سکتی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اللہ سے اس کا فضل مانگنے کا حکم ہے، سو اللہ سے اس کا فضل مانگنا چاہئے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی ہے۔

ماضی میں ایسے بارہا ہو چکا ہے کہ حق کو ماننے والے قلیل لوگوں کا گروہ، حق کا انکار کرنے والے کثیر لوگوں کے لشکر پر باذن اللہ غالب آیا ہے، اور ایسی حدیث اپنے اندر بڑی نصیحت رکھتی ہے، ایسی حدیث اپنے اندر بڑا درسِ عبرت رکھتی ہے۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے لوگوں کے لشکر ہمیشہ عبرتناک انجام کو پہنچتے ہیں۔

فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ فرعون اور ثمود کے لشکر۔

فرعون کو زمین میں بڑی طاقت حاصل تھی۔ اس کے پاس وسائل بھی بہت تھے۔ اس کے پاس افرادی قوت بھی بہت تھی۔ اس کے مقابل بنی اسرائیل نادار تھے، تعداد میں بھی کم تھے اور کمزور تھے۔ جب اللہ نے بنی اسرائیل کو غالب کرنا چاہا تو وہی ہوا جو اللہ نے چاہا۔ ثمود کی مثال دیکھیے۔ ان لوگوں کی طاقت مثالی تھی۔ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لینے کی طاقت بہت بڑی بات ہے۔ ان کی تعداد بھی بڑی تھی اور یہ حق کے انکار میں ایکا بھی کیے ہوئے تھے۔ ان کے مقابل حضرت صالح علیہ السلام کے ماننے والے، تعداد میں کم تھے، کمزور تھے۔ مگر اللہ نے اس قلیل گروہ کو غالب کرنا چاہا تو وہی ہوا جو اللہ نے چاہا۔

حاصل : فرعون کے لشکر عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں، ثمود بھی عبرتناک انجام کو پہنچ چکے ہیں۔

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ بلکہ کافر ہمیشہ حق کی تکذیب میں ہی لگے

رہتے ہیں۔

کافر حق کی تکذیب میں ہی لگے رہتے ہیں۔ ماضی سے سبق سیکھنے کو کہا جائے تو اس کا حال سے تعلق نہیں مانتے، اور نصیحت کو اگلوں کی کہانیاں کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، اور سب کچھ جزا کے انکار پر لگاتے رہتے ہیں۔

حاصل : جزا کے منکر ماضی سے سبق نہیں لیتے، وہ حق کی تکذیب میں ہی لگے رہتے ہیں۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ اور اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ جو لوگ خلافِ حق کرتے ہیں وہ اپنے کئے کی بدولت ظلمات کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے احاطے سے باہر جانا تو ممکن ہی نہیں ہوتا۔ اللہ جب چاہے انہیں عبرتناک انجام کو پہنچا دیتا ہے۔ حجت کو پورا کرنا اللہ کی شان ہے۔

حاصل : ہم بہر حال اللہ کی قدرت کے احاطے کے اندر ہوتے ہیں، ہمارے یقین کو ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہیے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ بلکہ وہ قرآنِ مجید ہے۔

قرآن پاک بڑی شان رکھتا ہے، کہ رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ یہ سارے عالمین کے لئے نصیحت ہے۔ ماننے والوں کے لئے اس میں فلاح ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ماننے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، کہ وہ احتیاج سے پاک ہے۔ اس نصیحت کو ماننے والے سکھی ہو جاتے ہیں۔ خوف و حزن سے نجات بہت بڑا سکھ ہے، اور اس نصیحت کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہوتا۔

حاصل : اللہ کا فرمان بڑی شان رکھتا ہے، کہ نصیحت کے قدردان اس سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ جو لوحِ محفوظ میں ہے۔

قرآن مجید خلوت کے حوالے سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ یہ ایسی حفاظت ہے جس سے بہتر حفاظت ممکن ہی نہیں، کہ علمِ مطلق کے علم سے یہ حفاظت ہو رہی ہے۔ اس کا نازل فرمانے والا ہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ جلوت میں بھی ایسی حفاظت ہو رہی ہے، کہ اس میں تحریف کی کوئی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ حفاظِ کرام کے صدور میں یہ محفوظ ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب اللہ قرآن مجید ہی ہے۔

حاصل : حفاظت کا اہتمام جلوت میں بھی ہونا چاہیے، خلوت میں بھی ہونا چاہیے۔ جب عالمین کو ہدایت کی طلب ہوگی تو قرآنِ مجید کو ساری کائنات میں بڑے ادب سے مانا جائے گا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص (28) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا

بِـَٔايٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

فرمایا، عنقریب ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی سے قوت دیں گے، اور آپ دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔ تو وہ آپ دونوں کا ہماری نشانیوں کی بدولت کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ آپ دونوں اور جو آپ کا اتباع کریں گے، غالب رہیں گے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾

قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے رات میں نمودار ہونے والے کی۔

آسمان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی تخلیق ہے۔ اس میں بندوں کے لئے منافع رکھے گئے ہیں۔ مصنوع سے صانع کی شان روشن ہوتی ہے۔ مصنوع اگر بے بدل ہو تو صانع کی شان بہت روشن ہوتی ہے۔ یوں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد شفق کی سرخی رات کی آمد کی خبر دیتی ہے، پھر رات آجاتی ہے۔ اندھیرے کی ابتدا کے ساتھ ہی طارق نام کا ستارہ نمودار ہوتا ہے۔ اس ستارے کی بھی قسم کھائی گئی ہے۔ یہ ستارہ بھی بندوں کے لئے ہے، بندے اس ستارے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ ستارہ زندگی کے عمل کو جو سورج کی روشنی میں ہو چکا ہوتا ہے آگے بڑھاتا ہے۔

حاصل: آسمان سے ہمارے بہت مفادات وابستہ ہیں۔ رات کو نمودار ہونے والے ستارے الطارق سے ہمارے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ رب العالمین کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہماری پرورش کا خوب ترین اہتمام کیا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾

اور تجھے نہیں معلوم کہ الطارق کیا ہے۔

الطارق کے بارے میں انسانی علوم کا درجہ بتایا گیا ہے۔ جس کو اپنے ماحول کا علم ہو، وہ اس میں ہونے والے تغیرات کو دیکھتا ہے، اس سے متعلق حکمت پر نظر رکھتا ہے۔ جوں جوں اس کا علم بڑھتا ہے، خالق کل کی شان روشن ہوتی جاتی ہے اور خوفِ الٰہی بڑھتا جاتا ہے۔ اس خوفِ الٰہی کی حقیقت قربِ الٰہی ہے۔

حاصل: بڑے علم والے کو چھوٹے علم والے کے ساتھ محبت سے کلام کرنا چاہئے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾

نجم ثاقب ہے۔

الطارق کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ نجم ثاقب ہے۔ اس کی روشنی سے وہ کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں کہ بندہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ زمین سے خوراک حاصل کرنے میں یہ روشنی نباتات کے کام آتی ہے، اسی طرح تمام جاندار اشیاء پر یہ

روشنی ایک اثر رکھتی ہے۔

حاصل : نجم ثاقب کی روشنی تمام جاندار اشیاء پر ایک اثر رکھتی ہے۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ کوئی متنفس نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔

ہر جان کی حفاظت اس کی پرورش میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ حفاظت خلوت سے بھی تعلق رکھتی ہے جلوت سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ کسی شے کے اندر ہونے والی تبدیلیوں میں توازن کو قائم رکھنا بھی حفاظت ہے، اس شے کو اس کے ماحول میں درست رکھنا بھی حفاظت ہے۔ حفاظت کے بغیر کوئی شے اپنے فعل کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ جو کچھ بھی بندے کے استعمال میں آتا ہے، ان اشیاء کے بارے میں بندے کا علم پورا نہیں ہوتا۔ علم مطلق کی شان ملاحظہ ہو کہ وہ ہر ہر نفس کی حفاظت کرتا ہے، استعمال کرنے والے مانیں یا نہ مانیں۔

حاصل : حفاظت ہر متنفس کی ضرورت ہے، جو اللہ ہی پوری کرتا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ انسان کو نظر کرنی چاہئے کہ وہ کس چیز سے خلق ہوا ہے۔

انسان کو اپنی تخلیق پر نظر کرنی چاہئے۔ کس کس مقام پر اس کی حفاظت کا کیسا کیسا اہتمام کیا گیا ہے۔ انسان کسی حادثے سے تو پیدا نہیں ہو گیا، جوھر حیات کو بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی، اس کی کیمیاوی ساخت، اس کی حرارت اور بہت کچھ، سب اللہ کی تخلیق ہے۔

حاصل : اپنی تخلیق پر نظر کرنی چاہئے، جوھر حیات کی حفاظت کرنی چاہئے۔

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ خلق ہوا ہے ایک اچھلتے پانی سے۔

مادہ منویہ، جوھر حیات ہے۔ اللہ ہی اس کو پیدا کرتا ہے۔ اللہ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اچھلنا اس مادے کی طبعی صفت بتائی گئی ہے۔ یہ صفت بھی اللہ نے ہی رکھی ہے۔

حاصل : اچھلنا مادہ منویہ کی طبعی صفت ہے، جو بلوغت کے بعد بدن کی درستگی کو ثابت کرتی ہے۔

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿٧﴾ جو پشت اور چھاتی کے بیچ سے خارج ہوتا ہے۔

مذکر کا مادہ منویہ پشت سے خارج ہوتا ہے اور مونث کا مادہ منویہ چھاتی کے بیچ سے خارج ہوتا ہے۔ دونوں مقامات اپنی ساخت اور محل کے اعتبار سے محفوظ مقامات ہیں۔ مقامِ اِتصال بھی محفوظ مقام ہے۔ بقاءِ نسل کے لئے ازدواجی زندگی کے آداب کا پورا لحاظ رکھنا عبادِ مخلصین کی طریقت ہے۔

حاصل : پشت اور چھاتی کی حفاظت کا خصوصی طور پر دھیان رکھنا چاہئے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ بے شک وہ اس کے لوٹانے پر بھی قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ جوھر حیات کا خالق ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رحم مادر میں پرورش کی ضروریات مہیا کرتا ہے۔ ایک وقت کے بعد باہر آنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ حیاتِ دنیا کی ابتدا سے پہلے نہایت موزوں خوراک کا بندوبست کر دیتا ہے۔

متاعِ حیات بھی وہی دیتا ہے، ربوبیت بھی وہی کرتا ہے۔ زندگی کے تمام مدارج سے بھی وہی گزارتا ہے۔ موت بھی وہی دیتا ہے۔ وہ یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس کا امر ہوتے ہی نہ ہونا، ہونا ہو جائے گا۔

حاصل : جس نے پہلے عدم سے وجود بنایا ہے، وہ لوٹانے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿٩﴾ جس دن اسرار کھلیں گے۔

خلوت کی حقیقت اسرار ہے۔ قیامت کے دن خلوت، جلوت ہو جائے گی، اور اسے دیکھا جائے گا۔ جس معصومیت کے ساتھ بندے کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا، اس کی نسبت سے بندے کے حال کو دیکھا جائے گا۔ جس کا حال اچھا ہو گا وہ فلاح پائے گا، جو معصومیت کو حیاتِ دنیا میں ضائع کر کے آیا ہو گا وہ خسارے میں پڑے گا۔

حاصل : قیامت کے دن موجودہ خلوت، جلوت ہو جائے گی، اس لئے حال پر خلوت کا پاک رکھنا بڑا حق ہے۔

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ تو اسے نہ قوت حاصل ہو گی، نہ کوئی نصرت دینے والا ہو گا۔

جب قیامت واقع ہو جائے گی، تو عمل کے لئے دی گئی قوت کا مقام ختم ہو جائے گا۔ قوت اللہ ہی دیتا ہے، اس کا استعمال بہر صورت ہوتا ہے۔ قوت اگر حق کے مطابق استعمال ہو جائے تو انجام بھلا ہوتا ہے، ورنہ برا ہوتا ہے۔ جب حق کا انکار ہو تو ناحق گلے پڑ جاتا ہے۔ قیامت کے دن من مانی کرنے کا مقام تو ختم ہو چکا ہو گا، اس لئے کسی سے نصرت لینا یا کسی کو نصرت دینا ممکن ہی نہ ہو گا۔

حاصل : قوت اور نصرت دینے کی توفیق کو حق کے مطابق ہی استعمال ہونا چاہئے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾ اور آسمان کی قسم جس سے مینہ برستا ہے۔

آسمان سے انسان کے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔ ان میں سے ایک بارش کا برسنا ہے۔ بارش سے مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ بارش کے پانی کو مبارک پانی فرمایا گیا ہے۔ اس سے حیات پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ بارش کے پانی میں تعفن نہیں پیدا ہوتا۔ مبارک پانی سے بہتر پینے کے لئے کوئی پانی نہیں ہو سکتا۔

حاصل : بارش عطا کرنے والے کا کما حقہٗ شکریہ ادا کرنا تبھی ممکن ہوتا ہے، جب بارش سے حاصل ہونے والے فوائد ہمارے علم میں ہوں۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ اور زمین کی قسم جو اس سے کھلتی ہے۔

زمین کو اللہ نے ہی خلق کیا ہے۔ خالق کل نے اسے ہمارے لئے خلق کیا ہے۔ اس کو جو جو کام سپرد کئے گئے ہیں، یہ ان کو منشاءِ خالق کے مطابق سرانجام دے رہی ہے۔ مناسب نمی اور مناسب درجہ حرارت جب اسے حاصل ہو تو یہ کھلتی ہے، اور نباتات سے سرسبز ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان کے مشاہدے میں یہ آتا ہے کہ اللہ نہ ہونے کو ہونا بنا سکتا ہے۔

حاصل : بارش سے مُردہ زمین کو زندہ کر دینے والا، مُردوں کو زندہ کرنے کی بھی قدرت

رکھتا ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ کہ یہ قطعاً درست ہے۔

فرمانِ الٰہی ہی ساری کائنات کے لئے نصیحت ہے۔ کوئی علم اس کے مقابل عالمین کو یکجا نہیں کر سکتا، یکسو نہیں کر سکتا، متحد نہیں کر سکتا۔ انسانی خواہشات سے پیدا ہونے والے علوم جب بالکلیہ ناکام ہو جائیں گے، تو فرمانِ الٰہی کی شان واضح ہو گی۔ تب ساری کائنات میں اسی قول سے رہنمائی لی جائے گی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم میں ہی انسان کی بھلائی ہے، مجبوراً اس حقیقت کو ماننا پڑے گا۔

وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں۔

جو قول قطعاً درست ہو وہ سند کا درجہ رکھتا ہے۔ عقل کی موجودگی میں اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔ طلبِ ہدایت موجود ہو تو ایسے قول کے سامنے سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔

حاصل : جو قول حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دے، وہ کبھی ہنسی کی بات نہیں ہوتا۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وہ ایک داؤ میں لگے ہوئے ہیں۔

کافر، قرآنِ پاک کی مخالفت میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی اجتماعی کاوش یہی ہے کہ لوگ اس کو ماننے سے دور رہیں۔ دور رکھنے کی یہ کوشش ہمہ وقتی ہوتی ہے۔ ان کی ہر فکر کا مرکزی خیال یہی ہوتا ہے کہ لوگ قرآنِ پاک کو معیار نہ مانیں۔ وہ علم کسب میں لوگوں کو الجھا کر انہیں مرعوب رکھنے کی کوشش میں تو لگے ہی رہتے ہیں، گمان کے دائرے میں لوگوں کو لانے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں کہ حقائق کے بارے میں بھی لوگ ابہام میں پڑ جائیں۔

حاصل : منکرینِ حق کا داؤ قرآنِ پاک کا انکار ہے۔ وہ اپنا سب کچھ اسی انکار پر لگاتے رہتے ہیں۔

وَّأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔

لفظ 'کید' جب کافروں کے ساتھ لگے تو اس کے معنی برے داؤ کے ہوں گے، جب یہی لفظ اللہ کے ساتھ لگے تو اس کے معنی خفیہ تدبیر کے ہوں گے، کہ اللہ کی شان کسی پر ظلم کرنا نہیں ہے۔ کافر تو یہ چال چل رہے ہیں کہ قرآنِ پاک سے لوگوں کو دور رکھا جائے، اللہ تعالیٰ کی تدبیر یہ ہے کہ اسے عالمین پر روشن کر دیا جائے۔ ذاتی مفاد پر اجتماعی مفادات کو قربان کرنے والوں کے خلاف نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ نفرت بڑھتے بڑھتے اس قدر ہو جائے گی کہ سب مادہ پرستوں کو گھیرے گی اور وہ قطعاً ناکام ہو جائیں گے۔ پھر قرآنِ پاک کو مانا جائے گا، اور سارے عالمین میں مانا جائے گا۔

حاصل : اللہ کی تدبیر ہمیشہ پوری ہوتی ہے۔ جو حق کو مان لے وہ مشقت سے بچ جاتا ہے، ورنہ مشقت اٹھا کر بھی حق کو ماننا پڑتا ہے۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ع تو کافروں کو ڈھیل دیجئے، انہیں تھوڑی مہلت دیجئے۔

کافروں کا داؤ اُنہی پر پڑتا ہے، اس لئے اُنہیں مہلت دینی چاہئے۔ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اپنا جو کچھ بگاڑ رہے ہیں کوئی دوسرا ان کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر کافروں کو مہلت دی جائے گی تو یہ جلد ہی اپنے کیے کے انجام کو پالیں گے۔ یہ مہلت بھی علمِ الٰہی کے حوالے سے اتمامِ حجت کا حصہ ہے۔

حاصل: کافروں کو کچھ مہلت دینا امرِ الٰہی ہے اور یہ اتمامِ حجت کا حصہ ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (17) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور ہم نے بصورتِ قرآن وہ کچھ نازل فرمایا ہے، جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے، اور ظالموں کو تو اس سے خسارہ ہی بڑھتا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ اپنے ربِ اعلیٰ کے اسم کی تسبیح کر۔

انسان کو ربِ اعلیٰ کے اسمِ پاک کی تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رب العالمین ہی ربِ اعلیٰ ہے، جو ابتداء سے انتہا تک تمام مدارج میں پالنے کے لوازمات مہیا کرتا ہے۔ تقسیم جہاں بھی ہو رہی ہے، اسی ربِ اعلیٰ کی عطا کی ہو رہی ہے۔ ربِ اعلیٰ نے جو کچھ بھی بنایا ہے اپنے علمِ مطلق سے بنایا ہے اور اس کے ساتھ کسی اجر کا سوال بھی نہیں ہے۔ اس کے اسم کی تسبیح کرنے کا حق ایسے ادا ہوگا، کہ قول سے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جائے، اور عملاً جو بھی تقسیم کیا جائے، ربِ اعلیٰ کی عطا جانتے ہوئے کیا جائے، اور لینے والے کا شکریہ بھی ادا کیا جائے، ورنہ شرک ہو جائے گا چاہے وہ شرکِ خفی ہی ہو۔

حاصل: ربِ اعلیٰ کی قول سے تسبیح ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، عملاً سچا ثابت ہونے کے لئے استفادہ کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ جس نے خلق کیا، پھر سنوارا۔

خالقِ کل ربِ اعلیٰ ہی ہے۔ پیدا کرنا اسی کی شان ہے۔ کسی شے کو اس کے منشاءِ تخلیق کے حوالے سے درست کرنا بھی اسی کی شان ہے، اور دوسری اشیاء کے ساتھ اس شے کا رابطہ کرنا بھی اسی کی شان ہے۔ تنظیم کائنات پر نظر کرنے سے اللہ کی شان روشن ہوتی ہے۔ تقسیم کرنے والے ہاتھ، ربِ اعلیٰ کو ماننے والے کے ہوں تو وہ یقیناً امین ہوتے ہیں اور مغرور کی نظر تو اپنی بڑائی پر ہی رہتی ہے۔

حاصل : تنظیم کائنات، اللہ کی شان ہے۔ غیر طبعی زندگی کا حاصل، دکھوں میں اضافہ ہی ہوگا۔

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳ جس نے اندازہ رکھا اور راہ دی۔

ربِ اعلیٰ نے سب کچھ اپنے علم سے خلق فرمایا ہے، اسے منظم کیا ہے، اس کا اندازہ رکھا ہے، راستہ مقرر کیا ہے۔ اشیاء کا استعمال اس معیارِ مطلق کے حوالے سے ہو جو اللہ نے مقرر کیا ہے تو فلاح حاصل ہوگی، ورنہ خسارہ نصیب ہوگا، یہی مقدر ہے۔ حق کو ماننے اور نہ ماننے کے نتائج بشارت و انذار کی صورت میں واضح فرما دیے گئے ہیں۔ ناصح سے محبت ہوگی تو ایمان مقدر ہو گا، ورنہ کفر ہوگا۔ جو اللہ کے پیاروں کو چاہتا ہے، وہ اللہ کی طرف رجوع لاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے، اللہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ بندہ جو رخ اختیار کرے گا، وہی اس کی سعی ہوگی، اور وہ اپنی سعی کا ہی انجام پائے گا۔ توفیق اسی لئے دی گئی ہے کہ دیکھا جائے، کہ کون حق کو مانتا ہے اور کون من مانی کرتا ہے۔

حاصل : جو بھلائی کی راہ کو اختیار نہ کرے گا، وہ خسارے کی راہ کو ضرور اختیار کرے گا۔

وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝۴ اور جس نے نباتات کو اگایا۔

نباتات، لوازماتِ حیات میں بڑا اہم مقام رکھتی ہیں، کہ ان کے بغیر زندگی کا عمل جاری نہیں رہ سکتا۔ اگانے والا تو ربِ اعلیٰ ہی ہے۔ جو کچھ اس نے ہمارے لئے بنایا ہے، وہ یقیناً ہمارے لئے سکھ کا باعث ہے۔

حاصل : نباتات کو اگانے والے، ربِ اعلیٰ کے عطا کردہ علم کی بے قدری کرنا، بڑی جہالت ہے۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ۝۵ پھر انہیں سرسبز و شاداب کیا۔

نباتات کا اگانا اور ان کو زمین سے خوراک دینا، ان کو سرسبز و شاداب کرنا، اللہ کا ہی کام ہے۔ باریک اور نرم و نازک پتوں کا زمین سے نکلنا اور ان کو بڑھانا، اللہ کا ہی کام ہے۔ جو قادرِ مطلق یہ کرتا ہے، وہی سب سے بڑا نصرت دینے والا ہے۔ راہِ خیر پر رہنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔

حاصل : راہِ خیر پر رہنے والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۝۶ ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہیں بھولو گے۔

اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے، اپنے علم سے کرتا ہے۔ وہ جب عنایات کا دروازہ کھول دیتا ہے، تو بندے پر بہار آجاتی ہے، اور اسے وہ علم عطا ہوتا ہے، جو اسے ہر مقام پر پورا رکھتا ہے۔ جو کچھ عطا ہوتا ہے، اس کی تقسیم اللہ کی رضا کے مطابق جاری رہتی ہے، لینے والے کا انتظار رہتا ہے، لے جائے تو اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

حاصل : عطاءِ الٰہی کی تقسیم میں حق کی تبلیغ کرنے والے بھولتے نہیں۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰی ۝۷ مگر جو اللہ چاہے۔ وہ ہر کھلے اور مخفی کا علم رکھنے والا ہے۔

اللہ کی مشیت کے سامنے بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ ہر کھلے اور ہر مخفی کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کے ہر کام میں حکمت موجود ہوتی ہے، بندے پر اس کا مقام آئے تو اس پر وہ روشن ہوتی ہے۔ انسان جن مسائل سے بھی دوچار ہو، اللہ کو ان کا بڑا علم

ہو تا ہے، اور اللہ جو راستہ دے سکتا ہے، جو مدد کر سکتا ہے، اس سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا۔

حاصل : اللہ پر توکل کرنے والے ہی سکھی رہ سکتے ہیں۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ — اور تمہارے لئے آسانی کر دیں گے۔

مشکلات کا مقام مسلسل نہیں ہو تا، عُسر کے ساتھ ہی یُسر کا مقام بھی ہو تا ہے۔ تنگی کے حوالے سے جو علم بندے کو عطا کیا جاتا ہے، اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، کہ انسانی زندگی کے مسائل سے آگاہی اس طرح ہو سکتی ہے، راہ نمائی کا حق بھی اسی طرح ادا ہو سکتا ہے۔ فیض یاب ہونے والے آتے رہیں، اور فیض تقسیم ہو تا رہے، یہ بڑی آسانی ہے، اور یہ آسانی اللہ ہی عطا کر تا ہے۔

حاصل : فیض لینے والے آتے رہیں اور فیض تقسیم ہو تا رہے یہ آسانی ہے، اور اللہ ہی یہ آسانی عطا کر تا ہے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩ — تو نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے۔

ناصح کی شان ہے کہ وہ نصیحت کر تا ہے اور جہاں تک نصیحت کے نافع ہونے کی اسے امید ہو وہ نصیحت کر تا ہے۔ نصیحت کو ماننے والا، ناصح کا محبّ ہی ہو تا ہے، اور محبّ صرف محبت سے بنتا ہے۔ محبّ کبھی ناصح کے فرمان میں اپنی پسند کو داخل نہیں کر تا، اس طرح خوف و حزن کی خزاں اسے ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ جاتی ہے، اور راحت کی بہار اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔

حاصل : جہاں تک نصیحت کے نافع ہونے کی امید ہو، نصیحت کرتے رہنا چاہئے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ — اس سے ڈرنے والا ہی فائدہ اٹھائے گا۔

جو عطاءِ الٰہی کی قدر کر تا ہے وہ توفیق دینے والے کی رضا معلوم کرنا چاہتا ہے، وہ ناصح کی بات کو باعثِ رحمت جانتا ہے، وہ ناصح کی خوشنودی کو اللہ کی رضا جانتا ہے، اور ڈرتا ہے کہ کہیں ماننے کے حق میں کوتاہی نہ ہو جائے، کہیں تعظیم اور توقیر کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے۔

حاصل : اللہ سے ڈرنے والا ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ — اور بد بخت اس سے اجتناب کرے گا۔

مغرور بد بخت ہو تا ہے۔ وہ اللہ سے نہیں ڈرتا، وہ انجام کو نہیں مانتا۔ ناصح سے دوری میں اسے فرحت ہوتی ہے، اس لئے وہ نصیحت سے اجتناب کو اپنا طریقِ زندگی بنالیتا ہے۔

حاصل : بد بخت، نصیحت کو ماننے سے اجتناب کر تا ہے۔

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ — وہ بڑی آگ میں پڑے گا۔

جو نصیحت سے اجتناب کر تا ہے، وہ شیطان کے اتباع سے بچ نہیں سکتا۔ خلافِ حق کرنے والا اپنے کیے کی بدولت یہاں سے آگ اکٹھی کر کے لے جاتا ہے۔ اسی آگ میں قیامت کے دن وہ جلے گا۔ یہ آگ بڑی ان معنوں میں ہو گی، کہ مجرم کے اعمال کی یہ پوری پوری سزا ہو گی، اور اس سے چھوٹ جانا، ممکن نہ ہو گا۔

حاصل : نصیحت سے اجتناب کرنے والے، آگ کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ جو آگ مجرم کے اعمال کی پوری پوری سزا ہو گی اور جس سے نکلنا ممکن نہ ہو گا، وہ یقیناً بڑی آگ ہو گی۔

ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾ پھر اس آگ میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔

آگ کا عذاب تو المناک عذاب ہو گا، اور مسلسل ہو گا۔ حق کا انکار کرنے والا، اپنے نفس کی خوشی کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔ جب نفس کو ہی خطرے میں پائے تو سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ حیاتِ دنیا کا باب موت سے پورا ہو جاتا ہے، پھر موت نہیں ہو گی۔ دوزخ میں تکلیف تو مسلسل ہو گی، اور مرنے کا مقام بھی نہ آئے گا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے ایسے عذاب میں ہوں گے، کہ نہ مریں گے نہ جئیں گے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾ بے شک تزکیہ پانے والے نے فلاح پائی۔

تزکیہ پانے والے کو فلاح نصیب ہوتی ہے۔ تزکیہ اللہ کے محبوب سے عطا ہوتا ہے۔ جو اللہ کے محبوب کو شاہد بنالیتا ہے، اس کا وضو منظور ہو جاتا ہے، وہ جو بھی کرتا ہے اپنے شاہد کی صورت سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع نصیب ہو جائے تو یہ یقیناً فلاح ہے۔

حاصل : تزکیہ پانے والے کو یقیناً فلاح نصیب ہوتی ہے۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ﴿١٥﴾ اور اپنے رب کے اسم کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔

جسے تزکیہ نصیب ہو وہ اپنے رب کے اسم کا ذکر کرتا ہے۔ جو ذکر شاہد سے عطا ہوا اسی کو جاری ساری رکھتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے۔ پہلے پانچ وقتی نماز کو قائم کرتا ہے، پھر تہجد اور اشراق کو بھی معمول بنالیتا ہے، اور جب اللہ کی رضا کے علاوہ اسے کچھ مطلوب ہی نہ رہے تو پھر وہ ہمہ وقتی نماز میں ہوتا ہے۔ اس کا اجر ہمیشہ رب العالمین پر ہوتا ہے۔ یہ فلاح پانے والوں کی نشانیاں ہیں۔

حاصل : اپنے رب کے کسی اسم پاک کا ذکر شاہد سے لینا چاہئے۔ وضو اور نماز فلاح پانے والوں کی روشن نشانیاں ہیں۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ بلکہ تم حیاتِ دنیا کو ترجیح دیتے ہو۔

حیاتِ دنیا میں اپنی پسند کو معیار بنانا اسے ترجیح دینا ہے۔ رضائے الٰہی مقصود ہو تو پھر حیاتِ دنیا کو حیاتِ آخرت پر ترجیح دینا ممکن ہی نہیں رہتا۔

حاصل : حیاتِ دنیا کو حیاتِ آخرت پر ترجیح دینے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾ حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

حیاتِ دنیا کے مقابل حیاتِ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو حیاتِ آخرت کا انکار کرتے ہوئے خلافِ حق کاموں میں ضائع کر دیا جائے گا، تو بھی اللہ کے حضور پیشی تو ہو گی، اور اپنے اعمال کی سزا بھی ملے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ

کی عطا کو حق کے مطابق استعمال کیا جائے گا، تو دائمی انعامات سے نوازا جائے گا۔ آخرت کو ملحوظ رکھنا ہی عقل مندی ہے۔

حاصل : آخرت یقیناً بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ حیاتِ دنیا پر حیاتِ آخرت کو ترجیح دینا عقل مندی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ پہلے صحیفوں میں بھی یہی تعلیم ہے۔

پہلے صحیفوں میں بھی لوگوں کو یہی تعلیم دی گئی تھی، کہ پاک رہنے والے ہی فلاح پاتے ہیں، لوگوں کو اپنے رب کے احکامات کو ادب سے ماننا چاہئے، اللہ کی بندگی کرنی چاہئے، اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں، رسول اللہ کے اتباع سے انہیں صراطِ مستقیم نصیب ہوگا، اور انہیں حیاتِ دنیا کو حق کے مطابق گزارنے کا آخرت میں ایسا انعام ملے گا، جو بہت بڑا ہوگا اور دائمی ہوگا۔ ماضی، حال کی تصدیق کرتا ہے، تو حال کو ماننا آسان ہو جاتا ہے۔

حاصل : ماضی سے حال کی تصدیق ہو تو حال کو ماننا آسان ہو جاتا ہے۔

۱۲ ۹ ع صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق نبی تھے۔ ان کی تعلیمات بھی صحیفوں کی صورت میں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو الواح عطا کیں وہ بھی صحیفوں کا درجہ رکھتی تھیں۔ ان صحیفوں میں جو تعلیم دی گئی، وہ یہی تھی کہ اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم جو رُخ اختیار کرو گے، اسی کی جزا پاؤ گے۔ قرآن مجید پہلے صحیفوں کا مصدق ہے۔ اس کے احکامات کو ماننے سے گریز وہی کرے گا جو بدبخت ہوگا۔

حاصل : حقائق کو ماننے والے پہلے بھی فائدہ اٹھاتے رہے ہیں، اب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور آئندہ بھی فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم (19) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾

اور ہم نے ان سے پہلے کتنے ہی قرن ہلاک کر دیئے، جو ان سے سامان اور نمود میں بڑے تھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ کیا تجھے چھپا لینے والی کی بات پہنچی ہے۔

چھپالینے والی، چھاجانے والی، قیامت ہے، جس کے آتے ہی موجودہ جلوت، خلوت ہوجائے گی، اور کوئی بھی مزاحمت نہ کرسکے گا۔ جس کو اللہ نے بشارت وانذار کے لئے بھیجاہے، اس نے تو اس فرمانِ الٰہی کو پہنچانے کا حق ادا کردیا ہے، یہ سوال قیامت کی وضاحت کے لئے کیا گیا ہے۔

حاصل : ہمیں قیامت کے بارے میں حقائق بتادیئے گئے ہیں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ کتنے ہی چہرے اس دن ذلّت بار ہوں گے۔

جن لوگوں کو یہ نظر آرہا ہوگا، کہ ان پر کمر توڑدینے والی مصیبت آنے والی ہے، ان کے چہرے ندامت کے سبب ذلت بار ہوں گے۔ قیامت کے دن کو منکرینِ حق اپنے لئے بہت تکلیف دہ پائیں گے۔

حاصل : آخرت کا انکار کرنے والے، قیامت کے دن ذلیل ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تھکے، ماندے ہوں گے۔

اپنے اعمال کا صلہ، جن لوگوں کو عذاب کی صورت میں نظر آئے گا، ان پر تھکن اور پریشانی غالب ہوگی۔ خسارہ ان کو ہر طرف سے احاطہ کرتے ہوئے نظر آئے گا۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والوں کا انجام بہت ہی براہوتا ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

خلافِ حق کرنے والے، اپنے اعمال کا حاصل جمع کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کے جلانے کا سامان ہوتا ہے، جو ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ قیامت کے دن، یہ جلانے کا سامان بھڑکتی آگ کی صورت اختیار کرے گا، اور منکرینِ حق اسی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ یہ آگ منکرینِ حق کے اعمال کی پوری پوری سزا ہوگی۔

حاصل : منکرینِ حق بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے۔

بھڑکتی آگ کا عذاب، پیاس کی شدت کو بڑھائے گا تو منکرینِ حق کو سخت گرم پانی، پینے کو دیا جائے گا، اور یہ پانی ان کی تکلیف کو بڑھادے گا۔ یہ ہوگا ان کے اعمال کا بدلہ، یوم الدین کے مالک کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اس کے ناکردہ گناہوں کی سزا دے ڈالے۔

حاصل : پیاس کی شدت میں گرم پانی پلانے سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ ان کا طعام صرف خاردار جھاڑ ہی ہوگا۔

مجرمین کے طعام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو صرف خاردار جھاڑ ہی کھانے کو ملے گا، جس کا کھانا بذاتِ خود سزا ہوگا۔ مگر کھانا ان کی ضرورت بھی ہوگا، اس لئے ان کو یہ کھانا بھی پڑے گا۔

حاصل : ہمارے کھانے کو حق کے مطابق ہونا چاہئے۔ جن کا کھانا خلافِ حق ہوگا، ان کا انجام براہوگا۔

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾ یہ طعام نہ جسم کو فائدہ دے گا، نہ بھوک مٹائے گا۔

مذکورہ طعام کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ اس سے جسم کو طاقت نہیں ملے گی، یہ جسم کے لئے مفید نہ ہوگا، اور اس سے بھوک بھی نہ مٹے گی۔

حاصل: جو کھانا مفید نہ ہو، جو کھانا بھوک نہ مٹائے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ کتنے ہی چہرے اس دن شادمان ہوں گے۔

جو لوگ خلوت میں اللہ تعالٰی کے ساتھ پاک رہتے ہیں، جلوت میں اللہ کے محبوب کے ساتھ باوضو رہتے ہیں، انھیں اللہ کی رضا بہر حال مطلوب ہوتی ہے، ان کا رُخ درست ہوتا ہے۔ ان کے چہرے حال پر بھی تروتازہ رہتے ہیں، آخرت میں بھی ان کے چہروں پر شادمانی ہوگی۔

حاصل: جن کا رُخ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا ہو، ان کے چہرے شادمان ہوں گے۔

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ اپنی سعی پر راضی۔

سعی کا تعلق شعور سے ہوتا ہے۔ جو بھلائی کے رخ کو اختیار کرتا ہے، وہ یقین رکھتا ہے کہ اسے اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ وہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لانے والے کو اپنے حسنِ عمل پر شاہد بناتا ہے۔ من مانی کرنا اس کا شیوہ نہیں ہوتا۔ اسے کفر، فسق اور عصیاں سے کراہت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو یہ خوشی نصیب ہوگی، کہ انھوں نے اللہ کی عطا کردہ توفیق کو حق کے مطابق استعمال کیا۔

حاصل: اپنے رُخ کے درست ہونے کا یقین ہو تو اپنی سعی باعثِ راحت ہوتی ہے، آخرت میں بھی باعثِ راحت ہوگی۔

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ جنّتِ عالیہ میں۔

جو اللہ کے محبوب کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، اس کے رخ کی بدولت اسے بلندی عطا ہوتی ہے۔ اسے آخرت میں وہ باغ عطا ہوگا جو بلندی پر ہوگا۔ یہ بلندی اس باغ کی شان میں اضافہ کرے گی۔

حاصل: جس کی سعی اس کے لئے باعثِ راحت ہوگی، اسے جنّتِ عالیہ نصیب ہوگی۔

لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ جس میں کوئی لغویات نہیں سنیں گے۔

فلاح پانے والوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں، وہ بے مقصد بھی نہیں بولتے، اور کسی کے نقصان کے لئے بھی نہیں بولتے، سامعین کی بھلائی کے لئے بولتے ہیں۔ جنتِ عالیہ میں بھی ان کے ہاں کسی لغویات کا مقام ہی نہ ہوگا۔

حاصل: پاک مقامات کے ساتھ لغو باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ اس میں چشمہ جاری ہو گا۔

بلندی پر ہونے والے باغ کو شاداب رکھنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب بندوبست ہو گا، اس میں چشمہ جاری ہو گا، اور یہ چشمہ راحت کے دوام کی نشانی ہو گا۔

حاصل : بلندی پر ہونے والے باغ کو اللہ ہی شاداب رکھ سکتا ہے۔ چشمہ جاری کرنا اللہ کی شان ہے۔

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾ اس میں بلند تخت ہوں گے۔

جو لوگ خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچتے ہیں، ان کا مرتبہ دنیا میں بھی بلند ہوتا ہے، آخرت میں انہیں بلند تخت نصیب ہوں گے۔ اپنی پسند کو اللہ کی رضا پر قربان کر دینے والوں کو اللہ جس طرح نوازے گا، وہ بھی اللہ کے ایک ہونے کا ثبوت ہو گا، اور لاشریک ہونے کا ثبوت ہو گا۔

حاصل : خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچنے والے ہی، رفعت پاتے ہیں، آخرت میں وہ بلند تختوں پر ہوں گے۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ اور چنے ہوئے کوزے۔

جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے سعی کرتے ہیں، ان کے لئے انعام چنا ہوا رکھا ہو گا۔ اہتمام یہ واضح کرے گا، کہ مہمانوں کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سعی کرنے والوں کے لئے انعام چنا ہوا رکھا ہو گا۔

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ اور قرینے سے رکھے ہوئے تکیے۔

جنتِ عالیہ کے مکینوں کی نشست گاہوں میں، گاؤ تکیے، سجا کر رکھے گئے ہوں گے، کہ وہ جہاں بھی بیٹھیں انہیں سکھ ملے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کو حق کے حوالے سے سکھ دیتے رہے ہوں گے، انہیں ان کے اعمال کا صلہ بڑے سکھ کی صورت میں ملے گا۔

حاصل : مہمانوں کی تکریم کے لئے نشست گاہ کو آراستہ کرنا اور اس میں گاؤ تکیے قرینے سے رکھنا بھی ضروری ہے۔

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾ اور نفیس مسندیں بچھی ہوئی۔

جنتِ عالیہ میں پاک لوگوں کے لئے نفیس مسندیں بچھیں ہوئی ہوں گی۔

حاصل : محبت سے حق کو ادا کرنے والے کو یوم الدین کے مالک کی طرف سے خوب نوازا جائے گا۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں نظر کرتے، کہ

اسے کیسے خلق کیا گیا ہے۔

جس صاحب کی صداقت کا ثبوت حال پر مل جائے، اس کی قدر و منزلت میں قدردانوں کو بڑی راحت ہوتی ہے۔ قادرِ مطلق کو اپنے بندوں کی صداقت سے کس قدر خوشی ہوگی، وہ اللہ کی شان کے لائق ہی ہوگی۔ دعوتِ نظارہ دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے، کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے، اسے کیسے بنایا گیا ہے۔ وہ دوسرے جانوروں کی نسبت بھوک، پیاس کو برداشت کرنے کی اہلیت زیادہ رکھتا ہے، موسم کی شدت کو برداشت کرنے کی قوت زیادہ رکھتا ہے، سامان کی نقل وحمل میں بہت کام آتا ہے۔ اونٹ یقیناً بڑی نعمت ہے۔ اس سے انسان کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس نعمت کے خالق سے بھی تو اپنے تعلق پر نظر کرنی چاہئے۔

حاصل : جس نے ہماری ضروریات کے لئے خوب اہتمام کیا ہے، اس سے زیادہ ہماری پرواہ کسی کو ہو ہی نہیں سکتی۔

وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾

اور آسمان کی طرف نظر نہیں کرتے کہ اسے کیسے رفعت دی گئی۔

آسمان کی وسعت پر نظر کرنے سے، اس میں کسی نقص کا شائبہ نہ پانے سے، اس کے خالق کی شان نظر آنی چاہئے۔ آسمان کی بلندی اللہ کے علم سے ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ آسمان سے انسان کے مفادات کا تعلق ہے۔ اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس بات کو ماننے میں کیا مشکل پیش آسکتی ہے، کہ انسان کو عمل کے لئے جو مہلت دی گئی ہے، جو متاع دی گئی ہے، اس کے استعمال کے بارے میں اس سے حساب لیا جائے گا۔

حاصل : آسمان کو رفعت دینے والے کی قدرت کو ماننے والے، معاد کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾

اور جبال پر نظر نہیں ڈالتے کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں۔

پہاڑوں پر انسان کی نظر طبعی طور پر پڑتی ہے۔ ان کی بلندی اور ان سے حاصل ہونے والے بہت سے فوائد ان کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ پہاڑوں کے نصب کرنے کی قدرت، اللہ کی شان ہے۔

حاصل : پہاڑوں کو نصب کرنا، ایسی قوت ہے جو اللہ کی شان کو روشن کرتی ہے۔

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾

اور زمین پر نظر نہیں ڈالتے کہ کیسے بچھائی گئی ہے۔

زمین پر بھی نظر پڑنی چاہئے، اس کو بچھانے والے کی شان کو بھی دیکھنا چاہئے۔ اس سے ہمارے کتنے ہی کام وابستہ ہیں، اور وہ سب اللہ کے علم سے ہوتے ہیں۔ جس نے زمین کو بچھایا ہے، اس کے لئے ہماری دوبارہ پیدائش کچھ بڑا کام نہیں ہو سکتا، اور اس کی قدرت کے احاطے سے باہر کسی شے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : زمین کو بچھانے والا، اللہ ہی ہے۔ اللہ کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾

تو نصیحت کیجئے، کہ آپ نصیحت کرنے

والے ہیں۔

نصیحت کرنا، ناصح امین کی شان ہے۔ نصیحت کرنے والا، طلب ہدایت رکھنے والے کا محبوب ہوتا ہے۔ وہ کبھی اجر کا سوال نہیں کرتا، اس کا اجر رب العالمین پر ہوتا ہے۔ نصیحت ہمیشہ حق کے حوالے سے ہوتی ہے، اس کی طریقت بالکل روشن ہے، اور ناصح نتائج کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع مانتا ہے۔

حاصل : ناصح کی شان یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت میں نصیحت کرتا ہے۔

لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

ناصحین کسی پر جبر نہیں کرتے۔ جو کام جبر کی بدولت ہوگا، وہ جبر کے ساتھ ہی قائم رہ سکے گا۔ توفیق کی موجودگی میں فیصلہ رضا پر ہوتا ہے کہ رُخ رضا سے ہی بنتا ہے، جس کام میں کرنے والے کی رضا شامل نہ ہو، اسے اس کی جزا نہیں دی جاتی، اس لئے جبر ناصحین کو زیب نہیں دیتا۔

حاصل : ناصحین کسی کو جبر سے راہِ راست پر نہیں لاتے۔

إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ ہاں جو منہ پھیرے اور کفر کرے۔

جو حق سے منہ پھیرے اور کفر کرے، وہ عملاً حق کا انکار کرنے کی بدولت، اللہ کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اس سے پھر ناصحین کا تعلق رہ ہی کیا جاتا ہے۔ نصیحت تو اسے ہی فائدہ دیتی ہے جو ہدایت کی طلب رکھتا ہو۔

حاصل : حق سے منہ پھیرنا اور اس کا انکار کرنا، گمراہی کی نشانیاں ہیں۔ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ تو اُسے اللہ بڑا عذاب دے گا۔

حق سے منہ پھیرنے والے کو اور انکار کرنے والے کو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا عذاب دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس عذاب کو اکبر کہا گیا ہے، اس کی شدت انتہا درجے کی ہوگی۔

حاصل : منکر اپنے اعمال کی بدولت ہی عذابِ اکبر کا مستحق ہوتا ہے۔

إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ بے شک ہماری ہی طرف انہیں لوٹ کر آنا ہے۔

اللہ کی طرف سے ہی سب کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف سب کو جانا بھی ہے۔ جب اللہ کی طرف واپسی کا یقین ہو تو پھر رُخ کا درست ہونا ضروری ہے، اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جانے سے انکار کرے تو اس کا انکار اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

حاصل : ہمارا آنا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے، ہماری واپسی بھی اسی کی طرف ہوگی۔ واپسی کے حوالے سے اپنے اعمال کو دیکھنا چاہئے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿۲۶﴾ ع ۱۳ — پھر ہم ہی کو ان سے حساب لینا ہے۔

جس نے توفیق دی ہے، مہلت دی ہے، اسی نے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ شاہدین کو بھی بھیجا ہے۔ فرمان، اللہ کا، نمونہ اس کا محبوب، ماننے والے کو فلاح، نہ ماننے والے کو خسارہ، سب کچھ واضح فرمادیا گیا ہے۔ حساب لینا، مالکِ کل کی شان ہے، کہ توفیق دینے والا بھی وہی ہے، اور اس سے کچھ مخفی نہیں ہے۔

حاصل: اللہ ہی حساب لینے والا ہے۔ اس کے حضور پیشی کا یقین ہو، تو پھر ہر مقام پر پاکیزگی قائم رہتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (9) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُوٓاْ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّواْ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَٰنِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿۲۳﴾

اے ایمان والو، اپنے باپ دادا اور بھائیوں کو دوست نہ رکھو، اگر وہ ایمان کو کفر پر ترجیح دیں۔ اور تم میں سے جو اُن سے دوستی کریں، وہی ظالم ہیں۔

سُورَةُ الفَجْرِ

آیاتها ۳۰ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ — فجر کی قسم۔

فجر کی قسم وہی قادرِ مطلق کھا رہا ہے، جس کے حکم اور علم سے یہ ہر روز رات کی تاریکی کے پردے کو چاک کر کے مشرقی افق پر سورج کے طلوع ہونے کی خبر دیتی ہے۔ فجر کے بعد ہونے والی تبدیلی کا یقین ہوتا ہے، کہ یہ ہر روز مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے خاتمے کا اعلان ہونے کی دیر ہے، موجودہ جلوت ختم ہو جائے گی، اور جس طرح رات کے بعد دن آجاتا ہے، اسی طرح اس دنیا کے خاتمے پر قیامت آجائے گی۔

حاصل: جیسے فجر کے بعد ہونے والی تبدیلی ناقابلِ تردید ہے، اسی طرح مہلت کے کلی طور پر خاتمے کے بعد قیامت کا آنا بھی ناقابلِ تردید ہے۔

وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ — اور دس راتوں کی۔

یہ دس راتیں ہر مہینے کی آخری راتیں ہیں، جن میں رات کی تاریکی بڑھتے بڑھتے ایک حد کو پہنچ جاتی ہے اور پھر نیا چاند طلوع ہوتا ہے۔

حاصل : اندھیرے کی انتہا پر نئے چاند کا طلوع ہونا مشاہدے میں آنے والی حقیقت ہے۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ اور جفت اور طاق کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا جوڑا بنایا ہے۔ جوڑے کے دو رکن ہوتے ہیں۔ دونوں اللہ کے علم مطلق سے وجود میں آتے ہیں۔ دنیا کا جوڑا آخرت میں ہے۔ ایک رکن ہمارے مشاہدے میں ہے، دوسرا رکن ہمارے مشاہدے میں آنے والا ہے۔

حاصل : دنیا کا جوڑا آخرت ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ اور رات کی جب وہ چل دے۔

رات جب چل دیتی ہے، تو پھر دن کا آنا یقینی ہوتا ہے۔ رات کو رخصت کرنا بھی اللہ کی قدرت ہے۔ کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے، کہ اگر اللہ رات کو یوم قیامت تک طویل کردے تو وہ دن کو لا کر دکھا سکتا ہے۔ کوئی یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتا، کہ اگر اللہ دن کو یومِ قیامت تک طویل کردے تو وہ رات کو لا کر دکھا سکتا ہے۔

حاصل : رات جب چل دیتی ہے تو دن آیا ہی چاہتا ہے۔ اللہ کی قدرت کے احاطے کو دیکھنا چاہئے۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ کیا اس میں عقل مند کے لئے اہم قسم نہیں ہے۔

مذکورہ چاروں قسمیں عقل مند کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ فجر کے بعد ہونے والی تبدیلی مشاہدے میں آنے والی حقیقت ہے۔ رات کی تاریکی کے انتہا پر پہنچنے کے بعد ہونے والی تبدیلی بھی مشاہدے میں آنے والی حقیقت ہے۔ جفت اور طاق بھی حقیقت ہیں۔ رات کے بعد دن کا آنا بھی اللہ کی قدرت کا ثبوت ہے کہ وہی رات کے بعد دن کو لاتا ہے، اور دن کے بعد رات کو لاتا ہے۔ عقل مند کو ماننا چاہئے کہ عُسر کے ساتھ یُسر کا مقام بھی رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو جن حالات سے گزارا جاتا ہے، علم عطا کرنے کے لئے گزارا جاتا ہے۔

حاصل : عقل مند حقائق سے فائدہ اٹھایا کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ دیکھا نہیں تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔

ہمارے بڑوں کا دیکھنا بھی ہمارا دیکھنا ہو جاتا ہے۔ قوم نوح کے بعد عاد کو زمین میں خلافت ملی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوت دی، بہت نعمتیں دیں۔ حضرت ھود علیہ السلام کو ان کی طرف حق کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا، تو ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، اور انہیں چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے رہے ہیں، تو لے آئیے وہ عذاب جس کا آپ وعدہ دیتے ہیں اگر آپ سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی۔

حاصل : قومِ عاد نے حق کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ وہ جو ارم تھے، بڑے ستونوں والے۔

قوم عاد نے فنِ تعمیر میں وہ مقام حاصل کیا، کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر رہائش گاہیں بنا لیتے تھے۔ انہیں بڑی طاقت دی گئی۔ انہیں بڑی نعمتوں سے نوازا گیا۔ انہیں اپنا ماضی یاد نہ رہا، اور طاقت کے نشے میں وہ اپنے انجام کی بات سننے کو تیار ہی نہ تھے۔ اتمامِ حجت کے حوالے سے جو کچھ بھی ہونا چاہئے تھا، وہ یقیناً ہوا، پھر انجام وہی ہوا، جس سے انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو خلافِ حق استعمال کرنے کا نتیجہ ہلاکت ہی ہوتا ہے۔ ماضی سے سبق سیکھنا عقل مندی ہے۔

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ جن کی مثل شہروں میں پیدا نہیں ہوئی۔

یہ لوگ جسمانی قوت کے حوالے سے، قد و قامت کے حوالے سے، حسنِ معاشرت کا ذوق رکھنے کے حوالے سے، پیشہ ورانہ مہارتوں کے حوالے سے بڑی شان رکھتے تھے، کہ پھر ان کی نظیر دیکھی نہیں گئی۔ جب یہ لوگ بھی راہِ راست سے ہٹ کر عبرت ناک انجام کو پہنچ چکے ہیں، تو پھر کسی اور قوم کے لئے غفلت باعثِ ہلاکت ہی ہو سکتی ہے۔

حاصل : توفیق جس درجے کی بھی ہو، غفلت باعثِ ہلاکت ہی ہوا کرتی ہے۔

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔

عاد کے بعد زمین میں ثمود بسے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو حق پہنچایا اور نصیحت کی کہ ماضی سے سبق سیکھو، اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی حیثیت کو، پہچانو، اللہ کی مقرر کردہ حدود کا احترام کرو، من مانی کرنے سے باز آؤ، تمہیں طاقت دینے والا، تمہیں نیست و نابود بھی کر سکتا ہے۔ قوم نے آپ کا انکار کیا، اور یہ کہا لے آیئے نا وہ عذاب، جس سے آپ ہمیں ڈرایا کرتے ہیں۔ عذاب آیا اور یہ قوم بھی نشانِ عبرت بن کر ختم ہو گئی۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کسی طاقت کی حیثیت ہی کیا ہے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ اور فرعون جو میخوں والا تھا۔

فرعون کے پاس سریع الحرکت فوج تھی، جو سازو سامان کے ساتھ خوب لیس تھی۔ کسی بھی جگہ قیام کرنے میں اور انتظام و انصرام کو بادشاہ کی منشا کے مطابق سخت کر دینے میں اسے زیادہ دیر نہیں لگتی تھی۔ فرعون بھی خلافِ حق کرتے ہوئے عبرتناک انجام کو ہی پہنچا۔

حاصل : ظلم کرنے والا، عمل کے لئے دی گئی توفیق کے خاتمے کے بعد، دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔

الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ ان لوگوں نے شہروں میں سرکشی کی۔

جن لوگوں نے اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو نظر انداز کر دیا، اور اپنی خواہشات کا اتباع کرتے رہے، وہ طاغوت کی راہ پر چل پڑے، ان کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہی ہوا ہے۔

حاصل : حدود اللہ کے احترام سے ہی امن قائم رہ سکتا ہے۔ شہروں میں سرکشی کرنے والوں

کو سخت سزا دی جانی چاہیے۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾

پھر ان میں بہت فساد مچایا۔

سرکشی کرنے والے، حق کی مخالفت کی بنا پر ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ اتحاد فساد کا باعث بنتا ہے۔ وہ حق کے خلاف جو منصوبہ بناتے ہیں، لوگوں کی خواہشات کو دیکھ کر بناتے ہیں۔ علاوہ بھلے لوگوں تک پہنچنے کے راستے مسدود کر دیتے ہیں۔ لوگوں کو اس طرح گھیر لینا کہ ان کے اندر ایک دوسرے کے کام آنے کی اہلیت ہی گھٹ جائے بہت بڑا فساد ہے۔

حاصل : سرکشوں کا اتحاد ہمیشہ باعثِ فساد ہوتا ہے۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

پھر تیرے ربّ نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

زمین میں فساد مچانے والوں پر عذابِ الٰہی کا کوڑا پہلے بھی برسایا گیا ہے، آئندہ بھی برسایا جائے گا۔ عذابِ الٰہی کا کوڑا جب پڑتا ہے، تو پھر فساد کرنے والے صفحۂ ہستی سے ایسے مٹادیے جاتے ہیں، جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں۔

حاصل : فساد مچانے والوں پر عذابِ الٰہی کا کوڑا پڑتا ہے تو پھر وہ صفحۂ ہستی سے مٹادیے جاتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔

زمین میں فساد مچانے والے اللہ تعالیٰ سے چھپ تو نہیں سکتے، اللہ کی قدرت ہر مقام پر ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہے۔ فساد مچانے والوں کو یہ زعم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہوشیار ہیں، ان کے پاس طاقت ہے، ان کے پاس وسائل ہیں اور وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انھیں متاعِ حیات دینے والا رب انھیں جب چاہے پکڑ بھی سکتا ہے۔ توفیق دینے والے رب کو توفیق چھیننے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔

حاصل : توفیق دینے والا رب، جب توفیق چھیننا چاہے تو اسے دیر ہی کیا لگتی ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

مگر انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے پھر اسے عزت و نعمت سے نوازتا ہے، تو کہتا ہے۔ میرے رب نے میرا اکرام کیا ہے۔

انسان کو جو بھی عطا ہوتا ہے، یہ دیکھنے کے لئے ہوتا ہے کہ یہ اس کو کیسے استعمال کرتا ہے۔ عزت و نعمت عطا کرنے والے سے یوں تعلق نہ ہو، تو پھر انسان کو یہ نظر آنے لگتا ہے کہ اس نے اپنی دانائی سے اور اپنی جہدِ مسلسل سے رفعت حاصل کی ہے، اس کے رب نے بھی اس کی عزت بڑھائی ہے۔ باحقیقت لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ عزت و نعمت عطائے ربی ہے، اس سے ان کا امتحان کیا جانے والا ہے کہ وہ عزت و نعمت پاکر مغرور تو نہیں ہو جاتے۔

حاصل : عزت و نعمت عطا کرنے والا، ہمارا رب ہی ہے۔ عزت و نعمت پاکر مغرور ہو جانے والا، اپنے رب کو کب مانتا ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ﴽ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾

اور جب امتحان کے لئے اس پر رزق کو تنگ کر دیتا ہے، تو کہتا ہے، میرے ربّ نے میری اہانت کی ہے۔

امتحان اور ابتلا کا مقام شکر کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے، مقام صبر کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ اگر بندہ اللہ کو علیم مطلق مانتا ہو تو رزق کی تنگی کی شکایت اس کی زبان پر نہ آئے گی۔ وہ یہ یقین رکھے گا، کہ یہ تنگی علم عطا کرنے کے لئے ہے، اور اس کے ساتھ عطا ہونے والے علم کی اہمیت اس قدر ہے کہ اس کے بغیر خدمتِ خلق کا حق کماحقہ ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : جو عزّت و نعمت پر فخر کرنے لگے، وہ رزق کے تنگ ہو جانے میں اپنی اہانت دیکھتا ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴽ﴿۱۷﴾

ایسا نہیں ہے، بلکہ تم یتیموں کی تکریم نہیں کرتے۔

ابتلا کا تعلق شکر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، صبر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ نہ اس میں اپنی شان و شوکت نظر آنی چاہئے، نہ اس میں اپنی اہانت نظر آنی چاہئے۔ یتیموں کی تکریم کرنے والا، ناداروں کے دکھ کو سمجھتا ہے۔ وہ ان کے سامنے اپنے عزیزوں سے بھی پیار نہیں کرتا مبادا ان کو ماضی کی یاد تڑپا دے۔ وہ ان کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو دیکھ کر راضی ہو جاتے ہیں۔

حاصل : یتیموں کی تکریم ہم پر فرض ہے۔ اس سے جو اہلیت پیدا ہوتی ہے، اس کو محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴽ﴿۱۸﴾

اور ایک دوسرے کو مسکین کو طعام دینے کا شوق نہیں دلاتے۔

مسکین کو کھلانا اور اسے آسانی مہیا کرنا، اللہ کی رضا کے لئے ہو، تو اس کام کو شوق سے کیا جاتا ہے، اور وہ شوق اس قدر ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی نظر آتا ہے، اور ان کے اعمال کو بھی حسین کر دیتا ہے۔

حاصل : مسکینوں کو کھلانا اور انہیں آسانی مہیا کرنا ایسے ہونا چاہئے کہ دوسروں کے اندر بھی اس کا شوق بڑھے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴽ﴿۱۹﴾

اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

میراث قلیل ہو یا کثیر، اس کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق ہونی چاہئے۔ میراث کے مال کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والے اور اسے بے جا ہڑپ کر جانے کی نیت رکھنے والے یہ نہیں دیکھتے، کہ وہ جو کچھ مستحقین کے ساتھ کر رہے ہیں، وہ ان کے اپنے وارثوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، اور یہ انہیں کبھی گوارا نہ ہو گا۔

حاصل : دیکھنا چاہئے جو کچھ ہم کسی کے ورثاء کے ساتھ کر رہے ہیں، وہی کچھ ہمارے ورثاء کے ساتھ ہو تو کیا ہمیں اچھا لگے گا۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ اور مال کی محبت میں متوالے ہو۔

اگر اللہ کی عطا کو اس کی رضا کے مطابق تصرف میں لانے کی فکر ہو تو پھر کسی بھی مقام پر دیکھا جائے، اللہ کی عطا کافی نظر آئے گی۔ جب رخ اس کے خلاف ہو تو پھر مال کی کوئی بھی مقدار حب مال کی سطح سے انسان کو بلند نہیں کر سکتی۔

حاصل : حب مال میں پھنسا ہوا حقائق کو جاننے کی طلب ہی نہیں رکھتا، وہ اس پر منکشف کیسے ہو سکتے ہیں۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ تو جب زمین کوٹ کوٹ کر ہموار کر دی جائے گی۔

حب مال سے ہٹ جانا اس دن ضروری معلوم ہو گا، جب زینتِ زمین کو ختم کر دیا جائے گا، پہاڑ ریت بن کر اڑتے ہوں گے اور زمین ہموار کر دی جائے گی۔

حاصل : حبّ مال اور حبّ الناصحین کا کسی وجود میں جمع ہونا ممکن ہی نہیں۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ اور تیرے رب کا فرمان آئے گا اور فرشتے صف بہ صف حاضر ہوں گے۔

رب العالمین تعین سے پاک ہے۔ یوم الدین کا مالک ہے۔ اس دن رب اللعالمین کی شان اس طرح واضح ہو گی، کہ حب مال کا خیال بھی نہ آئے گا۔ جلالِ الٰہی انسان کو حیرت زدہ کر دے گا۔ ملائکہ صف بہ صف حاضر ہوں گے۔ امر الٰہی کی تعمیل کے لئے نہایت ادب سے حاضر ہونے والوں کے سامنے انسان اپنی حیثیت کو ہیچ پائے گا۔

حاصل : حبّ مال کی موجودگی میں یوم الدّین کے مالک کی شان کا پتہ ہی نہیں لگتا۔

وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا۔ اس دن انسان غور کرے گا، مگر اس وقت غور کرنے کا حاصل کیا ہو گا۔

انسان کا اپنا کیا ہوا اس کے سامنے آئے گا، ان معنوں میں جہنم کو اس کے سامنے لایا جائے گا۔ اس دن وہ انجام سامنے نظر آ رہا ہو گا، جس کی اسے خبر دی جاتی رہی تھی۔ بچ جانے کی بھی کوئی سبیل نہ ہو گی۔ اب انسان غور تو کرے گا، حق کو ماننا قطعاً مشکل نہ ہو گا، مگر ماننا تبھی نافع ہو سکتا ہے جب عمل کے لئے دی گئی مہلت موجود ہو، اور اس مہلت میں اپنی صداقت کا عملاً ثبوت دیا جائے۔ جب یوم الدین کا ظہور ہو چکا ہو تو پھر عمل کے لئے دی گئی مہلت تو ختم ہو چکی ہو گی، اس وقت کا غور و فکر لاحاصل ہو گا۔

حاصل : انسان کے اپنے کئے کا انجام اس کے سامنے آئے گا۔ یوم الدّین کو غور و فکر کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ حال پر غور و فکر کرنے سے ہی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ کہے گا، کاش میں نے اپنی حیاتی کے لئے

کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

حق کو جھٹلانے والا، قیامت کے دن یہ دیکھ لے گا، کہ باقی رہنے والی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، جس کو وہ مانتا ہی نہ تھا۔ تب وہ کہے گا، کاش میں نے اس زندگی کے لئے کچھ کیا ہوتا۔ جو عمل اللہ کی رضا کے لئے ہو وہی دنیا میں باعث راحت ہوتا ہے، وہی آخرت میں باعثِ راحت ہوتا ہے۔

حاصل : آخرت کا یقین نہ ہو تو کچھ آگے بھیجنے کا مقام ہی نہیں آتا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ تو اس دن اس کا سا عذاب کوئی نہیں دے سکتا۔

عذاب الٰہی، انسان کے اعمال کی پوری پوری سزا ہو گی، جو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے، اور اس کا تعلق یومِ قیامت سے ہے۔ پھر اس کے خاتمے کا علم بھی نہ ہو گا، اور بچاؤ کی کوئی صورت بھی نہ ہو گی۔

حاصل : مجرم کو پوری پوری سزا، صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ اور نہ اس جیسا باندھنا کوئی باندھ سکتا ہے۔

انسان اپنے برے اعمال کے انجام میں جس طرح جکڑ لیا جائے گا، اس جیسا باندھنا کوئی اور نہیں ہو سکتا، کہ کسی درجے کی کوئی بھی سہولت اسے حاصل نہ ہو گی۔

حاصل : انسان کا اپنے اعمال کے حاصل میں جکڑا جانا بہت بڑی بندش ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ اے مطمئن نفس والے۔

نفسِ امارہ کے امر کے مقابل، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کے امر کو مانا جائے تو پہلے درجے میں صداقت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اس سے محبت ہو جائے تو اعمال کی اصلاح پر اس کی شہادت نصیب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اطمینان عطا ہو جاتا ہے۔ مطمئن نفس والے کی یہ شان ہے، کہ وہ مقامِ شکر پر بھی پورا رہتا ہے، مقامِ صبر پر بھی پورا رہتا ہے۔ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے، باذن اللہ ہو رہا ہے، اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

حاصل : اطمینان والے صاحب کو دیکھ کر بندے کو جو تقویت ملتی ہے، اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہوتا۔

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

اطمینان والے صاحب کو بلایا جاتا ہے، اور اسے اللہ کی رضا کے حصول کی مبارکباد دی جاتی ہے۔ جو اللہ کے دوست کو دوست بنا لے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کی رضا کو مطلوب بنا لے، اسے اطمینان کا خزانہ عطا ہو جاتا ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

حاصل : جو اللہ کی رضا کو مطلوب بناتے ہوئے، اللہ کے دوست کو دوست بنالے، وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۲۹﴾ تُو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔

اطمینان والے صاحب کو عبادِ مخلصین میں شامل ہونے کا شرف عطا کیا جاتا ہے۔ جسے اللہ کی رضا مطلوب ہو، اسے شاہدین کی معیت سے زیادہ کچھ عزیز نہیں ہوتا، حیاتِ دنیا میں بھی حیاتِ آخرت میں بھی۔

حاصل : نفس مطمئنہ والوں کو شاہدین کی معیت سے زیادہ کچھ عزیز نہیں ہوتا، حیاتِ دنیا میں بھی، آخرت میں بھی۔

ع **وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿۳۰﴾** اور میری جنّت میں داخل ہو جا۔

جنت کی حقیقت راحت ہے، اور راحت اللہ کے محبوب کے قدم سے لگی ہوئی ہے۔ جو اللہ کے محبوب کے قدم بہ قدم ہو جائے، اسے جنت عطا ہو جاتی ہے۔

حاصل : جو اللہ کے پاک بندوں کی صف میں شمار ہو جائے، اسے جنّت کی طرف بلایا جاتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام (6) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿۳۱﴾

بے شک وہ خسارے میں رہے، جنھوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا، حتیٰ کہ ساعت ان پر اچانک آگئی، بولے ہائے افسوس کہ قیامت کو ماننے میں ہم نے تقصیر کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہیں۔ ارے کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ اس شہر کی قسم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ شریف کے شہر کے لئے یہ دعا فرمائی تھی، کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا ٹھہرا دے، اور اس کے اہل کو ثمرات سے رزق دے۔ آپ نے یہ دعا بھی فرمائی تھی کہ ایک رسول، یہاں مبعوث فرما، جو لوگوں پر تیری آیات تلاوت فرمائے، انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اور انھیں پاک کرے، بے شک تو عزت والا، حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ اسی شہر میں آپ کی بعثت ہوئی۔ یہ شہر خاتم النبیین صلی اللہ

علیہ وسلم کی رسالت پر گواہ ہے، اس لئے اس شہر کی قسم کھائی گئی ہے۔

حاصل : مکہ شریف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر گواہ ہے۔ مقامِ شہادت ہونے کے حوالے سے اس کی قسم کھائی گئی ہے۔

وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ اور آپ اسی شہر میں مقیم ہیں۔

اسی شہر مکہ شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی سند کے طور پر آپ مقیم ہیں۔ جس کی بعثت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کو امن والا ٹھہراتے کی دعا کی تھی، اس ذاتِ بابرکات کو اسی شہر میں تکلیف دی جائے، تو اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل : جس کی بدولت کسی مقام کو تقدس ملے، اس کی شان، اس مقام کے مقابل ارفع ہوتی ہے۔

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ اور والد کی قسم اور اس کی اولاد کی قسم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام والد ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خدمت سپرد کی، کہ اللہ کے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، عاکفین کے لئے، رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے ستھرا رکھیں۔ والد اور ولد کی شان ملاحظہ ہو کہ دونوں مامور من اللہ ہیں۔ جس رسول کی بعثت کے لئے یہ دعا گو ہوں گے، اس کی شان کی مثل بندوں میں کسی کا مقام نہیں ہو سکتا۔

حاصل : جو شان والوں کی دعا سے مبعوث ہوا ہے، اس کی قدر و منزلت میں کوتاہی، خسارے کا باعث ہی ہو سکتی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ﴿٤﴾ کہ ہم نے انسان کو تکلیف میں رہنے والا بنایا ہے۔

انسان کو ضعیف خلق کیا گیا ہے۔ عجلت پسندی اس کا خاصہ ہے۔ وہ رنج والم میں پڑا رہتا ہے۔ نفس کی طرف سے یہ ترغیب ملتی رہتی ہے کہ خواہش کی پیروی سے راحت حاصل ہوگی، اور انسان اپنی تجویز میں لگا رہتا ہے۔ بندگی یہ ہے کہ جس کی طرف سے بھیجا گیا ہے، اس کا رُخ رکھے۔ جس کی عطا کردہ نعمتوں کو تصرف میں لاتا ہے، اس کے امر کو ادب سے مانے، اور جس نے اس کے اس دنیا میں آنے سے پہلے اور اس دنیا سے جانے تک کا پورا اہتمام کر رکھا ہے، اسی پر توکل کرے۔ مگر کرتا یہ ہے کہ جب تک کسی معلم کے بارے میں اسے غائبانہ تعارف حاصل ہو اس کا انتظار کرتا ہے، جب اس ذات بابرکات سے میل ہو جائے تو اپنی اغراض کو سامنے لے آتا ہے، اور یہی جانتا ہے کہ خواہشات کے اتباع سے ہی وہ اپنے تشخص کو قائم رکھ سکتا ہے۔ جیسے جیسے خواہش کی صورت بدلتی رہتی ہے، خوف و حزن کی صورت بھی بدلتی رہتی ہے۔ اپنی پسند کے گرد اس طرح پھرنے والا کسی منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔

حاصل : مشقت سے پاک کرنے والے ہی خوف و حزن سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ان کے اتباع سے ہی اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت نہیں۔

انسان جزا کا انکار کرتے وقت یہی سمجھتا ہے کہ اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہو سکتا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے، کہ توفیق دینے والے کی قدرت کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا، اور توفیق کی نسبت سے ہی پوچھ بھی ہوتی ہے۔ انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی مراجعت بھی اس کی طرف ہو گی۔ قادرِ مطلق کے احاطے کو ماضی میں بھی دیکھا جا سکتا ہے، حال پر بھی دیکھا جا سکتا ہے، مستقبل میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی بے بسی کو ماننا ہی عقل مندی ہے۔

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال تلف کر دیا ہے۔

جس کو جزا کا یقین نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اپنی دانائی اور کاوش کا نتیجہ جانتا ہے۔ جب اسے حق داروں پر خرچ کرنے کے لئے کہا جائے تو وہ کہتا ہے، میں تو ڈھیروں مال ایسے کاموں میں اڑا چکا ہوں۔ جسے اللہ کی رضا مطلوب ہو وہ کبھی ایسی بے ہودہ بات نہیں کر سکتا۔

حاصل : جو کلمہ غرور سے تعلق رکھتا ہو وہ بھلے لوگوں کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا۔

أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٧ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے دیکھا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو، اس کی طرف سے دی گئی مہلت کو بندہ اپنی کاوش کا نتیجہ جانتا رہے تو وہ من مانی کرنے سے باز نہیں آتا۔ لوگوں کے سامنے وہ اصول و ضوابط کی باتیں کرتا ہے، اور ان سے چھپ کر وہی کرتا ہے، جس کا اسے نفسِ امارہ کی طرف سے امر دیا جاتا ہے، اور سمجھتا یہ ہے کہ اسے جزا دینے والے نے دیکھا نہیں۔

حاصل : اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہو سکتا۔ یہ یقین ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو پھر خلافِ حق کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝٨ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں ٹھہرائیں۔

آلاتِ بصارت کا ذکر کیا گیا ہے، کہ حضرتِ انسان کو مشاہدے کے لئے دو آنکھیں دی گئی ہیں۔ انسان اس توفیق سے کتنے ہی کام کرتا ہے۔ جس قادرِ مطلق نے یہ توفیق دی ہے وہ تو سب کچھ دیکھتا ہے، اور سب کچھ جانتا ہے۔ آنکھیں ہمارے جذبات کے اظہار میں وہ مقام رکھتی ہیں، جو دوسرے اعضاء نہیں رکھتے۔ آنکھوں سے حاصل ہونے والے فوائد نظر میں ہوں تو معطیٔ مطلق کی قدر کرنا بھی ضروری ہے۔

حاصل : جس نے انسان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں دی ہیں، اس سے بڑا دیکھنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝٩ اور اسے ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔

بیان کے لئے زبان اور دو ہونٹ بھی اللہ نے ہی دیے ہیں۔ ان آلات کے عطا کرنے والے کی ناشکری میں ان آلات کو

استعمال کرنا کتنی بری بات ہے۔ ان آلات کو اگر حق کے مطابق نہ ہلایا جائے تو پھر یہ خلافِ حق ضرور ہلیں گے۔ ذائقے کو محسوس کرنا، خوراک کو چبانے کے عمل سے گزارنا، اس میں دہن کی رطوبات کو شامل کرنا، پھر خوراک کو حلق کی طرف لے جانا اور منہ کے اندر طبعی کیفیت کو بحال کرنے کی کوشش کرنا، وغیرہ کتنے ہی کام ہیں، جو زبان اور ہونٹ انجام دیتے رہتے ہیں۔ نعمت کی اہمیت واضح ہو تو منعم کی شکرگزاری ہی طبعی رویہ ہوتا ہے۔

حاصل : زبان اور ہونٹ حق کے مطابق ہلتے رہیں، تو بندہ اپنے قول کی حفاظت کررہا ہوتا ہے۔ قول سدید ہو تو اعمال کی اصلاح ممکن ہوتی ہے۔ نعمت کی اہمیت واضح ہو تو منعم کی شکرگزاری ضرور ہوتی ہے۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ اور اسے دونوں راہیں نہیں دکھادیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ساتھ زمین پر آنے والوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آئے گی، پھر جن لوگوں نے اس ہدایت کا اتباع کیا، ان پر خوف وحزن کا مقام نہ رہے گا۔ اللہ کے مقبول بندے ہر زمانے میں حق کو ماننے والوں کو یہ بشارت دیتے رہے ہیں کہ وہ فلاح پائیں گے، حق کا انکار کرنے والوں کو ڈراتے رہے ہیں کہ وہ بڑے خسارے میں پڑیں گے۔ انسان کو شعور کے ساتھ ہی راہِ عمل کا تعین کرنا ہوتا ہے، چاہے وہ بھلائی کا راستہ اختیار کرے، چاہے وہ برائی کا راستہ اختیار کرے۔

حاصل : انسان شعور کے ساتھ ہی راہِ عمل کا تعین کرتا ہے، چاہے وہ بھلائی کی راہ لے، چاہے وہ برائی کی راہ لے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ پھر وہ اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

رخ خواہشاتِ نفس کے خلاف ہو تو وہ درست ہوتا ہے اور یہ نفس پر گراں ہوتا ہے اسی لئے اسے اونچی گھاٹی فرمایا گیا ہے۔ اس پر چڑھنے کی ہمت تبھی ہوتی ہے، جب صادقین کا ساتھ ہو۔

حاصل : اللہ کے پاک بندوں کا ساتھ نصیب ہو تو اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت ہوتی ہے، ورنہ نہیں ہوتی۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ اور تجھے کیا پتہ ہے کہ وہ اونچی گھاٹی کیا ہے۔

اونچی گھاٹی کے بارے میں محض قیاس آرائی کفایت نہیں کرتی، علمِ حقیقی عمل کے بعد عطا ہوتا ہے۔ حال ہمیشہ حال پر عطا ہوتا ہے، اور صاحبِ حال سے عطا ہوتا ہے۔

حاصل : قیاس سے اونچی گھاٹی کی حقیقت کو جاننا ممکن نہیں۔ حق کو پہنچانے والے ناصحین کا ساتھ ہوگا، تو حق کا پتہ لگے گا۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔

اونچی گھاٹی کی وضاحت فرمائی گئی ہے، کہ اس میں سب سے بلند مقام کسی بندے کی گردن کو چھڑانا ہے۔ کسی مقروض کا قرض ادا کر دیا جائے تو اس کی گردن چھوٹ جاتی ہے۔ یہ عمل اللہ کی رضا کے لئے ہو، اور مقروض پر احسان چڑھانے کی بجائے اس کا شکریہ ادا کیا جائے، کہ اس نے خدمت کا موقع فراہم کر کے، گردن چھڑانے والے کو انعام کا حق دار بنا دیا ہے، تو یہ بڑا بلند مقام ہے۔

حاصل : کسی مقروض کو قرض سے نجات دلانا، بڑا بلند مقام ہے۔

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یا بھوک کے دن طعام دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی اس کی عطا کردہ توفیق کی نسبت سے ہی ہو گی۔ مقروض کو قرض سے نجات دلانے کے بعد، بھوک کے دن حق داروں کو کھانا کھلانا بھی بڑی نیکی ہے۔ بھوک کے دن، حق داروں کو یہ معلوم ہو کہ انہیں طعام کسی جگہ سے عزت کے ساتھ مل سکتا ہے، تو یہ بڑی بات ہوتی ہے۔

حاصل : صاحبِ ثروت لوگ جہاں بھی رہتے ہوں، ان کے ہاں ضرورت مندوں کو کھانا کھانے میں آسانی نظر آنی چاہئے۔

یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ یتیم قرابت دار کو۔

یتیم کی تکریم اللہ کے نزدیک بڑی قابلِ قدر صفت ہے۔ اس کو محبت سے کھلانا، اپنے بچوں کے مقابل اس سے ترجیحی سلوک کرنا، اپنے بچوں کو اس کے احترام کی طریقت بتانا، اور اس کی خدمت کو اپنے لئے بڑی سعادت جاننا بھی اونچی گھاٹی چڑھنے والی بات ہے۔

حاصل : یتیم قرابت دار کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے، کہ اسے اپنی مشکل بیان کرتے ہوئے گھبراہٹ نہ ہو۔

اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ یا مسکین خاکسار کو۔

خاکسار مسکین ایسا حاجت مند ہوتا ہے، کہ اس کے پاس اپنا برتن بھی نہیں ہوتا۔ اس کو کھانا کھلانا اور اسے آسانی مہیا کرنا بھی بڑی خدمت ہے۔ یہ بھی اونچی گھاٹی چڑھنے والی بات ہے، کہ اس پر بھی نفسِ امارہ خوش نہیں ہوتا۔

حاصل : خاکسار مسکین کو کھانا کھلانا اور اسے آسانی مہیا کرنا، رضائے الٰہی کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿۱۷﴾

پھر اسے ان لوگوں میں سے ہونا چاہئے، جو ایمان لائے ہیں، اور صبر کی وصیت کرتے ہیں، اور ایک دوسرے پر رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔

مساکین سے محبت ہو تو ایمان والوں میں شمار ہوتا ہے، ورنہ ایمان کا دعویٰ ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ ایمان والے اپنے

ساتھیوں کو یہ بتاتے ہیں کہ عزیزو یہ نہ دیکھو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے، یہ دیکھو تمہیں حق کے مطابق کیا کرنا چاہئے۔ اپنے ساتھیوں پر رحم کیا جائے گا، تو انہیں آسانیاں بھی حاصل ہوں گی، انہیں علم بھی حاصل ہو گا، ان کی تربیت بھی ہوتی رہے گی۔ حسنِ معاشرت کو بڑھانا بھی اونچی گھاٹی چڑھنے والی بات ہے۔

حاصل : ایمان والوں کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اپنے ساتھیوں کو صبر و رحم کی وصیت کرتے رہنا چاہئے۔ حسنِ معاشرت کو بڑھانا بھی اونچی گھاٹی چڑھنے والی بات ہے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وہ اصحابِ یمین ہیں۔

جو لوگ اونچی گھاٹی چڑھتے ہیں، ان کا رخ ہر مقام پر خیر کا ہوتا ہے، شاہدین کی معیت میں ہونے کی اہمیت ان پر روشن ہوتی ہے، یہ لوگ کبھی من مانی نہیں کرتے، ان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

حاصل : فلاح پانے والے لوگوں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہ بائیں ہاتھ والے ہیں۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نہ مانا، وہ جزا کے منکر ہیں، اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں۔ ان کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور یہ صریحا خسارے میں پڑنے والے ہیں۔

حاصل : آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور یہ صریحا خسارے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ یہ لوگ آگ میں بند کردیئے جائیں گے۔

آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے ظالم ہوتے ہیں۔ ان کے ظلم کی وجہ سے ان کے گرد ایک احاطہ بنتا رہتا ہے۔ جب وہ حد اصلاح سے گزر جائیں تو گردن تک پہنچے ہوئے احاطے کو سرپوش کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے برے اعمال سے پیدا ہونے والی آگ میں ہر طرف سے گھر جاتے ہیں۔ اس آگ سے نجات کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔

حاصل : آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے ہر طرف سے آگ میں گھر جائیں گے، اور اس آگ سے نجات کی کوئی راہ نہ ہو گی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾

کہیں کافروں کو معلوم ہوتا جب اپنے مونہوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے، اور اپنی پیٹھوں سے بھی آگ کو نہ روک سکیں گے، اور انہیں کوئی مدد بھی نہ مل سکے گی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۞ ۱ اور شمس اور اس کی روشنی کی قسم۔

سورج اور اس کی روشنی سے حاصل ہونے والے فوائد کو شمار کرنا ممکن نہیں۔ اس کا کوئی متبادل بھی نہیں۔ اتنا عظیم اور اتنا احسن انتظام کرنے والے قادرِ مطلق کی شان کو نظر انداز کر دینا، بڑے غرور کا ثبوت ہو گا۔

حاصل : سورج اور اس کی روشنی سے حاصل ہونے والے فوائد بے بدل بھی ہیں، بے شمار بھی ہیں۔ خالقِ کل کے ساتھ اپنے تعلق کو دیکھتے رہنا چاہیے۔

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۞ ۲ اور قمر کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے۔

سورج اور اس کی روشنی میں ہونے والے تغیرات کے بعد زندگی کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے چاند اس کے پیچھے آتا ہے۔ حرارت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، اسے برودت سے سنبھالا جاتا ہے۔ یہ بے بدل انتظام بھی علیم مطلق کا ہے، اور اس میں انسان کے لئے بے شمار فائدے ہیں۔

حاصل : سورج کی روشنی میں ہونے والے تغیرات کے بعد چاند کی روشنی میں زندگی کا عمل آگے بڑھتا ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۞ ۳ اور دن کی قسم جب وہ چمکا دے۔

دن اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، کہ صفحۂ زمین کو روشن کر کے، کاموں کے لئے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے جو سہولت درکار تھی، وہ اللہ کے علم سے ہی عطا ہوئی ہے۔

حاصل : دن کی روشنی سے انسان کے معاملات کا تعلق بہت واضح ہے۔ اس نعمت کے مالک کی شان پر نظر رکھنی چاہیے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۞ ۴ اور رات کی قسم جب وہ ڈھانپ لے۔

بندے کو خدمتِ خلق کا جو بھی شرف حاصل ہو، اس سے اللہ کی مخلوق کو حق کے مطابق فائدہ پہنچائے، تو ایک وقت کے بعد سکون و آرام بھی اس کی طبعی ضرورت ہوتا ہے۔ اس کے لئے اللہ نے رات کو موزوں بنایا ہے۔ رات جب صفحۂ زمین پر چھا جاتی ہے، تو سکون کے لئے لوازمات مہیا ہو جاتے ہیں۔ اس میں شانِ الٰہی کو دیکھنا چاہیے۔

حاصل : رات میں سکون و آرام کی طریقت بھی اسی معیار کے حوالے سے ہو گی، جو اللہ کے نزدیک سند کا درجہ رکھتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ اور آسمان اور اس کی نوعیتِ ساخت کی قسم۔

آسمان اور اس کی ساخت میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس میں انسان کے بے شمار فائدے ہیں۔ اس سے بارش ہوتی ہے، تو مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اس پر ستاروں کو زینت دی گئی ہے، جو اپنے اپنے کام کو منشاءِ الٰہی کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں۔ کائنات کے نظم کو درستگی کے ساتھ چلنے کے لئے جس چھت کی ضرورت تھی، اور جیسی چھت کی ضرورت تھی، اللہ نے ہی وہ بنائی ہے۔

حاصل : آسمان اور اس کی ساخت میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ عنایاتِ الٰہی کے حوالے سے بھی اپنے مقام کو دیکھنا چاہئے۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ اور زمین اور اس کو بچھانے کے طریقے کی قسم۔

آسمان اور زمین کو ہمارے لئے خدمات پر لگانے والا، اللہ ہی ہے۔ زمین سے حاصل ہونے والے فوائد بھی شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اللہ نے اس کو جس طریقے سے بچھایا ہے، وہ بھی اللہ کے علمِ مطلق کی شان کا مظہر ہے۔ اس زمین پر رہنے کے لئے راہِ راست کو بھی اللہ نے روشن کر دیا ہے۔ اس راہِ راست پر رہنے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔ اس راہِ راست سے ہٹنے کا نتیجہ فساد ہی ہوتا ہے، اور فساد انسانی معاشرے کے لئے مہلک ہوتا ہے۔

حاصل : زمین کو اللہ کے علم سے بچھایا گیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا علم ہو، تو خالقِ کل کا شکرگزار ہونا بھی طبعی بات ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ اور نفس اور اس کے سنوارنے کی قسم۔

نفس کا خالق بھی اللہ ہے۔ اس کو شان عطا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ اللہ نے ہی اس کو نطق عطا فرمایا ہے، اسے سماعت و بصارت سے نوازا ہے، اسے فہم و ادراک دیا ہے، تدبر کرنے کی توفیق دی ہے، علم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے، اور کائنات میں خلیفہ ہونے کے حوالے سے جو کچھ بھی اسے درکار تھا، وہ اللہ نے اپنے علم سے عطا فرما دیا ہے۔

حاصل : اپنے نفس کو امرِ الٰہی کے تابع رکھنا چاہئے۔ اللہ کی عطا پر نظر ہو تو ناشکری ممکن ہی نہیں ہوتی۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ پھر اسے فجور اور تقویٰ کی سمجھ دی۔

نفس کے اندر فجور اور تقویٰ کے جاننے کا مقام بھی اللہ نے رکھا ہے۔ وہ طاعت و معصیت میں فرق کر سکتا ہے۔ فجور اس کی خواہشات کے اتباع کا حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ، متقین کی طریقت ہے اور ان کی معیت سے حاصل ہوتا ہے۔ فجور و تقویٰ میں امتیاز کرنے کی اہلیت نہ ہو تو جزا نہیں ہو سکتی۔ نفس خوب جانتا ہے کہ وہ من مانی کرتے ہوئے فجور کا مرتکب ہو رہا ہے، یا حق کو مانتے ہوئے متقین کے ساتھ ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

حاصل : فجور و تقویٰ کی سمجھ یہ ثابت کرتی ہے، کہ بندے کو اس کے اعمال کا صلہ ضرور دیا جائے گا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۙ﴿۹﴾ اس نے فلاح پائی جس نے اسے پاک رکھا۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نفس کو تزکیہ حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کی سعادت اسے حاصل ہو سکتی ہے۔ نفس کو تزکیہ حاصل ہو جائے تو اس کی اپنی کوئی بات نہیں رہتی۔ جس کی اپنی کوئی بات نہ رہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی بات عطا ہو جاتی ہے۔ یہ فلاح کی ابتداء ہے۔ انتہاء یہ ہوتی ہے کہ اس پر محبوبِ الٰہی کا رنگِ شہودی چڑھ جاتا ہے، اور وہ مشہود ہو جاتا ہے۔ اللہ چاہے تو شاہد بھی ہو جاتا ہے۔

حاصل : تزکیہ ہو تو عمل سے بسم اللہ ہوتی ہے، ورنہ بسم اللہ کا قول سچا ثابت نہیں ہوتا۔
فلاح اور تزکیہ لازم و ملزوم ہیں۔

وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ؕ﴿۱۰﴾ اور نامراد ہوا جس نے اسے فجور میں دبا دیا۔

جب نفس تقویٰ کی راہ کو اختیار کرنے سے انکار کر دے تو اس پر اس کی چاہت غالب ہو جاتی ہے، وہ فجور کی راہ اختیار کرنے کے ساتھ مغرور بھی ہو جاتا ہے۔ جب خلافِ حق کام اس کا حال ہو جائے تو پھر نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حاصل : جب نفس من مانی کرنے پر لگ جائے تو پھر وہ فجور کا دلدادہ ہونے کی وجہ سے نامرادی کو اپنے لئے مقدر کر لیتا ہے۔

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰىهَاۤ ۙ﴿۱۱﴾ ثمود نے سرکشی کی وجہ سے تکذیب کی۔

قوم ثمود کی مثال بیان فرمائی گئی ہے، کہ اس قوم نے فجور کی راہ اختیار کی۔ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کی روشن نشانی کو دیکھ کر بھی آپ کو جھٹلایا۔ حق کو ماننے کے لئے جو کچھ درکار تھا، وہ ان کے سامنے بالکل واضح تھا، مگر سرکشی ان کا مزاج بن گئی تھی۔ من مانی کرنے میں ہی انہیں اپنی شان نظر آتی تھی۔ یہی سرکشی ان کی نامرادی کا سبب بنی۔

حاصل : سرکشی و نامرادی لازم و ملزوم ہیں۔

اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰىهَا ۙ﴿۱۲﴾ جب ان میں سے شقی ترین اٹھ کھڑا ہوا۔

حق کی تکذیب کرنے والے شقی ہوتے ہیں، سرکش ہوتے ہیں۔ ان کی قیادت کرنے والا اشقی ہوتا ہے۔ خواہشات کے حوالے سے یکجا ہونے کے سبب ان کو عذابِ الٰہی گھیر لیتا ہے۔ قوم ثمود نے جب اللہ کی مقرر کردہ حد کے احترام میں اپنا نقصان دیکھا، تو وہ اس حد کو توڑنے کے لئے تیار ہو گئے، اور سرکشی میں ان کی قیادت کرنے والا اٹھ کھڑا ہوا۔

حاصل : سرکشوں کا قائد اشقی ہوتا ہے۔ اس کے اٹھ کھڑا ہونے کے معنی یہی ہوتے ہیں، کہ سرکشوں کی تباہی دور نہیں ہے۔

فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا ؕ﴿۱۳﴾ تو اللہ کے رسول نے اُن سے فرمایا، کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے خبردار رہو۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کر دیا تھا، کہ اللہ کی اونٹنی کا احترام اس قوم پر فرض ہے۔ یہ جہاں سے چاہے

کھاتی پھرے۔ اسے برائی کے ساتھ مَس کرنا، گناہ ہے۔ جب اس کی باری ہو پانی کے گھاٹ پر آنے کی، تو اپنے جانوروں کو پانی کے گھاٹ سے دور رکھو۔ اللہ نے جو حد تمہارے لئے مقرر کر دی ہے، اس حد کے احترام میں ہی تمہاری بھلائی ہے، ورنہ تمہیں المناک عذاب گھیرے گا۔

حاصل : حق پہنچانے والے، حدود اللہ کے احترام کی تعلیم دیتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ اتمامِ حجت کا مقام آجاتا ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾

تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں، تو اُن کے رب نے اُن کے گناہوں کے سبب اُن پر عذاب نازل کیا اور اُنہیں صفحہءِ ہستی سے مٹا دیا۔

سرکشی کرنے والے لوگوں کی قیادت اشقی نے کی مگر یہ سب اللہ کے رسول کی تکذیب میں شریک تھے، اللہ کی اونٹنی کو برائی کے ساتھ مَس کرنے کے فیصلے میں شریک تھے، اللہ کی مقرر کردہ حدود کو توڑنے میں شریک تھے، اس لئے ان سب پر ان کے گناہوں کے سبب عذاب کا کوڑا بھی پڑا، پھر یہ پچھتاتے رہ گئے اور اللہ نے ان کا صفایا کر دیا۔

حاصل : حدود اللہ کا توڑنا، عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ کسی قوم کا صفایا کرتے اللہ کو دیر نہیں لگتی۔

ع وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

اور وہ اس کے انجام کا کوئی خوف نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کی مشیت کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کسی قوم کی ہلاکت کا فیصلہ اللہ کے علمِ مطلق سے ہی ہوتا ہے، اور اتمامِ حجت کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لئے اس کا انجام وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

حاصل : اللہ کے فیصلے کا انجام وہی ہوتا ہے، جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کسی پر ظلم تو کرتا ہی نہیں، لوگوں کا کیا ہی ان پر ڈال دیتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (17) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾

اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی، ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے۔ پھر انہوں نے اس پر ظلم کیا۔ اور ہم نشانیاں تو خوف دلانے کے لئے ہی بھیجتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝۱ قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔

رات کے چھا جانے سے، اللہ کی قدرت عیاں ہوتی ہے۔ آرام وسکون کے لئے سب کچھ موزوں کر دیا جاتا ہے۔ مخلوق کی ضروریات کا سب سے بڑا علم خالق کو ہی ہے۔ اس کی شان پر نظر رکھنے والے کے لئے رات کے چھا جانے میں، اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

حاصل : رات کے چھا جانے میں، اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنا چاہئے۔

وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝۲ اور دن کی قسم جب وہ تجلّی کرے۔

رات کی صورت میں خلوت ختم ہو تو دن کی صورت میں جلوت کا مقام آتا ہے۔ دن کی جلوت کا اہتمام کرنے والا مخلوق کی ضروریات کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ رات کے ساتھ دن کا جوڑا بنانے والے کی قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ دن کی روشنی کی اہمیت کو جاننا چاہئے، اور اس سے استفادہ کرنے میں اللہ کی رضا کو دیکھنا چاہئے۔

حاصل : دن کی روشنی بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے استفادہ کرنے میں اللہ کی رضا کو دیکھنا چاہئے۔

وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰٓی ۝۳ اور مذکر و مونث کی تخلیق کی قسم۔

مذکر و مونث انسان کے مشاہدے میں آنے والے حقائق ہیں۔ ان کی تخلیق میں انسان کے لئے نشانیاں ہیں۔ بقاءِ نسل کے لئے اللہ نے جو صورت رکھی ہے، اس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔

حاصل : مذکر و مونث کی تخلیق میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ مصنوع سے صانع کی شان روشن ہوتی ہے۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۝۴ کہ تمہاری سعی الگ الگ ہے۔

انسان اگر فجور کی راہ لے گا تو اس کی سعی حق کی مخالفت میں ہوگی، اور اگر تقوٰی کی راہ لے گا تو اس کی سعی حق کو ماننے کی ہوگی۔ جو رخ بھی اختیار کیا جائے گا، وہ شعور کے ساتھ ہوگا، اور اسی کی بندے کو جزا دی جائے گی۔ ہماری سعی کا الگ الگ ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم مجبور محض نہیں ہیں، اور ہمیں ہمارے اعمال کی جزا ضرور دی جائے گی۔ جیسے مسلم و مجرم مساوی نہیں ہیں، ان کی جزا بھی مساوی نہیں ہو سکتی۔

حاصل : مسلم و مجرم کبھی مساوی نہیں ہوتے، ان کی جزا بھی مساوی نہیں ہو سکتی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ تو جس نے دیا اور پرہیز گاری کی۔

اللہ کی عطا کو، اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا اور متقین کے طریقے سے خرچ کرنا بڑی سعادت ہے۔ آخرت کا یقین رکھنے والے ہی یہ رُخ اختیار کرتے ہیں۔ مال کو خرچ کرنے میں غرور کا اظہار ہو تو لینے والے کی تحقیر ہو جاتی ہے، اور مال کو خرچ کرنے میں پرہیزگاری موجود ہو تو لینے والے کی توقیر بھی نظر آتی ہے۔

حاصل : اللہ کی راہ میں دیتے وقت، پرہیزگاری قائم رہنی چاہئے، روحانی امراض کا علاج یہی ہے۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ اور بھلائی کی تصدیق کی۔

جو اپنی بات منوانی چھوڑ دے، وہی حق کو مان سکتا ہے، وہی بھلائی کی تصدیق کر سکتا ہے۔ اس کے حال اور اعمال سے یہ روشن ہوتا ہے کہ وہ جزا کا یقین رکھنے والا ہے۔

حاصل : جزا کا یقین رکھنے والا ہی بھلائی کی تصدیق کر سکتا ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ تو ہم اسے آرام سے آسانی عطا کریں گے۔

اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنے والے کو، فخر و غرور سے اجتناب کرنے والے کو، اور حق کی تصدیق کرنے والے کو، یہ فکر نہیں رہتی کہ اس کی زندگی کیسے گزرے گی۔ وہ یقین رکھتا ہے، کہ جو کچھ اسے درکار ہے وہ موجود ہے، جو آئندہ درکار ہوگا، وہ علیم مطلق عطا کر دے گا۔ اللہ اسے مشقت معاف کر دیتا ہے، اور اس کی راہوں کو آسان بنا دیتا ہے۔

حاصل : جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے، اور اللہ اس کے سارے کام سنبھال لیتا ہے، یہ آسانی عطا کرنے کی صورت ہے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی برتی۔

بخیل، عطائے الٰہی کو اپنے لئے بھی کافی نہیں جانتا، لوگوں کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا تو اگلا درجہ ہے۔ اسے جزا کا یقین بھی نہیں ہوتا، اس لئے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی باتیں سن کر بے پرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے، اور بے ہودگی دکھاتا ہے۔

حاصل : بخیل کو گھاٹا ہی گھاٹا نظر آتا ہے۔ وہ حق کو سن کر بے پرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ اور بھلائی کی تکذیب کی۔

حق، اللہ کا نازل فرمایا ہوا ہے، یہ بھلائی کی بات ہے۔ اس کے ماننے میں فلاح ہے اور اس کے نہ ماننے میں خسارہ ہے۔ بخالت اور بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے والا، حق کی تکذیب کرتا ہے۔ جزا کا انکار اسے من مانی کرنے سے فارغ نہیں ہونے دیتا۔

حاصل : جسے خواہشات نے گھیر رکھا ہو وہ حق کی تکذیب کو طریق زندگی بنا لیتا ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾ تو ہم سہج سہج اسے دشواری عطا کریں گے۔

بخل کرنے والا، حق سے بے پرواہی برتنے والا اور حق کو جھٹلانے والا، مشقت کو اپنے لئے مقدر کر لیتا ہے۔ جو راہِ راست

سے دور ہو رہا ہو اس کے لئے دشواری بڑھتی جاتی ہے، اس پر خوف و حزن کا تسلط بڑھتا جاتا ہے۔ پریشانی کا بڑھنا بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ راستہ فلاح کی منزل کی طرف نہیں جاتا۔

حاصل : پریشانی بڑھ رہی ہو تو جاننا چاہئے ہم راہِ راست پر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع ہو تو پریشانی کو کم ہوتے ہوتے ختم ہونا چاہئے۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اور اس کا مال اس کے کس کام آئے گا، جب وہ گڑھے میں گرے گا۔

مال کو حق کے مطابق خرچ کیا جائے تو اس کا فائدہ حال پر بھی ہوتا ہے، آخرت میں بھی ہوگا۔ اگر اس کو بخل کے ساتھ روک رکھا جائے، تو پھر وہ کب کام آئے گا۔ دوزخ کے گڑھے میں گر جانے کا مقام آئے گا تو پھر یہ سمجھ آئے گی کہ مال کو حق کے مطابق خرچ کیا جانا چاہئے تھا، بخالت تو قطعاً جہالت ہے۔ مگر اس وقت اصلاحِ حال ممکن نہ ہوگی، سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

حاصل : جو مبتلاءِ عذاب ہو جائے اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آتا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ ہدایت پہنچانا ہمارے ذمّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے، کہ وہ حق کو ہر مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ قیامت کے دن کسی کے لئے یہ کہنا ممکن نہ ہوگا، کہ اس کو تو حق کا پتہ ہی نہیں چلا، وہ کس حوالے سے راہِ راست کو اختیار کر سکتا تھا۔

حاصل : ہدایت کا پہنچانا، اللہ کے ذمے ہے۔ یہ وعدہ ہر فرد کے ساتھ پورا ہوتا ہے، ہر جماعت کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ ہمارے ہی اختیار میں ہے، دنیا بھی اور آخرت بھی۔

حال کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے، آخرت کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کا حال حق کے مطابق ہے اس کی آخرت اچھی ہو گی۔ مالکِ کل جو چاہے کر سکتا ہے، اس حقیقت کو مان لینے والا سکھی ہو جاتا ہے، کہ اسے خلافِ حق کرنے کا خیال بھی نہیں آتا۔

حاصل : دنیا و آخرت پر اللہ کا ہی اختیار ہے، یہ عقیدہ ہمارے اعمال میں نظر آنا چاہئے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ تو میں تمہیں ڈراتا ہوں شعلہ نکالنے والی آگ سے۔

یہ اس آگ کا ذکر ہے جس کا سامان، خلافِ حق کرنے والا حیاتِ دنیا میں اپنے لئے جمع کرتا رہتا ہے۔ خلافِ حق کرنے والے کے اعمال کے نتیجے میں جو آگ اس کے انتظار میں ہے، وہ اس کے اعمال کا پورا پورا صلہ ہے۔ اس آگ سے ڈرانا، اللہ کی مہربانی ہے، کہ اصلاح کا وقت حال پر موجود ہے۔

حاصل : اپنے قول و فعل کی حفاظت سے غافل نہیں ہونا چاہئے، ورنہ انجام وہی ہوگا، جس

سے اللہ نے آگاہ کر دیا ہے۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ واصل جہنم ہونے والا بڑا بد بخت ہی ہوگا۔

حق کے انکار میں سب کچھ لگا دینے والا، جہنم کو اپنے لئے مقدر کر لیتا ہے۔ اس سے بڑی بد بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حاصل: واصل جہنم ہونا بڑی بد بختی ہے۔

الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ جس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا۔

بد بخت حق کو جھٹلاتا ہے، اور غرور کا اظہار کرتے ہوئے اپنی پسند کی طرف منہ پھیر لیتا ہے۔

حاصل: حق کی تکذیب اور اس سے منہ پھیرنے کا انجام، جہنم کی آگ ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ اللہ سے بہت ڈرنے والے کو اس سے بچایا جائے گا۔

جزا کا یقین رکھنے والا، اللہ سے بہت ڈرتا ہے۔ وہ حق کو مانتا ہے اور اسوۂ حسنہ کے حوالے سے مانتا ہے۔ من مانی سے اجتناب کی بدولت، اسے دوزخ کی آگ سے بچایا جائے گا۔

حاصل: اللہ سے بہت ڈرنا، حسنِ بندگی ہے، اور انجام بخیر ہونے کی نشانی ہے۔

الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ جو اپنا مال تزکیہ حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔

اللہ سے بہت ڈرنے والا جانتا ہے کہ اس کا مال، اللہ کا عطا کردہ ہے، اور اس کو اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے گا، تو فلاح نصیب ہوگی۔ اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ جس مال کو حق کے مطابق خرچ نہ کیا جائے وہ ضرور خلافِ حق استعمال ہوتا ہے۔

حاصل: انفاق فی سبیل اللہ کو اپنے لئے باعثِ فلاح جاننا مومن کی شان ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اور جس کا کسی کو کچھ دینا جزاءِ نعمت کے طور پر نہیں ہوتا۔

جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہوئے، تزکیے اور فلاح کو ملحوظ رکھتا ہے، وہ کسی کے عمل کا اجر نہیں دے رہا ہوتا۔ جزا تو رب العالمین ہی دیتا ہے۔ اگر کسی کے عمل کا صلہ سامنے رکھتے ہوئے، اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے تو پھر حق کی ادائگی نہیں ہوگی۔

حاصل: اگر جزاءِ نعمت کے طور پر کوئی عمل کیا جائے، تو پھر حق ادا نہیں ہو سکتا۔ حق فرمانِ الٰہی ہے اور اُسی کے لئے ہم اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ محض اپنے رب اعلیٰ کی رضا کے لئے

ہوتا ہے۔

تزکیے کا طالب، محض اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ سب کو پالنے والا، ربِ اعلیٰ ہی ہے۔ اس کی رضا کو مقصود بنانے والا ہی یکسو رہ سکتا ہے۔

حاصل: محض ربِ اعلیٰ کی رضا مقصود ہو تو رُخ درست ہوتا ہے۔

۲۱ وَلَسَوۡفَ يَرۡضَىٰ ﴿٢١﴾ اور وہ عنقریب راضی ہوگا۔

جو محض اللہ کی رضا کو مقصود بناتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے کا اتباع کرتا ہے۔ اس کے قول کے درست ہونے پر بھی شہادت موجود ہوتی ہے، اس کے عمل کے صالح ہونے پر بھی شہادت موجود ہوتی ہے۔ اسے ہی مقامِ رضا حاصل ہوتا ہے۔

حاصل: ربِ اعلیٰ کی رضا کو مقصود بنانے والا، مقامِ رضا کو پالیتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں نور اور کتابِ مبین کے بارے میں فرمایا ہے:

يَهۡدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ وَيُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذۡنِهِۦ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ﴿١٦﴾

اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے لئے سلامتی کی راہوں پر چلا، اور اُنہیں اپنے اذن سے ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے، اور اُنہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔



بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

وَٱلضُّحَىٰ ﴿١﴾ وقتِ چاشت کی قسم۔

کارگاہِ حیات میں کاموں کی ابتداء کا وقت، اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔ اس کی قدرت کا مظہر ہے، اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ اس وقت میں ہونے والے کاموں کو شمار کرنا مشکل ہے۔ جس قادرِ مطلق نے اس وقت کو کاموں کی ابتداء کے لئے، موزوں بنایا ہے وہی ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ روشنی کی کیفیت، درجۂ حرارت، فضا میں کثافتوں کی کمی، تلاشِ معاش میں لوگوں کی موجودگی، اور کتنے ہی امور اس وقت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالاتِ کار کی اہمیت پر نظر ہو تو خالقِ کل کی شان کو دیکھتے رہنا چاہئے۔

حاصل: وقتِ چاشت، اپنی افادیت کے حوالے سے بہت معروف ہے۔ خالقِ کل ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝٢ اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے۔

رات کو اللہ نے ہمارے سکون کے لئے بنایا ہے، اور یہ سکون ہمارے لئے اتنا اہم ہوتا ہے، کہ اس کے بغیر زندگی میں کام کی باقاعدگی ممکن ہی نہیں ہوتی۔ رات جب چھا جاتی ہے، تو وہ پر سکون ہو جاتی ہے۔ جسم کو آرام حاصل کرنے کے لئے جو کچھ درکار ہوتا ہے، وہ اللہ کے علم سے ہی عطا ہوتا ہے، اور تاحیات ہوتا ہی رہتا ہے۔

حاصل : رات کو سونا، طبعی ضرورت ہے، اور اللہ کے علم سے ہی یہ ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣ تیرے ربّ نے تجھے چھوڑا بھی نہیں وہ تجھ سے بیزار بھی نہیں۔

انسان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے، کہ وہ عجلت پسند ہے، ضعیف ہے، نتائج اس کی منشاء کے مطابق نہ ہوں تو یاس و ناامیدی میں گھر جاتا ہے، پھر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، اس کا رب اس سے بیزار ہو گیا ہے۔ ایسا ہوتا نہیں۔ اللہ کا ہر کام اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ رب العالمین جو کچھ جانتا ہے، وہ اسی کی شان ہے۔ ربوبیت ہو ہی نہیں سکتی اگر وہ بندے کو چھوڑ دے اور اس سے بیزار ہو جائے، اور ربوبیت کے بغیر حیات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاصل : حالات سازگار نہ نظر آئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہوتا ہے۔ یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہوتا کہ میرے ربّ نے مجھے چھوڑ دیا ہے، میرا ربّ مجھ سے بیزار ہو گیا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤ اور تیرا مستقبل، تیرے حال سے بہتر ہو گا۔

جو یہ مان لے کہ اس کی ربوبیت، رب العالمین کے علم سے ہو رہی ہے، کبھی صبر کا مقام ہوتا ہے اور نہ ہونے کی صورت سے پورا رہ کر دکھانے کی تربیت دی جاتی ہے، کبھی شکر کا مقام ہوتا ہے اور ہونے کی صورت میں پورا رہ کر دکھانے کی تربیت دی جاتی ہے، حق کو ایسے ماننے والے کا مستقبل ہمیشہ حال سے بہتر ہوتا ہے، وہ سکھی ہو جاتا ہے۔

حاصل : حق کو ماننے والے کا مستقبل ہمیشہ حال سے بہتر ہوتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝٥ اور عنقریب تیرا ربّ تجھے وہ عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے عسر کے ساتھ ہی یسر کا مقام بھی رکھا ہوا ہے۔ مقام صبر پر پورا رہنے والے کو وہ کچھ عطا کیا جاتا ہے، کہ وہ راضی ہو جاتا ہے۔ بندے پر جب یہ روشن ہو جاتا ہے کہ اس کا رب، اس کی ضروریات کا اتنا بڑا علم رکھتا ہے، کہ بندے کا علم اس کے سامنے ہیچ ہے، اور وہی قادرِ مطلق ہے، اس کی عطا ہمیشہ کافی ہوتی ہے، تو وہ اتنا راضی ہو جاتا ہے کہ پھر وہ راضی ہی رہتا ہے۔

حاصل : علم پورا ہو تو عطاءِ الٰہی کافی نظر آتی ہے۔ کفایت نظر آئے تو بندہ راضی ہو جاتا ہے۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى ۝٦ کیا تجھے یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا،

یتیم ہونے کا مقام کسی کی زندگی میں بھی باذن اللہ ہی آتا ہے، کہ مصائب سب باذنِ اللہ ہی ہوتے ہیں، اور کہیں بھی قوتِ برداشت سے بڑھ کر نہیں ہوتے۔ بندہ جب سہاروں میں کمی دیکھتا ہے، تو اللہ ہی اس کمی کو پورا کرتا ہے، کہ وہی ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

حاصل : بندہ جب سہاروں میں کمی کو دیکھتا ہے، تو مصائب کا باذن اللہ ہونا اس پر واضح ہو جاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی مدد بھی قابل قدر نظر آتی ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ اور تجھے گمراہ پایا تو ہدایت نہ دی،

ہدایت دینا اللہ کی شان ہے۔ ہر ہر فرد کے سامنے حق کو روشن کرنا اللہ کا ہی کام ہے، کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے، کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ حق کیا ہے، اس لئے میں اپنی خواہشات کی پیروی میں ہی لگا رہا۔ سورۃ بقرہ کی آیت 198 میں فرمایا گیا ہے کہ یاد کرو جیسے اللہ نے تم سب کو ہدایت دی، اور اس سے قبل تم گمراہ تھے۔ حق فرمانِ الٰہی ہے، اللہ نے ہی اسے نازل فرمایا ہے، اللہ نے ہی اپنے رسول کو نمونہ ٹھہرایا ہے۔ یہ معیارِ ہدایت ہے تو سب کے لئے، مگر اس سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں، جو طلبِ ہدایت کے حوالے سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حاصل : گمراہی اپنی خواہشات کے اتباع کا حاصل ہے۔ ہدایت اسے ہی ہوتی ہے جو حق کی قدر کرے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿٨﴾ اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی نہیں کر دیا۔

افلاس و ناداری کا تعلق مقامِ صبر سے ہے۔ نہ ہونے کے مقام پر جو علم بندے کو عطا ہوتا ہے، اسی علم کی بدولت دوسروں کو سکھ دینے کی اہمیت ہوتی ہے، اور غنی ہونے کے مقام پر بندہ حق کو ادا کر سکتا ہے۔ تنگ دستی کو اللہ دور کر دے اور غنی ہونے کا شرف عطا کر دے، تو بندے کو آسانیوں کا قاسم ہونا چاہیے۔

حاصل : اللہ ہی تنگ دستی کو دور کرتا ہے، اللہ ہی غنی ہونے کا شرف عطا کرتا ہے، اللہ کی رضا ہی ہر مقام پر ہمارا مقصود ہونا چاہیے۔

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ تو جو یتیم ہو، اس پر قہر نہ کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر، حق کو ماننے والوں پر فرض ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا معیار ہے۔ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کی رضا سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ شانِ رسالت پیشِ نظر ہو تو واحد حاضر کے صیغے میں صرف حضور ہی کیوں کر مخاطب معلوم ہوں گے۔ یتیم کو دبایا جائے گا، تو اس کے اندر لوگوں سے نفرت بڑھے گی اور اس نفرت کا اظہار اس کے قول و فعل میں ضرور ہوگا، اور کتنے ہی معاشرتی مسائل اس سے پیدا ہوں گے۔ اس پر رحم کیا جائے گا، اور مشکل مقام سے گزرنے میں اسے سہارا دیا جائے گا، تو وہ ایسا رحم کرنے والا بنے گا، کہ بہت سے بے سہاروں کو سہارا دے کر روشنی کو پھیلاتا رہے گا۔

حاصل : یتیم کو دبانا، قطعاً خلافِ حق ہے۔ اس پر رحم کرنا چاہیے اور اسے سہارا دے کر مشکل مقام سے گزار دینا چاہیے۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ اور جو سائل ہو اس کو مت جھڑ کو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سائل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا جانتے تھے۔ سائل کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی آپ کا طریقہ ہی سند کا درجہ رکھتا ہے۔ انسان جب عطائے الٰہی کو کافی نہیں جانتا، تو پھر سائل کو جھڑکتا ہے۔ مقصود اللہ کی رضا ہو، اور سائل کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا مانا جائے تو پھر اس کو عزت کے ساتھ دیا بھی جائے گا، اور اس کا شکریہ بھی ادا کیا جائے گا۔

حاصل: سائل کو جھڑکنا منع ہے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک ہی اللہ کی بندگی کا ثبوت ہوگا۔

ع ۱۸ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کرتا رہ۔

عطائے الٰہی نعمت ہے، اس کا شکریہ ادا کرتے رہنے سے برکات میں اضافہ ہوتا ہے۔ قول کا شکریہ قول سے ادا ہوتا ہے، اعمال کا شکریہ انفاق سے ادا ہوتا ہے، علم کا شکریہ، تعلیم دے کر ادا ہوتا ہے۔ یہ تینوں صورتیں اپنے رب کی نعمت کو یاد کرنے کی ہیں، بیان کرنے کی ہیں۔

حاصل: حال پر نعمتِ الٰہی کا شکریہ ادا کیا جائے، تو استفادہ کرنے والوں کو یقیناً فائدہ پہنچتا ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (9) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، اور صادقین کے ساتھ رہو۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ کیا ہم نے تجھے شرح صدر سے نہیں نوازا۔

سورۃ الانعام (6) کی آیت نمبر 125 میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کو اسلام کے لئے شرح صدر سے نوازتا ہے، اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ سورۃ زمر (39) کی آیت نمبر 22 میں ارشاد فرمایا گیا ہے، جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کے نور سے فیضیاب ہو، وہ ہدایت یافتہ ہے۔ طلبِ ہدایت رکھنے والے کو ہی شرح صدر کا مقام نصیب ہوتا ہے۔ جسے یہ مقام نصیب ہو وہ یہ یقین رکھتا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، اسی کی طرف اس کی مراجعت ہوگی، اسی کے نازل فرمائے ہوئے حق کے مطابق رہنے میں فلاح ہے، خلافِ حق کرنے کا انجام خسارہ ہے، اور جو حق نہیں ہے، وہ ضرور گمراہی ہے۔

حاصل: شرح صدر کا مقام اللہ ہی عطا کرتا ہے، نمونہ سامنے ہو تو ماننے میں آسانی ہوتی ہے۔

وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ۝٢ اور ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ اتار دیا۔

سورۃ الاحزاب (33) کی آیت نمبر 72 میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھا، تو وہ اس سے ڈر گئے اور کسی نے اس کا اٹھانا قبول نہ کیا، اور حضرت انسان نے اس بارِ امانت کو اٹھالیا۔ یہ بوجھ یقیناً بڑا بوجھ ہے۔ شرحِ صدر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی مدد مل جاتی ہے، حق بندگی ادا ہو جاتا ہے۔ عطائے الٰہی کو رضائے الٰہی پر لگانے کی ذمے داری پوری ہو جائے تو بوجھ اللہ کے فضل سے اتر جاتا ہے۔

حاصل: بارِ امانت بڑا بوجھ ہے، شرحِ صدر نصیب ہو تو رضائے الٰہی حاصل ہو جاتی ہے، اور اللہ کے فضل سے یہ بوجھ اتر جاتا ہے۔

الَّذِیٓ أَنقَضَ ظَهۡرَكَ ۝٣ وہ بوجھ تیری پشت کو جھکائے دے رہا تھا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے بارے میں جواب دہی کا یقین رکھتے ہوں، ان کی پیٹھ اس وقت تک بارِ امانت سے جھکی رہتی ہے، جب تک شاہدین میں سے کسی کے ساتھ میل جول نہ ہو جائے، اور اس سے رشتۂ محبت استوار نہ ہو جائے۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ خلوت و جلوت میں تزکیے کے ساتھ وقت گزرے گا، تو پھر بوجھ جو خوف و حزن کا باعث تھا، اتر جاتا ہے۔

حاصل: تزکیہ حاصل ہونے سے پہلے کمر خوف و حزن کے بوجھ سے جھکی ہی رہتی ہے۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝٤ اور کیا ہم نے تیرے ذکر کو رفعت نہ دی۔

پاکیزگی کے حاصل ہو جانے کے بعد جو قدر و منزلت انسان کو حاصل ہوتی ہے، یہ اس کا ذکر ہے۔ کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے والا، شاہدین کے ساتھ ہو جاتا ہے، کثرت سے درود پاک پڑھنے والا، اللہ کے ساتھ ہو جاتا ہے، یہ رفعت بڑی شان رکھتی ہے۔

حاصل: جو اللہ کے محبوب کو اپنا دوست بنالیتا ہے، اللہ اسے اپنا دوست بنالیتا ہے، یہ رفعت بڑی شان رکھتی ہے۔

فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝٥ تو بے شک عُسر کے ساتھ ہی یُسر بھی ہے۔

عسر، تنگی ہے، یسر آسانی ہے۔ مصائب و آلام کو باذن اللہ ماننے والا، یہ یقین رکھتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہے، جب علم عطا ہو جائے گا، تو آسانی ہو جائے گی، اور پیچھے آنے والوں کا راستہ روشن ہو جائے گا۔

حاصل: عُسر کے ساتھ ہی اللہ نے یُسر کا مقام بھی رکھا ہے۔

إِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝٦ بے شک عُسر کے ساتھ ہی یُسر بھی ہے۔

عسر کا مقام یہی ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید علم عطا ہونے والا ہے۔ یہ مان لیا جائے تو یسر کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی دکھ میں کمی ہو جاتی ہے۔ تنگی کے ساتھ ہی آسانی کا مقام بھی ہوتا ہے۔ مایوسی سے دور رہنے کا علم بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

حاصل : مایوسی سے دور رہنے کا علم بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۷ تو جب فارغ ہو جائے تو عبادت میں لگ جایا کر۔

مخلوق اللہ کے حوالے سے بندے پر عائد ہونے والے حقوق کی ادائیگی ہو جائے تو اسے فراغت ملتی ہے۔ فراغت کے ساتھ ہی اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا چاہئے، اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس کی عطا کردہ توفیق حق کے مطابق استعمال ہو گئی ہے۔

حاصل : فراغت کے ساتھ عبادت میں لگ جانا چاہئے، اور اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس کی عنایات سے ہی بندہ پورا رہ سکتا ہے۔

ع ۱۹ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۸ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایا کر۔

اپنے رب کی طرف راغب ہونے والوں کی نماز میں خشوع ہوتا ہے، وہ اللہ کا ذکر کثیر کرتے ہیں، اللہ کے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرتے رہتے ہیں۔

حاصل : حقوق العباد سے فارغ ہو کر، مخلوق کے حقوق سے فارغ ہو کر، خالق کی طرف راغب ہونے کا حکم ہے۔ اللہ کا ذکر کیا جائے، درود پاک پڑھا جائے، اور خلوت و جلوت میں پاک رہنے کی دعا کی جائے، تو یہ رغبت باعثِ استقامت ہوتی ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (17) میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَخْذُولًا ۲۲

اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا، پھر بیٹھ رہے گا مذمت کیا ہوا بے بس۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۱ مقام انجیر کی قسم اور مقام زیتون کی قسم۔

انجیر ایک پھل ہے جو اپنی افادیت کے حوالے سے بہت معروف ہے، آسانی سے مل جاتا ہے، دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، غذا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، فاسد رطوبتوں کو جسم سے خارج کرنے میں مدد دیتا ہے، نظام ہضم کی اصلاح میں مدد دیتا ہے۔ زیتون بھی ایک مبارک پھل ہے۔ اس کا تیل بے بدل نعمت ہے، جو ہر عمر میں استعمال ہو سکتا ہے۔ دورانِ خون کو ٹھیک کرنے کے لئے اور ٹھیک رکھنے کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ جن مقامات پر یہ پھل کثرت سے پائے جاتے ہیں، ان کی قسم کھائی گئی ہے، کہ ضروریاتِ زندگی کے حوالے سے علیم مطلق کا اہتمام انسان کی نظر میں آئے۔

حاصل : انجیر اور زیتون کے استعمال میں بڑی برکات ہیں۔

وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ﴿۲﴾ اور طور سینین کی قسم۔

یہ طورِ سینا ہے، جس کا ذکر سورۃ مومنون میں ہے۔ یہی کوہ طور ہے۔ اس مبارک مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حاصل : وہ مقام جو اللہ تعالیٰ کی عنایات کے حوالے سے بڑی شان رکھتے ہیں، ان کی قدر کرنی چاہئے۔

وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ﴿۳﴾ اور اس امن والے شہر کی قسم۔

مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے امن والا شہر ٹھہرا لیا ہے۔ شانِ الٰہی دیکھیے کہ اللہ کو تو کسی گھر کی ضرورت ہی نہیں، اس نے اپنے خلیل کے گھر کو اپنا گھر ٹھہرا لیا ہے۔ انسان کی عزت کس قدر ہے، اس کی شان اللہ کے نزدیک کتنی ہے کہ اس کے بڑے، اللہ کے محبوب حضرات ہیں۔ مکہ مکرمہ کو امان والا شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی بدولت قرار دیا گیا۔ امان والے شہر کی شان دیکھئے، کہ یہاں کسی جان دار کی سلامتی کو خطرہ نہیں ہوتا۔

حاصل : امن والے شہر میں کسی جان دار کی سلامتی کو خطرہ نہیں ہوتا۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ﴿۴﴾ کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم میں خلق کیا ہے۔

انسان کے احسن تقویم میں خلق ہونے کی شہادت مذکورہ قسموں میں موجود ہے۔ انسان اللہ کا محبوب ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ مقامِ عبدیت پر رہے تو ساری کائنات اس کی طالب ہے۔ احسن تقویم میں خلق ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں کبھی کسی اضافے یا ترمیم کا مقام نہیں آئے گا۔ تعلق مع اللہ کے حوالے سے انسان کے اندر جو کچھ ہونا چاہئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔

حاصل : اللہ تعالیٰ نے انسان کے احسن تقویم میں خلق ہونے کی سند نازل فرمائی ہے، اس لئے اس کی ساخت کو قطعاً درست ماننا لازم ہے۔

ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ ﴿۵﴾ پھر اسے اسفل سافلین کی طرف پھیر دیا۔

انسان کو بہترین ساخت پر خلق فرمانے کے ساتھ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کی توفیق بھی دی گئی ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی قدر نہ کرے، تو پھر وہ خلافِ حق کرنے سے رک نہیں سکتا، تب وہ انتہائی پستی کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

حاصل : حدود اللہ سے تجاوز انسان کو انتہائی پستی میں گرا دیتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ ﴿۶﴾ مگر وہ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے، تو ان کے لئے بے حد اجر ہے۔

جن لوگوں کو ناصحین سے محبت ہو جاتی ہے، وہ حق کو مان لیتے ہیں۔ اللہ کے پاک بندوں سے میل جول کی بدولت ان کا قول پاک ہو جاتا ہے، ان سے محبت کی بدولت ان کے اعمال صالح ہو جاتے ہیں، اس سے ان کی صداقت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ حق کو ماننے والے یہ لوگ دائماً اپنی پسند کو حق کے تابع رکھتے ہیں۔ ان کی دائمی پاک دامنی کا اجر بھی بے حد ہی ہوتا ہے۔

حاصل : ایمان کا دعوئی صالح اعمال کی شہادت سے سچا ثابت ہوتا ہے۔ سچا ثابت ہو جانے والوں کے لئے بے حد اجر ہے۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾

تو اس کے بعد تم دین کی تکذیب کیوں کرتے ہو۔

حیاتِ دنیا میں دونوں رخ انسان کے مشاہدے میں آرہے ہیں، اور ایک ہی توفیق کے استعمال سے رُخ کے مطابق نتائج مرتب ہو رہے ہیں، تو جزا کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔ توفیق عطا کرنے والے علیم مطلق سے تو کچھ مخفی نہیں ہے، وہ ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا دے گا۔

حاصل : جب توفیق کا عطا ہونا ثابت ہے، اس کے استعمال کے دونوں رُخ واضح ہیں، ہر رُخ کا نتیجہ الگ الگ ہے، تو اس مشاہدے کے بعد کلی جزا کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔

۸ ع ۲ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾

کیا اللہ سب حاکمین سے بڑا حاکم نہیں ہے۔

ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے۔ اللہ سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ اس سے بڑا کوئی علم والا نہیں ہے۔ اللہ ہی خالق کل ہے، وہی معطیٔ مطلق ہے، وہی توفیق دیتا ہے، وہی حساب لینے والا ہے۔ اس کی قدرت سب پر محیط ہے۔ ہم مسلم و مجرم کو مساوی قرار نہیں دے سکتے، کہ یہ انتہائی بے علمی کی بات ہوگی۔ جہاں بھی ہمارا حکم علم سے ہوگا، ہمیں احکم الحاکمین کی شان نظر آئے گی۔

حاصل : اللہ سب سے بڑا حاکم ہے، ہر حاکم کو احکم الحاکمین کے فرمان کے تحت رہنا چاہئے، اسی میں بندے کی شان ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا (34) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾

فرما دیجئے، ہمارا رب سب کو جمع کرے گا، پھر حق کے ساتھ ہمارے مابین فیصلہ فرما دے گا۔ وہی فیصلہ کرنے والا، علم والا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَلَق

اٰیَاتُهَا ۱۹ رُکُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ پڑھ اپنے ربّ کے نام سے جس نے خلق فرمایا۔

سورۃ الاسراء (17) کی آیت نمبر 13 اور 14 میں فرمایا گیا ہے۔ ہر انسان قیامت کے دن اپنے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب دیکھے گا پھر فرمایا جائے گا، اپنی کتاب پڑھ لے، آج کے دن تو اپنے نفس کا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے خلق فرمایا ہے، اور جو خالق کل ہے۔ اپنے ربّ کے نام سے پڑھنے کی صورت یہ ہے، کہ معلّمِ قرآن، محبوبِ الٰہی سے پڑھا جائے، پھر اس کا ساتھ رکھا جائے تو قول سچا ثابت ہو جائے گا۔ خلق فرمانے والا ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ پڑھنے والے کا رُخ اسی کی طرف رہے گا تو اعتدال قائم رہے گا، کہ خالق کل کا ہر ہر فرمان سند کا درجہ رکھتا ہے، اور اس کو ماننے والے ہی فلاح پاتے ہیں۔

حاصل : پڑھنے میں رخ اپنے خالق کا ہی رہنا چاہئے، اسی کے علم سے ہی توازن ٹھیک رہ سکتا ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ انسان کو علق سے خلق کیا۔

نطفے کے بعد کے درجے کا نام علقہ ہے۔ اس درجے میں جنین کو رحم مادر سے خوراک ملنے لگتی ہے۔ ربّ العالمین کی طرف سے ہونے والی ربوبیت پر نظر ہو تو اس کے علم کی شان ارفع نظر آتی ہے۔ موت وحیات کا خالق بھی وہی ہے، پرورش بھی اسی کے علم سے ہوتی ہے۔ جیسے علقہ رحم مادر سے الگ ہو کر پرورش نہیں پا سکتا، اسی طرح انسان کسی بھی حال میں اپنے خالق سے الگ ہو کر حقِ بندگی ادا نہیں کر سکتا۔

حاصل : انسان کو اپنا رخ ہر حال پر اپنے خالق کی طرف ہی رکھنا چاہئے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ پڑھ کہ تیرا ربّ ہی اکرم ہے۔

رب العالمین ہی سب سے بڑا کریم ہے، وہی انسان کا خالق ہے، وہی انسان کی ضروریات کا سب سے بڑا علم رکھتا ہے۔ اس کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس نے عسر کے ساتھ ہی یسر کا مقام بھی رکھا ہے۔ وہ کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

حاصل : اگر ہم اپنے ربّ کو اکرم مان لیں تو پھر اس کی شانِ کرم کے حوالے سے اطمینان بھی ہونا چاہئے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔

علم کے جاری کرنے کا آلہ قلم ہے، اور یہ بھی رب العالمین کی عطا ہے۔ قلم کی اہمیت کا احساس بھی اللہ نے دیا ہے، قلم کو ذریعہ تعلیم بھی اللہ نے بنایا ہے۔ تعلیم دینا انسانی ضرورت ہے۔ تعلیم کے ساتھ ہی ہم اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ جس نے قلم کو ذریعۂ تعلیم بنایا ہے، اس کی شان کو معلم بھی روشن کریں، متعلم بھی روشن کریں، تو ان کا رخ درست رہے گا۔

حاصل: قلم کو ذریعۂ تعلیم بنانے والا اللہ ہے۔ قلم کے تقدس کو ملحوظ رکھنا حق ہے۔ اس سے وہی لکھا جائے جو حق ہو، ورنہ ناشکری ہو جائے گی۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ اس نے انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

حصول علم میں انسان کا رخ نہ جاننے سے جاننے کی طرف ہوتا ہے۔ قلم کے ذریعے، نہ جاننا، جاننے میں آتا ہے۔ جس کا رخ درست ہو، وہ شان الٰہی کو دیکھتا ہے اور ہدایت کا طلب گار ہوتا ہے۔ جوں جوں اس کا علم بڑھے اس پر اللہ کا خوف بھی بڑھتا ہے۔ ہمارا لکھنا سند کے ساتھ ہو اور علم کی روشنی کو پھیلانے کے لئے ہو، تو یہ انسانیت کی بڑی خدمت ہے۔

حاصل: ہمارا لکھنا سند کے ساتھ ہونا چاہئے، اور علم کی روشنی کو پھیلانے کے لئے ہونا چاہئے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ ہاں ہاں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔

علم پانے کا شکر یہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ جس حق سے ہمیں فائدہ پہنچا ہو، وہ دوسروں کے سامنے لایا جائے، اور انہیں ان کے رب کے قریب ہونے میں مدد دی جائے۔ مگر انسان اپنے نفس کی خوشی کو حق کے مقابل وقعت دے کر غرور کا اظہار کرتا ہے، اور اپنے گمان کو پھیلانے لگتا ہے۔ یہ بے علمی کو پھیلانے کی صورت ہے اور سرکشی ہے۔ سرکش کے لکھے ہوئے سے اس کی ذات کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اور اس کی بات کو بلا تحقیق ماننے والوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

حاصل: انسان جب حق اور ناحق کے مابین وقف لازم کو ملحوظ نہ رکھے تو وہ سرکشی کا مرتکب ہوتا ہے، یہ قلم کی بڑی ناشکری ہے۔

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اس لئے کہ وہ خود کو بے نیاز جانتا ہے۔

حق کا انکار کرنے والا، سرکشی کرنے والا، حدود اللہ کو نہیں مانتا۔ جزا کا یقین نہ رکھنے والا اپنی بے پرواہی کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ اس کے قول و فعل سے اس کی بے پرواہی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کو اپنے نفس کی خوشی کے لئے لگاتے چلے جانا، اللہ تعالیٰ سے اپنی بے نیازی کے اظہار کے لئے ہی ہوتا ہے، نام اس کا چاہے جو بھی رکھ لیا جائے۔

حاصل: سرکش یہی سمجھتا ہے کہ وہ اللہ سے بے نیاز ہے۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ بے شک مراجعت تیرے رب ہی کی طرف ہو گی۔

جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، جس نے اس کی ربوبیت کی ہے، جو اسے متاع حیات دیتا ہے، واپسی بھی اسی کی طرف ہو گی، اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ کسی کی چاہت اس کی مراجعت میں حائل نہیں ہو سکتی۔

حاصل: انسان کا آنا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ اسے جانا بھی ہے اور جس کی طرف سے آیا ہے، اسی کی طرف جائے گا بھی۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے،

اپنے رب سے بے پرواہی کرنے والا، اپنی خواہشات کو اس قدر اہمیت دیتا ہے، کہ جب حق کے حوالے سے کوئی قول و فعل اس کے سامنے آتا ہے تو وہ اس کو ناپسند کرتے ہوئے، اس سے منع کرتا ہے۔

حاصل: جسے اپنے ربّ کی طرف مراجعت کا یقین نہ ہو، وہ لوگوں کو کارِ خیر سے منع کرتا ہے۔

عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

کتاب و شنید سے بھی بندہ خیر کی طرف آجاتا ہے، مگر مصائب و آلام میں استقامت سے راہِ راست پر رہنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والوں کا اتباع کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے تو نمازی جہاں بھی ہو جماعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکنا، بندے کو اس کے ربّ سے دور کرنا ہے اور اسے خلافِ حق کرنے کی ترغیب دینا ہے، اور عملاً کفر کو پھیلانا ہے۔

حاصل: نماز پڑھنے والے کے لئے آسانی مہیا کرنی چاہئے، کہ بندہ، اللہ کی بندگی کرتے ہوئے، حق کو ماننے کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ نماز کے بعد حقوق العباد کو بھی وہ حق کے حوالے سے ہی ادا کرے تو اس کی صداقت روشن ہو جاتی ہے۔

أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ ﴿١١﴾ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہو۔

جو ہدایت پر ہو، وہ خوف و حزن سے پاک ہوتا ہے۔ وہ کسی کو ظن کے پیچھے چلنے کو نہیں کہتا۔ وہ کبھی لغو گو نہیں ہوتا۔ جو بات اس کے لئے مفید ثابت ہوئی ہو وہ دوسروں کو بتا کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھا کرتا لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں، یہی دیکھا کرتا ہے کہ اسے حق کے حوالے سے لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔

حاصل: جو ہدایت پر ہو، اس کی قدر کرنی چاہئے۔

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰٓ ﴿١٢﴾ یا تقوے کا امر کرتا ہو۔

جو تقوے کا امر کرتا ہو، وہ جزا کا بڑا یقین رکھتا ہے، حدود اللہ کا احترام کرتا ہے، معاشرے کو فساد سے بچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس کے امر کو ماننے میں ہمیشہ ماننے والوں کا بھلا ہوتا ہے۔ جس کی بات حق ہو، اس کے امر کو نہ ماننا، جہالت ہو گی۔

حاصل: جو تقوے کا امر کرتا ہو، اس کے امر کو ادب سے ماننا چاہئے، کہ وہ ہمیشہ ہی خواہ ہوتا ہے۔

أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١٣﴾ بھلا دیکھو تو اگر اس نے تکذیب کی اور منہ پھیرا۔

حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ پھیرنے والا تو واصل جہنم ہی ہو گا۔ ہمیں اپنے قول کی بھی حفاظت کرنی چاہئے، اپنے اعمال کی بھی حفاظت کرنی چاہئے۔ انجام سے غافل ہونا قطعاً بے عقلی ہے۔

حاصل : حق کی تکذیب کرنے والا اور اس سے منہ پھیرنے والا، واصل جہنم ہی ہو گا۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہ ہماری نیتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ یہ یقین ہو کہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دی جائے گی، تو پھر خلافِ حق کرنا کیسے ممکن ہوگا۔ یہ معلوم ہو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو ہماری نیت کو بھی درست ہونا چاہئے، ہمارے قول و فعل کو بھی درست ہونا چاہئے۔ قادرِ مطلق کی مخالفت کرنے کا انجام وہی ہو سکتا ہے، جو ہوتا چلا آرہا ہے۔

حاصل : قادرِ مطلق کی مخالفت کا انجام وہی ہو سکتا ہے، جو ہوتا چلا آرہا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ کوئی نہیں اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

جو حق کی تکذیب سے باز نہ آئے، اور اس سے منہ پھیرے اور غرور کا اظہار کرتے ہوئے، کارِ خیر سے روکنے والا بن جائے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ لیا جاتا ہے، اس کا رعب اس کا دبدبہ سب ختم ہو جاتا ہے، وہ اس درجے سے ہی گرا دیا جاتا ہے، جہاں اس کی بات لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔

حاصل : جو حق کی تکذیب سے باز نہ آئے، اور کارِ خیر سے روکنے والا بن جائے، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے پکڑ لیا جاتا ہے، کہ اس کی سب شان و شوکت خاک میں مل جاتی ہے۔

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ ﴿۱۶﴾ وہی جھوٹی خطاکار پیشانی۔

سچے کی پیشانی، نیکوکار کی پیشانی، اس کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے اور وہ دیکھنے والوں کو قابلِ قدر نظر آتا ہے۔ جھوٹے، نابکار کی پیشانی سے اس کے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ لوگوں کی نظروں سے اس طرح گرا دیا جاتا ہے، کہ اس کی بات ان کے لئے بے وقعت ہو جاتی ہے۔

حاصل : اللہ کے حضور جھکنے والی پیشانی، سجدہ ریز ہونے والی پیشانی، صداقت و نیکوکاری کے حوالے سے روشن ہوتی ہے۔ جو اس کے خلاف ہو وہ اپنے کذب و خطاکاری کی مظہر ہوتی ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ ﴿۱۷﴾ تو اب پکارے اپنی مجلس کو۔

جھوٹے، خطاکار، کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ لیا جاتا ہے، تو اس کا تضاد لوگوں پر واضح ہو جاتا ہے، اس کی غرض و غایت سب پر کھل جاتی ہے۔ لوگ اس سے دور رہنے میں ہی عافیت جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجانے کے بعد کسی کے ساتھیوں کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں رہتی۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجانے کے بعد کسی کے ساتھیوں کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں رہتی۔

سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ ہم بھی سزا دینے والوں کو بلائیں گے۔

قادر مطلق کو کسی کے مغلوب کرنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ جب وہ کسی کو سزا دینے کا ارادہ کرے، جب وہ کسی سے انتقام لینے کا ارادہ کرے، تو اس کے امر کو ادب سے ماننے والے، اس کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاتے ہیں، پھر ان کو عاجز کر دینا نہ کسی کے بس میں ہوا ہے نہ ہی کبھی ہو سکتا ہے۔

حاصل : قادرِ مطلق کے لئے کسی سے انتقام لینا صرف اتنا ہی کام ہے کہ وہ جو فرمائے گا، وہی ہو جائے گا۔

کَلَّا ۭ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۩ ﴿۱۹﴾ ہرگز نہیں، اس کی اطاعت نہ کر، اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔

حق کو جھٹلانے والے کی سوچ، خطاکار نابکار کی سوچ قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کی بات سرکشی اور غرور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کو وقعت دینا بالکل بے جا ہے۔ اس کی اطاعت کے معنی خلافِ حق کرنے کے ہی ہوں گے۔ اس کی اطاعت نہ کرنے سے ہی رُخ درست رہے گا۔ امر الٰہی کو ماننے سے فلاح ہو گی۔ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور صرف اسی کو ہی کیا جا سکتا ہے، اور یہ باعثِ قربِ الٰہی ہوتا ہے۔ بندگی میں جب عبد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق پیشانی کو زمین پر رکھ کر اللہ کی تسبیح کرتا ہے، تو وہ یہ مان رہا ہوتا ہے کہ ربّ العالمین کے ساتھ میں جو سکھ ہے، جو عزت ہے، وہ کسی دوسرے مقام پر ممکن ہی نہیں۔

حاصل : سرکش کی سوچ کبھی درست نہیں ہوتی، اس کی اطاعت نہ کرنے کا حکم ہے۔ حق کو ماننے والے پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حضور سجدہ کرے اور سجدے کو باعثِ قربِ الٰہی جانے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون (23) میں ارشاد فرمایا ہے۔

أَفَحَسِبۡتُمۡ أَنَّمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ عَبَثًا وَأَنَّكُمۡ إِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے، اور تمہیں ہماری طرف مراجعت نہیں کرنی۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ﴿۱﴾ ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل فرمایا۔

قرآن پاک کا نزول شبِ قدر میں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کا نزول بتدریج ہوا۔ (76:23) جس رات میں قرآن پاک کا نزول ہوا، اس کو مبارک رات فرمایا گیا ہے۔ اس مبارک رات میں تمام حکیمانہ امور کی تقدیر ہوتی

ہے، تقسیم ہوتی ہے۔ (44:3-4) قرآن پاک کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے، کہ اس کتاب میں ہر شے کا بیان ہے، اور ہدایت و رحمت ہے، اور مسلمانوں کے لئے بشارت ہے۔ (16:89)

حاصل : شب قدر میں قرآن پاک کے نزول کا عنوان رکھ دیا گیا۔ شب قدر کی برکت سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ اور تجھے کیا پتہ کہ شبِ قدر کیا ہے۔

شاہد یقیناً شبِ قدر کا ادراک رکھتا ہے۔ یہ خطاب عام ہے۔ شب قدر کی برکت حکیم مطلق کی طرف سے ہے۔ وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک کے نزول کا عنوان رکھا گیا، عنایاتِ الٰہی کے حوالے سے بڑی ہی قابلِ قدر ہے۔

حاصل : شبِ قدر کی برکت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

شبِ قدر، شبِ مبارک ہے۔ اس میں تمام حکیمانہ امور کی تقدیر ہوتی ہے، تقسیم ہوتی ہے۔ قربِ الٰہی کے حصول کے لئے شبِ قدر بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ نماز کے لئے اوقات مقرر ہیں، حج کے لئے ایام مقرر ہیں، روزوں کے لئے ایام مقرر ہیں، زکوٰۃ کے لئے بھی ایام مقرر ہیں، قربِ الٰہی بندے کو مطلوب ہوتا ہے، اس کے لئے شب قدر جو شان رکھتی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ قرآن پاک رمضان شریف میں نازل ہوا۔ (2:185) اس لئے اس رات کا رمضان شریف میں ہونا ثابت ہے۔ قربِ الٰہی کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھنے والے اسے رمضان شریف کی راتوں میں پاتے ہیں۔ محب اور محبوب کے میل کے وقت کسی شے کا انتظار بھی مناسب نہیں ہوتا، کہ اشیاء سب بندے کے لئے ہیں، بندہ اللہ کے لئے ہے۔

حاصل : شبِ قدر، شب مبارک ہے، قرب الٰہی کے لئے اس کو پانا چاہئے۔ معمولات کو شب قدر میں حائل ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ اس میں ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے اذن سے ہر امر میں۔

شب قدر میں ملائکہ اور حضرت جبریل علیہ السلام امر الٰہی کے نفاذ کے لئے اترتے ہیں۔ ان کا آنا باذن اللہ ہوتا ہے۔ جو امر باذن اللہ نافذ ہو رہا ہو، اس میں کسی کی مداخلت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ مشیتِ الٰہی کے سامنے کھڑے ہونا ممکن ہی نہیں۔

حاصل : شبِ قدر میں یہ دعا کرنی چاہئے : یا اللہ خلوت میں اپنے ساتھ پاک رکھیو، جلوت میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پاک رکھیو۔

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾ طلوع فجر تک، وہ سلامتی ہی سلامتی ہے۔

شبِ قدر ایسی رات ہے کہ جس میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس رات میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی عشاء کی نماز ہوئی ہے اور ابھی فجر کی اذان ہو رہی ہے۔ شیاطین شبِ مبارک میں کسی بھی درجے میں آزاد نہیں ہوتے۔

حاصل : شب قدر، برکت والی رات ہے، سلامتی والی رات ہے۔ طلوع فجر تک عطائے الٰہی سے فیض یاب ہونا چاہئے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء (17) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٤﴾

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر یہی کہ کہنے لگے کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

آیاتہا ۸ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾

اہل کتاب اور مشرکین میں سے حق کا انکار کرنے والے، اس سے باز نہ آئیں گے حتیٰ کہ ان کے پاس روشن نشانی آجائے،

اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جو انبیاءِ سابقین کی تعلیمات کے حوالے سے نبیء موعود کی نشانیوں کو دیکھ کر حق کو ماننے والے ہوگئے۔ مگر اکثریت کا رویہ یہی تھا کہ معجزہ دیکھے بغیر ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مشرکین تو تھے ہی بت پرست، مگر ان میں سے بھی کچھ لوگ اتنے عقل والے تھے کہ انہوں نے کچھ وضاحتیں طلب کیں، بات کو توجہ سے سنا، حقائق کو دیکھا اور حق کو ماننے والے ہوگئے۔ مگر اکثریت کا مطالبہ یہی تھا کہ معجزہ دکھایا جائے تو مانیں گے۔

حاصل : اہل کتاب ہوں یا مشرکین، طلب ہدایت رکھنے والے لوگوں کا رویہ اور ہوتا ہے۔ روشن نشانی کا مطالبہ کرنے والوں کا رویہ ہٹ دھرمی ہی ہوتا ہے۔

رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً ﴿٢﴾

اللہ کا بھیجا ہوا، پاک صحیفوں کی تلاوت کرے،

لوگ، بشر کو اللہ کا رسول ماننے میں ہمیشہ مشکل محسوس کرتے رہے ہیں۔ وہ یہی چاہتے تھے، کہ کوئی فرشتہ، کلام اللہ کو لے کر آئے۔ وہ کلام پاک، مقدس صحیفوں پر ہو، اور وہ ان کو پڑھ کر سنایا جائے۔ معجزہ طلب کرنا اور اسے دیکھ کر سنجیدگی کا ثبوت دیتے ہوئے، حق کو مان لینا بہت بڑی بات ہے۔ ہوتا یہی رہا ہے کہ مطلوبہ معجزہ دیکھ لینے کے بعد لوگ اسے جادو کا کرشمہ کہہ کر حق کا انکار کرنے لگتے تھے۔

حاصل : معجزہ طلب کرنے والے، اپنا طلب کردہ مقام دیکھ لیں تو پھر ان کو اپنی صداقت کا

ثبوت دینے میں قطعاً کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، کہ وہ ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر تو پہلے ہی کھڑے ہوتے ہیں۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾

جس میں قیم تحریریں ہوں۔

وہ پاک صحیفے جن کی تلاوت فرشتہ لوگوں کے سامنے آکر کرے، ایسی تحریروں پر مشتمل ہوں، جو قطعاً واضح ہوں، اوامر ہوں یا نواہی ہوں۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انہیں جو کچھ سنایا جارہا ہے وہ واضح نہیں ہے۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾

اور اہل کتاب روشن نشانی کے آجانے کے بعد ہی تفرقے میں پڑے۔

اہل کتاب کو ان کا ماضی یاد دلایا گیا ہے کہ وہ الواح جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھیں، وہ دین قیم کو ہی واضح کرتی تھیں۔ ان کے منوانے کے لئے ان لوگوں پر کوہِ طور کو بلند کیا گیا تھا۔ فرعون کے مظالم سے نجات پانے کے بعد، بہت سی روشن نشانیاں اہل کتاب کے مشاہدے میں آئیں، مگر سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا کرنے والے لوگ بھی انہی میں سے تھے۔ یہ تفرقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی دیکھنے میں آیا تھا۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے لوگوں کو ان کا ماضی یاد دلانے سے بھی ان کا تفرقہ پسندی کا رجحان واضح ہو جاتا ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾

انہیں امر یہی ہوا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کریں، خالص اسی کے دین کے ہو کر، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور یہی دین قیم ہے۔

اہل کتاب کو امر تو یہی دیا گیا تھا، کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کی بندگی کریں، کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، یہی صراطِ مستقیم ہے، یہی دین قیم ہے، اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی طریقت ہے جو یکسو تھے۔ اہل کتاب کا ماضی بتاتا ہے کہ حق ان پر روشن تھا، مگر انہوں نے اس کو ماننے کا ثبوت نہیں دیا۔ ماضی میں یہ دین قیم کا عملاً انکار کرتے رہے ہیں، اب قیم تحریروں کو دیکھ کر ان کے مان لینے کا دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حاصل: حق کو ماننے والوں کی ملت کا دین یہی تھا، یہی ہے اور یہی رہے گا کہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کی بندگی کریں خالص اسی کے دین کے ہو کر، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

اہل کتاب اور مشرکین سے کفر کرنے والے، نارِ جہنّم میں پڑیں گے، وہ اس میں

أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝٦

ہمیشہ رہیں گے، یہی بدترین خلائق ہیں۔

اہل کتاب ہوں یا مشرکین، حق کا انکار کرنے والوں کا انجام بتایا گیا ہے، کہ وہ جہنم کی آگ میں پڑیں گے۔ ان کا یہ زعم بھی غلط ہے کہ وہ جہنم میں نہیں جائیں گے، اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ جہنم میں گئے بھی تو چند دنوں کے لئے ہی جائیں گے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ حق کا انکار کرنے والے، جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ اپنی خوبیوں کا جیسے بھی ذکر کرتے رہیں، سب سے بڑے علم والے کی شہادت ان کے بارے میں یہ ہے کہ حق کی تکذیب کو اپنی پہچان بنالینے والے بدترین خلائق ہیں۔

حاصل: حق کا انکار کرنے والے، جہنم کی آگ میں پڑیں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور وہ بدترین خلائق ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝٧

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے صالح عمل کیے، وہ بہترین خلائق ہیں۔

ناصحین سے محبت رکھنے والے لوگ، اپنی پسند کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پر رنگ شہودی چڑھ جاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کا ثبوت صالح اعمال کی شہادت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ جس پاکیزگی کے ساتھ اس دنیا میں آئے اسی پاکیزگی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ ان کے بارے میں سب سے بڑے علم والے نے شہادت دی ہے کہ وہ خیرُ البریہ ہیں، بہترین خلائق ہیں۔

حاصل: ایمان والے لوگوں کو جو صالح اعمال سے اپنی صداقت کا ثبوت دیں، قابل احترام ماننا حق ہے، کہ وہ بہترین خلائق ہیں۔

جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝٨

ع ۲۲

ان کی جزا ان کے رب کے پاس جناتِ عدن کی صورت میں ہے، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ مقام اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہو۔

جو لوگ بہترین خلائق ہیں، ان کی جزا کے لئے ان کے رب کے پاس ہیشگی کے باغات ہیں، جن میں دائمی بہار ہو گی۔ ان کے تحت نہریں جاری ہوں گی۔ اللہ ان لوگوں کو ان کی دائمی پاک دامنی کی جزا مذکورہ باغات کی صورت میں دے گا۔ اللہ ان سے راضی ہے کہ انہوں نے اللہ کے محبوب کو اپنا محبوب بنالیا ہے، وہ اللہ سے راضی ہیں، کہ اللہ نے ان کو پاک ہونے کا شرف بخشا اور انہیں اپنے فضل سے نوازا۔ یہ مقام اسے نصیب ہوتا ہے، جو اپنے رب سے ڈرتا ہو، ڈر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کی کسی بھی صورت میں ناشکری نہ ہو جائے۔

حاصل: جو لوگ بہترین خلائق ہیں، ان کی جزا کے لئے ہیشگی کے باغات ہیں، وہ ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے۔ جو اللہ کے محبوب کو محبوب بنالے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ جو تزکیے کا قدردان ہو وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اپنے رب سے ڈرنے والے کو ہی یہ مقام

نصیب ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾

اور ہم نے آپ کو رحمۃ اللعالمین ہی بنا کر بھیجا ہے۔ فرما دیجئے مجھے تو یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود، الٰہ واحد ہے پھر کیا تم ماننے والے بنتے ہو۔

سُوْرَةُ الزَّلْزَلَةِ

اٰیاتھا ۸ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾

جب زمین ہلا ڈالی جائے گی، جس طرح اس کو ہلانا مقدّر کر دیا گیا ہے۔

سورۃ حج (22) کی ابتداء میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ عظیم شے ہے۔ جس دن اس زلزلے کو دیکھو گے، ہر دودھ پلانے والی، اپنے دودھ پلائے کو بھول جائے گی، ہر حمل والی اپنا حمل وضع کر دے گی، اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، اور ان پر نشہ نہیں ہوگا، مگر اللہ کا عذاب شدید ان کی پریشانی کا باعث ہوگا۔ پورے کرۂ ارض کو ہلتے انسان نے کبھی دیکھا نہیں، اس لئے جس وقت قادرِ مطلق کی طرف سے اس کو ہلایا جائے گا، تو پھر اس کے اوپر کی سب زینت ختم ہو جائے گی، اس کے پہاڑ ذرات بن کر اڑتے ہوں گے۔ جس نے زمین کو بنایا ہے، وہ اس کو ہلانے کی بڑی قدرت رکھتا ہے۔

حاصل : قیامت کے دن کرۂ ارض کو خوب ہلایا جائے گا۔ اللہ کی قدرت کو مان لینے میں ہی بندے کا بھلا ہے۔

وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾

اور زمین اپنا بوجھ خارج کر دے گی۔

قیامت کے دن زمین کو اس قدر ہلایا جائے گا، کہ وہ اپنے اندر کے سب بوجھ نکال کر خالی ہو جائے گی۔ کرۂ ارض کا اس قدر ہلنا کہ اس کے اندر رکھی ہوئی سب اشیاء باہر آجائیں، امر الٰہی سے ہوگا۔

حاصل : قیامت کے زلزلے کی شدّت کا پتہ اسی بات سے لگتا ہے کہ زمین ہل ہل کر اپنا سارا بوجھ نکال کر خارج کر دے گی۔

وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾

اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔

قیامت کا زلزلہ اتنی بڑی چیز ہوگی، کہ اس سے پہلے اسے کبھی اس کا مشاہدہ نہیں ہوا ہوگا۔ زلزلے کی شدت اور اس کا وقت انسان کو حیرت زدہ کردے گا۔ دار عمل کے خاتمے کے لئے زمین کو صاف کردینا اور دار جزا کے لئے اسے تیار کردینا اللہ کا ہی کام ہے۔

حاصل: دارِ عمل کے خاتمے پر زمین کا زلزلہ انسان کو حیرت زدہ کردے گا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ اس دن وہ اپنی خبریں سنائے گی۔

زمین اللہ کی قدرت سے ناطق ہوگی، جیسے ہر شے اللہ کی قدرت سے ناطق ہوگی۔ انسان کے اعمال زمین سے جو تعلق رکھتے ہیں، زمین ان پر ایک گواہ کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ جب وہ گواہی دے گی، تو پھر اس کو جھٹلانا ممکن نہ ہوگا۔ انسان کو اس کی ذات سے متعلق خبریں بالکل ٹھیک سنائی دیں گی۔

حاصل: زمین کی سنائی ہوئی خبریں ایسی ہوں گی کہ وہ انسان کو حیرت زدہ کردیں گی۔

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿۵﴾ کہ تیرے رب نے اسے وحی کی ہوگی۔

رب العالمین کا حکم اتنی بڑی شان رکھتا ہے، کہ اس کے حکم سے ہر شے ناطق ہو سکتی ہے۔ زمین کو جب ناطق ہونے کا حکم ہوگا، تو وہ انسان کے اعمال سے متعلق اپنا حال بالکل ٹھیک سنادے گی۔ زمین اللہ کے حکم کی اس طرح تعمیل کرے گی، کہ انسان حیرت زدہ ہو جائے گا۔

حاصل: خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاک رہنے والے ہی قیامت کے دن پریشانی سے بچ سکیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ اس دن لوگ اپنے رب کی طرف الگ الگ نکلیں گے، کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

اس دنیا میں انسان کی آمد بھی فرد کی حیثیت سے ہے، اس دنیا سے اس کی رخصت میں فرد کی حیثیت سے ہے، اور مقام جزا کی طرف چلنا بھی فرد کی حیثیت سے ہے۔ لوگ قبروں سے نکل کر اس طرف کو چلیں گے، جہاں اللہ انہیں لے جانا چاہے گا، اور جہاں انہیں ان کے اعمال نامے دکھائے جائیں گے۔

حاصل: جس کی طرف سے آنا ہوا ہے اسی کی طرف واپسی ہوگی۔ جیسے آنا فرد کی حیثیت سے ہے، ویسے ہی واپسی بھی فرد کی حیثیت سے ہوگی، اور جزا کے لئے پیشی بھی فرد کی حیثیت سے ہوگی۔

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿۷﴾ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔

نیکی وہ کام ہے، جس میں مقصود اللہ کی رضا ہو، رخ درست ہو اور اجر رب العالمین پر ہو۔ وہ نیکی جس میں نفس پر بہت ہی

تھوڑا بوجھ پڑے، چھوٹی ہوتی ہے، مثلاً راستے سے کانٹے کو ہٹا دینا وغیرہ۔ حق کو ماننے والے، فلاح پانے والے دیکھ لیں گے، کہ ان کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی ان کے اعمال نامے میں درج ہوں گی۔

حاصل : ذرہ بھر بھی نیکی کی جا سکے تو کرنی چاہئے، کہ اللہ کے پاک بندوں کی طریقت یہی ہے۔

۸ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ — اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہو گی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔

برائی وہ کام ہے، جس میں اپنے نفس کی خوشی مطلوب ہو، رخ خلافِ حق ہو، اور جس سے غرور میں اضافہ ہو۔ وہ برائی جس میں نفس کو زیادہ زور نہ لگانا پڑے، چھوٹی برائی ہو گی، مگر قیامت کے دن انسان اپنے اعمال نامے میں چھوٹی چھوٹی برائیوں کو بھی درج پائے گا، تو اسے بڑی حیرت ہو گی۔

حاصل : کسی برائی کو چھوٹی سمجھ کر کرنا، بھلے لوگوں کو زیب نہیں دیتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (3) میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸۸

تو یہ نہ سمجھ کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں، اور بن کئے پر تعریف کے کلمات سننا چاہتے ہیں، کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے، ان کے لئے تو المناک عذاب ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ — میدان جہاد میں دوڑتے ہوئے، ہانپتے ہوئے گھوڑوں کی قسم۔

اللہ کی راہ میں لڑنے کی تیاری کرنا، ہر مومن کا حق ہے۔ تیاری استطاعت کے حوالے سے ہی ہوتی ہے۔ گھوڑے کو میدان جہاد کے لئے تیار کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے اموال و انفس کو جہاد فی سبیل اللہ میں لگانے والے یقیناً علم والے ہوتے ہیں۔ (9:41) مجاہدین کے گھوڑے، ان کی حسن کارکردگی کو بڑھانے میں کام آتے ہیں۔ ان کا دوڑنا، ان کا ہانپنا سواروں کے حوالے سے ہوتا ہے۔ مجاہدین اللہ کی رضا کے لئے، کافروں کی سرکوبی کے لئے جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں، گھوڑے اپنے سواروں کو ان کی منشاء کے مطابق خدمت مہیا کرتے ہیں۔

حاصل : مجاہدین کی جہاد میں کارکردگی ان کے دوڑتے، ہانپتے گھوڑوں میں بھی نظر آتی ہے۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ سُموں کی ٹھوکر سے چنگاریاں نکالنے والے۔

گھوڑا جب دوڑتا ہے تو اس کے سم بہت زور سے زمین پر پڑتے ہیں۔ دوڑنے کے مقام پر زمین سخت ہو، پتھریلی ہو تو گھوڑے کے نعل سے چنگاریاں بھی نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ گھوڑا اپنے سوار کی اطاعت کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔

حاصل : وہ مجاہد اللہ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں، جن کے گھوڑوں کے سُموں کی ٹھوکر سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿٣﴾ پھر صبح کے وقت دشمن پر یلغار کرنے والے۔

مومنین کا طریق جہاد یہی ہے کہ وہ رات کو اپنی مدافعت کا پورا دھیان رکھتے ہیں، دشمن پر حملہ کرنے کی تیاری پوری بھی ہو تو بھی حملہ صبح کے وقت ہی کرتے ہیں، اور ان کے گھوڑے اپنے سواروں کی اطاعت میں، دشمن پر یلغار کرتے وقت، اپنی سلامتی کو خطرات میں ڈالنے سے کبھی گریز نہیں کرتے۔

حاصل : صبح کے وقت دشمن پر یلغار کرنے والے بہت مستعد ہوتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾ دوڑتے ہوئے گرد اُڑانے والے۔

مجاہدین کے گھوڑے، میدان جنگ میں صبح کے وقت اس قدر زور سے دوڑتے ہیں کہ صبح کے وقت جب فضا میں خنکی ہوتی ہے اور گرد بیٹھی ہوئی ہوتی ہے، وہ گرد اڑانے لگتے ہیں۔ ان کی پھرتی، صبح کے وقت اڑتی ہوئی گرد کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حاصل : میدان جنگ میں ایک منظم قوت کے طور پر دشمن سے لڑنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اطاعتِ امیر بہر حال لازم ہے۔ سرعت دکھانے کا حکم ہو تو سرعت دکھانی چاہئے۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾ پھر دشمن کے دَل بادل میں گھس جانے والے۔

امیر المومنین کی اطاعت میں مجاہدین دشمن کے دَل بادل میں گھس جاتے ہیں۔ ان کے گھوڑے، دشمن کے ہتھیاروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، انھیں ان مقامات تک لے جاتے ہیں، جہاں وہ پہنچنا چاہتے ہیں۔ گھوڑے اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرتے ہوئے، سواروں کی اطاعت میں اپنی سلامتی کی پرواہ نہیں کرتے۔

حاصل : اطاعتِ امیر میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کے دَل بادل میں گھس جانا، بڑی شان رکھتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿٦﴾ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

مذکورہ قسموں کے بعد یہ شہادت دی گئی ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ توفیق کے حوالے سے حضرت انسان کا مقام یہ ہے کہ اشیاء سب اس کے لئے ہیں، اور یہ اللہ کے لئے ہے۔ یہ بڑی ناشکری ہے کہ اشیاء کے حصول کو مقصدِ حیات بنا لیا جائے اور مالکِ کل کے احکام کی پرواہ نہ کی جائے۔

حاصل : اپنے رب کی ناشکری بندے کو زیب نہیں دیتی، مالکِ کل کے احکام کی بڑے ادب

سے تعمیل ہو تو بندگی کا حق ادا ہوگا۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ اور وہ اس حقیقت پر خود گواہ ہے۔

جن گھوڑوں کی وہ ایک لحاظ سے پرورش کرتا ہے، ان سے بڑی جانفشانی اور جاں نثاری کی توقع رکھتا ہے، اور اپنے پالنے والے سے بے پرواہی برتتا ہے، اور یہ ایسی حقیقت ہے، جس سے وہ آگاہ ہے، اور جس پر وہ خود گواہ ہے۔

حاصل : اپنے پرورش کردہ گھوڑوں سے بڑی جانفشانی اور جاں نثاری کی توقع رکھنے والا، اپنے رب سے بے پرواہی برتے، تو یہ قطعاً اس کے ناشکرے ہونے کا ہی ثبوت ہوگا۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اور وہ مال کی شدید حب رکھتا ہے۔

انسان مال کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہے، اس کو وجہ فضیلت جانتا ہے، اور اپنی وسعتِ مال کو اپنے علم کی بدولت جانتا ہے۔ حق کو ماننے والے، اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کرتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ جو توفیق انہیں دی گئی ہے، اسی کے حوالے سے انہیں پوچھا بھی جائے گا۔ جزا کا یقین رکھنے والے تو مال کو حق کے مطابق خرچ کرنے میں فلاح دیکھتے ہیں۔ مال کے ساتھ شدید محبت ان کو ہوتی ہے، جو اسے اپنے علم کی بدولت جانتے ہیں، اور اسے محض اپنی پسند پر لگاتے ہیں۔

حاصل : مال کے ساتھ شدید لگاؤ، حق کو نہ ماننے کا ثبوت ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۝۹ کیا اسے معلوم نہیں کہ جو قبروں میں ہیں وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

جزا کے بارے میں انسان کو یقیناً آگاہی دی گئی ہے۔ آخرت کا یقین رکھنے والے تو مال کے حصول میں حدود اللہ کا احترام کرتے ہیں۔ مال کے خرچ کرنے میں بھی حق کو ہی ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ اس رویے کو خلافِ عقل جانتے ہیں کہ ڈھیروں مال اکٹھا کر لیا جائے، اسے لوٹ کر لوگ لے جائیں اور حساب کتاب، مال اکٹھا کرنے والوں کے گلے پڑ جائے۔

حاصل : بعث بعد الموت کا یقین ہو تو مال کے حصول میں پاکیزگی بھی ملحوظ رہے گی، اس کو خرچ بھی حق کے مطابق کیا جائے گا۔

وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر ہو جائے گا۔

قیامت کے دن، اعمال کے پیچھے نیت بھی ظاہر ہو جائے گی۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا، کہ اس کا عمل تو بظاہر درست نہیں مگر اس کے پیچھے نیت اچھی تھی۔ نیت درست ہو تو عقیدہ درست ہوتا ہے، عقیدہ درست ہو تو رخ درست ہوتا ہے، اور اللہ کے نزدیک رخ ہی اہمیت رکھتا ہے، رخ ہی دیکھا جائے گا۔

حاصل : جزا دینے والے سے اپنی نیت کو چھپانا ممکن ہی نہیں، یہ مان لیا جائے تو پھر خلافِ حق ہو ہی نہیں سکتا۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱ ع بے شک اس دن ان کے رب کو ان کی

پوری خبر ہو گی۔

عمل کے لئے دیا گیا وقت پورا ہو چکا ہو گا۔ جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہو گا، وہ بھی سامنے ہو گا، اعمال کے پیچھے نیت بھی ظاہر ہو جائے گی، مزید کچھ کرنے کا موقع تو ہو گا ہی نہیں، اس لئے یہ ریکارڈ جو انسانوں کے سامنے آئے گا، بالکل پورا ہو گا۔ پوری پوری جزا دینے کے لئے اس ریکارڈ کے پورا ہونے کی اہمیت واضح ہے۔

حاصل : یوم الدین میں سب کچھ اللہ کے سامنے آجائے گا، اعمال بھی اور ان کے پیچھے محرکات بھی۔ ہر ایک کو اس کے کئے کی ہی جزا دی جائے گی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعرآء (26) میں فرمایا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾

جس دن مال اور بیٹے نفع نہ دیں گے، مگر وہی جو قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الْقَارِعَةُ ﴿١﴾ کھڑ کھڑانے والی۔

قیامت کے ناموں میں سے ایک صفاتی نام القارعہ بھی ہے۔ اس دن مرسلین کی صداقت کو ان کے منکرین بھی مان رہے ہوں گے۔ قیامت کے آنے سے جو تغیرات رونما ہوں گے، وہ پورے کرۂ ارض کو متاثر کریں گے۔

حاصل : قیامت کے دن کو ماننے کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے، جب ہمارا حال حق کے مطابق ہو جائے۔

مَا الْقَارِعَةُ ﴿٢﴾ کیا ہے کھڑ کھڑانے والی۔

یوم الدین کے مالک کی طرف سے، اس دن کی سختی کو واضح کیا گیا ہے، کہ اس دن کی سختی دل دہلانے والی چیز ہو گی، انسان اپنے کئے کی جزا پانے والا ہو گا، بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی۔

حاصل : جو دل قیامت کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو، اس کو دہل جانے کی انتہائی کیفیت کے لئے آگاہ رہنا چاہئے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٣﴾ اور تُو کیا جانے وہ کھڑ کھڑانے والی کیا ہے۔

قیامت کی ہولناکی کو واضح کیا جا رہا ہے، کہ اس کو ماضی کے کسی مشاہدے کے حوالے سے سمجھا نہیں جا سکتا۔ تب عمل کے لئے دیا گیا وقت ختم ہو چکا ہو گا، زینتِ زمین سب تہس نہس ہو چکی ہو گی، حقائق ناقابلِ تردید صورت میں سامنے ہوں گے۔

حاصل : سمجھداری یہی ہے کہ انجام سے غفلت نہ ہو۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ جس دن لوگ پراگندہ پتنگوں کی طرح ہوں گے۔

جزا کا انکار کرنے والے، جزا کو سامنے پا کر پریشان ہو جائیں گے۔ پریشان لوگوں کا ہجوم، بکھرے ہوئے پتنگوں کی مانند ہوگا۔ قیامت کے بارے میں لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں سب بے حقیقت ثابت ہو جائیں گی۔ اللہ کا فرمان قطعاً عیاں ہوگا۔

حاصل: نفس پرور لوگ قیامت کے دن پریشان حال ہوں گے۔ وہ پراگندہ پتنگوں کی طرح ہوں گے۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ اور پہاڑ ہوں گے، جیسے دُھنکی ہوئی رنگین اُون۔

زمین کو اس قدر ہلایا جائے گا، کہ پہاڑ جو اس پر میخوں کی طرح پیوست ہیں، ٹوٹ ٹوٹ کر ذرّات کی شکل اختیار کر لیں گے، اور وہ ذرات رنگین دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہوں گے۔ پہاڑ جس طرح زمین پر نصب ہیں کوئی دوسری چیز اس طرح نصب نہیں ہے، اس لئے پہاڑوں کی کیفیت واضح ہو جانے کے بعد کسی دوسری شے کے انجام کے بارے میں کوئی سوال باقی نہیں رہ جاتا۔

حاصل: پہاڑوں کی کیفیت قیامت کے دن دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو گی، اور کوئی چیز زمین پر پہاڑوں کی طرح نصب نہیں ہے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ تو جس کی تولیں بھاری ہوں گی۔

قیامت کے دن میزانِ عدل رکھ دی جائے گی۔ اس میں وزن صرف حق کے حوالے سے ہوگا، اور حق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے۔ جن لوگوں کا مقصود اللہ کی رضا ہے، ان کے اعمال باحقیقت ہوں گے۔ باحقیقت اعمال ہی وزنی ہوتے ہیں۔ میزانِ عدل میں ناپاک اعمال کا تو کوئی مقام ہی نہ ہوگا۔ مقصود حق کو ماننا ہو، حصولِ مقصد میں رخ درست ہو، اور حال پر شاہدین کی معیت ہو تو ایسے عامل کا عمل، اس کے اخلاص کی بدولت اللہ کے نزدیک بڑا وزن رکھتا ہے۔ جن لوگوں کی تولیں بھاری ہوں گی، وہی فلاح پائیں گے۔

حاصل: ہمارے اعمال کو باحقیقت ہونا چاہیے، کہ باحقیقت اعمال ہی بھاری ہوتے ہیں۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وہ تو راضی ہوگا، عیش میں ہوگا۔

فلاح پانے والا ہر فرد، اللہ کے دربار میں سچا ثابت ہو جانے پر راضی ہو گا۔ اسے خوشی اس بنا پر ہو گی، کہ وہ اللہ کے محبوب سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچا ثابت ہو گیا ہے اور اللہ کے محبوب کی معیت سے بڑا عیش تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل: خوشی اور عیش فلاح پانے والوں کے مقامات ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ اور جس کی تولیں ہلکی ہوں گی۔

قیامت کے دن جن لوگوں کے اعمال حق کے حوالے سے بے حقیقت ہوں گے، وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے رہے ہوں گے، وہ ظلم کے مرتکب ہوتے رہے ہوں گے، اور انہوں نے شعور کے ساتھ خسارے کی راہ کو اختیار کیا ہوگا، ان کی

تو لیں ان کے اعمال کے بے حقیقت ہونے کی وجہ سے ہلکی ہوں گی۔

حاصل : جس کے اعمال حق کے حوالے سے ہلکے ہوں گے، وہ خسارے میں پڑے گا۔

فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ اس کا ٹھکانا ھاویہ ہو گا۔

شعور کے ساتھ خلافِ حق کرنے والا جس انجام کو پہنچے گا، اس مقام کا نام ھاویہ ہے۔ خلافِ حق کرتے چلے جانے والے کو یہ بتا دینا کہ وہ آخر کہاں پہنچے گا، اللہ کی بڑی عنایت ہے۔

حاصل : اپنے رُخ کے حوالے سے ہمیں اپنے انجام کا پتہ ہونا چاہیے۔ منکرِ حق کا ٹھکانا ھاویہ ہو گا۔

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ اور تجھے کیا پتہ کہ ھاویہ کیا ہے۔

انسان اپنے اعمال کے خلافِ حق ہونے کی بدولت جس منزل پر پہنچے گا، اس کا نام ھاویہ بتایا گیا ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے، کہ انسان کو کیا پتہ کہ وہ مقام کیسا ہے، اندازے سے اس کو جاننا بھی ممکن نہیں۔

حاصل : حق کو ماننے والے اور نہ ماننے والے کا اور اک بھی مساوی نہیں رہتا۔

ع نَارٌ حَامِيَةٌۢ ﴿١١﴾ بھڑکتی آگ ہے۔

انسان اپنے اعمال سے پیدا ہونے والی آگ میں جلے گا۔ حق کا انکار کرتے ہوئے انسان اپنے جلنے کا سامان اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، جزا دینے والے مالکِ کل کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ قیامت کے دن انسان کے خلافِ حق کرنے کا انجام اسے ھاویہ کی صورت میں ملے گا، جو بھڑکتی آگ ہے، اور انسان کے خلافِ حق اعمال کی پوری پوری سزا ہے۔

حاصل : آگ کے ساتھ سزا دینا صرف اللہ کی شان کے لائق ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل (16) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾

إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾

بے شک شیطان کا ان پر کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں۔ اس کا قابو تو انہیں پر ہے، جو اس سے دوستی کرتے ہیں، اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ تمہیں تکاثر نے غفلت میں ڈالے رکھا۔

جاہ و حشمت کی طلب انسان کو چین نہیں لینے دیتی۔ جو کچھ اس کے پاس ہو، اسے وہ کم ہی جانتا ہے، اور اسے بڑھانے کے درپے رہتا ہے۔ اس رویے کو تکاثر کہتے ہیں۔ اس رویے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان یہ دیکھتا ہی نہیں، کہ اس کا ایک مقصدِ حیات ہے، جو توفیق اس کو دی گئی ہے، اس کے حوالے سے اسے پوچھ بھی ہو گی، اور اسے یوم الدین کے مالک کے حضور پیش ہونا ہے، جو اسے اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

حاصل : حق کی ادائیگی کی بجائے جاہ و حشمت کی طلب غفلت کا ثبوت ہی ہو سکتی ہے۔

حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ حتیٰ کہ تم قبروں کو جا پہنچے۔

شان و شوکت کو بڑھانے کی طلب، انسانوں کو اس قدر غفلت میں ڈالے رکھتی ہے، کہ وہ اپنے انجام کو دیکھتے ہی نہیں۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے محدود ہونے کی طرف بھی ان کا دھیان نہیں جاتا، اور عمریں یوں ہی تمام ہو جاتی ہے۔ عمل کے لئے دی گئی مہلت کے خاتمے کے معنی قبر کو جا پہنچنا ہے، وہاں تکاثر کا مقام نہیں ہوگا، مگر وہاں اصلاح حال کی توفیق بھی نہیں ہو گی۔

حاصل : غفلت اگر قبر تک ساتھ رہے تو اس سے بڑا خسارہ کیا ہو گا۔

کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ نہیں نہیں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانوں کو من مانی کرنے کی آزادی دی گئی ہے، اور دین محض باتوں کا نام ہے، ان کے احساس کی نفی کی گئی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے، کہ قبروں میں معلوم ہو جائے گا، کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے تھا، اور تم کیا کرتے رہے۔ تمہیں تمہارا انجام بھی معلوم ہو جائے گا مگر واپسی ممکن نہ ہو گی۔ اس لئے انجام کا معلوم ہو جانا منکرین حق کے لئے بمنزلہ سزا ہی ہو گا۔

حاصل : قبروں میں جا کر اپنا انجام یقیناً معلوم ہو جائے گا۔

ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ ہرگز نہیں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

تاکید مزید کے لئے پھر یہ فرمایا گیا ہے کہ حقائق وہ نہیں ہیں، جو تم سمجھتے ہو۔ عمل کے لئے دی گئی توفیق کے خاتمے پر بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا، کہ حقائق کیا ہیں، اور جزا کے دن تو انجام سامنے آجائے گا، پھر اس کے بارے میں کوئی شک کہاں رہ جائے گا۔

حاصل : اصلاح حال کی توفیق ہی ختم ہو چکی ہو تو حقائق کے معلوم ہونے پر حسرت و ندامت

ہی ہو گی۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝٥ دیکھو اگر تم علم یقین سے معلوم کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے کہ انسان علم یقین حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کو نازل فرمایا گیا ہے، آفاق وانفس میں مشاہدے کے لئے وہ سب کچھ موجود ہے، جس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ شاہدین علم یقین کو طلبِ علم رکھنے والوں تک پہنچانے میں ہمیشہ راحت محسوس کرتے ہیں۔

حاصل : علمِ یقین کا حصول سنجیدہ لوگوں کی پہچان ہے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ کہ تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے۔

علمِ یقین سے اپنے انجام کو جاننا ضروری ہے۔ طلب ہدایت رکھنے والے سنجیدہ ہوتے ہیں، طلب ہدایت سے عاری غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ سنجیدہ اور غیر سنجیدہ مساوی نہیں ہوتے۔ کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں ہوئی تو انسان کا بھی ایک مقصدِ حیات ہے۔ اس کا دائرہ کار بھی وسیع ہے۔ اس کو توفیق بھی بہت دی گئی ہے۔ شاہدین اس کو حق کے ماننے کی صورت میں فلاح کی بشارت بھی دیتے ہیں اور حق کے انکار کی صورت میں خسارے سے ڈراتے بھی ہیں۔ خلاف حق کرنے والا علمِ یقین سے اپنے انجام کو جان سکتا ہے۔

حاصل : خلافِ حق کرنے والے کو علمِ یقین کے ساتھ اپنا انجام معلوم ہو سکتا ہے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝٧ پھر تم اس کو عین الیقین کے ساتھ دیکھو گے۔

دارِ عمل کے بعد دارِ جزا کا مقام رکھا گیا ہے۔ دارِ عمل میں دوزخ کے بارے میں علمِ یقین حاصل ہو سکتا ہے، دارِ جزا میں یقیناً اس کا مشاہدہ ہو گا۔ منکرین حق کو وہاں دوزخ کے سامنے کھڑا کر کے پوچھا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب یہی ہو گا، یقیناً یہ حق ہے۔ عین الیقین کے بعد حق کو ماننا کسی کو فائدہ نہ دے گا، کہ اس وقت حق کا انکار ممکن ہی نہ ہو گا۔

حاصل : عین الیقین کے ساتھ دوزخ کو دیکھ لینے کا مقام تو ضرور آئے گا، مگر اس وقت حق کو ماننا فائدہ نہ دے گا۔

ع ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨ پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھ ہو گی۔

علمِ یقین کے ساتھ یہ جانا جا سکتا ہے کہ توفیق کے حوالے سے پوچھ ضرور ہو گی۔ نعمتوں کے حصول میں حق کو ملحوظ رکھا گیا ہو، نعمتوں کے استعمال میں حق کو ملحوظ رکھا گیا ہو تو بندے کو فلاح نصیب ہو گی۔ نعمتوں کے حصول میں حدود اللہ کی پرواہ نہ کی گئی ہو، ان کے استعمال میں بھی من مانی کی گئی ہو تو خسارے سے بچنا ممکن نہ ہو گا۔

حاصل : نعمتوں کے بارے میں پرسش کا یقین ہو تو کوئی نعمت خلافِ حق استعمال نہیں ہو گی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل (27) میں ارشاد فرمایا ہے۔

بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا ۖ بَلْ هُم مِّنْهَا عَمُونَ ۝٦٦

بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں تھک کر گر گیا، بلکہ ان کو اس میں شک ہے، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

اٰیاتھا ۳ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ — اور عصر کی قسم۔

ہر زمانے کا مالک، ہر زمانے پر مطلق قدرت رکھنے والا، ماضی، حال اور مستقبل میں زمانے کو تقسیم کرنے والا، زمانے کی قسم کھا رہا ہے، اور یہ روشن کر رہا ہے کہ عمل کے لئے دیا گیا وقت محدود ہے اور کم ہوتا جا رہا ہے، اس حقیقت سے غفلت قطعاً خلافِ عقل ہوگی۔

حاصل: وقت کی قدر کرنی چاہئے کہ اللہ نے زمانے کی قسم کھائی ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ — کہ انسان خسارے میں ہے۔

انسان کو دیا گیا وقت گزرتا جا رہا ہے۔ متاعِ حیات کو حق کے مطابق یا حق کے خلاف استعمال کرنے کا اختیار اسے ضرور ہے مگر استعداد وقت سے متاثر ہوتی ہے۔ اگر انسان غفلت میں پڑ جائے، اور جاہ و حشمت کے بڑھانے میں لگ جائے، تو پھر وہ خسارے کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔

حاصل: عمل کے لئے دیے گئے وقت میں بندگی کا حق ادا نہ کرنا یقیناً خسارے میں ہونے کا ثبوت ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع ۲ ۲۸

مگر وہ جو ایمان لائے اور صالح عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

ناصحین سے محبت، ایمان ہے۔ خسارے سے بچنے کی راہ یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ ایمان کا ثبوت صالح اعمال کی شہادت سے دیا جانا چاہئے۔ صالحین کے طریق زندگی کو اختیار کرنے والے یقیناً خسارے کی راہ پر نہیں ہوتے۔ حق کی وصیت یہ ہوتی ہے کہ اپنے ساتھیوں پر یہ روشن کیا جاتا رہے کہ اعمال وہی باحقیقت ہوتے ہیں جو حق کے حوالے سے ہوں، وزن بھی وہی رکھتے ہیں۔ صبر کی وصیت یہ ہوتی ہے کہ مصائب و آلام کو باذن اللہ مانا جائے اور نہ ہونے کے مقام پر پورا رہا جائے۔ ساتھیوں کو صرف زبانی تسلی نہ دی جائے بلکہ تنگی کے مقام سے گزرنے میں انہیں سہارا دیا جائے۔ حق کی وصیت بھی اللہ کی رضا کے تحت ہوتی ہے، صبر کی وصیت بھی اللہ کی رضا کے تحت ہوتی ہے۔

حاصل: خسارے سے بچنے کے لئے ایمان، صالح اعمال، حق کے مطابق وصیت اور صبر کے

لئے وصیت ، لازم ہیں۔
شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک (67) میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٢﴾

بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لئے مغفرت اور اجرِ کبیر ہے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

آیاتھا ٩ — رکوعھا ١

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿١﴾ ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے، عیب جو کے لئے خرابی ہے۔

طعن آمیز اشارے کرنے والے بھی خسارے کی راہ پر ہوتے ہیں، عیب جوئی کرنے والے بھی خسارے کی راہ پر ہوتے ہیں۔ 'ھمز' بھی ایک زبان ہے، جس سے جسمانی حرکات سے اور اشاروں سے دوسروں کی تحقیر کی جاتی ہے، 'لمز' میں تو زبان کے ساتھ دوسروں کے عیب بیان کئے ہی جاتے ہیں۔ سورۃ الحجرات میں ایسی حرکات سے منع فرمایا گیا ہے۔ ان حرکات کی حقیقت فساد ہے، چاہے نام ان کا جو بھی رکھ لیا جائے۔

حاصل : طعن آمیز اشارے کرنا اور عیب جوئی کرنا، کبھی پاک لوگوں کا طریق زندگی نہیں ہو سکتا۔

الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ﴿٢﴾ جس نے مال جمع کیا اور گنتا رہا۔

طعن آمیز اشارے کرنے والا اور عیب جوئی کرنے والا، مال کی بڑی حب رکھتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مال ہی باعثِ راحت ہوتا ہے، اور جس قدر یہ زیادہ ہوگا، اسی قدر راحت بڑھے گی۔ یوں وہ مال کو جمع کرنے لگتا ہے۔ یہ مال جمع کرنا حق کے حوالے سے نہیں ہوتا، کہ خبیث وطیب کے درمیان وقف رکھنا تو وہ مانتا ہی نہیں، گنتا اس لئے رہتا ہے کہ اس سے اس کے نفس کو تسلی رہتی ہے۔

حاصل : خلافِ حق مال جمع کرنا اور اس کو گنتے رہنا، ناعاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔

يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ﴿٣﴾ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے دوام کا باعث ہوگا۔

مال کو باعثِ راحت جاننے والا یہ سمجھتا ہے کہ مال سے ہی دائمی راحت حاصل ہو سکتی ہے، اور مشکلات بھی تو مال سے ہی دور ہو سکتی ہیں، اس لئے مال ہے تو زندگی ہے۔ حالانکہ مال کے حصول میں بھی انسان کے رویے کو دیکھا جاتا ہے، اور مال کے استعمال میں بھی انسان کے رویے کو دیکھا جاتا ہے۔ جزا کا یقین رکھنے والا کبھی خلافِ حق نہیں کرتا، اور جزا کا یقین نہ رکھنے والا

کبھی حق کو نہیں مانتا۔

حاصل : مال کے حصول میں بھی حق کے مطابق رہنا چاہئے، مال کے خرچ کرنے میں بھی حق کے مطابق رہنا چاہئے۔ رزق میں بسط ہو یا تنگی مشیتِ الٰہی کے تحت ہی ہوتی ہے۔

كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝٤ ہر گز نہیں، وہ تو حطمہ میں ڈالا جائے گا۔

انسان کے اس خیال کی نفی کی گئی ہے کہ اس کا مال اس کے دوام کا باعث ہوگا، اور اس کو دنیا میں بھی سکھ ہے، آخرت میں بھی اسے سکھ ہوگا۔ یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ مال کا خلافِ حق جمع کرنے والا، اور اس کو باعثِ راحت جاننے والا، بڑی سزا پائے گا، اور اس سزا کے لئے اسے حطمہ میں ڈالا جائے گا۔

حاصل : مال کا خلافِ حق جمع کرنا اور مال کو خلافِ حق استعمال کرنا باعثِ راحت نہیں ہو سکتا، باعثِ عذاب ہی ہوگا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ اور تجھے کیا پتہ حطمہ کیا ہے۔

مالکِ یوم الدین کی طرف سے یہ فرمایا گیا ہے، کہ مال کو خلافِ حق جمع کرنے والا انسان، مال کو باعثِ راحت جاننے والا انسان، مال کو مشکل کشا جاننے والا انسان، مال پر فخر کرنے والا انسان، اپنے برے اعمال کی وجہ سے حطمہ میں ڈالا جائے گا۔ حطمہ کا پتہ اندازے سے کیسے لگ سکتا ہے، وہ تو جزا دینے والا ہی بتا سکتا ہے۔

حاصل : دیکھنا چاہئے جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے، یہ ہمیں کہاں لے جائے گا۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اسی کی طرف سے اسے توفیق دی گئی ہے۔ اسی کی طرف سے اس پر حق عائد کیا گیا ہے۔ اسی کی طرف سے اس کا آنا ہوا ہے، اسی کی طرف اس کی مراجعت ہوگی۔ وہ خلافِ حق کرنے والے کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ خلافِ حق مال جمع کرنے والے کو، اس کو گن گن کر رکھنے والے کو، اور اسے دائمی راحت کا باعث سمجھنے والے کو، اس آگ میں ڈالا جائے گا جسے حطمہ فرمایا گیا ہے۔ یہ آگ بصورتِ جزا ہوگی، اس لئے یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

حاصل : حطمہ آگ ہے، جو بصورتِ جزا ہوگی اور مال کو دائمی راحت کا باعث سمجھنے والوں کے لئے بھڑکائی جائے گی۔

الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ جو دلوں کو جالے گی۔

خلافِ حق کرنے کی چاہت، دل سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے علیم مطلق کی بھڑکائی ہوئی آگ ان مقامات کو بھی جالے گی، جہاں سے خلافِ حق کرنے کی خواہش ابھری تھی۔

حاصل : دل کو خلافِ حق کرنے کی چاہت سے پاک رکھنا، اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ وہ اس میں بند کر دیے جائیں گے۔

اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ، انسان کو اس طرح گھیرے گی، کہ وہ اس پر موت کو ترجیح دے گا، مگر موت نہیں آئے گی، کہ

اس کا وقت تو گزر چکا ہو گا۔

حاصل : اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، کہ اللہ انسان کے کئے ہوئے کو اس پر ڈال دیتا ہے۔

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۹ لمبے لمبے ستونوں میں۔

انسان خلاف حق کرتے ہوئے، اپنی راحت کو دائمی بنانے کے لئے لمبے لمبے منصوبے بناتا ہے، قیامت کے دن وہ اپنے کیے کی جزا پائے گا، تو لمبے لمبے آگ کے ستونوں میں بند ہو گا۔

حاصل : خلافِ حق کاوشیں بڑی ہوں تو سزا بھی اسی حوالے سے ہو گی، اللہ کسی پر ظلم تو کرتا ہی نہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن (40) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۶۰

اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے دعا کرو، میں قبول کرتا ہوں۔ بے شک جو میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں جائیں گے، ذلیل ہو کر۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۱ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیا کیا۔

جو واقعہ، اللہ کی قدرت کے حوالے سے عبرتناک ہو جائے، وہ معروف ہو جاتا ہے اور اسے تواتر کے ساتھ بیان کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اپنے مشاہدے کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں اس طرح وہ واقعہ تازہ رہتا ہے۔ اصحابِ فیل، اپنی طاقت کا بڑا زعم رکھتے تھے۔ اس طاقت سے وہ بیت اللہ کو اور مکہ شریف کو تاراج کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ ہونے کا شرف ہوا تو آپ کا گھر بیت اللہ ہو گیا۔ آپ نے شہر مکہ کے لئے یہ دعا کی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس کے اہل کو ثمرات سے رزق دے۔ جب اصحابِ فیل نے اللہ کے ساتھ لڑنے کی راہ لی تو ان کا انجام عبرتناک ہوا۔

حاصل : اللہ کی قدرت کے سامنے کسی بھی طاقت کا آنا اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔

اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۲ کیا ان کے داؤ کو ناکام نہ کیا۔

اصحابِ فیل کا داؤ یہ تھا کہ وہ لوگوں کا رخ، بیت اللہ کی طرف سے موڑ کر اس مقام کی طرف کرنا چاہتے تھے، جو ان کی خواہشات کے تحت بنا تھا۔ اللہ نے ان کے داؤ کو ناکام کر دیا، ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔

حاصل : کسی کے داؤ کو ناکام کرنے میں کسی کے منصوبے کو خاک میں ملانے میں اللہ کو دیر نہیں لگتی۔

وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ﴿٣﴾ اور ان پر لشکروں کے لشکر پرندے بھیجے۔

اصحابِ فیل کو جس طاقت سے پامال کیا گیا، وہ پرندوں کے لشکر تھے۔ اللہ کی مشیت کے سامنے کسی طاقت کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ طاقت کے زعم میں فخر کرنے والے، پرندوں سے مغلوب ہو گئے۔

حاصل : اللہ کی مشیئت اللہ کے علم سے ہوتی ہے، اور اس کے سامنے کسی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ﴿٤﴾ جو ان کے اوپر کنکریاں برساتے تھے۔

اصحابِ فیل بڑی طاقت رکھتے تھے، ان کے مقابل لڑنے والے طاقت میں بھی کم تھے، تعداد میں بھی قلیل تھے، اور ایسا کئی بار ہوا ہے کہ چھوٹی جماعت اللہ کے اذن سے بڑی طاقت ور جماعت پر غالب آئی ہے۔ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے والے یہ نہیں دیکھتے کہ دشمن کی تعداد کیا ہے اور اس کے پاس سامانِ جنگ کیا ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ جتنے بھی ہیں اور ان کے پاس جو کچھ بھی ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، وہ جس طرح نصرت فرمائے گا، اس سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اصحابِ فیل کے ساتھ لڑنے والوں نے چھپ کر ہی لڑنا تھا، اور وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ، اللہ کے دشمنوں سے لڑ کر ہی اپنی صداقت کا ثبوت دے سکتے تھے۔ اللہ نے پرندوں کے لشکر بھیج کر اصحابِ فیل پر کنکریاں برسائیں اور ان کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی نصرت وہ کچھ کر دیتی ہے جو کسی کے تصور میں بھی نہیں ہوتا، اور ہوتا تو وہی ہے جو اللہ چاہے۔

فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ﴿٥﴾ ع تو انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر ڈالا۔

طیور نے اصحابِ فیل پر اس قدر کنکریاں برسائیں کہ وہ تہس نہس ہو گئے۔ اللہ نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر ڈالا۔ بیت اللہ کو تاراج کرنے کا منصوبہ بنا کر آنے والوں کا انجام اس قدر عبرت ناک ہوا، کہ اسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

حاصل : بندوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ دائرہ عبدیت میں رہیں۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ سبا (34) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾

اور جو ہماری نشانیوں میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں عذاب میں لا حاضر کریں گے۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍۙ ﴿۱﴾ بوجہ اس الفت کے جو قریش کو ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حضور یہ گزارش کی تھی کہ اے میرے رب میں نے اپنی ذریت میں سے کچھ لوگوں کو اس وادی میں لا بسایا ہے جس میں زراعت نہیں ہوتی، کہ تیرے پاک گھر کے خادم رہیں اور نماز قائم کریں، تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے، اور ان کو ثمرات سے رزق دے کہ وہ شکر گزار رہیں۔ قریش کو بیت اللہ شریف سے اور امن والے شہر سے جو تعلق ہے، اس کو باحقیقت بنانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

حاصل: اللہ کے گھر کی خدمت میں قریش کی عزّت ہے، ناشکری ان کو زیب نہیں دیتی۔

اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِۚ ﴿۲﴾ اس الفت کی وجہ سے جو سردی اور گرمی کے سفر کے ساتھ ان کو ہے۔

سردی اور گرمی میں قریش تجارت کے لئے سفر کرتے تھے۔ جن لوگوں سے ان کا واسطہ ہوتا تھا، وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد جانتے ہوئے، ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اس طرح یہ سفر قریش کے لئے مالی فوائد کے ساتھ ساتھ روحانی تسکین کا باعث بھی ہوتے تھے۔ بیت اللہ شریف کے خادم ہونے کے حوالے سے جو مرتبہ قریش کو حاصل ہے، اس کا انہیں بھی دھیان رکھنا چاہئے، وہاں آنے والوں کو بھی اس کا دھیان رکھنا چاہئے۔

حاصل: سردی اور گرمی کے سفر میں عطا ہونے والی آسانیوں کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِۙ ﴿۳﴾ تو انہیں چاہئے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں۔

بیت اللہ شریف کی خدمت کا شرف بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا شکریہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے، کہ نماز قائم کی جائے، خدائی مہمانوں کو سکھ دیا جائے، اور متوکل رہا جائے۔

حاصل: بیت اللہ شریف سے فیض پانے والوں کو، حسنِ عبادت کا نمونہ ہونا چاہئے۔

الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾ جس نے انہیں بھوک میں طعام دیا اور خوف سے امان دی۔

قریش کو بیت اللہ شریف کی خدمت کی بدولت ثمرات سے رزق ملتا ہے، اور دنیا جہان کے پھل یہاں آتے ہیں۔ یہاں رہنے والوں کو امان ہے۔ ان کو اپنے رب کی بندگی کرتے ہوئے خدائی مہمانوں کی قدر کرنی چاہئے۔

حاصل : بھوکے کو کھلانا اور خوف میں مبتلا کو امان دینا قربِ الٰہی کی سند ہے، اللہ کی بندگی کا ثبوت ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء (21) میں فرمایا ہے۔

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ ﴿۲۳﴾

اللہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں وہ جو چاہے کرے اور ان سے پوچھ ہوگی۔



سُورَةُ المَاعُون — اٰیاتھا ۷ — رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿۱﴾ دیکھا تو نے جو دین کی تکذیب کرتا ہے۔

ربّ العالمین، یوم الدین کا مالک بھی ہے۔ جو اپنے ربّ کی بندگی سے غافل ہو اور اللہ کی عطا کو، اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کرنے سے انکار کرے، وہ دین کی تکذیب کرتا ہے، وہ جزا کا انکار کرتا ہے۔ وہ اپنے کام کا نام جو چاہے رکھ لے، اسے اللہ کی بندگی کبھی نہیں کہا جا سکتا۔

حاصل : ہمارے حال اور اعمال سے اللہ کی بندگی کا ثبوت ملنا چاہیے۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿۲﴾ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

دین کی تکذیب کرنے والا، جزا کا انکار کرتا ہے۔ وہ جو بھی کرتا ہے، اپنی غرض و غایت کے تحت کرتا ہے۔ یتیم کا اکرام تو وہی کرتا ہے جسے اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ یتیم کی آمد کو باعثِ رحمت و برکات جاننے والا، یتیم کی بڑی قدر کرتا ہے، اور یتیم کو بے وقعت جاننے والا، اسے دھکے دیتا ہے۔

حاصل : جزا کا منکر، یتیم کی بے قدری کرتا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳﴾ اور مسکین کو طعام دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

جزا کا منکر کبھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا، وہ تو اس کو فضول کام سمجھتا ہے۔ کسی کی سخاوت کو دیکھے تو اسے دکھاوے کا عمل کہہ دیتا ہے، منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کے بخل کی طرف کوئی نہ دیکھے، اور اس کے بارے میں لوگوں کا تاثر یہی ہو کہ وہ بغیر دکھاوا کیے بھلائی کے کام کرتا ہوگا۔

حاصل : مسکین کو کھانا کھلانا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا، جزا پر یقین رکھنے کا ثبوت ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿۴﴾ پھر خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے۔

نماز اگر قول کی حد تک ہی ہو تو شاہد کی معیت حاصل نہیں ہوتی، ہادی کا اتباع ہو تو خوف و حزن سے نجات ملتی ہے، ورنہ خرابی پیچھا نہیں چھوڑتی۔

حاصل : وہ نمازی جو اللہ کے ساتھ بار بار یہ عہد کرتے رہیں کہ وہ حق کے مطابق رہیں گے، اور عملاً حق کو ادا نہ کریں ان کے لئے حال پر بھی خرابی ہے، آخرت میں بھی خرابی ہوگی۔

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔

جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے نماز نہیں پڑھتے، وہ نمازوں سے غافل ہیں، کچھ حرکات کا نام انہوں نے نماز رکھ لیا ہے۔ حق کے حوالے سے پاکیزگی کا اہتمام نہ ہو، تو یہ غفلت کا ہی ثبوت ہوگا۔

حاصل : حق کے حوالے سے پاکیزگی کا اہتمام نہ ہو تو یہ نمازوں سے غفلت کا ہی ثبوت ہوگا۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ جو ریاکاری کرتے ہیں۔

نمازوں کی حقیقت سے غافل رہنے والے لوگ، نماز پڑھتے بھی ہوں تو منشاء محض دکھاوا ہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نماز جلوت میں طویل ہوتی ہے، خلوت میں مختصر ہوتی ہے۔

حاصل : دکھاوے کی نماز میں اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔

ع وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷ اور برتنے کی چیزیں، مانگے نہیں دیتے۔

نمازوں میں غفلت برتنے والے، ریاکاری کے ساتھ ساتھ، اس قدر پست اخلاق ہوتے ہیں، کہ برتنے کی معمولی چیزیں بھی مانگے نہیں دیتے، حسنِ معاشرت کی باتیں ضرور کرتے رہتے ہیں۔

حاصل : جو لوگ برتنے کی معمولی چیزیں بھی مانگے نہیں دیتے، ان کی نماز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاطر (35) میں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵

اے لوگو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو ہرگز تمہیں حیاتِ دنیا دھوکا نہ دے، اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

سُورَةُ الْكَوْثَرِ

آیاتہا ۳ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① — ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔

سورۃ الصف (61) میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ خلافِ حق کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں، اور اللہ کو اپنے نور کا اتمام کرنا ہے، چاہے کافروں کو اس سے کراہت ہو۔ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے چاہے مشرکوں کو اس سے کراہت ہو۔ کافر اللہ کے نور کے اتمام سے کراہت کرتے ہیں، مشرک دینِ حق کے غلبے سے کراہت کرتے ہیں، اللہ نے حق کو ماننے والے فرد کو کثیر خیر و برکت عطا کرنے کا عنوان رکھ دیا ہے۔ جسے کوثر عطا ہو جائے اس کی شان بلند ہوتی رہتی ہے کہ وہ داتا گر ہوتا ہے، نعمتیں بانٹتا ہے اور تقسیم کا علم عطا کرتا ہے، اس طرح اس کے ہاں سے داتا بنتے رہتے ہیں۔

حاصل : خیر و برکت کے قاسم ہونے کا شرف، بڑی شان ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② — تو اپنے ربّ کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔

خیر و برکت کے قاسم کو یہ بتایا گیا ہے کہ نماز پڑھے اور قربانی کرے۔ نماز پڑھنے سے اپنے ربّ کے حضور اظہارِ عبدیت ہوگا، اور قربانی کرنے سے حق کے قدر دانوں کی توقیر ہوگی۔

حاصل : خیر و برکت کے قاسم کو اپنے ربّ کی نماز اور اس کے لئے قربانی کرنے کو طریقِ زندگی بنانا چاہئے۔

ع ۳۳ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ③ — تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔

خیر و برکت کا قاسم اپنے رب کی نماز پڑھتا ہے، اس کے لئے قربانی کرتا ہے۔ نورِ ہدایت کے طالب اس سے روشنی لیتے ہیں۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں، اور روشنی بڑھتی رہتی ہے، اور صاحبِ کوثر کی قدر و منزلت بھی بڑھتی رہتی ہے۔ خیر و برکت کے قاسم کا دشمن تو اپنی غرض کے دائرے سے باہر نکلتا ہی نہیں۔ نہ اس کا حال ٹھیک ہوتا ہے نہ اس کا مستقبل ٹھیک ہو سکتا ہے۔ نور والے اور ظلمات والے کبھی مساوی نہیں ہو سکتے۔

حاصل : صاحبِ کوثر سے دشمنی کرنے والا، ابتر ہی ہوتا ہے۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر (59) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨

اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا، تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

اٰیَاتُهَا ۶ رُکُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱

فرمادیجیے، اے کافرو۔

مومن اور کافر کے مابین وقف لازم ہے۔ جو لوگ حق کے انکار کو اپنی پہچان بنالیں، اور اس امتیاز پر فخر کریں، ان کو اسی حوالے سے پکارنا درست ہوتا ہے۔

حاصل: جو حق کے انکار کو اپنی پہچان بنالے، اس کو اس حوالے سے پکارنا چاہیے۔

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲

میں ان کی بندگی نہیں کرتا، جن کی تم بندگی کرتے ہو۔

کافروں سے یہ کہنا حال پر ضروری ہوتا ہے، کہ میں ان کی بندگی نہیں کرتا، جن کی تم بندگی کرتے ہو کہ بات حال پر ہی ہوتی ہے۔ حق کو ماننے والے کی بندگی میں اس کی پسند کا کوئی مقام نہیں ہوتا، حق کو نہ ماننے والے کی بندگی میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس کی پسند کے حوالے سے ہی ہوتا ہے۔ کافر ہمیشہ یہ چاہتے ہیں، کہ حق کو ماننے والے ان کی ملت میں لوٹ آئیں، مگر حق کو ماننے والوں کو اس سے ہمیشہ کراہت ہی ہوتی ہے۔

حاصل: اللہ کے مقابل جن کی عبادت کی جاتی ہے، حق کو ماننے والے پر یہ لازم ہے، کہ وہ ان سے کراہت کا اظہار کرے۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳

اور نہ تم اس کی بندگی کرتے ہو، جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔

کافر، اپنے بنائے معبودوں کو بھی مانتے ہیں، اور اللہ کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، یوں وہ اللہ کو ایک اور لاشریک نہیں مانتے۔ اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے کا انکار، اللہ کا انکار ہے۔ اللہ کی بندگی تبھی ہوتی ہے، جب حکم اللہ کا مانا جائے، اور نمونہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے۔

حاصل: حق کو ماننے والے پر لازم ہے کہ اپنے رخ کو واضح کرے، اور وہی کہے جو اس کو کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴

اور نہ میں ان کی بندگی کروں گا، جن کی تم بندگی کرتے ہو۔

کافروں کے معبودوں کے بارے میں یہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے، کہ میں ان کی بندگی نہیں کروں گا، جن کی تم بندگی کرتے

ہو۔ اپنے رُخ کی وضاحت کے لئے یہ کہنا بھی ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے۔
حاصل : اپنے رُخ کی وضاحت کے لئے یہ کہنا بھی ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے، کہ میں ان کی بندگی نہیں کروں گا، جن کی تم بندگی کرتے ہو۔

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝۵ — اور نہ تم اس کی بندگی کرو گے، جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔

جو حق کے انکار کو اپنی شناخت بنالیتے ہیں، ان سے یہ کہنا بھی اپنے رُخ کی وضاحت میں ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے، کہ تم اس کی بندگی نہ کرو گے، جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ یوں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حق کو ماننے والے کا رُخ ہمیشہ کافروں سے الگ ہی رہے گا۔ مومن اور کافر کے درمیان وقف لازم کے یہ سب ارکان ہیں۔
حاصل : اپنے رُخ کی وضاحت کے لئے یہ کہنا بھی ایک رکن کا درجہ رکھتا ہے، کہ تم اس کی بندگی نہیں کرتے، جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔

ع لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ۝۶ — تمہارے لئے تمہارا دین، میرے لئے میرا دین۔

کافروں سے یہ کہنا بھی ضروری ہے، کہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا ملے گی، مجھے میرے اعمال کی جزا ملے گی۔ اس طرح ہر جہت سے کافروں کے ساتھ عدم تعلق کا اظہار ہو جاتا ہے۔
حاصل : کافروں کے ساتھ اپنے عدم اشتراک کے اظہار کو پورا کرتے ہوئے یہ بھی کہنا چاہئے، تمہاے لئے تمہارا دین، میرے لئے میرا دین۔
شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ (20) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ۝۱۲۸

تو کیا انہیں اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے قبل کتنے ہی قرون کو ہلاک کر ڈالا، کہ یہ ان کے مساکن میں چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝۱ — جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے،

ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، اپنے اموال وانفس کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کرو،

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔ (61:11) وہ تمہارے گناہ بخش دے گا، اور تمہیں جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے تحت نہریں جاری ہیں، اور طیب مساکن جو ہینے کے باغوں میں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (61:12) اور ایک اور نعمت جو تمہیں بہت عزیز ہے، عطا فرمائے گا، وہ ہے اللہ کی نصرت اور فتح قریب، اور مومنین کو بشارت دیجئے۔ (61:13) اللہ کی نصرت ہی سے غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ کافر کبھی لڑائی کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے، جب تک ان کو دشمن کے مقابل اپنی عددی برتری کا یقین نہ ہو، اپنی طاقت و مہارت کا زعم نہ ہو، اور دشمن کی تدبیر کے مقابل اپنی تدبیر بہتر نظر نہ آئے۔ مومن تو حق کی ادائگی کے لئے لڑتے ہیں۔ نہ انہیں اپنی تعداد کا زعم ہوتا ہے، نہ طاقت و مہارت کا زعم ہوتا ہے، نہ اپنی تدبیر کا زعم ہوتا ہے، اللہ کی نصرت کا یقین ہوتا ہے اور فتح کے باذن اللہ ہونے کا یقین ہوتا ہے۔

حاصل: اللہ کی نصرت شاملِ حال ہو جائے تو فتح نصیب ہوتی ہے۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾

اور تو لوگوں کو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھے،

حق کی مخالفت میں پورا پورا زور لگانے والے، اپنی طاقت کے مغلوب ہو جانے کے بعد پریشان ہو جاتے ہیں، پھر ایمان والوں کا حسنِ سلوک دیکھتے ہیں تو اللہ کی قدرت بھی نظر آتی ہے، ایمان والوں کی شان بھی نظر آتی ہے۔ یوں لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ اس فتح سے پہلے حق کو ماننا بڑا کام ہوتا ہے، کہ طاغوت کے انکار میں زور لگانا پڑتا ہے۔ اس فتح کے بعد طاغوت کا انکار کچھ مشکل نہیں ہوتا، اس لئے حق کو ماننا بھی مشکل نہیں رہتا۔

حاصل: جب اللہ کی نصرت سے مومنین کو فتح نصیب ہو جائے، تو اللہ کے دین میں داخل ہونے والے لوگوں کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

وقف النبی
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ
۳ ع اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾
۲۵

تو حمد سے اپنے رب کی تسبیح کر، اور اس سے استغفار کر، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

جب لوگ فوج در فوج، اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہوں تو حق کو ماننے والے فرد کو اظہارِ عبدیت کی طریقہ بتائی گئی ہے، کہ اس سے لوگوں کو تربیت حاصل ہوگی، اور ان پر واضح ہوگا، کہ اللہ کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے معمولات کیا ہونے چاہئیں۔ حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرنا، نماز قائم کرنا ہے۔ اللہ سے استغفار کرنا یہ ہے کہ اپنے مخالف کو معاف کر کے، اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔ توبہ اس طرح کی جائے کہ یا اللہ تیرے فضل سے ہی صراط مستقیم پر رہنا ممکن ہے، تو ہی نفس کی فتح سے بچائے گا تو بات بنے گی۔

حاصل: حمد سے اپنے رب کی تسبیح کرنا، استغفار کرنا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگنا، فتح حاصل ہونے کے بعد کا طریق زندگی ہو تو بندگی کا حق ادا ہوگا۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک (67) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۚ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

یا وہ کونسا تمہارا لشکر ہے، کہ الرحمٰن کے مقابل تمہاری نصرت کرے، کافر تو محض دھوکے میں ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱

ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹیں گے اور خود بھی ٹوٹ جائے گا۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو مقصدِ حیات بنانے والوں کا امام ابو لہب تھا۔ اس کی قوت کی بربادی اور اس کی ذات کی تباہی مومنین کے لئے بڑی اہمیت رکھتی تھی، اس لئے یہ پیشین گوئی ان کے لئے بہت مبارک تھی۔

حاصل : حق کی مخالفت میں زور لگانے والے کا انجام عبرتناک ہوتا ہے۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲

نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آیا، نہ اس کا کسب۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کے خاتمے کا فیصلہ، اتمامِ حجت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابو لہب کو پکڑا گیا، تو پھر اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آیا، اور اپنے تئیں خدمتِ خلق کے نام پر جو کچھ اس نے کمایا تھا وہ بھی اس کے کچھ کام نہ آیا۔

حاصل : اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا مقام آجائے، تو مال اور کسب کچھ کام نہیں آتے۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳

جلد ہی وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ بن جائے گا۔

خلافِ حق کرنے والا، اپنے لئے، جلانے کا سامان، اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ جب حجت پوری ہو جاتی ہے تو اسے پکڑ لیا جاتا ہے، اور اس کا کیا اس کے سامنے آجاتا ہے۔ سزا کا یقین ہو جانے کے بعد اس کے واقع ہونے تک سزا کا انتظار بھی ایک سزا ہے۔

حاصل : آگ کی شکل میں سزا دینا، اتنے بڑے علم کا کام ہے، کہ یہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴

اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔

ابو لہب کی بیوی نے بھی، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ خلافِ حق کرتے ہوئے وہ اپنے لئے دوزخ کا ایندھن اکٹھا کرتی رہی۔ ابو لہب کو حق کی مخالفت میں بیوی سے جس طرح کی مدد درکار تھی، بیوی اسے وہ مدد دیتی رہی۔

حاصل: بیوی اگر شوہر کے کام میں شریک ہوگی، تو اس کام کے انجام میں بھی شریک ہوگی۔

۵ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝٥ اس کی گردن میں کھجور کے ریشے کی رسی ہوگی۔

قیامت کے دن ابولہب کی بیوی کے گلے میں مضبوط رسی ہوگی، جو حق کی مخالفت میں اپنے شوہر کا ساتھ دینے کا صلہ ہوگی۔ یہ رسی اس کے استکبار کا انجام ہوگی۔

حاصل: جو حق کی مخالفت کرنے والے کا دل و جان سے ساتھی ہو جائے، اس کی گردن میں رسی پڑ جاتی ہے۔

شہادت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ (62) میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٨

فرمادیجئے۔ موت جس سے تم فرار ہوتے ہو، تو وہ تم سے ضرور ملنے والی ہے۔ پھر تم غیب اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف پھیرے جاؤ گے، تو وہ تمہیں بتلائے گا جو عمل تم کرتے تھے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝١ فرمادیجئے، اللہ ہی احد ہے۔

احدیت کا مقام تعین سے بالا ہے، اور ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ وہ خالق کل ہے، وہ قادرِ مطلق ہے، وہ مالکِ کل ہے۔ اس کے صفاتی نام بہت ہیں، ذاتی نام صرف اللہ ہے، جو کسی کی احتیاج نہیں رکھتا اور جس کے حضور سب محتاج ہیں۔

حاصل: اللہ کو احد ماننے کے بعد، رُخ کو درست رکھنا لازم ہو جاتا ہے۔

اللَّهُ الصَّمَدُ ۝٢ اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ ایسی شان رکھتا ہے، کہ اس نے سب کچھ بنایا ہے، مگر اپنے لئے کچھ نہیں بنایا۔ سب اس سے لینے والے ہیں، وہ کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔ عالمین کو علم سے پالنا، اللہ کی شان ہے، ہر نفس کی حفاظت اللہ کی شان ہے، اتمامِ حجت اللہ کی شان ہے، لوگوں کے ساتھ رافت و رحمت اللہ کی شان ہے۔ اللہ بے مثل ہے۔

حاصل: اللہ کے فرمان کو ماننے میں ہی فلاحِ دارین ہے۔

لَمۡ يَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ خالق کل ہے، مگر اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ خالق کل ہے، اور کسی کی اولاد نہیں ہے۔ پیدا ہونے والے کے لئے موت کا ہونا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

حاصل : عبد اللہ ہونے کا ثبوت اسی طرح دینا چاہئے، کہ حق کی ادائیگی میں کسی کا حائل ہونا بھی ہمیں گوارا نہ ہو۔

ع ۲۷ وَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ع اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، کوئی اس کا ہمسر ہو ہی نہیں سکتا۔ شرک سے پاک راستہ وہی ہے، جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ قدم سے روشن ہے۔ شاہدین اسی راستے پر چلتے رہے ہیں چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے۔ جس کی اپنی کوئی بات نہ ہو، وہ حق کو پالیتا ہے۔ اس کا دل شگفتہ ہو جاتا ہے، زبان حق کو بیان کرنے لگتی ہے، اور یہ حضرات، حق کی تبلیغ کے ساتھ کسی اجر کا سوال نہیں کرتے۔

حاصل : شاہدین کی معیت حاصل ہو تو ہمارا عمل بتائے گا کہ ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی اللہ کا ہمسر ہو۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ (42) میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾

سن لو، سب امور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ فرما دیجئے میں پیدا کرنے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے دانے اور گٹھلی سے پودوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ رُخ تو ہر مقام پر اسی کی طرف رہنا چاہئے۔ سپیدۂ صبح کو نمودار کرنا بھی اسی کی شان ہے، رات کو سکون کے لئے بنانا بھی اسی کی شان ہے، اور شمس و قمر کو حساب کے لئے بنانا بھی اسی کی شان ہے، بر و بحر کی ظلمات میں راستوں کے تعین میں نجوم سے مدد دینا بھی اسی کی شان ہے۔ اپنے رب کو خالق کل ماننے والا، اس کی پناہ میں ہی سلامتی دیکھتا ہے۔

حاصل : پیدا کرنے والے رب کی پناہ میں ہی سلامتی ہے۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ ہر شے کے شر سے جو اس نے خلق کی ہے۔

اللہ نے کسی بھی شے کو بے مقصد پیدا نہیں کیا، ہر شے اپنی افادیت رکھتی ہے۔ یہ افادیت بھی باذن اللہ ہی ہوتی ہے۔ دُکھ بھی ہر شے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور یہ بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے۔ کسی بھی شے کے استعمال میں سلامتی کا راستہ وہی ہے، جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ قدم سے روشن ہے۔

حاصل : کسی بھی شے کو استعمال کرتے وقت، اللہ کی رضا ملحوظ رہنی چاہئے۔ اللہ ہی ہر شے کے شر سے بچانے پر قادر ہے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے۔

رات کو اللہ نے سکون کے لئے بنایا ہے، مگر اس کی تاریکی اپنی افادیت کے ساتھ شر کا پہلو بھی رکھتی ہے۔ دن کی روشنی میں اپنی سلامتی کے لئے چھپے رہنے والوں کو، رات کی تاریکی فعال ہونے کی ترغیب دیتی ہے، اس لئے اندھیرے کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہئے۔

حاصل : اندھیرے کے شر سے بھی اپنے رب کی پناہ مانگنی چاہئے۔ خود اندھیرے میں روشنی کو ساتھ لے کر چلنا چاہئے۔ دشمن سے اپنی حرکات وسکنات کو چھپانے میں اندھیرا مفید بھی ہوتا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ اور گرہوں میں پھونکنے والوں کے شر سے۔

حق کی مخالفت کرنے والے لوگوں کا داؤ شیطانی حرکات کا درجہ ہی رکھتا ہے۔ اس کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ مصائب وآلام کو باذن اللہ ماننا حق ہے۔ شیطان کے داؤ کو تو ضعیف فرمایا گیا ہے۔ بدخواہوں کی پھونکوں کو موثر ماننا، شیطان کے ضعیف داؤ کو زوردار بنادے گا۔ کسی بھی سفلی علم کی، علم الٰہی کے مقابل حیثیت ہی کیا ہے۔ اللہ کی مشیت کے سامنے کسی طاقت کا کوئی مقام نہیں ہے۔

حاصل : گرہوں میں پھونک مارنے والوں کے شر سے بھی، اپنے رب کی پناہ مانگنی چاہئے، اور مصائب وآلام کو باذن اللہ ماننا چاہئے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾ ع اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ ع ۵ ۳۸

حاسد اپنے ماحول میں کسی کی بھلائی کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ جس پر اسے حسد ہوتا ہے، اسے محسود کہتے ہیں۔ محسود کے مقام پر خود کو دیکھنے کے لئے جو کچھ بھی کیا جائے وہ حسد ہے۔ حاسد کے شر سے بھی اپنے رب کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس مقام پر حق کی ادائیگی کو اللہ کے فضل وکرم کی بدولت جاننا لازم ہے اور حاسد کے ساتھ بھی معاملہ، اللہ کی رضا کے حوالے سے ہی ہونا چاہئے۔

حاصل : حاسد کے ساتھ معاملے میں بھی اللہ کی رضا ملحوظ رہے تو یہ اس کے شر سے اپنے رب کی پناہ مانگنے کا ثبوت ہوگا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم (30) میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾

جو کفر کرے، تو اس کا کفر اسی پر اور جو صالح عمل کریں وہ اپنے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

سُورَةُ النَّاسِ

آیاتها ۶ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿١﴾

فرما دیجئے، میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

رب العالمین کی پناہ ہی سب سے بڑی پناہ ہے، کہ نفع بھی باذن اللہ ہوتا ہے، نقصان بھی باذن اللہ ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے سامنے کسی کی تدبیر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس کی قدرت ہر مقام پر محیط ہے۔ لوگوں کے رب کی پناہ لینے والا اپنے رُخ کو حق کے حوالے سے سیدھا رکھتا ہے۔

حاصل : لوگوں کے رب کی پناہ مانگنے کا ثبوت یہی ہے کہ ہمارا رخ حق کے حوالے سے درست ہو۔

مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾

لوگوں کے بادشاہ کی۔

اللہ احکم الحاکمین ہے۔ اس کا فرمان حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے، وہی یوم الدین کا مالک ہے، وہی بادشاہ ہے، جس کی بادشاہی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی۔

حاصل : لوگوں کے بادشاہ کی پناہ لینے والا، لوگوں کی بھلائی کے لئے کوشاں رہ کر ہی اپنی صداقت کا ثبوت دے سکتا ہے۔

إِلَٰهِ النَّاسِ ﴿٣﴾

لوگوں کے معبود کی۔

لوگوں کا معبود، اللہ ہی ہے، جس کی بندگی کا حق سب پر عائد ہے، اور جس کی بندگی میں فلاح دارین ہے۔ من مانی کرتے کرتے جب سب آسرے بے حقیقت ثابت ہو جاتے ہیں، تو اللہ کو مانتے ہی بنتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ماننے کے بعد عملاً سچا ثابت ہونے کی مہلت ہی موجود نہ ہو۔

حاصل : لوگوں کے معبود کی پناہ لینے میں ہی سکھ ہے، جسمانی بھی اور روحانی بھی۔

مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿٤﴾

خناس کے وسوسوں کے شر سے۔

شیطان کو اللہ نے لوگوں پر مسلط نہیں کر دیا ہے۔ وہ تو لوگوں کو غرور کی طرف ہی بلاتا ہے، کفر کرنے کی ترغیب دیتا ہے،

انہیں خواہشات کی پیروی کی طرف لگاتا ہے، اور جب وہ اس دائرے میں پھنس کر پریشان ہو جاتے ہیں، تو پھر ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ اس نے انسان دشمنی کی قسم کھا رکھی ہے۔ ناصحین سے محبت رکھنے والے ہی اس کے وسوسوں کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حاصل : شیطان کے وسوسوں کے شر سے اپنے رب کی پناہ مانگنی چاہئے۔ یہ پناہ انہیں ہی نصیب ہوتی ہے جو ناصحین سے محبت رکھنے والے ہیں۔

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ جو لوگوں کے صدور میں وسوسے ڈالتا ہے۔

شیطان برائی اور بے حیائی کا امر کرتا ہے۔ وقتی فائدے کو مرغوب بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس کی ترغیب، خواہشِ نفس کے مطابق ہوتی ہے، مگر ہوتی قطعاً بے سند ہے۔ اس ترغیب کو ماننے والے کے اندر اس کی اس قدر چاہت ہوتی ہے کہ وہ سند کو دیکھنا ضروری ہی نہیں جانتا، اور اسے ماننے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔

حاصل : ہمارے سینوں کو نورِ ہدایت سے روشن ہونا چاہئے، شیطان کے وسوسوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے۔

ع مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦ جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔

لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالنا شیطانی صفت ہے۔ وسوسہ ڈالنے والا، جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے، اس سے اپنے رب کی پناہ مانگنی چاہئے۔ حق کے خلاف کرنے کی ترغیب دینے والا، ہمارا بہی خواہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حاصل : حق کے خلاف کرنے کی ترغیب دینے والا کبھی ہمارا بہی خواہ نہیں ہو سکتا۔

شہادت : اللہ تعالیٰ نے سورۃ فصلت (41) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٣٦

اور اگر تجھے شیطان کے چوک لگانے سے چوک لگے تو اللہ کی پناہ لے، بے شک وہ بڑا ہی سننے والا، علم رکھنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ ۝۱

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ ۝۲

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ ۝۳

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ ۝۴

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ۝۵

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ ع

کیٹلاگ کارڈ نمبر ۲۹۷،۱۲۲۹

۲۹۷،۱۲۲۹ فضل شاہؒ حضرت

تفسیر فاضلی، (ق تا النّاس)۔ مرتبہ محمد اشرف فاضلی

لاہور۔ فاضلی فاؤنڈیشن۔ پیکو روڈ کوٹ لکھپت لاہور، پوسٹ کوڈ ۵۴۷۷۰

ج۔ ۷ (منزل ہفتم)

سرٹیفکیٹ

ہرگاہ میں نے تفسیر فاضلی کی منزل ہفتم (ق تا النّاس) کا عربی متن بغور مطالعہ کیا ہے لہٰذا میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کی عربی عبارت میں اب کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حافظ سراج الدین گجراتی

نزد مینار پاکستان راوی روڈ۔ لاہور